لطائف المعانی

شرح اردو

شرح ملا جامی



محمد عبداللطیف خان مہروی چشتی

ناشر
قاسم پبلی کیشنز
فون: 021-35455353

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari


برائے ایصال ثواب:
والدین مرحومین محمد
عرفان عطاری
تعاون: محمد عرفان عطاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی طَبْعِ ھٰذَا الشَّرْحِ الْجَدِیْدِ فِیْ حَلِّ مُشْکِلَاتِ شرح مُلا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

الموسوم بہ

لطائف المعانی

شرح اردو

شرح ملا جامی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

از تصنیفات خادم العلماء و الطلباء و الفقراء فقیر حقیر سلامت فقیر

محمد عبد اللطیف خان

چشتی نظامی صابری قادری نقشبندی مہروی

ملیزوی خصوصًا ملا گوجروی

باہتمام

محمد قاسم جلالی

ناشر

قاسم پبلی کیشنز

021-5455353

for more books click on th e link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ھدیۂ عقیدت

کمترین عباد فقیر حقیر تصنیف و تالیف خود بنام نامی جناب قبلہ و کعبۂ عالم اعلیٰ حضرت ہادی شریعت سالک طریقت عارف رموز معرفت واقف مسالکِ حقیقت مغیث فقراء و مساکین مؤید مذہب حنیفیہ کا سر رؤس مخالفین محلل شکوک علمائے راسخین ماحی بدعت مرشدنا و مربینا سیدنا پیر **مہر علی شاہ صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیلانی گولڑوی مدظلہم العالی۔

معنون و منسوب کردہ

در سرکار عالی بمعرض بندگان متعالی پیش نمودہ اظہار عقیدت مینماید مصرعہ

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

کمترین

فقیر حقیر سلامت فقیر عرف **محمد عبداللطیف** خان چشتی، نظامی، صابری، قادری، نقشبندی، ملیزوی، مہری ملاگوجروی علاقہ ریاست دیر حالاً ساکن مدرسہ اسلامیہ **انوار العلوم** جامع مسجد قبرستان ہوتی، متصل درگاہ ڈانگ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

محمد عبداللطیف خان

۱۳۵۴

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

التجائی مکرمت

کاشف اسرارِ وحدت خواجۂ مہر علی ﷺ
مظہر شان ولایت قرۃ العین نبی ﷺ

مقبولِ درگاہِ احد مرغوبِ محبوبِ صمد
تنویر شمع عارفان شمسِ سپہر قادری

تیرے عرفان کی ضیا تا رفعتِ چرخِ بریں
نجمِ بطحیٰ ماہ جیلان آفتاب گولڑی

اے گوہر بحر سخا اے مخزن کان عطا
مل جائے دل کا مدعا از راہ بندہ پروری

اے بادشاہ عارفان اے پیشوائے سالکان
مسند نشین قادری جانِ طریق صابری

لِلّٰہ کرم فرمایئے جلوہ نما ہو جایئے
تسکین دل فرمایئے ہو دور ساری بے کلی

اے عالم علم الیقین اے کامل عین الیقین
اے ہادیٔ دین متین نورِ جمال احمدی ﷺ

مہر علی ﷺ شد نام تو مشکل کشائی کام تو
خواہم شہا انعام تو بھر خدا بہر نبی ﷺ

طوفان بحر غم میں ہے کشتی عمر ناتوان
پہنچو مدد کو ناخدا ازراہِ غربا پروری

یہ بھی ہے اس در کا گدا کہتے ہیں جس کو سب فدا
حاصل ہو قرب بارگاہ اس میں ہے اس کی بہتری

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

حضرت علامه محمد عبد اللطیف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمد لله الذی شرح صدورنا بوسیلة نبیه و حبیبه الّذی کرم خلقه بکریم خطابه **انك لعلی خلق عظیم** و عظّم شانهٗ بعزة حکمه العظیم **طٰهٰ یٰسٓ** و القران الحکیم و زیّن اعمالنا بامتثال الاوامر و النواهی و نور زماننا بفیضان و تخلیق الولی المنقاد لله تعالٰی **و من علینا بخلافته** سید الاولیاء و الاقطاب الذین هم هداة الحق و الصراط المستقیم اعنی حضرت قبلة العالم شمس الشریعة بدر الطریقة برهان المعرفة عمدة المحققین زبدة العارفین اعنی الموسوم باسم السید المرشد **مهر علی شاه صاحب** ابن السید پیر نذر دین بن السید پیر غلام شاه بن السید پیر روشندین بن السید عبد الرحمٰن نوری بن السید عنایت الله بن السید غیاث علی بن السید فتح الله بن السید اسد الله بن السید فخر الدین بن سید احسان بن السید درگاهی بن السید جمال علی بن السید محمد جلال بن السید ابی محمد بن میران سید محمد کلان بن میران شاه قادر قمیص السند وروی فی نواحی السهار نفور و مشائخ کثیر بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بهاء الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبد الرزّاق بن السید **عبد القادر جیلانی** الحسنی الحسینی رضی الله تعالٰی عنه و عن اولاده واصفاده الی یوم القیامة الساکن فی ملک فنجاب خصوصًا المزین للکولرة الشریفة مدظلهم العالی و الصلوة علی من توقد منار الهدایته بتبلیغ الرسالة الی عباد ربه الکریم و علی اله و اصحابه الذین نالوا درجات النصر و الجهاد الذی امرنا به فی تنزیل الحکیم بقوله **جاهدوا فی الله حق جهاده** خصوصًا علی خلفاء الراشدین المبشرین بدخول الجنة النعیم اللّٰهم ابعثنا ناضرة الوجوه من مرقدنا یوم القیامة و احفظنا من کید الشیطٰن الرّجیم عند و داعته ارواحنا من اجسادنا برحمتک العمیم (آمین ثم آمین).

امّا بعد لما التمس عنی بعض الطالبین المخلصین خصوصًا اخی الذکی الفاضل الموذعی بلمعی المولوی علیم الدین الصدیقی ابن اخ سیدنا و مولانا مولوی **محمد ضیاء الاسلام** صاحب امام الجامع المسجد الواقع فی بلدة اکره ان اکتب عدّة سطورٍ فی لسان الهندیة تکشف بها مغلقات شرح ملا جامی لقصور فهمنا عن ادراک المقاصد من الشروح الماضیة فشرعت فی اسعاف مرامهم و رتبت السوال و الجواب ترتیبًا یسهل به مقاصد شرح ملا جامی بادنی التفکر و ترکت الاسؤلة التی ما اشار الیها الشارح و لابنّه علیها لکی لا یطول الشرح و لا یمل المحصلین توفیقًا من الله الکریم و اعوذ بالله من الشیطن الرجیم.

کمترین

فقیر حقیر سلامت فقیر عرف **محمد عبد اللطیف خان** چشتی نظامی صابری قادری نقشبندی مُهری و ملیزوی خصوصًا ملا گوجروی **بانی و مهتمم** مدرسة اسلامیه **انوار العُلوم** جامع مسجد قبرستان هوتی، متصل ڈانگ بابا صاحب رحمة الله تعالٰی علیه.

اللهم اغفر لکاتبه و لقاریه و لناظره و لمن سعی فیه (آمین)

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لولیه الف لام کی چار قسمیں ہیں (۱).....جنسی، (۲).....استغراقی، (۳).....عہد خارجی، (۴).....عہد ذہنی۔
جنسی میں نفس ماہیت شے کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ **استغراقی** میں جملہ افراد کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ **عہد خارجی** میں ایک فرد معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو متکلم اور مخاطب دونوں کو معلوم ہو۔ **عہد ذہنی** سے ایک فرد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو صرف متکلم کو معلوم ہو۔ یہاں ہر ایک کا مفہوم مراد لیا جا سکتا ہے۔ **ولی** کے پانچ معنٰی ہیں (۱) حری، (۲) محب، (۳) متصرف، (۴) صاحب، (۵) قریب۔ یہاں اول معنٰی مراد ہیں حری کے معنٰی لائق کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو حمد و ثناء کا لائق ہو اسی کے لیے حمد و ثناء ہے۔ **ولیه** میں "ہ" کی ضمیر **حمد** کی طرف ہے۔ **و الصّلوة علٰی نبیه** صلوٰۃ خداوند تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا نزول ہے اور ملائک کی طرف سے استغفار اور عباد کی طرف سے دعا اور وحوش و حیوانات کی طرف سے تسبیح کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت میں ارکان مخصوصہ کا نام ہے۔ **نبی** نبوت سے ماخوذ ہو تو اس کے معنٰی رفعت کے ہوں گے اور اگر **انبا** سے ماخوذ ہو تو خبر کے معنٰی میں استعمال ہوگا۔ چونکہ نبی خداوند تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کے تبلیغی احکام کے لئے ایک بڑا انسان برگزیدہ مقرر کیا جاتا ہے اس لیے اس کو نبی کہتے ہیں۔ جدید کتاب کا ہونا اس کے ساتھ شرط نہیں۔ رسول اس کے برخلاف ہے۔ **نبیّه** کی ضمیر مجرور یا تو محمود کی طرف ہے جو حمد کے ضمن میں موجود ہے یا ولی کی طرف ہے جس کے معنٰی ظاہر ہیں اور یہ آخری احتمال صحیح ہے۔ **و اٰله و اصحابه** آل سے یہاں جملہ اولاد ازواج و اصحاب و خدام پیغمبر مراد ہیں۔ **اصحاب** جمع صاحب یا صحب کی ہے۔ جس کے لغوی معنٰی ہمراہ کے ہیں۔ شریعت میں اس کا نام ہے جس نے حالت اسلام میں حضور ﷺ کو دیکھا ہو اور اسلام پر مرا ہو۔ **المتادبین** یہ ادب سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی قوتی نیک کے ہیں۔ یہاں طریقہ عمل زندگی حضور ﷺ مراد ہے۔ ترکیب میں یہ اصحاب کی صفت ہے یعنی حضور ﷺ کے جملہ اصحاب آپ کے طریقۂ عمل کے پورے پابند تھے۔ **اما بعد** اما اصل میں مہما تھا ہاء ہمزہ سے تبدیل کر دیا۔ پھر قلب مکانی کر کے میم کو میم میں مدغم کر دیا پس امّا ہو گیا۔ یہ لفظ متضمن معنٰی شرط کو ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں فاء لایا جاتا ہے۔ **بعد** کا لفظ مبنی بر ضمہ ہے اگر اس کا مضاف الیہ محذوف ہو ورنہ معرب مستعمل ہوگا۔ **فهٰذه فوائد** اس میں اشارہ فوائد کی طرف ہے۔ اگر دیباچہ الحاقی ہو تو اس صورت میں کوئی شبہ نہیں اور اگر دیباچہ ابتدائی ہو تو اشارہ ماحضر فی الذہن کو ہوگا۔ فوائد جمع فائدہ کی ہے جس کے معنٰی بہرہ مندی کے ہیں۔ **وافیه** یہ لفظ یہ صیغہ اسم فاعل ترکیب میں فوائد کی صفت ہے جس کے معنٰی کثرت کے ہیں **بحل الکافیه** با یہاں فی کے معنٰی میں ہے۔ کافیہ کا لفظ مادل بہ کتاب ہے۔ تا اس میں مبالغہ کے لئے ہے یعنی یہ کتاب کافیہ کے حل کے لئے کافی ہے۔ **للعلامة المشتهر فی المشارق و المغارب** علامۃ میں تا مبالغہ کے لئے ہے۔ یہ لفظ عالم کا مبالغہ ہے۔ **المشتهر** اس کی صفت ہے یعنی یہ کافیہ اس بڑے عالم کی تصنیف ہے جو مشارق و مغارب میں مشہور ہیں۔ مشارق و مغارب سے مراد دنیا کی جملہ اطراف ہیں۔ جمعیت باعتبار مطالع و مغارب کی ہے۔ اس طرح تثنیہ کا حال ہے کیونکہ درحقیقت مشرق اور مغرب دنیا میں ایک ہے۔ کلام الٰہی ﷻ میں اس کا استعمال تینوں طرح آیا ہے۔ المشتهر کا لفظ صرف مبالغہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے جو علامہ کے مترادف ہے۔ **الشیخ** یہ لفظ علامہ کا عطف بیان یا بدل ہے اس لئے مجرور ہے۔ اعنی کے مقدر کر لینے سے منصوب کیا جائے گا۔ مرفوع ہو تو مبتداء محذوف کی خبر ہوگی جس کی تقدیر ھو الشیخ ہے۔ لغت میں شیخ پچاس (۵۰) سے اسی (۸۰) سال تک

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی عمر والے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں ماہر فن کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہی آخری معنٰی مراد ہیں۔ **ابن الحاجب** یہ ترکیب میں شیخ کی صفت یا بدل ہے اور مصنف ؒ کی کنیت ہے۔ اسم محمد آپ ؒ کا عثمان اور شیخ آپ کا لقب ہے۔ **تغمده الله لغفرانه و اسكنه بحبوحة جنانه** یہ لفظ تَغَمُّد سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی ستر کے ہیں۔ اس میں استعارہ ترشیحیہ کی طرف اشارہ ہے۔ ضمیر منصوب میں استعارہ مکنیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غمر ان میں مناسبات استعارہ کا بیان ہے۔ بحبوحۃ کے معنٰی وسط کے ہیں۔ یہاں مختار کے معنٰی مراد ہیں۔ جنان کسرۂ جیم سے بمعناء جنت ہے۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مصنف ؒ پر مغفرت کی چادر ڈالے اور آپ کو جنت کے برگزیدہ باغوں میں بسائے۔ **نظمتها في سلك التقرير** ھاء ضمیر منصوب فوائد کی طرف ہے۔ نظم کے معنٰی در وراشتہ سلک معنٰی مراد یہاں مقام کے مناسب کلام کرنا ہے۔ غرض اس استعارہ سے صفائی اور موزونیت کلام ہے اور باعث اس استعادہ کا طلباء کو ترغیب دلانا ہے۔ **وسمط التحرير** یہ جملہ اوپر کے جملہ پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافیہ میں فوائد کا بیان نہایت عمدہ تقریر اور بہترین تحریر سے کیا ہے **للولد العزيز ضياء الدين يوسف** عزیز کے معنٰی ارجمند اور مبارک کے ہیں۔ اس میں تصنیف کے باعث وعلت کا بیان ہے یعنی باعث تصنیف کافیہ مصنف ؒ فرزند جگر بند جس کا لقب ضیاء الدین اور اسم محمد یوسف ہے **حفظه الله سبحانه عن موجبات و التلهف و التاسف** یہ جملہ دُعائیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ولدِ عزیز ضیاء الدین یوسف کو جملہ۔۔۔ حزن وحسرت سے محفوظ رکھے۔ تلہف اور تاسف کے الفاظ مترادف معنٰی واحد ہیں۔ ایک مطلوب کے فوت ہونے پر حزن وحسرت کو تلہف کہتے ہیں، اور فعل حرام و بد کے کرنے پر جو اضطراب اور پریشانی ہوتی ہے وہ تلہف ہے اور فرائض وواجبات کے ترک کرنے پر جو افسوس ہوتا ہے اس کا نام تاسف ہے۔ **و سميتها بالفوائد الضيائية** سمیتہا میں ضمیر منصوب فوائد کی طرف ہے فوائد ترکیب میں موصوف اور الضیائیہ اس کی صفت ہے۔ "یا" اس میں نسبتی ہے یعنی وہ فوائد جو ضیاء الدین کی طرف منسوب ہیں۔ **لانه لهذا لجمع و التاليف كانعلة الغائية** یہ اس نسبت کی دلیل ہے جو یائے نسبتی سے ظاہر ہے یعنی کافیہ کو فوائد ضیائیہ سے اس لیے موسوم کیا ہے کہ ضیاء الدین اس کی تالیف وتصنیف کے لئے مانند علت غائی کے ہیں۔

فائدہ:.....

علت کی چار قسمیں ہیں (۱) علت غائی، (۲) علت فاعلی، (۳) علت مادی، (۴) علت صوری۔

علت غائی وہ ہے جو فاعل کے فعل کرنے کا باعث ہو۔ **علت فاعلی** وہ ہے جس سے صدور فعل ہوتا ہے۔ **علت مادی** وہ ہے کہ جس سے شے کی ترکیب ہو۔ **علت صوری** وہ ہے جو شے کے وجود کا بالفعل موجب ہو۔ یہاں علت غائی کے ساتھ کاف تشبیہ لانے میں اشارہ ہے کہ ضیاء الدین تالیف کے لئے عین علت غائی نہیں کیونکہ یہ تصور میں مقدم اور وجود میں مؤخر ہوتی ہے اور یہ معنٰی یہاں درست نہیں کیونکہ ضیاء الدین وجود میں بھی مقدم ہے۔ درحقیقت یہاں علت غائی ضیاء الدین کی تعلیم ہے۔ **نفعه الله تعالٰى بها و سائرين المبتدئين من اصحاب التحصيل** یہ جملہ دعائیہ ہے بھا میں ضمیر مجرور فوائد کی طرف ہے۔ اصحاب تحصیل مبتدئین کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضیاء الدین اور جملہ طلباء کو اس تالیف کے فوائد سے فائدہ پہنچائے۔ سائر کے لغوی معنٰی باقی کے ہیں مگر یہاں جملہ اور تمام کے معنٰی میں ہے۔ **و ما توفيقي الا بالله و هو حسبي و نعم الوكيل** چونکہ تالیف کافیہ ایک مشکل کام تھا اس لئے مصنف ؒ نے اللہ تعالیٰ سے استعانت مانگی ہے اور نعم نعیم الوکیل کے۔

جملہ میں مخصوص بالمدح محذوف ہو تو اس صورت میں عطف جملہ خبریہ علی الخبر یہ ہے اگر محذوف نہ ہو تو جملہ وہو حسبی اگرچہ صورت میں خبریہ ہے مگر یہ دعا کے محل میں واقع ہے اس لئے انشائیہ مانا جائے گا اور انشاء کا عطف انشاء پر جائز ہے یا یہ عطف قصہ علی القصہ ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اعلم ان

المقدمة

الشیخ رحمۃ اللہ علیہ لم یصدر رسالتهٗ هذه بحمد الله سبحانه بانّ جعل جزاءً منها هضما لنفسه. اعلم کے لفظ کو شارح رحمۃ اللہ علیہ تین غرضوں سے نقل کریں گے۔ اول یہ کہ کسی مقدر سوال کا جواب دینا، دوم کسی مقام پر سوال قائم کرنا، سوم تحقیق مقام ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ یہاں پر سوال مقدر کی طرف اشارہ کر کے جواب دینے کے لئے استعمال میں لائے ہیں۔ سوال مقدر کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے اپنے اس رسالہ کو حمد سے شروع کیوں نہیں کیا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حمد کو کسر نفسی کی بناء پر چھوڑ کر کتاب سے جزء نہیں بنایا۔

تبخیل ان کتابهٗ هذا من حیث انه کتابهٗ. لیس کسائر کتب السلف رحمهم الله تعالٰی حتی یصدر به علی سنتها تخیل سے سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ حمد کے چھوڑنے سے کسر نفسی نہیں ہوتی بلکہ حمد ایک عبادت ہے اس کے کرنے میں کسر نفسی پائی جاتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ حمد کا چھوڑنا دو طرح پر ہے اول یہ کہ عبادت سمجھ کر چھوڑی جائے یہ گناہ ہے۔ اس میں کسر نفسی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کتاب مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتابوں کی طرح نہیں۔ یہ خیال کر کے چھوڑ دینا کسر نفسی ہے اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو علمائے سلف کے طریقہ پیروی کے خلاف کر کے حمد سے شروع نہیں کیا۔ و لا یلزم من ذالک عدم الابتداء به مطلقًا حتی یکون بترکه اقطع لجواز ایتانه بالحمد من غیر ان یجعله جزء ا من کتابه. اس کتاب میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے حمد کو چھوڑ کر ایک حدیث مشہور کی مخالفت کی جو حسب ذیل ہے۔ کل امر ذی بالٍ لم یبدأ فیه بحمد الله فهو اقطع ..... الخ یعنی جس امر میں حمد سے شروع نہ کی جائے وہ خراب اور ناقص ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث کی بناء پر مصنف کی کتاب ناقص ہوگئی۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ حمد کی دو قسمیں ہیں تحریری، تقریری۔ تحریری خاص ہے اور تقریری عام ہے۔ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ جائز ہے کہ تقریری حمد کی ہو اگرچہ کتاب کے اندر لکھ کر جزء نہیں بنایا۔ لہٰذا مصنف کی کتاب میں حمد کے چھوڑنے سے نقص لازم نہیں آیا۔ و بدأ بتعریف الکلمة و الکلام لانه یبحث فی هذا الکتاب عن احوالها فمتی لم یعرفا کیف یبحث عن احوالهما اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال مقدر کی تفصیل یہ ہے کہ مقصود بالذات نحوی کا کلمہ اور کلام کے احوال سے بحث کرنا ہے اور مصنف نے کلمہ اور کلام کی تعریف میں شروع کی اور یہ اشتغال بما لا یعنی غیر مقصود میں شروع کرنا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کلمہ اور کلام کی تعریف کئے بغیر احوال سے بحث کرنا ناممکن ہے اس لئے تعریف کو موقوف علیہ سمجھ کر پہلے کلمہ اور کلام کی تعریف کی تاکہ احوال سے بحث کرنے میں آسانی ہو۔ و قدم الکلمة علی الکلام لکون افرادها جزأ من افراد الکلام و مفهومها جزاء من مفهومه اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ کلام عربی میں عمدہ کلام مانا جاتا ہے کیونکہ اس سے مخاطب کو فائدہ تام ملتا ہے بخلاف کلمہ کے کہ اس سے فائدہ تام نہیں ملتا۔ پس کلام کو کلمہ پر مقدم ذکر کرنا زیادہ موزوں تھا اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ کا ذکر مقدم کیا ہے حالانکہ یہ موزوں نہیں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کلمہ باعتبار اپنے افراد اور معنٰی کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کلام کا جزء ہے اور قاعدہ ہے کہ جزء مرکب پر مقدم ہو کر آتا ہے۔ یہ لحاظ کر کے کلمہ کو کلام پر مقدم کر کے کہا ہے کہ **فقال الكلمة قيل هي و الكلام مشتقان من الكلم بتسكين اللام و هو الجرح** کہا گیا ہے کہ کلمہ اور کلام دونوں **كلم تبسكين اللام** سے مشتق ہیں جس کے معنی زخم کے ہیں **لتاثير معانيهما في النفوس كالجوح**۔ اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اشتقاق میں درمیان مشتق اور مشتق منہ کی مناسبت معنوی اور لفظی ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک لفظ ہے جو ایک معنی مفرد پر دلالت کرے اور کلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک لفظ ہے مرکب دو لفظوں سے جو کہ اپنے اسنادی معنی پر دلالت کرے اور کلیم کے معنی زخم کے ہیں جو مشتق منہ کلمہ اور کلام کا ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ مناسبت درمیان مشتق اور مشتق منہ کے تین قسموں پر منقسم ہے۔ مناسبت معنی مطابقی میں دوسرے تضمنی تیسرے التزامی میں یہاں پر اگرچہ مناسبت تضمنی اور مطابقی نہیں پائی جاتی ہے مگر مناسبت التزامی موجود ہے۔ وہ تاثیر ہے یعنی جس طرح کلمہ اور کلام کے معنی میں اثر ہوتا ہے اسی طریقہ سے زخم کا بھی اثر ہوتا ہے۔

فائدہ:.....

دلالت مطابقی لفظ کے کل معنی موضوع لہ پر دلالت کرنے کو کہتے ہیں اور تضمنی لفظ کے جزئی معنی پر دلالت کرنے کو اور التزامی خارج معنی موضوع لہ پر دلالت کرنے کو بولتے ہیں۔ **و قد عبر بعض الشعراء عن بعض التاثير اتهما بالجرح حيث قال شعر ۔ جراحات السنان لها التيام و لا يلتام ما جرح اللسان** اس میں ایک اعتراض کا جواب ہے جو شارح رحمۃ اللہ علیہ پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ سے معنی تاثیر لینے کی کیا دلیل ہے؟ شارح نے جواب دیا کہ دلیل اس کی ایک فصیح بلیغ شاعر کا قول ہے جو غالباً حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نیزے کا زخم دوا سے اچھا ہو جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کسی صورت سے اچھا نہیں ہوتا۔ دیکھئے یہاں شاعر نے کلمہ کے معنی تاثیر کے لئے ہیں۔ **و الكلم بكسر اللام جنس لاجمع كتمر و ثمرة بدليل قولهٗ تعالٰى اليه يصعد الكلم الطيب.** کلم بکسر لام جنس ہے جمع نہیں جیسے تمر و ثمرہ یعنی بغیر تا کے جنس اور تا کے ساتھ واحد ہے بدلیل اس قول اللہ تعالیٰ جو کہ اوپر مذکور ہے۔ مطلب شارح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کلمہ تا کے ساتھ مفرد اور بغیر تا کے کسرہ لام کے ساتھ اسم جنس ہے۔ **و قيل جمع حيث لا يقع الاعلى الثلاث فصاعدًا** یعنی بعض کے نزدیک یہ کلم بکسر لام جمع ہے اس لیئے کہ تین پر اور اس سے زائد پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع ہے۔ **و الكلم الطيب مؤوّل ببعض الكلم** اس میں اوپر کی عبارت پر ایک سوال تھا جس کا یہ جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ جب یہ کلم بکسرہ لام جمع ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول **يصعد الكلم الطيب** میں مطابقت درمیان موصوف اور صفت کے نہیں ہوئی کیونکہ کلم موصوف جمع اور الطیب مفرد صفت ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ مؤول بہ بعض کلم ہے یعنی کلم سے پہلے مضاف بعض کا لفظ مقدر ہے جو مفرد مطابق موصوف کے ہے۔ اب اس تاویل کی بنا پر طیب کی صفت بعض کا لفظ ٹھہرا **و اللام فيها للجنس و التاء للوحدة و لا منافاة بينهما لجواز اتصاف الجنس بالوحدة و الواحد بالجنس يقال هذا لجنس واحد ذلك الواحد جنس** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ میں الف لام اگر حرفی ہے تو زائد ہے یا غیر زائد، اگر زائد ہے تو مبتداء کا نکرہ ہونا لازم آئے گا اور اگر زائد نہیں ہے تو استغراقی ہے یا جنسی۔ استغراقی وہ ہے جس سے شے کی تمام ماہیت کی طرف اشارہ ہو یہاں پر وہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں پر تمام کلمے مراد نہیں ہیں ورنہ شرعی کلمہ بھی اس تعریف میں داخل ہو جائے گا جو کہ حقیقت میں وہ کلام ہے کلمہ نہیں، اور اگر جنسی ہو تو اس میں تا وحدت کے لئے ہے اور درمیان وحدت اور جنس کے منافات ہے اور جنسی وہ ہے جس سے نفس ماہیت شے کی طرف اشارہ ہو اور اگر یہ الف لام اسمی ہے تو وہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور کلمہ فاعل ہے نہ مفعول ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ الف لام اس میں جنسی ہے اور تا وحدت کے لئے ہے اور وحدت اور جنس کے درمیان منافات نہیں ہے کیونکہ وحدت کی چار قسمیں ہیں (۱) وحدت جنسی، (۲) وحدت صنفی، (۳) وحدت نوعی، (۴) وحدت فردی۔

منافات جنس کی وحدت فردی کے ساتھ میں ہے نہ دوسری وحدتوں کے ساتھ۔ اسی وجہ سے جنس کی صفت محاورہ میں وحدت آتی ہے اور وحدت کی جنس دیکھئے محاورات میں بولا جاتا ہے۔ **هذا الجنس واحد و ذالك الواحد جنس و يمكن حملها على العهد الخارجي بارادة الكلمة المذكورة على السنة النحاة** اس میں شارح علیہ الرحمۃ نے ایک دوسرے سوال مقدر کا جواب دوسرے پیرایہ پر دیا ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ اگر الف لام عہدی ہو تو عہدی کی دو قسمیں ہیں (۱) خارجی، (۲) ذہنی۔ خارجی وہ ہے جس سے اشارہ ایک فرد معلوم کی طرف ہو جو کہ متکلم اور سامع دونوں کو معلوم ہو اور ذہنی وہ ہے جس سے اشارہ کیا ایسے فرد کی طرف ہو جو صرف متکلم ہی کو معلوم ہو اگر خارجی مراد ہو تو فرد معلوم خارج میں کونسا ہے اور اگر ذہنی ہو تو ذہنی نکرہ کی قوت میں ہوتا ہے تو اس صورت میں بھی مبتداء کا نکرہ ہونا لازم آئے گا۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اوپر مذکورہ عربی عبارت میں جواب دیا ہے کہ اس صورت میں عہد خارجی مراد لینا ممکن ہے اور کلمہ سے وہ کلمہ مراد ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہے یعنی وہ کلمہ جس سے نحوی بحث کرتے ہیں۔ اب فرد معہود درمیان متکلم اور سامع کے وہ کلمہ ہوا جس کو نحوی استعمال کرتے ہیں۔

لفظ:.....

اللفظ في اللغةِ الرّمي يقال اكلت التمرة و لفظت النواة اى رميتها لفظ کے معنیٰ لغت میں پھینکنے کے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ اول پھینکنا لفظ کے ساتھ منہ سے جیسے زیدٌ قائمٌ، دوم پھینکنا بغیر لفظ و منہ کے جیسے **لفظت الرحيُ الدقيق** یعنی چکی نے آٹا پھینکا، سوم منہ سے بغیر لفظ کے جیسے **اكلت التمرة و لفظت النواة** یعنی میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی اس کی پھینکی۔ دیکھئے اس میں منہ سے پھینکا جاتا ہے مگر بغیر لفظ کے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تین صورتوں میں سے اس ایک آخری صورت کا ذکر کیا ہے۔ **ثم نقل في عرف النحاة ابتدأ و بعد جعله بمعنى اللفوظ كالخلق بمعنى المخلوق الى ما يتلفظ به الانسان** اس میں بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ **الكلمة** ترکیب میں مبتداء ہے اور لفظ اس کی خبر ہے اور خبر مبتداء پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں اس لئے کہ یہ مصدر صرف وصف ہے اور وہ مبتداء ذات ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب دیا کہ لفظ کی خبریت باعتبار معنیٰ اصطلاحی کے ہے اور وہ اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں کہ لفظ کو عرف نحاۃ میں ابتداء یا اس کو بمعنیٰ ملفوظ کر کے جیسے خالق بمعنیٰ مخلوق ہے **ما يتلفظ به الانسان** کی طرف منقول کیا گیا ہے جب خبر الکلمۃ کی ٹھہری ہے اب اس معنیٰ کے لحاظ سے حمل صحیح ہو گیا اور اس کا حمل یہاں باعتبار معنیٰ لغوی کے نہیں ہے۔ **حقيقتا او حكمًا مهملًا كان او موضوعًا مفرد كان او مركبًا** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ وہ سوال مقدر یہ ہے کہ تعریف لفظ کی جو **ما يتلفظ به الانسان** ہے جامع نہیں ہے اس سے لفظ حکمی خارج ہوتا ہے نہ اس لئے کہ وہ انسان کے تلفظ میں نہیں آتا اور لفظ مہمل بھی خارج ہوتا ہے اس لئے کہ متبادر لفظ سے لفظ موضوع ہے نہ مہمل اور مرکب بھی نکل جاتا ہے کیونکہ لفظ متبادر لفظ مفرد مراد ہے نہ مرکب۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ **ما يتلفظ به الانسان** عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً خواہ مہمل ہو یا موضوع، خواہ مفرد ہو یا مرکب **و اللفظ الحقيقي كزيد و ضرب و الحكمي كالمنوي في زيدٌ ضرب و اضرب. اذ ليس من مقولة الحرف و الصوت اصلا.** اس میں لفظ حقیقی اور حکمی کی مثالیں ہیں۔ لفظ حقیقی جیسے زیدٌ و ضربَ اور حکمی جیسے ضمیر مستتر زیدٌ ضرب و اضرب میں کیونکہ یہ لفظ حکمی صورت اور صرف کے مقولہ سے نہیں ہے۔ **و لم يوضع له لفظ** اس میں ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے جو شارح علیہ الرحمہ پر وارد ہوتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ جب لفظ حکمی حرف اور صورت کے مقولہ سے نہیں ہے تو معنیٰ ہونا چاہئے۔ اس کا شارح علیہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرحمۃ نے جواب دیا کہ معنی وہ ہے جو مقصود بالذات ہو اور لفظ حکمی کے لئے کوئی لفظ عربی محاورہ میں موضوع نہیں ہے۔ اس لئے حکمی لفظ ٹھہرا۔ و انما عبروا عنه باستعارة لفظ المنفصل له من نحو هو و انت. اس میں بھی اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ جب لفظ حکمی حرف صوت کے مقولہ سے نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی لفظ بھی وضع نہیں کیا ہے تو یہ بات ماننے کے قابل نہیں ہے اس لئے کہ اس کے واسطے عربی محاورہ میں ضمیریں جیسے هو و انت و غیرهما موضوع ہیں پھر یہ کہنا کہ اس کے واسطے کوئی لفظ موضوع نہیں۔ غلط ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب یوں دیا کہ ضمائر اس کے لئے موضوع نہیں بلکہ اہل لسان استعارہ کر کے ان سے تعبیر کر دیتے ہیں و اجروا علیه احكام اللفظ فكان لفظًا حكمًا لا حقيقةً اس میں بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ جب لفظ حکمی مقولہ حرف وصوت سے نہیں تو پھر اس کے لفظ حکمی ہونے کی کیا دلیل ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل لسان اس پر حکما لفظ کے احکام جاری کر دیتے ہیں۔ و المحذوف لفظٌ حقيقة لانه قد يتلفظ به الانسان في بعض الاحيان اس میں بھی ایک اعتراض کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظ کی تعریف جو اوپر کی ہے جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے لفظ محذوف خارج ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ یہ ما يتلفظ به الانسان نہیں ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب دیا کہ لفظ محذوف واقع میں لفظ ہے۔ اس لئے کہ کبھی کبھی بعض اوقات میں اس پر انسان تلفظ کر لیتا ہے جیسے کہ یوسف میں یا حرف ندا جو محذوف ہے۔ یا یوسف کہہ کر محذوف پر تلفظ کر لیا جاتا ہے۔ و كلمات الله تعالٰى داخلته فيه اذ هي مما يتلفظ به الانسان اس میں ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ لفظ کی تعریف سے اللہ کے کلمات نکلتے ہیں تعریف جامع نہیں ہوئی کیونکہ كلمات الله ما يتلفظ به الانسان نہیں بلکہ ما يتلفظ به الله ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمات اللہ اس تعریف میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی بعض بعض اوقات انسان کے تلفظ میں آجاتے ہیں جیسے قرآن شریف جو اللہ کا کلام ہے اور انسان کے تلفظ میں روزمرہ آتا ہے لہٰذا تعریف جامع ہوئی۔ و على هذا القياس كلمات الملائكة و الجن. اس میں بھی ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ لفظ کی تعریف سے ملائکہ کے کلمات خارج ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ما يتلفظ به الانسان نہیں بلکہ ما يتلفظ به الملائكة ہیں۔ جیسے جبرئیل علیہ السلام کا قول ہے۔ حضرت شیر خدا اور حسنین رضی اللہ عنہم کی مدح میں۔

ان في الجنة لنهرا من لبن لعلي و حسين و حسن رضي الله عنهم

اس طرح احبہ کے کلمات بھی اس تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ما يتلفظ به الجن ہیں نہ ما يتلفظ به الانسان جیسے:.....

قبر حرب بمكان قفر ليس قرب قبر حرب قبر

کسی جن کا حرب ابن امیہ کے متعلق قول ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمات ملائکہ اور کلمات جن بھی لفظ کی تعریف میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی انسان کے تلفظ میں آجاتے ہیں۔ هو الدوال الاربع و هي الخطوط و العقود و النصب و الاشارة غير داخلة فيه فلا حاجة الى قيد يخرجها. یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ لفظ کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں۔ اس لئے کہ تعریف میں باعتبار دلالتی معنی لفظ کے دوال اربع بھی داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ جس طرح لفظ اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے اسی طرح یہ دوال اربع بھی اپنے معنوں پر دلالت کرتے ہیں جیسے خطوط، عقود، نصب اشارات جو اپنے معنی پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا ایک ایسی قید لگانے کی ضرورت ہے جس سے یہ نکل جائیں۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دوال اربع اس تعریف میں داخل نہیں ہیں۔ قید بڑھانے کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضرورت نہیں۔اس لئے کہ خروج سبق دخول چاہتا ہے۔جب یہ پہلے سے داخل نہیں ہیں تو پھر قید بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔و انما قال لفظۃ و لم یقل لفظۃً لانه لم یقصد الوحدة. اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ سوال یہ ہے کہ کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے اور مفصل میں کلمہ کی تعریف میں لفظ کو لفظۃ لکھا ہے اور کافیہ میں لفظ الیرتا کے لکھا ہوا ہے۔اس سے فرع کی اصل سے مخالفت لازم آتی ہے لہٰذا مصنف کافیہ ؒ کو لازم تھا کہ وہ اصل کی مطابقت کر کے لفظۃ تا کے ساتھ لکھتے۔اس کا شارح ؒ نے جواب دیا کہ کافیہ کے مصنف ؒ نے لفظ لکھا اور لفظۃ نہیں لکھا۔ اس لئے کہ مصنف کافیہ ؒ کا اس سے مقصد وحدۃ نہیں ہے اور صاحب مفصل نے وحدت کا لحاظ کر کے تا بڑھادی ہے۔اس غرض سے مخالفت ہوگئی ہے جو بلاضرر ہے۔و المطابقة غیر لازمة لعدم الاشتقاق اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔سوال کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ ؒ کو لازم تھا کہ لفظۃ تا کے ساتھ ضرور لکھتے، کیونکہ اس میں مبتداء کی خبر کی مطابقت مبداء کے ساتھ ہو جاتی ہے۔اس لئے کہ مبتداء میں تا حال جس نے لفظ مبتداء کو مؤنث بنادیا ہے، اسی طرح لفظ کے اندر تا بڑھانے سے یہ لفظ بھی مؤنث ہو جاتا جس سے درمیان مبتداء اور خبر کے تانیث میں مطابقت ہو جاتی۔اس کا شارح ؒ نے یوں جواب دیا کہ مطابقت درمیان مبتداء اور خبر کے چار شرطوں سے مشروط ہے۔اول مبتداء و خبر کا اس میں ظاہرین ہونا، دوم خبر کا ایسی صفت نہ ہونا جس میں تذکیر و تانیث یکساں ہو، سوم خبر کے اندر ضمیر مبتداء کی طرف راجع ہونا، چہارم خبر کا مشتق ہونا۔ان شرطوں کے نہ پائے جانے کی بناء پر مطابقت درمیان مبتداء و خبر کے لازم نہیں ہے۔مع کون اللفظ اخصر اس میں بھی ایک اعتراض کا جواب ہے۔وہ اعتراض یہ ہے کہ یہ شرطیں مطابقت مبتداء و خبر کے وجوب کی شرطیں ہیں۔یہاں پر ان کے نہ پائے جانے کی بناء پر یہ لازم نہیں آتا کہ مطابقت منع ہو بلکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مطابقت جس طریقہ سے لازم نہیں ہے اسی طریقہ سے منع بھی نہیں ہے، لہٰذا دونوں طرف مساوی ہو گئے۔پھر لفظۃ تا کے ساتھ نہ لکھنا اور بغیر تا کے لکھ دینے کی کیا ترجیح ہے۔اس کا شارح ؒ نے جواب فرمایا کہ ترجیح لفظ کی لفظۃ سے مختصر ہونے کی وجہ سے ہے۔وضع الوضع تخصیص شیٔ بشیٔ بحیث متی اطلق او احس الشیٔ الاول فهم منه الشیٔ الثانی وضع لغت میں نہادن اور اصطلاح میں تخصیص شیٔ بشیٔ کو کہتے ہیں۔اس طریقہ سے کہ جس وقت شے اول پر اطلاق کیا جائے تو اس سے شے ثانی معلوم ہو سکے۔شے اول سے مراد لفظ اور ثانی سے معنی ہے یعنی جب لفظ بولا جائے تو اس سے معنی سمجھ میں آجائیں۔

قیل یخرج منه وضع الحرف حیث لا یفهم منه معناه متی اطلق بل اذا اطلق مع ضمیمته اس میں وضع کی تعریف پر جو اوپر تخصیص شیٔ بشیٔ سے کی ایک اعتراض وارد ہوتا ہے۔اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ وضع کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے حرف کی وضع نکلتی ہے۔اس لئے کہ حرف بولا جاتا ہے اور اس سے معنی سمجھ میں نہیں آتے بلکہ جب معنی سمجھ میں آتے ہیں جب اس کے ساتھ دوسرا کوئی لفظ ملادیا جائے لہٰذا وضع کے ساتھ مع ضمیمة یا اطلاقًا صحیحًا کی قید بڑھانے کی ضرورت ہے و اجیب بان المراد متی اطلق اطلاقا صحیحًا و اطلاق الحرف بلا ضم ضمیمة غیر صحیح اس میں اوپر والے اعتراض کا جواب ہے کہ اطلاق سے مراد اطلاق صحیح ہے اور اطلاق حرف کا بغیر کسی دوسرے لفظ کے ملائے اطلاق صحیح نہیں ہوتا۔لہٰذا حرف کی وضع تعریف میں داخل ہوئی یعنی حرف کا اطلاق صحیح جب ہوگا جب اس کے ساتھ کوئی دوسرا لفظ ملادیا جائے تو اس لحاظ سے حرف کی وضع کی تعریف صحیح ہے اور جب حرف دوسرے کسی لفظ سے ملا کر بولا جائے گا تو ضرور اس سے حرف کے معنی سمجھ میں آجائیں گے اور اطلاق صحیح ہو جائے گا۔و لا یبعد ان یقال المراد باطلاق الالفاظ ان یستعملها اهل اللسان فی محاوراتهم و بیان مقاصدهم فلا حاجة الی اعتبار قید زائد. اس میں اوپر والے سوال کا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے کہ مراد لفظ کے اطلاق سے یہ ہے کہ اہل لسان اپنے مقاصد کو جب اپنے محاورہ میں ادا کرتے ہیں تو وہ ضم ضمیمہ کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔پس اس ضم ضمیمہ یا اطلاق صحیح کی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ لمعنی المعنی ما یقصد بشیٔ معنی کے معنی لغت میں مطلق قصد کے ہیں اور اصطلاح میں ما یقصد بشیٔ یعنی لفظ کے مقصود یا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مطلب کو کہتے ہیں فهو اما مفعل اسم مكان لمعنى المقصد او مصدر ميمي بمعنى المفعول مخفف معنى اسم مفعول كمرمیّ اس میں ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ معنیٰ کا دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا صیغہ ظرف ہوگا جس کی بنا پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو مقصد کے مکان کے لئے وضع کیا گیا ہے، یا مصدر میمی ہوگا جس کی بنا پر یہ معنیٰ ہوں گے کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو قصد کے لئے وضع کیا گیا ہے حال یہ کہ ایسا نہیں ہے بلکہ معنیٰ یہ ہیں کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو متکلم کے مقصود پر دلالت کرنے لئے وضع کیا گیا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ صیغہ ظرف بمعنیٰ مفعول یا مصدر میمی بمعنیٰ مفعول ہے بطریقہ مجاز اور علامۃ مجاز درمیان ظرف اور مفعول کے یہ ہے کہ یہ دونوں فعل کے متعلقات میں سے ہیں اور علاقہ مجاز درمیان مصدر اور مفعول کے کلیت اور جزئیت ہے دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ لفظ معنیٰ اصل میں مَعْنَوِیٌ بصیغہ اسم مفعول تھا۔ اس میں مَرْمُوْیٌ کا اعلال اس طرح ہوا ہے کہ دو حرف علت اس لفظ معنیٰ کے اخیر میں جمع ہوئے۔ اول ساکن دوسرا متحرک اول کو اس کی جنس سے بدل کر ادغام کیا پھر خلاف قیاس یا کی تخفیف کر کے معنیٰ بنا دیا ہے و لما كان المعنى ما خوذا في الوضع فذكر المعنى بعده مبنيّ على تجريده منه اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے وضع کا ذکر مقدم کیا تو اس کے بعد میں معنیٰ کا ذکر کرنا بے کار ہے اس لئے کہ وضع کے مفہوم میں معنیٰ داخل تھا کیونکہ لفظ کے بغیر معنیٰ نہیں ہوا کرتی۔ اس کا شارح رحمۃ اللہ علیہ نے یوں جواب دیا ہے کہ معنیٰ کا ذکر کرنا بعد وضع کے بے کار نہیں بلکہ یہ مبنی ہے تجرید پر یعنی وضع میں معنیٰ کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ اس وجہ سے وضع کے بعد میں معنیٰ کا ذکر کرنا ضروری سمجھا۔

فخرج المهملات و الالفاظ الدالة بالطبع اذ لم يتعلق بها وضع و تحصيص اصلًا و بقيت حروف الهجاء الموضوعة بغرض التركيب لا بازاء المعنى و خرجت بقوله لمعنى اذ وضعها لغرض التركيب لا بازاء المعنى. اس میں نہ کسی اعتراض کا جواب دینا مراد ہے نہ سوال کرنا ہے بلکہ اس سے شارح کو یہ بتانا منظور ہے کہ کلمہ کی تعریف میں لفظ اور وضع اور معنیٌ و مفردًا یہ سب قیودات احترازیہ ہیں یعنی جب وُضِعَ کہا تو اس قید سے سب مہمل الفاظ اور الفاظ دالہ بالطبع نکل گئے کیونکہ وضع کا ان سے کوئی تعلق نہیں اور کلمہ کی تعریف میں حروف تہجی جو صرف کلمات مرکب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں باقی رہ گئے تھے وہ معنیٰ کی قید بڑھانے سے نکل گئے اس لیئے کہ وہ خالی کلمات مرکب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں نہ معنیٰ کے لئے۔

فان قلت قد وضع بعض الالفاظ بازاء بعض آخر فكيف يصدق عليه انه وضع لمعنى. اس میں کلمہ کی تعریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ علیہ یوں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ کلمہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ الفاظ نکلتے ہیں جو بعض الفاظ کے مقابلہ میں وضع کئے گئے ہیں جیسے لفظ اسم کا جو زید عمر بکر خالد وغیرہم کے لئے موضوع ہے یا جیسے لفظ فعل جو ضرب یضرب اضرب کے مقابلہ میں وضع کیا گیا ہے یا لفظ حرف کا جو من، الی، حتی وغیرہا کے مقابلہ میں موضوع ہے۔ دیکھئے یہاں الفاظ کے لئے الفاظ وضع کئے گئے ہیں نہ معنیٰ کے لئے اور مصنف کا مدعا یہ ہے کہ لفظ معنیٰ کے لئے وضع ہوتا ہے۔ لہٰذا تعریف جامع نہیں ہوئی تو پھر کیونکر وُضِعَ لِمعنیٰ ٹھیک ہوسکتا ہے۔ قلنا المعنى ما يتعلق به القصد و هو اعم من ان يكون لفظًا او غيره اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے سوال مذکورۂ بالا کا جواب دیا ہے کہ معنیٰ اس کو کہتے ہیں جس سے متکلم کے قصد کا تعلق ہو وہ عام ہے خواہ لفظ ہو یا غیر لفظ لہٰذا کلمہ کی تعریف میں یہ مذکورہ الفاظ بھی داخل ہوئے فان قلت قد وضع بعض الكلمات المفردة بازاء الالفاظ المركبة كلفظ الجملة و الجزء فكيف يكون موضوعًا لمعنى مفرد اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایک اعتراض پر تنبیہ کر کے ظاہر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تعریف کلمہ کی ان مفرد الفاظوں پر صادق نہیں آتی جو مرکب الفاظ کے مقابلہ میں وضع ہوئے ہیں جیسے لفظ جملہ و خبر کا جو زیدٌ قائمٌ کے مقابلہ میں موضوع ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو مفرد معنیٰ کے مقابلہ میں وضع ہوتا ہے پھر کیونکر وضع لمعنى

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مفرد درست ہوسکتا ہے قلنا هذه الالفاظ و ان كانت بالقياس الى معانيها مركبة لكنها بالقياس الى الفاظها المصنوعة باذائها مفردة اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر کے سوال کا جواب دیا ہے کہ زیدٌ قائمٌ اگرچہ بہ نسبت اپنے معنٰی کے مرکب ہے لیکن بہ نسبت لفظ جملہ کے مفرد ہے لہٰذا تعریف کلمہ کی جامع ہوئی و قد اعجيب عن الاشكالين بانه ليس ههنا لفظ بازاء لفظ اخر مفرد لان او مركبا بل بازاء مفهوم كلي افرادة الفاظ كلفظ الاسم و الفعل و الحرف و الجزء و الجملة وغيرها اس میں اوپر مذکورہ سوالوں کا جواب بطریقہ منع دیا گیا ہے کہ بعض الفاظ بعض کے مقابلے میں خواہ مفرد ہوں خواہ مرکب موضوع نہیں ہوئے بلکہ لفظ ایک مفہوم کلی کے لئے وضع ہوتا ہے۔ جس کے افراد الفاظ ہوتے ہیں جیسے زید، عمر، بکر، خالد و ضرب یضرب اضرب و من و الی و حتیٰ و ضرب زیدٌ و زیدٌ قائمٌ وغیرها و لا يخفى عليك ان هذا الحكم منقوض بامثال الضمائر الراجعة الى الفاظ مخصوصة مفرد او مركبة فان الوضع فيها و ان كان عامًا لكن الموضوع له خاص فليس ... مفهوم كلي هو الموضوع لهٗ في الحقيقة اس میں شارح ؒ نے اوپر کے سوال کے جواب کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حکم ضمیروں پر صادق نہیں آتا۔ اس لئے کہ ضمیریں ہمیشہ مخصوص چیزوں کے مقابلہ میں موضوع ہوتی ہیں خواہ الفاظ مفرد ہوں یا مرکب کیونکہ وضع ان میں اگرچہ عام بھی ہو لیکن ان کا موضوع لہ خاص ہوتا ہے یہاں کوئی مفہوم کی حقیقت میں موضوع لہ نہیں ہوتا پھر کیسے یہ ٹھیک ہوسکتا ہے کہ مفہوم کلی کے مقابلہ میں الفاظ موضوع ہوتے ہیں۔ اس کا جواب شارح ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں دیا۔ یہ حقیر فقیر دیتا ہے کہ ضمیروں کے متعلق دو مذہب ہیں ایک مذہب متقدمین علماء کا دوسرا متاخرین کا۔ مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضمیرین مفہوم کلی کے لئے موضوع ہوتی ہیں لیکن استعمال ان کا جزئیات میں ہوتا ہے اور مذہب متاخرین کا یہ ہے کہ ضمیریں بہت سے جزئیات کے لئے موضوع ہوتی ہیں لیکن اس میں لحاظ مفہوم کلی کا بھی ہوتا ہے لہٰذا ثانی جواب مُلا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے۔

مُفْرَدٌ:.....

و هو اما مجرورٍ على انه صفة لمعنًى و معناه ح ما لا يدل جزئ لفظه علٰى جزئهٖ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردٌ کا اعراب ترکیبی لحاظ سے تین طریقوں سے بتلانا چاہتے ہیں اول یہ کہ یہ لفظ مجرور ہے اس بنا پر کہ معنٰی کی صفت ہے اور معنٰی مجرور باللام ہے۔ یہ لفظ بھی اسی لام ماتحت آکر مجرور ٹھہرایا جاوے گا اس لئے کہ درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت ضروری ہے اور مجرور ہونے کی صورت میں معنٰی کے مفرد ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ جس کے جزء پر خبر لفظ دلالت نہ کرے و فيه انه يوهم ان اللفظ موضوع للمعنٰى المتصف بالافراد و التركيب قبل الوضع و ليس الامر كذلك فان اتصاف المعنٰى بالافراد و التركيب انما هو بعد الوضع اس میں ایک سوال کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کا معنٰی کے لئے صفت ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ معنٰی افراد اور ترکیب کے ساتھ پہلی وضع سے موصوف ہے حال یہ کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ معنٰی کا افراد اور ترکیب سے موصوف ہونا بعد وضع کے ہوتا ہے فينبغي ان يوتكب فيه تجوزًا كما يوتكب في مثل من قتل قتيلا فلهٗ سلبهٗ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر کے سوال کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معنٰی افراد اور ترکیب سے قبل الوضع موصوف ہونا مجازًا ہے باعتبار ما یئول الیہ کے جیسے کہ اس قول میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آیا ہے کہ من قتل قتيلا فله سلبهٗ دیکھئے اس میں مقتول کو پہلے قتل ہونے سے مقتول فرمایا جیسے کہ فقہا کے قول میں ہے کہ اذا جاء المصلي فليتوضأ دیکھئے اس قول میں بھی وضو کرنے اور نماز پڑھنے سے پیشتر نمازی کو نمازی کہا گیا ہے اسی طرح یہاں بھی کیا گیا۔ او مرفوع على انه صفة اللفظ و معناه ح ما لا يدل

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جزء و علی جزء معناه اس میں اعراب مفرد کی دوسری صورت کا بیان ہے کہ یا یہ مفرد کا لفظ مرفوع سے اس بناء پر کہ یہ لفظ کی صفت ہے اور لفظ ترکیب میں الکلمة کی خبر ٹھہری تھی اور وہ مرفوع تھا لہٰذا یہ بھی مرفوع ہوگا۔ اس صورت میں لفظ مفرد کے معنی یہ ہونگے کہ جس کا جزء، جزء معنی پر دلالت نہ کرے و لا بد ح من بیان نکتة فی ایراد احد الوصفین جملةً فعلیةً و الاخر مفرد اس میں ایک سوال ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جب مفردٌ کو باعتبار صفت لفظ کے مرفوع ٹھہرایا تو لفظ کی اول صفت وضع ہے جو جملہ فعلیہ ہے اور دوسری صفت مفرد ہے جو جملہ نہیں ہے۔ پس ایک صفت جملہ فعلیہ اور دوسری صفت مفرد لانے میں کیا نکتہ ہے اس نکتہ کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ و کان النکتة فیه التنبیه علی تقدم الوضع علی الافراد حیث اتی به بصیغة الماضی بخلاف الافراد اس میں اوپر کے سوال کا جواب ہے جس میں یہ ظاہر کیا تھا کہ ایک صفت مفردٌ کی جملہ فعلیہ دوسری صفت مفردٌ لانے میں کیا نکتہ ہے۔ یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ظاہر کیا کہ وہ نکتہ اس میں یہ ہے کہ وضع افراد پر مقدم ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وضع کو ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا بخلاف مفرد کے اما نصبه و ان لم یساعده وسم الخط فعلی انه حال من المتمکن فی وضع او من المعنیٰ اس میں مفرد کے اعراب کی تیسری صورت کا بیان ہے کہ۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یا مفردٌ کا لفظ منصوب ہے اس وجہ سے کہ یہ وضع کی ضمیر مستتر یا معنی سے حال واقع ہوا ہے جو منصوب ہو..... اگرچہ نصب بنا بر حال رسم الخط کے قاعدہ سے خلاف ہے کیونکہ مفرد منصوب کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے اور اس کے آخر میں الف نہیں ہے لیکن یہ قاعدہ وہاں ہے جہاں نصب متعین ہو اور یہاں پر جر اور رفع کا بھی احتمال ہے۔ اس لئے الف نہیں لکھا گیا اور قاعدہ کے خلاف ہوا فانه مفعول به بواسطة اللام اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کا نصب بنا بر حال یوضع کی ضمیر یا معنی سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ درمیان حال اور ذوالحال کے مقارنت ضروری ہے اور درمیان وضع اور افراد کے مقارنت نہیں ہے بلکہ وضع افراد پر مقدم ہے بحسب ذات۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وضع اگرچہ بحسب ذات افراد پر مقدم ہے لیکن درمیان ان دونوں کے بحسب زمان مقارنت ہے اور حال کی صحت کے لئے یہ مقارنت زمانی کافی ہے وقید الافراد لاخراج المرکبات مطلقا سواءٌ کانت کلامیة وغیر کلامیة اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فائدہ ظاہر کیا ہے وہ یہ کہ لفظ کلمہ کی تعریف میں جنس ہے جو مہملات و موضوعات و مفردات و مرکبات کلامی اور غیر کلامی سب کو شامل تھا وضع کی قید سے مہملات اور الفاظ دالہ بالطبع نکلے اور معنی کی قید سے حرف ہجا نکلے اور مفرد کی قید سے مطلق مرکبات نکلے خواہ کلامی ہوں یا غیر کلامی فیخرج به عن حد کلمة مثل الرجل و قائمة و بصری و امثالها مما یدل جزء اللفظ منه علیٰ جزء المعنیٰ لکنه یعد بشدة الامتزاج لفظةً واحدة و اعراب باعراب واحد اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے الرجل و قائمة و بصری اور اس کی مثل جن کے جز لفظ جز معنی پر دلالت کرے جیسے رجل کا الف لام اپنے معنی پر اور رجل اپنے معنی پر اور قائمۃ میں قائم اپنے پر اور تائے تانیث اپنے معنی پر اور بصری میں بصرہ اپنے معنی پر اور یا معنی نسبتی اپنے معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرکبات ہیں حال یہ کہ واقع میں یہ مفردات ہیں اس لئے کہ یہ ایک اعراب سے معرب ہیں اور اعراب کی وحدۃ لفظ کی وحدت پر اور اعراب کا تعدد لفظ کے تعدد پر دلالت کرتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر یہ الفاظ کلمہ کی تعریف سے خارج ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں مرکبات ہیں اور ان کا ایک اعراب سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

معرب ہونا شدت امتزاج کی بناء پر ہے و بقی مثل عبد اللّٰہ علماء داخلا فیه مع انه معرب باعرابین اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں عبداللہ علمیت کی حالت میں داخل ہوتا ہے کیونکہ حالت علمیت میں جز اس کا جو معنٰی پر دلالت نہیں کرتا یعنی اس کی علمیت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عبد عبدیت پر اور اللہ الوہیت پر دلالت کرے باوجود اس کے یہ مرکب ہیں کیونکہ یہ لفظ دو اعرابوں سے معرب ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر عبداللہ حالت علمیت میں کلمہ کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ علمیت کی حالت میں ایک کلمہ ہے اور اس کا دو (۲) اعرابوں سے معرب ہونا اس لئے ہے کہ علموں میں حال سابق کا لحاظ کیا جاتا ہے یعنی ترکیب کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے و لا یخفی علی الفطن العارف بالفرض من النحو انه لو کان الامر بالعکس لکان انسب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک سوال پر تنبیہ کرنی مقصود ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ نحوی لفظ کے احوال یعنی اعراب، بناء اور کیفیت ترکیب و افراد سے بحث کرتے ہیں اور الرجل، قائمۃٌ، بصریٌ باعتبار لفظ کے مفرد اور باعتبار معنٰی کے مرکب ہیں اور عبداللہ باعتبار لفظ کے مرکب اور باعتبار معنٰی کے مفرد ہے اگر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا عکس کرتے یعنی عبداللہ کلمہ کی تعریف سے خارج کرتے اور الرجل و قائمۃٌ و بصریٌ کو کلمہ کی تعریف میں داخل کرتے تو زیادہ مناسب ہوتا کیونکہ نحوی کی غرض لفظ کے احوال بیان کرنا ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لا یخفی سے اس سوال پر تنبیہ کر کے جواب چھوڑ دیا ہے۔ اس کا جواب یہ حقیر دیتا ہے کہ نحوی مطلق لفظ سے بحث نہیں کرتے بلکہ لفظ کے ساتھ معنٰی کی بھی رعایت کرتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے الرجل و قائمۃ و بصریٌ مرکب ہیں۔ اس لئے کلمہ کی تعریف سے ہو گئے اور عبداللہ مفرد ہے وہ داخل ہوا و ما اورادہ صاحب المفصل فی تعریف الکلمة حیث قال هی اللفظة الدلالة علٰی معنٰی مفرد بالوضع فمثل عبد اللّٰہ عامًا خرج عنه فانه لا یقال له لفظة واحدة و بقی مثل الرجل و قائمه و بصریٌ مما یعد لشدة الامتزاج لفظة واحدة داخلا فیه فاخرجه بقید الافراد و لو لم یخرجه بترکه لکان النسب لما عرفت. اس میں شارح صاحب ملا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب مفصل پر ایک اعتراض ظاہر کرنا چاہتے ہیں اس طرح پر کہ انہوں نے کلمہ کی تعریف اس طرح کی ہے هی اللفظة الدالة علی معنٰی مفرد بالوضع اس تعریف میں عبد اللّٰہ علمیة کی حالت میں کلمہ کی تعریف سے خارج ہوتا ہے کیونکہ اس کو لفظ واحد نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو لفظ مرکب کہا جاتا ہے۔ الرجل قائمۃٌ و بصریٌ کو باوجود مرکب ہونے کے بوجہ شدۃ امتزاج ایک کلمہ سمجھ کر کلمہ کی تعریف میں داخل کیا ہے۔ پھر افراد کی قید سے نکال دیا۔ اگر مفرد کی قید کو چھوڑ دیتے اور کلمہ کی تعریف سے نہ نکالتے تو بہتر ہوتا جیسا تم نے سمجھ لیا کہ ہے کہ نحوی لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے بحث کرتے ہیں۔ اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ نحوی خالی لفظ سے بحث نہیں کرتے بلکہ معنٰی کا بھی لحاظ کر کے بحث کرتے ہیں۔ و اعلم ان الوضع یستلزم الدلالة لان الدالة کون الشیٔ بحیث یفهم منه شیٔ اخر فمتی تحقیق الوضع تحققت الدلالة فبعد ذکر و الوضع لا حاجة الی ذکر الدلالة کما وقع فی هذا الکتاب اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ دلالت دو حالتوں سے خالی نہیں ہے کہ کلمہ کے مفہوم میں داخل ہوگی یا خارج، اگر داخل ہے تو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں ذکر نہ کرنے سے قصور لازم ہوا اور اگر خارج ہو تو مفصل کی عبارت میں دلالت کا ذکر کرنا بیکار ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وضع کے ذکر کرنے سے دلالت خود معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ دلالت کے معنٰی یہ ہیں کہ لفظ بولا جائے اور اس سے معنٰی سمجھ میں آ جائیں پس جس وقت وضع ثابت ہوگئی تو اس کے ضمن میں ساتھ ساتھ دلالت بھی ثابت ہوگئی پس وضع کے ذکر کرنے کے بعد دلالت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی جیسے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب میں واقع ہے لہٰذا اس بناء پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں قصور لازم نہیں ہوا۔ لکن الدلالة لا تستلزم الوضع لامکان ان تکون بالعقل کدالة لفظ دیز المسموع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

من وراء الجدار علی وجود اللافظه و ان تکون بالطبع کدالة اح اح علی وجع الصدر فبعد ذکر الدلالة لابد من ذکر الوضع کما فی المفصل اس میں صاحب مفصل پر جو استدراک کا سوال وارد ہوتا تھا۔ اس کا جواب ہے جس کی تشریح یہ کہ جس طرح وضع کے ذکر کرنے سے دلالت لازم آتی ہے۔ اس طریقہ سے دلالت سے وضع بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پس صاحب مفصل کی تعریف میں دلالت ذکر کرنے کے بعد وضع کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وضع سے دلالت سمجھ میں آتی ہے اور دلالت سے وضع سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ دلالت بغیر وضع بھی پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ دلالت عقلی ہو جیسے لفظ دیز جو دیوار کے پیچھے سے سنا جاتا ہے اور وجود لافظ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ دلالت عقلی ہے یا ممکن ہے کہ وہ دلالت طبعی ہو جیسے دلالت اح، اح کی درد سینہ پر۔ پس دلالت ذکر کرنے کے بعد وضع کا ذکر کرنا ضروری ہے جیسے صاحب مفصل نے کیا۔

و ھی ای الکلمة اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ھی کا مرجع کلمہ ہے اور یہ ضمیر اس کی طرف لوٹی ہے۔

اسمٌ و فعلٌ و حرفٌ:.....

اس میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلمہ کی تین قسمیں کی ہیں۔ ایک اسم دوسرا فعل تیسرا حرف اور اسم کو فعل حرف پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ کلام عرب میں عمدہ مسند الیہ مسند واقع ہوتا ہے۔ بخلاف فعل حرف کے لہٰذا اس کو اس شرافت کی وجہ سے مقدم کیا اور فعل کو حرف پر اس لئے مقدم کیا کہ کلام عرب میں یہ کلام کا ایک جزء ہوتا ہے یعنی مسند بخلاف حرف کے کہ وہ کلام کی جزئیت سے باہر ہے اور وجہ حصر میں جو حرف کو مقدم کیا ہے وہ مختصر ہونے کی وجہ سے یا بساطت کی وجہ سے ای منقسمة الی ھذہ الاقسام الثلثة اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ضمیر جب مرجع اور خبر کے درمیان دائر ہو جائے تو رعایت خبر کی اولیٰ ہوتی ہے۔ پس مناسب تھا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ ھو اسمٌ و فعلٌ لکھتے نہ ہی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے مگر اس کی خبر محذوف ہے وہ منقسمۃ ہے۔ یعنی کلمہ منقسم ہے تین قسموں میں یعنی اسم و فعل حرف اور اسم فعل حرف میں ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے۔ یعنی احدھا اسمٌ و ثانیھا فعل و ثالثھا حرف و منحصرة فیھا اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لانھا کی عبارت پر وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ لانھا کلمہ کی تین قسموں پر منحصر ہونے کی دلیل ہے اور دلیل بغیر مدعا کے نہیں ہوا کرتی اور یہاں پر دلیل موجود ہے اور مدعا نہیں ہے۔ لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل بغیر مدعاء کے ٹھہری۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل مدعاء مقدر کی ہے یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں مدعا مقدر ہے اور وہ منحصرۃ ہے۔

لانھا ای الکلمة لما کانت موضوعة لمعنیٰ و الوضع یستلزم الدلالة فھی. اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لانھا کی عبارت میں کلمہ تین قسموں پر منحصر کر دینے کی دلیل ہے اور دلیل میں دلالت کو ذکر کیا ہے حال یہ کہ کلمہ کی تعریف میں اس کا کوئی ذکر نہ تھا اس سے دلیل اور مدعا کے درمیان مخالفت لازم ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ کی تعریف میں وضع کا ذکر تھا اور وضع سے دلالت خود لازم آجاتی ہے کیونکہ کلمہ معنیٰ کے لئے موضوع مانا گیا ہے اور وضع سے دلالت لازم سمجھی گئی ہے۔ پس کلمہ کی تعریف میں حکماً دلالت مذکور ہوئی۔ لہٰذا اب مخالفت درمیان دلیل اور مدعا کے لازم نہیں ہوئی اِمّا من صفتھا. اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مشہور مقدر سوال کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ خبر ہمیشہ اسم پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں پر یہ حمل صحیح نہیں اس لئے کہ لانھا میں انّ کا اسم ہا ضمیر کلمہ کی طرف ہے اور وہ کلمہ ایک ذات ہے اور خبر اس کی ان تدل کا جملہ واقع ہوا ہے اور یہ ان مصدریہ کے داخل ہونے کی وجہ سے بتاویل مفرد ہو کر ایک مصدر ہو گیا ہے یعنی دلالت اور یہ صرف وصف ہے لہٰذا اس کا حمل اسم پر صحیح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہوا کیونکہ اس سے حمل وصف کا ذات پر لازم آتا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں من صفتها خبر کی جانب مقدر ہے جس کی تقدیر یہ ہوئی کہ لانها من صفتها الخ اب دلالت ترکیب میں یا تو ظرف کا فاعل ہے یا مبتداء ہے اور من صفتها اس کی خبر مقدم ہے۔ پس یہ ان تدل کے رفع کے محل میں ہے جو کہ ان کی خبر واقع ہوئی ہے **ان تدل علی معنی کائن** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جار مجرور کا متعلق محذوف کائن ہے۔

فی نفسها ای فی نفس الکلمة اس میں کسی اعتراض کا رفع کرنا یا سوال کرنا مقصود شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نہیں ہے بلکہ صرف مقصود یہ ہے کہ نفسہا میں ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع کلمہ ہے۔ **و المراد بکون المعنٰی فِیْ نفسها ان تدل علیه بنفسها من غیر حاجة الٰی انضمام کلمة اخریٰ الیها لاستقلاله بالمفهومیة** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلمہ کے نفس میں معنٰی کلمے کائن ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ معنٰی کلمہ کا مدلول علیہ ہے اور یہ بعینہ ان تدل کے معنٰی ہیں پس اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں تکرار لازم ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ کے نفس میں معنٰی ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ معنٰی مدلول علیہ کلمہ کا ہے۔ کسی دوسرے کلمہ کے ملانے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وہ مستقل بالمفہوم ہے اور ان تدل کا مفہوم یہ ہے کہ معنٰی مدلول علیہ مطلق کلمہ کا ہے۔ خواہ مستقل بالمفہوم ہو یا نہ ہو۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں تکرار لازم نہیں ہوئی۔ او من صفتها اس میں بھی مذکورہ بالا من صفتها و الی تقریر ہے ملاحظہ فرمائیے۔

ان لا تدل علی معنی فی نفسها بل علٰی معنٰی محتاج فی الدلالة علٰی الٰی انضمام کلمة اخریٰ الیها لعدم استقلاله بالمفهومیة اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اولا کے قول سے کلمہ کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں ایک وہ کلمہ ہے جو معنٰی پر بالکل دلالت نہ کرے جیسے مہمل، دوسرا وہ کلمہ ہے جو اس معنٰی پر دلالت نہ کرے جو اس کے نفس میں ہو، بلکہ اس معنٰی پر دلالت کرے جو غیر میں ہو بوجہ عدم استقلال کے جیسے حرف تو اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول الثانی الحروف مہمل پر بھی صادق آتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اولا کے اندر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نفس دلالت کی نفی کی ہے نہ مطلق دلالت کی اما **ان تدل علی معنٰی فی نفسها** کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ غور کیا جائے۔ **و سیجیء تحقیق ذالک فی بیان حد الاسم انشاء اللّٰه تعالٰی سبحانه** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استقلال بالمفہوم کی تحقیق کے بیان کرنے کا وعدہ اسم کی تعریف میں بیان کرنے کو فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں تحقیق کر کے بیان کریں گے۔

القسم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک سوال مقدر کا جواب دینا منظور ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ ثانی کی صفت ہے اور کلمہ مؤنث ہے اور ثانی مذکر ہے۔ اس لئے درمیان صفت موصوف کے مطابقت نہیں ہوئی۔ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لازم تھا کہ بجائے الثانی کے الثانیۃ لکھتے تا کہ درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت ہو جاتی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمہ مؤل بقسم ہے اور وہ مذکر ہے لہٰذا درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت حاصل ہوئی **الثانی هو ما یدل علی معنٰی فی نفسها** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثانی قسم حرف کی ہے جو اپنے معنٰی پر بغیر ملائے کسی دوسرے کلمہ کی دلالت نہ کر سکے۔

الحرف کمن و الی فانهما یحتاجان فِی الدلالة علی معینیما اعنی لابتداء و الانتهاء الی کلمة اخریٰ کالبصرة و الکوفة فی قولک سرت من البصرة الی الکوفة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف کی مثال اور حرف کی معنوی تحقیق کی ہے یعنی حرف کی مثال جیسے من و الی کہ یہ دونوں اپنے معنوں پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے محتاج ہیں اور حرف کی تحقیق معنوی یہ ہے کہ من کے معنٰی ابتداء کے ہیں اور الی کے معنٰی انتہا کے ہیں دیکھئے کہ سرت من البصرة الی الکوفته کے قول میں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر سرت اور کوفہ کے الفاظ نہ بڑھائے جائیں تو من و الی اپنے معنوں پر دلالت نہیں کر سکتے۔ پس یہ اپنے معنوں پر دلالت کرتے ہیں دوسرے کلمہ کے محتاج ہو گئے۔ اس لئے یہ مستقل بالمفہوم نہیں ہیں **و انما سمی هذا القسم حرفا لان الحرف فی اللغة الطرف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صرف حرف کی وجہ تسمیہ بتانی مقصود ہے یعنی حرف کو اس لئے حرف کہتے ہیں کہ حرف کے معنیٰ لغت میں طرف کے ہیں۔ عربی محاورہ میں بولا جاتا ہے۔ **فلان فی الحرف الوادی** یعنی فلاں جنگل کے کنارہ ہے۔ دیکھئے یہاں حرف کے معنیٰ طرف کے لئے گئے **و هو فی الطرف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ معلوم کرانا چاہتے ہیں کہ حرف طرف کلام میں واقع ہوتا ہے یعنی جانب **مقابل الاسم و الفعل** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف کبھی کلام کے درمیان میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے **اريد ان تحسن الیّ**۔ دیکھئے یہاں پر اریداور تحسن کے درمیان ان حرف واقع ہوا ہے۔ پس یہ کہنا کہ حرف کے معنیٰ طرف کے ہیں غلط ثابت ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں طرف سے مقابل مراد ہے۔ یعنی حرف اسم و فعل کی جانب مقابل میں واقع ہوتا ہے یعنی نہ اسم ہوتا ہے اور نہ فعل ہوتا ہے۔ یہ معنیٰ ہیں طرف میں واقع ہونے کے **حیث یقعان عمدة فی الکلام و هو لا یقع عمدة فیه کما ستعرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف مستقل بالمفہوم نہیں ہوتا اور اسم و فعل مستقل بالمفہوم ہوتے ہیں۔ پس غیر مستقل مستقل کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ حرف فعل و اسم کا مقابل ہے غلط ثابت ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مقابلہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسم و فعل کلام عربی میں عمدہ یعنی مسند اور مسندالیہ واقع ہوتے ہیں اور حرف عمدہ واقع نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسندالیہ۔ یہ معنیٰ مقابلہ کے ہوتے ہیں اور اسم و فعل کا عمدہ واقع ہونا اور حرف کا کلام عربی میں عمدہ نہ واقع ہونے کو قریب ہے کہ اپنے مقام پر تم جان لوگے۔ **و القسم** اس کی اوپر تقدیر گزر چکی ملاحظہ ہو۔ **الاول و هو ما یدل علی معنیٰ فی نفسها** یعنی قسم اول وہ کلمہ ہے جو معنیٰ پر بالاستقلال دلالت کرے **اِمّا من صفتها** صفتها کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **ان یقترن ذالک المعنیٰ المدلول علیه بنفسها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے سوال یہ ہے کہ یقترن کی ضمیر مستتر فاعل کی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا اول کے لفظ کی طرف لوٹے گی یا معنیٰ کی طرف۔ یہ دونوں صحیح نہیں ہیں۔

لفظ اول کی طرف لوٹانا اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ اقتران معنیٰ کی صفت ہے نہ کلمہ اور اول سے مراد کلمہ ہے اور معنیٰ کی طرف لوٹانا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ معنیٰ کا اوپر عبارت میں کہیں ذکر نہیں ہے اس سے اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یقترن کی ضمیر معنیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور وہ معنیٰ اگر چہ عبارت میں مذکور نہیں لیکن اس حیثیت سے کہ وہ مدلول کلمہ کا ہے واقع میں مذکور مانا جائے گا جیسے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اعدلوا هو اقرب للتقویٰ** دیکھئے یہاں پر هُوَ کی ضمیر عدل مصدر کی طرف لوٹتی ہے اور وہ لفظ میں مذکور نہیں ہے لیکن اعدلوا کے جملہ میں وہ حکماً مذکور مانا گیا ہے۔ اس لئے ضمیر لوٹائی گئی۔ لہٰذا معنیٰ کی طرف یقترن کی ضمیر لوٹانے سے اضمار قبل الذکر لازم نہیں آئے گا۔ **فی الفهم عنها**. اس میں بھی ایک سوال کا جواب ہے وہ یہ کہ مصدروں کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی بھی زمانہ سے مقترن ہوتے ہیں یعنی جب مصدر اپنے معنیٰ پر دلالت کرے گا تو ان زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں ضرور پایا جائے گا۔ پس مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی فعل کی تعریف میں داخل ہوں حالانکہ یہ فعل نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اقتران سے اقتران فی الفہم مراد ہے نہ فی الوجود یعنی فعل اپنے معنیٰ پر دلالت کرے اور اس میں کوئی زمانہ سمجھا جائے تب یہ فعل ہوگا اور مصدروں کے معنوں کا وجود ان زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہوتا ہے لیکن سمجھا نہیں جاتا۔ **باحد الازمنة الثلثة** اعنی **الماضی و الحال و الاستقبال** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یوں ہے کہ صبوح اور غبوق کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی زمانے سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقترن ہوتے ہیں لہٰذا چاہیے کہ یہ بھی فعل ہوں حالانکہ یہ فعل نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ تین زمانوں سے مراد مخصوص زمانے ہیں یعنی ماضی، حال، استقبال نہ مطلق زمانے۔ **ای حین یفهم ذالک المعنٰی عنها یفهم الاحد الازمنة الثلثه ایضًا مقارنًا لهٗ** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ماضی و حال و مستقبل کے الفاظ کے معنٰی بھی تین مخصوص زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے ضرور مقترن ہوتے ہیں تو چاہئے کہ یہ بھی افعال ہو کر فعل کی تعریف میں داخل ہو جائیں حالانکہ یہ افعال نہیں ہیں بلکہ اسماء ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اقتران کے معنٰی یہ ہیں کہ جب فعل اپنے لغوی حدثی معنٰی پر دلالت کرے تو اس کے ساتھ ساتھ تین زمانوں میں سے ایک زمانہ بھی سمجھا جائے اور ان الفاظ کے معنٰی عین زمانے کے ہوتے ہیں نہ لغوی حدث کے معنٰی جو فعل کے معنٰی ہیں۔ **او من صفتها** کی تقریر اوپر مذکور ہو چکی۔

لا یقترن ذالک المعنٰی فی الفهم عنها مع احد الازمنة الثلثة اس کی تقریر بھی بمقترن کے بیان میں مفصل مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ ہو **القسم الثانی** القسم کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **و هو ما یدلّ علی معنًی فی نفسها غیر مقترن باحد الازمنة الثلثة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثانی قسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جائے وہ اسم ہے۔

الاسم:.....

و هو ما خوذ من السمو و هو العلو لاستعلائه علی اخویه حیث یترکب منه وحده الکلام دون اخویه. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجہ تسمیہ اور مأخذ اشتقاق اسم کا بتانا چاہتے ہیں کہ اسم ماخوذ ہے سموّ سے جس کے معنٰی علو کے ہیں یعنی اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اخوات فعل حرف پر عالی ہوتا ہے کیونکہ اس سے اکیلا کلام مرکب ہوتا ہے بخلاف فعل حرف کے کہ ان سے بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے کلام مرکب نہیں ہو سکتا۔ **و قیل من الوسم و هو العلامة لانه علامته علی مسماه** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کا دوسرا ماخذ اشتقاق بنانا چاہتے ہیں یعنی کسی نے کہا ہے کہ اسم وسم سے مشتق ہے جس کے معنٰی علامت کے ہیں۔ اس لحاظ سے اسم کو اسم کہتے ہیں کہ یہ اپنے مسمّا معنٰی پر علامت ہوتا ہے لیکن یہ مذہب ضعیف ہے کیونکہ فعل حرف بھی اپنے معنوں پر علامت ہوتے ہیں۔

پس اسی وجہ سے اس مذہب کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیل سے ذکر کر کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا۔ **و القسم** اس کے بڑھانے کی وجہ معلوم ہو چکی۔ **الاول و هو ما یدل علی معنیًا فی نفسها مقترن باحد الازمنة الثلثة** اس میں مقصد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ دوسری قسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں پایا جائے وہ فعل ہے۔

الفعل:.....

یسمی به لتضمنه الفعل اللغوی و هو المصدر. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فعل کی وجہ تسمیہ بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ تقدیر سوال یہ ہے کہ فعل کے معنوں کا تین زمانوں سے اقتران صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس سے اقتران زمانہ کا زمانہ سے لازم آتا ہے۔ کیونکہ زمانہ فعل کے مفہوم کا جزء ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں فعل کے معنٰی سے مراد تضمنی معنٰی حدث کے ہیں یعنی فعل کو اس لئے فعل کہتے ہیں کہ یہ لغوی فعل کو شامل ہے جس کو مصدر کہتے ہیں۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فائدہ:.....

فعل اصطلاح نحاۃ میں عبارت ہے نسبت فاعلی اور نسبت زمانی اور مصدر سے یعنی اصطلاحی فعل ان تینوں سے مرکب ہے اور لغت میں فعل خالی مصدر ہی کو کہتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے اصطلاحی فعل میں تسمیہ کل باسم جزء ہے یعنی حقیقت میں فعل مصدر ہی کا نام ہے لیکن وہ اصطلاحی فعل کا ایک جزء ہے اس جزء کا نام کل دے دیا گیا ہے اسی کو تسمیہ کل باسم جزء کہتے ہیں **و قد علم بذالك ای بوجه حصر الكلمة فی الاقسام الثلثة** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ذالک اسم اشارہ مذکر واحد کا ہے۔ اگر اس سے اشارہ لانھا کی طرف ہو تو وہ جملہ ہے پس درمیان اسم اشارہ و مشار الیہ کے مطابقت نہیں ہوگی۔ اگر اس سے اشارہ وجہ حصر کی طرف ہو تو اس کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کا مشار الیہ وجہ حصر ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ لانھا میں حکمًا اس کا ذکر ہو چکا ہے اور کلمہ کو تین قسموں میں منحصر کر دینے سے تعریف اسم، فعل، حرف ہر ایک کی معلوم ہو گئی۔ **حد کل واحدٍ منها ای من تلك الاقسام و ذالك لانهٗ قد علم به ای بوجه الحصر ان الحرف كلمة لا تدل علٰی معنًی فی نفسها بل تحتاج الی انضمام كلمة اخرٰی و الفعل كلمة تدل علٰی معنًی فی نفسها لكنهٗ مقترنٌ باحد الازمنة الثلثة و الاسم كلمة تدل علٰی معنًی فی نفسها غیر مقترن باحد ازمنة الثلثة فالكلمة مشتركةٌ بین الاقسام الثلثه** یعنی اسم فعل حرف ہر ایک کی تعریف وجہ حصر سے اس طرح معلوم ہو گی کہ حرف ایک کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت نہ کر سکے بلکہ دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے ملانے کا محتاج ہو اور فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی اس میں پایا جائے اور اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر باستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔ پس اس تقدیر سے کلمہ درمیان ان تین قسموں کے مشترک ہوا۔ **و الحرف ممتاز عن اخویه بعدم الاستقلال فی الدلالة و الفعل ممتازٌ عن الحرف بالاستقلال و عن الاسم بالاقتران و الاسم ممتاز عن الحرف بالاستقلال و عن الفعل بعدم الاقتران فعلم لكل واحد منهما معروف جامع لافراده و مانع عن دخول غیرها فیه** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارد ہوتا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلمہ اسم، فعل، حرف میں مشترک ہوا تو پھر امتیاز کی کیا صورت ہوگی اور ہر ایک کی تعریف دوسرے سے جدا کیسے ہوگی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حرف اسم فعل سے بوجہ عدم استقلال ممتاز ہے اور فعل حرف سے بوجہ استقلال ممتاز ہے اور اسم سے بوجہ اقتران ممتاز ہے اور اسم حرف سے بوجہ استقلال اور فعل سے بوجہ عدم اقتران ممتاز ہے۔ پس اس سے ہر ایک کی تعریف جامع مانع حاصل ہو گئی۔ **و لیس المراد بالحد ههنا الا الحرف الجامع المانع.** اس میں بھی ایک مقدر سوال کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حد کے معنٰی یہ ہیں کہ کسی چیز کی تعریف جمیع ذاتیات سے کی جائے اور حصر کی وجہ بیان کرنے سے سوائے مفہوم جامع اور مانع کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ ذاتیات کا کوئی ذکر نہیں معلوم ہوتا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حد سے یہاں مراد تعریف جامع مانع مجازًا ہے۔ یعنی حد منطقی جو تعریف شے بذاتیات ہوتی ہے۔ یہاں مراد نہیں بلکہ حد سے یہاں تعریف لغوی مراد ہے۔ **و الله ره المصنف حیث اشهار ای حدودها فی ضمن دلیل الحصر ثم نبه علیها بقوله و قد علم بذالك ثم صرح بها فی ما بعد بناء علی تفاوت مراتب الطبائع** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یوں ہے کہ جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حصر کی دلیل کی ضمن میں اسم، فعل، حرف ہر ایک کی تعریف جدا جدا کر دی تو پھر قد علم سے تنبیہ دینے اور مابعد میں تصریح کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ اللہ تعالیٰ مصنف کا بھلا کرے کہ انہوں نے اس میں طبیعتوں کا لحاظ کر کے عبارت لکھی ہے یعنی طبیعتوں کے تفاوت کا خیال کر کے وجہ حصر میں ذکیوں کو آگاہ کیا پھر متوسط طبیعت والوں کو قد علم سے متنبہ کیا اور مابعد میں غبیوں کے آگاہ کرنے کے لئے تصریح کر کے مشکور فرمایا۔

الکلام:.....

جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کلمہ کی تعریف اور اقسام بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب کلام کی تعریف شروع کی فی اللغة ما یتکلم به قلیلًا کان او کثیرًا و فی اصطلاح النحاة اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد کلام کی لغوی تعریف بیان کرنا اور عموم کی طرف اشارہ کر دینا ہے یعنی کلام لغت میں اس کو کہتے ہیں جس پر متکلم تکلم کرے خواہ قلیل ہو یا کثیر یعنی کلام لغوی اصطلاحی کلام سے تین وجوہ سے عام ہے ایک یہ کہ لغوی کلام مہمل پر بھی صادق آتا ہے بخلاف اصطلاحی کے دوسرے یہ کہ کلام لغوی اس پر بھی صادق آتا ہے جس میں نسبت بالکل نہ پائی جائے بخلاف اصطلاحی کے۔ تیسرے یہ کہ کلام لغوی اس پر بھی صادق آتا ہے جس میں نسبت اضافی و توصیفی پائی جائے بخلاف اصطلاحی کے اور اصطلاح میں کلام کی تعریف ما تضمن کلمتین ہے جیسے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے۔ ما تضمن ای لفظ تضمن اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف میں ما کا لفظ چار حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا اس سے لفظ مراد ہوگا یا شے یا کلمہ یا کلام اور یہ سب صحیح نہیں۔ اول اس لئے کہ کلام کی تعریف نعم پر بھی صادق آئے گی جو اقام زید کے جواب میں واقع ہو کیونکہ یہ بھی ایک لفظ ہے جو دو کلموں کو شامل ہے حال یہ کہ کلام نہیں اور دوسرے اس لئے کہ کلام کی تعریف اس کاغذ پر صادق آئے گی جس پر کہ زیدٌ قائمٌ لکھا ہوا ہو کیونکہ وہ بھی ایک شے ہے جو دو کلموں کو شامل ہے حال یہ کہ کلام نہیں ہے۔ تیسرے اس لئے کہ اس سے حمل جزء کا کل پر لازم آئے گا اور کلمہ کا کلمتین کو شامل ہونا ثابت ہو جائے گا اور چوتھے اس لئے کہ اس سے اخذ محدود کا حد میں لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں پر ما عبارت لفظ سے ہے اور تضمن سے مراد تضمن کل اجزاء کا ہے اور نعم کا لفظ مؤل بکلمتین ہے۔ کلمتین حقیقته او حکما ای یکون کل واحدة منهما فی ضمه حقیقتًا او حکمًا کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس سے زیدٌ قائمٌ ابوہ اور زیدٌ ابوہ قائم اور زیدٌ قام ابوہ کے جملے نکلتے ہیں کیونکہ ان تین جملوں میں سے ہر ایک جملہ چار کلموں کو شامل ہے نہ کلمتین کو اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف میں تضمن کلمتین ہے حالانکہ ان جملوں پر بھی کلام کی تعریف صادق آتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمتین عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور یہ جملے مذکورہ مؤل بتاویل مفرد ہیں۔ یعنی زیدٌ قائمٌ الاب فالمتضمن اسم فاعل هو المجموع و المتضمن اسم مفعول کل واحدة من کلمتین فلا یلزم اتحادهما اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلام کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الکلام ما تضمن کلمتین اور جو لفظ کہ دو کلموں کو شامل ہو وہ عین کلام ہوتا ہے اور کلمتین بھی کلام ہے لہٰذا اس سے درمیان متضمن اور متضمن کے اتحاد لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ متضمن بصیغہ اسم فاعل سے مراد مجموع من حیث مجموع کلام ہے اور متضمن بصیغہ اسم مفعول سے مراد کلام کا ہر ایک کلمہ ہے پس اتحاد لازم نہیں آیا۔ بالاسناد ای تضمنًا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب جو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارد ہوتا ہے دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ عربی کلام میں جب جار مجرور واقع ہو تو اس میں محلی اعراب ہوتا ہے۔ یہاں پر بالاسناد میں محلی اعراب کیا ہوگا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کا اعراب محلی نصب ہے اس لئے کہ یہ مفعول مطلق باعتبار موصوف محذوف تضمن کے واقع ہوا ہے۔ یعنی بالاسناد جار مجرور صفت اور تضمنا جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے۔ اس کا موصوف ہے موصوف صفت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دونوں مل کر ترکیب میں تضمن کا مفعول مطلق واقع ہوا حاصلا بسبب اسناد احدی الکلمتین الی الاخری اس میں صرف حاصلا کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جار مجرور کی وصفیت باعتبار متعلق کے ہوتی ہے اور یہاں پر بالاسناد کا متعلق اگر فعل مذکورہ تضمن ہو تو اس سے صفت کی تقدیم موصوف پر لازم آئے گی اور اگر اس کا متعلق مصدر محذوف تضمنا ہو جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے تو اس سے درمیان موصوف اور صفت کے اتحاد لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کا متعلق نہ فعل مذکورہ اور نہ مصدر محذوف ہے بلکہ اس کا متعلق حالا مقدر ہے اور بالاسناد میں باسببیت کی ہے یعنی وہ تضمن جو دو کلموں میں سے ایک کلمہ کے دوسرے کلمہ کی طرف نسبت کرنے سے حاصل ہو۔ و الاسناد نسبته احدی الکلمتین حقیقته او حکم الی الاخری بحیث تفید المخاطب فائدة تامة. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسناد کے معنی بتانا چاہتے ہیں کہ نسبت کے معنی یہ ہیں کہ جس سے مخاطب کو فائدہ تام حاصل ہو اور اس عبارت میں حقیقتا اور حکم بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ فقوله ما یتاول المحصلات و المفردات و المرکبات الکلامیة وغیر کلامیة و بقید تضمن کلیتین خرجت المهملات و المفردات و بقید الانسان و خرجب المرکبات الغیر الکلامیة مثل غلام زید و رجل فاضل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چند فوائد بتانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ما کا لفظ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام کی تعریف میں ایک جنس ہے جو مہملات اور موضوعات اور مفردات و مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ ان سب کو شامل تھا۔ پس تضمن کلمتین کی قید سے مہملات اور مفردات نکلتے اور بالاسناد کی قید سے مرکبات غیر کلامیہ نکلے جیسے غلام زیدٌ و رجلٌ فاضلٌ۔ و بقیت المرکبات الکلامیة سواء کانت خبریة مثل ضرب زید ضربت هندٌ و زیدٌ قائم اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بالاسناد کی قید سے صرف مرکبات غیر کلامیہ نکلے ہیں کلام کی تعریف میں مرکبات کلامیہ باقی رہ گئے ہیں برابر ہے کہ وہ جزی ہوں جیسے ضرب زیدٌ اور ضربت هندٌ و زیدٌ قائمٌ۔ او انشائة مثل اضرب و لا تضرب فان کل واحد منهما تضمن کلمتین احدٰهما ملفوظة و الاخری منویة و بینهما اسناد یفید المخاطب فادة تامة. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے کر مرکبات کلامیہ کو جزء اور انشائی کلام کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ کلام خبری کا کلمتین کو شامل ہونا مسلم ہے لیکن کلام انشائی کا کلمتین کو شامل ہونا مسلم نہیں ہے کیونکہ اضرب لاتضرب میں بظاہر دو کلمے معلوم نہیں ہوتے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وہ دو کلمے عام ہیں حکما ہوں یا حقیقۃ پس ان جملوں میں یعنی اضرب ولاتضرب میں ہر ایک جملہ کلمتین کو شامل ہے اگرچہ ایک ملفوظ اور دوسرا حکمی ہے کیونکہ ان جملوں میں نسبت پائی جاتی ہے جس سے مخاطب کو فائدہ تام مل سکتا ہے۔ و حیث کانت الکلمتان اعم من ان تکونا کلمتین حقیقة او حکما دخل فی التعریف مثلٌ زیدٌ ابوه قائم او قام ابوه او قائمٌ ابوه فان الاخبار فیها مع انها مرکبات لکنها فی حکم الکلمة المفرد اعنی قائم الاب. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہی اوپر حقیقۃ اور حکما بڑھانے کی وجہ کا فائدہ بتانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ جب کلمتین حقیقی اور حکمی ہو کر عام ہو گئے پس اس سے کلام کی تعریف میں زیدٌ ابوه قائم او قام ابوه اور قائمٌ ابوه یہ سب داخل ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ مرکبات ہیں لیکن ان کے اندر خبر مفرد کے حکم میں ہیں یعنی قائم الاب۔ و دخل فیه ایضا مثل جسق مهمل و دیز مقلوب زید مع ان المسند الیه فیها مهمل لیس بکلمة فانه فی حکم هذا اللفظ اس میں شارح صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقدر سوال کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ اس سے جسق مہمل اور دیز مقلوب اور نکلتے ہیں کیونکہ ان جملوں میں مسند الیہ مہمل ہے کلمہ نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ جسق مہمل اور دیز مقلوب زید کلام کی تعریف میں داخل ہے۔ اگرچہ مسند الیہ ان میں مہمل ہے کلمہ نہیں اس لئے کہ یہ هذا اللفظ کے حکم میں ہے یعنی هذا لفظ بڑھانے سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان جملوں میں دونوں کلے کلام کے ہو جائیں گے کلام کی تعریف صحیح ہو جائے گی۔

اعلم کلام المصنف رحمة الله تعالیٰ علیه ظاهر فی ان نحو ضربت زیدًا قائما مجموعه کلام بخلاف کلام صاحب المفصل حیث قال الکلام هو المرکب من کلمتین اسندت احدهما الی الاخری بانه صریح فی ان الکلام هو ضربت و المتعلقات خارجت فیه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب مفصل اور ابن حاجب صاحب کے آپس کے اختلاف کو ظاہر فرما کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے ضربت زیدا قائما نکلتا ہے کیونکہ وہ دو کلموں کو متضمن نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ حکماً بلکہ وہ چار کلموں کو شامل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضربت زیدا قائما مجموعہ کلام ہے کیونکہ انہوں نے کلام کی تعریف میں کوئی قید نہیں بڑھائی ہے بخلاف کلام صاحب مفصل کے کہ اس سے صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام صرف ضربت ہے اور متعلقات اس سے خارج ہیں کیونکہ انہوں نے کلام کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الکلام هو المرکب من کلمتین اسندت احدهما الی الاخری یعنی کلام وہ ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو اور اس میں ایک کلمہ کی نسبت دوسرے کلمہ کی طرف کی جائے یعنی ایک کلمہ مسند ہو اور دوسرا مسند الیہ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ کلام خالی ضربت ہے کیونکہ اس میں مسند، مسند الیہ پایا جاتا ہے **ثم اعلم ان صاحب المفصل و صاحب اللباب ذهبا الی ترادف الکلام و الجملة و کلام المصنف ایضا ینظر الی ذالک فانه قد اکتفی فی تعریف الکلام بذکراه الاسناد و مطلقا و لم یقیده بکونه مقصود الذات و من جعله اخص من الجملة قیده به فحینئذ یصدق الجملة علی الجمل الخبریة الواقعة اخبارا و اوصافا بخلاف الکلام** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف مانع نہیں ہے اس میں جملہ داخل ہوا کیونکہ وہ بھی دو کلموں کو بالاسناد شامل ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ صاحب مفصل اور صاحب لباب اس طرف گئے ہیں کہ جملہ اور کلام مترادف ہیں اور مصنف کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کیونکہ انہوں نے کلام کی تعریف میں اسناد کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور اس کو مقصود لذاتہ کی قید سے مقید نہیں کیا تو اس لحاظ سے اگر دو مترادفوں میں سے ایک دوسرے کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہی مذہب مختار ہے اور صاحب تسہیل کلام کو جملہ سے اخص مانتے ہیں اور اسناد کو مقصود لذاتہ کی قید سے مقید کر دیتے ہیں۔ پس اس بناء پر جملہ ان جملوں خبریوں پر بھی صادق آئے گا جو کسی کی خبر یا صفت واقع ہوں بخلاف کلام کے **و فی بعض الحواشی ان المراد بالاسناد هو الاسناد المقصود لذاته و فحینئذ یکون الکلام عند المصنف ایضا اخص من الجملة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان لوگوں کی طرف سے جواب دیا ہے جو کلام اور جملوں کے درمیان فرق کے قائل ہیں۔ اس طرح کہ بعض حاشیوں میں لکھا ہے کہ اسناد سے مراد وہی اسناد مقصود لذاتہ ہے تو اس لحاظ سے کلام مصنف کے نزدیک بھی جملہ سے اخص ہوا یعنی جملہ میں اسناد مقصود لذاتہ ہوتا ہے بخلاف کلام کے کہ اس میں نہیں ہوتا۔ پس کلام اور جملہ میں صرف یہی فرق ہے **و لا یتاتی ای لا یحصل** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ایتان ذی روح کی صفت ہے۔ اس کی نسبت کلام کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ذی روح نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول لا یتاتی یہاں پر بمعنی لا یحصل کے ہے۔ **بحکم ذکر ملزوم مراد لازم** یعنی ایتان سے حصول لازم آتا ہے **ذلک ای الکلام** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ذلک کا اشارہ متضمن اور اسناد کی طرف ہونا چاہئے کیونکہ وہ قریب ہیں اور قریب کی طرف اشارہ اولیٰ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ذلک کا اشارہ کلام کی طرف ہے متضمن اسناد کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرف نہیں دو وجہ سے ایک یہ کہ مصنف کے قول لایتاتی میں کلام کی تقسیم ہے۔ پس اسی کی طرف اشارہ زیادہ مناسب ہے دوسرے کے کہ وہ قریب ہیں الا فی ضمن اس لفظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے جب ذلک کا اشارہ کلام کی طرف ٹھہرا تو اس سے مصنف کے اس قول میں اور اسم و فعل میں ظرفیت جزی کلی کے لئے ہے اور عبارت بتقدیر مضاف ہے اسمین احدھما مسند و الاخر مسند الیہ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ غلام زید دو اسموں سے مرکب ہے حالانکہ یہ کلام نہیں ہے۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ کلام دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے غلط ثابت ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں اس میں سے مطلق اسم مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک مسند ہو اور دوسرا مسند الیہ اور غلام زید میں ایسا نہیں ہے اس میں ایک مضاف ہے اور دوسرا مضاف الیہ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ کلام دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے صحیح ہے۔ او فی ضمن اس کی بڑھانے کی وجہ مذکور ہو چکی۔ اسم مسند الیہ و فعل مسند اس عبارت میں اسم کے ساتھ مسند الیہ بڑھانا اور فعل کے ساتھ مسند بڑھانا بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ضرب فعل اسم سے مرکب ہے حالانکہ یہ کلام نہیں ہے۔ پس مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ کلام فعل اسم سے مرکب ہوتا ہے۔ غلط ثابت ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اسم فعل سے مراد یہ ہے کہ فعل مسند ہو اور اسم مسند الیہ ہو اور ضرب میں فعل ضرب ہے اور ک ضمیر مخاطب مفعول بہ ہے۔ اسم نہیں ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ اسم مسند الیہ ہو اور فعل مسند ہو جب کلام مرکب ہوگا۔

پس اس لحاظ سے مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ کلام فعل اور اسم سے مرکب ہوتا ہے صحیح ہے۔ و فی بعض النسخ او فی فعل و اسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ کافیہ کے دوسرے نسخہ میں فعل کو اسم پر مقدم.....ذکر کیا ہے بخلاف موجودہ نسخہ کے کہ اس میں فعل پر اسم کو مقدم ذکر کیا ہے۔ فان التر کیب الثنائی العقلی بین الاقسام الثلثة یرتقی الی ستة اقسام ثلثة منها من جنسین واحدٍ اسم و اسم فعل و فعلٍ حرف و حرف و ثلثة منها من جنسین اسم و فعلٍ اسم و حرفٍ فعل و حرف و من البین ان الکلام لا یحصل بدون الاسناد و الاسناد لا بد له من مسند و مسند الیه و هما لا یتحققان الا فی اسمین او اسم فعل اما الاقسام الاربعة الباقیة ففی الحرف و الحرف کلاهما مفقود ان و فی الفعل و الفعل و فی الفعل و الحرف المسند الیه مفقودٌ و فی الاسم و الحرف احدهما مفقودٌ فان الاسم ان کان مسندًا فالمسند الیه مفقودٌ و ان کان مسندًا الیه فالمسند مفقودٌ. اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف کافیہ علیہ الرحمۃ نے کلام کی تقسیم میں حروف حصر یعنی الا وغیرہ کو ذکر کیا بخلاف کلمہ کی تقسیم کے کہ اس کو جب اسم فعل حرف کی طرف منقسم کیا تو کوئی حرف حصر کا ذکر نہیں کیا شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکیب ثنائی عقلی اگر کلمہ کے تین قسموں کے درمیان جاری کی جائے تو اس سے چھ قسمیں بنیں گی۔ تین ایک جنس کی یعنی اسم اسم، فعل فعل، حرف حرف۔ تین قسمیں یہ ہو گئیں اور تین قسمیں دو جنسوں کی یعنی اسم فعل، اسم حرف، فعل حرف۔ تین قسمیں یہ ہوئیں جن کا مجموعہ چھ ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کلام بغیر اسناد کے حاصل نہیں ہوتا اور اسناد مسند مسند الیہ کو چاہتا ہے اور مسند مسند الیہ یا تو دو اسموں میں پایا جاتا ہے یا اسم فعل میں بخلاف باقی چار قسموں کے یعنی حرف حرف میں مسند مسند الیہ دونوں مفقود ہیں اور فعل فعل اور فعل حرف میں مسند الیہ مفقود ہے اور اسم حرف میں یا مسند مفقود ہے یا مسند الیہ مفقود ہے۔ کیونکہ اس میں اگر اسم مسند ہو تو مسند الیہ مفقود ہوتا ہے اور اگر مسند الیہ ہو تو مفقود ہوتا ہے۔ چونکہ اس ترکیب ثنائی عقلی کی بناء پر کلام کی تین قسمیں ہوتیں اگر حروف حصر نہ ذکر کرتے تو تین قسموں سے چھ قسمیں بن جاتیں۔ پس کلام دو قسموں کے اندر منحصر کر دینے کی غرض سے یہاں پر کلام کی تقسیم میں حروف حصر ذکر کیا بخلاف کلمہ کی تقسیم کے کہ کلمہ تین قسموں سے زائد نہیں ہے اس لئے اس میں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حروف حصر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ و نحو یا زید بتقدیر ادعوا زیدًا فلم یکن من ترکیب الحروف الاسم بل من ترکیب الفعل و الاسم. اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کا دو قسموں میں منحصر کر دینا باطل ہے کیونکہ اس کی ایک تیسری قسم اور بھی پائی جاتی ہے یعنی جو اسم و حرف سے مرکب ہو جیسے یا زید شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یا زید بتقدیر ادعوا زیدًا ہے۔ پس اس میں ترکیب اسم و فعل حرف کی نہیں ہے بلکہ فعل اور اسم سے ترکیب ہے الذی ھو المنوی فی ادعوا و ھو انا یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام جب فعل اور اسم سے مرکب ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ اسم مسند الیہ ہو اور ادعوا زیدًا میں زید مسند الیہ نہیں ہے بلکہ ادعوا کا مفعول ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مسند الیہ عام ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا منوی پس یہاں اگرچہ اسم ظاہر نہیں لیکن ادعوا میں منوی ہے یعنی انا پس یہاں پر کلام اسم و فعل سے مرکب ہوا جو کہ ادعوا اور انا ضمیر مستتر ہے۔ لہٰذا کلام دو ہی قسموں میں منحصر ہوا یعنی اسم اسم یا فعل اسم تیسری کوئی قسم نہیں ہے۔ صرف کلام ان دو ہی قسموں سے مرکب ہوتا ہے۔ **الاسم ماول** جب مصنف علیہ الرحمۃ کلمہ اور کلام کی تقسیم اور تعریف سے فارغ ہوئے تو اب کلمہ کے ہر ایک قسم کی تعریف علیحدہ علیحدہ شروع کی حصر کے ضمن میں اسم فعل حرف تینوں کے اجمالا ہر ایک کی تعریف کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ اب یہاں سے تفصیلا ہر ایک کی تعریف کرنا چاہتے ہیں اور اسم کو تعریف میں فعل حرف پر دو وجہ سے مقدم کیا ایک یہ کہ اجمال میں تقسیم کلمہ کے اندر اسم مقدم تھا اس وجہ سے تفصیل میں بھی مقدم کیا تا کہ اجمال اور تفصیل دونوں میں مطابقت ہو دوسرے یہ کہ اسم کلام عربی میں عمدہ اور فعل حرف پر استقلال میں بڑھا ہوا ہے۔ اس شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقدم کیا۔ **ای کلمة دلت** (چونکہ مطلق کلمہ منقسم ہے اقسام ثلثہ کو اس لئے یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما سے کلمہ خاص کر لیا ہے ۱۲۔) اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف میں ما کلمہ چار حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ ایک یہ کہ شے سے عبارت ہو دوسرے یہ کہ لفظ سے عبارت ہو۔ تیسرے یہ کہ کلمہ سے عبارت ہو اور یہ سب صورتیں درست نہیں ہیں۔ اول اس لئے کہ اسم کی تعریف دوال اربعہ پر صادق آئے گی کیونکہ وہ بھی شے ہے اور دوسرے اس لئے کہ اسم کی تعریف مرکب پر صادق آئے گی کیوں لفظ مرکب کو بھی شامل ہے۔ تیسرے اس لئے کہ درمیان راجع کے یعنی ضمیر مستتر فاعل دل اور مرجع کے یعنی ضمیر مجرورہ فی نفسہ کے مطابقت نہ ہوگی کیونکہ ما جب کلمہ سے عبارت ہوگی تو فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ فی نفسھا ہونی چاہئے۔ چوتھے اس لئے کہ اخذ محدود کا حد میں لازم آئے گا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما عبارت کلمہ سے ہے **علی معنًی** کائن کائنٌ کے بڑھانے کی وجہ گزر چکی ہے **فی نفسه ای فی نفس ما دل یعنی الکلمة** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ ما موصولہ کی طرف جو دل میں ہے لوٹتی ہے **فتذکر الضمیر بناءً علی لفظ الموصول** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارد ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب فی نفسہ کی ضمیر ما دل کی طرف ٹھہری اور ما سے مراد کلمہ لیا گیا ہے تو اس صورت میں درمیان راجع مرجع کے مطابقت نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ مذکر کی ہے اور اس کا مرجع کلمہ مؤنث ہے پس فی نفسہا ہونا چاہئے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ جواب دیا کہ فی نفسہ کی ضمیر کی تذکیر ما لفظ موصول کی بناء پر ہے **قال المصنف فی الایضاح شرح المفصل الضمیر فی مادل علی معنًی فی نفسه یرجع الی معنًی ای مادل علی معنًی** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفصل کی ایک شرح لکھی ہے جس کا نام ایضاح رکھا ہے وہاں پر فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ ضمیر معنًی کی طرف لوٹتی ہے نہ کلمہ کی طرف بخلاف یہاں کے کہ یہاں کلمہ کی طرف لوٹائی ہے یہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک تحقیق تھی جو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے ثابت کی۔

باعتباره فی نفسه اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ضمیر مجرورہ کا معنًی کی طرف لوٹانا صحیح نہیں ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اس سے ظرفیت شے لفظہ لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس کے معنٰی اس تقدیر پر یہ ہوں گے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اس معنٰی پر دلالت کرے جو معنٰی کے نفس میں ہوں اور یہ غلط ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ ظرفیت شے لفظہ لازم نہیں آتی ہے کیونکہ فی کے معنٰی اعتبار کے ہیں اس تقدیر پر معنٰی یہ ہوئے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے اس معنٰی پر جو معتبر فی نفسہ ہو و بالنظر الیہ فی نفسہ لا و باعتبار امر خارج عنہ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح معنٰی اسم کے معتبر فی نفسہ ہیں اسی طرح حرف کے معنٰی بھی معتبر فی نفسہ ہیں کیونکہ اعتبار متعلقات میں بھی جاری ہوتا ہے پس اس لحاظ سے درمیان اسمی اور حرفی معنٰی کے کوئی فرق نہیں ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ معنٰی کے معتبر فی نفسہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ معنٰی اسم کے منظورٌ الیہ فی نفسہ ہو اس میں کسی امر خارج کا اعتبار نہ ہو اور اس میں شک نہیں ہے کہ معنٰی اس کے منظورٌ الیہ فی نفسہ ہوتے ہیں کسی خارج امر کے اعتبار کا محتاج نہیں بخلاف حرف کے کہ وہ اپنے معنٰی پر دلالت کرنے میں امر خارج کے اعتبار کا محتاج ہے کقولک الدار فی نفسہا حکمہا کذا ای لا باعتبار امر خارج عنہا و لذالک قیل الحرف ما دل علی معنی فی غیرہ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ فی کے معنٰی اعتبار کے لینے کا صرف دعوی بلا دلیل ہے۔ عربی محاورہ میں فی کے معنٰی اعتبار کے نہیں آئے ہیں پھر یہاں اس کے معنٰی اعتبار کے لینے کی کیا دلیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کی دلیل عرب کا یہ مقولہ ہے کہ الدار فی نفسہا حکمہا کذا یعنی اس مکان کی قیمت باعتبار اپنی ذات کے اتنی ہے نہ باعتبار امر خارج کے یعنی قطع نظر اس کے کہ یہ کسی محلہ میں ہے اور کہاں ہے دیکھئے یہاں پر فی کے معنٰی اعتبار ہی کے بن سکتے ہیں اس لئے یہاں اس کے معنٰی اعتبار کے ہوئے اور اسی وجہ سے نحویوں نے حرف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک کلمہ ہے جو اس معنٰی پر دلالت کرے جو غیر میں پائے جاتے ہوں ای حاصل فی غیرہ ای باعتبار متعلقہ لا باعتبارہ فی نفسہ انتہی کلام اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جو حرف کی تعریفی معنٰی پر وارد ہوتا ہے تشریح اس کی یہ ہے کہ جب صرف اس معنٰی کو بتائے جو غیر میں پایا جائے تو اس لحاظ سے حرف اور مستقل بالمفہوم ہوا کیونکہ وہ اب اپنے معنٰی کے سوا دوسرے کے معنٰی کو بھی بتا سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر کا معنٰی بتائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے معنٰی کو بتائے مگر اس کا حصول دوسرے کے اعتبار سے ہو یعنی باعتبار اپنے متعلق کے اپنے معنٰی بتائے نہ باعتبار اپنے نفس کے یعنی اس کے معنٰی پر دلالت کرنے میں ضم ضمیمہ کے اعتبار کی ضرورت ہے بخلاف اسم کے کہ اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک مصنف علیہ الرحمۃ کے ایضاح کے کلام کا مضمون ختم ہوا۔

و محصولہ ما ذکرہ بعض المحققین حیث قال کما ان فی الخارج موجودًا قائمًا بذاتہ و موجودًا قائمًا بغیرہ کذالک فی الذہن معقولٌ ہُو مدرک قصدًا ملحوظًا فی ذاتہ یصلح ان یحکم علیہ و بہ و معقول ہو مدرک تبعا دالۃ لملاحظۃ غیرہ فلایصلح لشیٔ منہما فالابتداء مثلا اذا لاحظہ العقل قصدًا و بالذات کان معنی مستقلًا بالمفہومیۃ فی ذاتہ و لنومۃ تعقد متعلقہ اجمالا و تبعا من غیر حاجۃ الی ذکرہ و ہو بہذہ الاعتبار مدلول لفظ الابتداء فقط فلاحاجۃ فی الدلالۃ علیہ الی ضم کلمۃ اخری الیہ لتدل علی متعلقہ و ہذا ہُو المراد بقولہم ان للاسم و الفعل معنًی کائنًا فی نفس الکلمۃ الدلالۃ علیہ و اذا لاحظہ العقل من حیث ہو حالۃ بین السیر و البصرۃ مثلا و جعلہ الۃ لتعرف حالہما کان معنًی غیر مستقل بالمفہومیۃ و لا یمکن ان یتعقد الا بذکر متعلقہ لخصوصہ و لا ان یدل علیہ الا بضم کلمۃ اخری و الۃ علی متعلقہ.

اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حرف کے ایک وجہ سے مستقل ہونا اور دوسری وجہ سے غیر مستقل ہونا بتا کر ایک معقول امر کی محسوس امر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے تشبیہ دینا چاہتے ہیں جس سے استقلال اور عدم استقلال کی خوب تشریح ہو جائے بعضے محققین نے ذکر کیا ہے اور بعضے محققین سے مراد یہاں میر سید شریف ہیں یعنی انہوں نے شرح مطالع کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جس طرح خارج میں ایک امر ممکن موجود قائم بذاتہ ہوتا ہے جس کو جوہر کہتے ہیں اور دوسرا ممکن قائم بالغیر ہوتا ہے جس کا نام عرض ہے۔ اسی طرح ذہن میں بھی ایک امر معقول ہوتا ہے جو قصداً معلوم کیا جاتا ہے اور محکوم بہ اور محکوم علیہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے دوسرے وہ معقول جو بالطبع معلوم کیا جاتا ہو اور کسی امر معلوم کرنے کے لئے آلہ ہو اور وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔

پس یہ چار قسمیں ہوئیں یعنی موجود کی دو قسمیں ہیں موجود خارجی اور موجود ذہنی اور موجود خارجی کی پھر دو قسمیں ہوئیں ایک قائم بذاتہ جیسے جوہر دوسرے قائم بغیرہ جیسے عرض۔ اس طرح موجود ذہنی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مستقل فی المفہم جیسے معنی اسمی، دوسرے غیر مستقل فی المفہم جیسے معنی حرفی پس اسمی معنی جوہر کے مشابہ ہیں اور حرفی معنی عرض کے مشابہ ہیں۔ پس ابتداء مثلاً جو صرف کے معنی ہیں جب اس کا عقل قصداً وبالذات لحاظ کرے تو یہ معنی مستقل بالمفہوم ہیں محکوم علیہ محکوم بہ ہونے کی صلاحیت اس میں پائی جاتی ہے اور یہ معنی اس اعتبار سے ابتداء کے لفظ کے معنی ہوں گے۔ اور ابتداء کا لفظ اس معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ مثلاً سیر و بصرہ وغیرہ کلموں کے ملانے کا محتاج نہیں ہے اور اس کے سمجھنے سے متعلق بالتبع سمجھنے میں آتا ہے کسی دوسرے کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہی مطلب ہے نحات عرب کے اس قول کا کہ اسم و فعل کے معنی کلمہ کے نفس میں کائن ہوتے ہیں اور یہی ابتداء کا لفظ جب عقل اس کا لحاظ اس طرح کرے کہ یہ ایک حالت ہے درمیان سیر اور بصرہ کے اور اس کو سیر اور بصرہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے ایک آلہ بنایا جائے تو یہ معنی غیر مستقل بالمفہوم ہو جائیں گے اور سمجھ میں نہیں آئیں گے جب تک کہ ان کے خاص متعلقات کا ذکر نہ ہو اور اس معنی پر یہ ابتداء کا لفظ دلالت کر سکے گا جب تک کہ اس کے ساتھ متعلق کا ذکر نہ کیا جائے۔

و الحاصل ان لفظ الابتداء موضوع لمعنی کلي و لفظة من موضوعة لکل واحد من جزئیاته المخصوصة المتعلقه من حیث انها حالات لمتعلقاتها او الات لیعرف باحوالها و ذالک المعنی الکلی یمکن ان یتعقد قصداً و یلاحظ فی حد ذاته فیستقل بالمفهومیة و یصلح ان یکون محکومًا علیه وبه و اما تلک الجزئیات فلا تستقل با لمفهومیة و لا تصلح ان یکون محکوما علیها و بها اذ لا بد فی کل واحد منها ان یکون ملحوظًا قصدًا لیمکن ان تعتبر النسبة بینه و بین غیره بل تلک الجزئیات لا یتعقد الا بذکر متعلقاتها لتکون الات لملاحظة احوالها و هذا هو المراد بقولهم ان الحرف کلمة تدل علی معنی فی غیرها.

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء کا لفظ ایک معنی کلی یعنی مطلق شروع کیلئے وضع کیا گیا ہے اور من کا لفظ مخصوص جزئیوں کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی من کی وضع کتاب کے شروع کھانے کے شروع پہننے کے شروع وغیرہ وغیرہ کل جزئی جزئی شروع کے لئے ہے اس حیثیت سے کہ یہ مخصوص جزئیں متعلقوں کے احوال معلوم کرنے کے لئے آلات ہیں اور وہ کلی معنی جو مطلق شروع ہے ممکن ہے کہ عقل اس کو قصداً لحاظ کر کے ادراک کرے تو اس لحاظ سے اس میں استقلال بالمفہوم پایا گیا وہ معنی کلی اب محکوم علیہ اور محکوم بہ واقع ہو سکتے ہیں یہ ابتداء کے لفظ کے معنی ہوئے اور وہ جزئیات جو مخصوص مخصوص شروع ہیں مستقل بالمفہوم نہیں۔ اس لئے وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ محکوم علیہ محکوم بہ کے درمیان نسبت کا لحاظ مقصود بالذات ہوتا ہے اور وہ جزئیات بغیر اپنے متعلقات کے ذکر کئے سمجھ میں نہیں آتے کہ متعلقات کے حالات کے لئے آلات بن سکے، یہی مطلب ہے کہ نحویوں کے اس قول کا حرف ایک کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے کہ جو دوسرے کلمہ کے ملانے سے حاصل ہوں یہ من کے لفظ کے معنی ہوئے تو گویا من کے دو معنی ہوئے ایک کلی جو ابتداء کے لفظ کے معنی ہیں دوسرے جزئی جو من کے لفظ کے معنی ہیں شارح علیہ الرحمۃ نے اس حاصل میں اول معنی کو مستقل بالمفہوم اور ثانی معنی کو غیر مستقل بالمفہوم ثابت کیا ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اذا عرفت هذا علمت ان المراد بكينونة المعنىٰ في نفسه استقلالهٗ بالمفهومية و بكينونته المعنىٰ في نفس الكلمة دلالتها عليه من غير حاجة الىٰ ضم كلمة اخرىٰ اليها لاستقلاله بالمفهومية فمرجع كينونة المعنىٰ في نفسه و كينونته في نفس الكلمة الدلالة عليه الى امر واحد و هو استقلاله بالمفهومية ففي هذا الكتٰب الضمير المجرور في نفسه يحتمل ان يرجع الى ما الموصولة التي هي عبارة عن الكلمة و هذا هو الظاهر ليكون على طبق ما سبق في وجه الحصر من كينونة المعنىٰ في نفس الكلمة و يحتمل ان يرجع الى المعنىٰ و لذا ذكر الضمير تنبيهًا علىٰ صحة ارادة كلا المعنيين.

اس میں شارح علیہ الرحمۃ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ضمیر مجرورہ مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت فی نفسہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ کلمہ کی طرف راجع ہو دوسرے یہ کہ معنیٰ کی طرف۔ اول ٹھیک ہے لیکن دوسرے درست نہیں کیونکہ اس سے درمیان تفصیل اور اجمال کے مخالفت لازم آتی ہے اور یہ صحیح نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ معنیٰ کا اپنے نفس میں ہونے سے مراد استقلال بالمفہوم ہے۔ اسی طرح معنیٰ کے کلمہ کے نفس کے اندر ہونے سے مراد کلمہ کا دلالت کرنا ہے۔ اوس پر بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے پس مرجع اور مقصد معنیٰ کے اپنے نفس میں ہونے اور اسی طرح کلمہ کے نفس میں معنیٰ ہونے سے ایک ہے اور وہ استقلال بالمفہوم ہے۔ پس اس کتاب کافیہ میں جو ضمیر مجرورہ فی نفسہ میں ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ما موصولہ کی طرف راجع ہو جس سے عبارت کلمہ اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ضمیر کلمہ کی طرف لوٹتی ہے کہ اس میں سابق وجہ حصر میں جو معنیٰ کا نفس کلمہ میں ہونے کو بتایا تھا اس سے مطابقت ہو جاتی ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر مجرورہ معنیٰ کی طرف لوٹے اور اسی وجہ سے ضمیر کو مذکر بھی کر دیا ہے تا کہ اس سے اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اس ضمیر مجرورہ کا کلمہ اور معنیٰ دونوں کی طرف راجع کر دینا ہے صحیح ہے۔ و لكن عبارة المفصل ظاهرة في المعنىٰ الاخير و هو ارجاء الضمير الى المعنىٰ لعدم مسبوقيتها بما يدل علىٰ اعتبار كينونته المعنىٰ في نفس الكلمة لهذا جزم المصنف رحمة الله هناك برجوعه الى المعنىٰ. اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ضمیر مجرورہ کافیہ کی عبارت میں محتمل دو معنیٰ کے ہے یعنی اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کلمہ کی طرف راجع ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنیٰ کی طرف راجع ہو جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر تشریح سے بیان کیا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ مفصل کی عبارت میں جو ضمیر مجرورہ ہے وہ بھی ان دو معنوں کا محتمل ہو کیونکہ کافیہ اس سے ماخوذ ہے حالانکہ مفصل کی عبارت میں معنیٰ کی طرف ضمیر مجرورہ کو راجع کیا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مفصل کی عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ معنیٰ کی طرف ضمیر مجرورہ لوٹتی ہے نہ کلمے کی طرف کیونکہ مفصل کی عبارت میں کوئی لفظ ایسا سابق میں ذکر نہیں کیا جس سے معنیٰ کا نفس کلمہ میں ہونا ثابت ہو اور اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح ایضاح شرح مفصل میں ضمیر مجرورہ کو معنیٰ کی طرف راجع کر دیا ہے۔ و بما سبق من التحقيق ظهر انه لا يختل حد الاسم جمعا و لا حد الحرف منعًا بالاسماء اللازمة الاضافة مثل زو، فوق و تحتٍ، و قدّام. و خلف و الىٰ غير ذالك لان معانيها مفهومات كلية مستقلة بالمفهومية ملحوظة في حد ذاتها لزمها تعقد متعلقاتها اجمالًا و تبعًا من غير حاجة الى ذكرها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب فرمایا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف جامع نہیں ہے اور حرف کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ اسم کی تعریف سے اسماء لازم الاضافت نکلتے ہیں اور حرف کی تعریف میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے معنوں پر دلالت کرنے میں مضاف الیہ کے ذکر کے محتاج ہیں۔ یعنی ان اسماء کے ساتھ ان کے مضاف الیہ کا ذکر کرنا ضروری ہے جب تک ان کے ساتھ میں مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو یہ اسماء اپنے معنوں کو نہیں بتا سکتے۔ لہٰذا یہ حرف کی تعریف میں داخل ہو کر اسم کی تعریف سے خارج ہو گئے حالانکہ یہ اسم کی تعریف میں داخل ہیں۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ سابق جب ہم نے استقلال اور عدم استقلال کی تحقیق کی تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسم کی تعریف جامع ہے اور حرف کی تعریف مانع ہے اور اسمائے لازم الاضافت اسم کی تعریف سے نہیں نکلتے اور حرف کی تعریف میں داخل نہیں ہوتے اور وہ اسماء جن کے ساتھ اضافت لازم ہے حسب ذیل ہیں:

جیسے زید۔ فوق۔ تحت قدام۔ خلف وغیرہ یہ اسماء مذکورہ حرف کی تعریف میں اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ ان کے معنٰی مفہومات کلیہ مستقل بالمفہوم ملحوظ فی ذاتہا ہیں۔ ان کے متعلقات اجمالا اور بالطبع بغیر ذکر کے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ لہٰذا یہ اسماء بلحاظ اپنے مفہومات کلیہ مستقلہ کے اسم کی تعریف میں داخل ہوئے اور اسم کی تعریف جامع مانع ہوئی۔ **لکن لما جرت العادة با استعمالها فی مفهوماتها مضافة الی متعلقات مخصوصة لا نها الفرض من وضعها الزم ذکرها لفهم هذه المخصوصیات لا لاجل منهم اصل المعنٰی فهی دالة علی معینها معتبرة فی حد لانما لا فی غیر ها فهی داخلة فی حدالاسم لا فی الحرف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اسمائے لازم الاضافت کے معانی مفہومات کلیہ ہیں۔ پس ان کو مخصوص مخصوص متعلقات میں کیوں استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے مفہوم کلی کا لحاظ کرتے ہوئے عام متعلقات میں استعمال کرنا چاہئے۔ یعنی ان کے مضاف الیہ کو بھی عام کر دینا چاہیے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن عرب کی عادت اس طرح جاری ہے کہ ان اسماء کو مخصوص مخصوص متعلقات کی طرف مضاف کر کے مفہومات کلیہ میں استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان اسماء کے وضع کا یہی مقصد ہے کہ یہ متعلقات مخصوصہ کے معلوم کرنے کے لئے مضاف ہو کر استعمال میں آتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ان کے اصلی معنٰی کلیہ ان کے مخصوص متعلقات کے ذکر کرنے کے محتاج ہیں جس سے یہ غیر مستقل ثابت ہوں۔ پس یہ اسماء اپنے کلی معنوں پر باستقلال دلالت کرتے اور اپنے معنوں کے لحاظ سے مستقل بالمفہوم ہو کر اسم کی تعریف میں داخل ہو گئے۔ حرف کی تعریف میں داخل نہیں ہوئے۔ **لما کان الفعل و الا علی معنٰی فی نفسه باعتبار معناه التضمنی** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف مانع نہیں ہے اس میں فعل داخل ہوتا ہے کیونکہ کلمہ کے نفس میں معنٰی کے کائن ہونے کی چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ کینونت باعتبار معنٰی مطابقی فعل کے ہو۔ دوسرے یہ کہ باعتبار معنٰی تضمنی کے ہو۔ تیسرے یہ کہ باعتبار معنٰی التزامی کے ہو۔ چوتھے یہ کہ باعتبار مطلق معنٰی کے ہو اور یہ سب صورتیں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ اسم کی تعریف سے فعل کائنٌ قید سے نکل چکا ہے۔ کیونکہ معنٰی مطابقی اس کے کائن فی نفسہ ہیں۔ پس غیر مقترن کی قید سے فعل کو اسم کی تعریف سے نکالنا درست نہیں۔ کیونکہ تخریج مخرج ہے یعنی نکالے ہوئے کو پھر نکالنا۔ دوسرے اس لئے کہ اسم کی تعریف سے اسماء بسیط المعنٰی جیسے الفاظ نقطے اور مصدر کے نکلتے ہیں کیونکہ ان کے معنٰی تضمنی نہیں ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ معنٰی التزامی کی صورت میں التزام کا اخذ تعریف میں لازم آتا ہے اور تعریف میں التزام کا اخذ درست نہیں کیونکہ یہ فہم سے بعید ہوتا ہے چوتھے اس لئے درست نہیں کہ مطلق معنٰی کی صورت میں وہی اعتراض وارد ہوگا جو مقید کی صورت میں واقع ہوتا ہے کیونکہ مطلق کا وجود مقید کی ضمن میں پایا جاتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں فعل کے مطلق معنٰی مراد ہیں۔ لیکن وہ جو فعل اصطلاحی کے ضمن میں متحقق ہو یعنی معنٰی تضمنی **اعنی الحدث و کان ذلک المعنٰی مقترنًا مع احدا لازمنة الثلثة فی الفهم عن لفظ الفعل اجزجه بقوله** اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معنٰی تضمنی فعل کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نسبت زمانی ہو، دوسرے یہ کہ زمانہ ہو تیسرے یہ کہ معنٰی مصدری ہو اور یہ تینوں درست ہیں نہیں کیونکہ نسبت میں کینونت نہیں پائی جاتی اور دوسری صورت میں اقتران زمان بالزمان لازم آئے گا اور تیسری صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تضمنی معنٰی سے مراد یہاں معنٰی مصدری یعنی حدث فعل کے ہیں یعنی چونکہ وہ معنٰی مصدری فعل کے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ فعل کے لفظ سے سمجھ میں آکر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقترن ضرور ہوتے ہیں اس لحاظ سے کہ فعل کے معنیٰ اگرچہ مثل اسم کے معنیٰ کے کائن فی نفسہ ہیں لیکن عدم اقتران کی شرط سے فعل کو اسم کی تعریف سے خارج کر دیا۔ لہٰذا اب اسم کی تعریف مانع ثابت ہوئی۔

غیر مقترن باحد الازمنة الثلثة ای غیر مقترن مع احد الازمنة الثلثة فی الفهم عن لفظه الدال علیه فهو منقه بعد صفة للمعنیٰ فبا الصفة الاولیٰ خرج الحرف عن حد الاسم و بالثانیة الفعل اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باحد الازمنہ کا با بمعنیٰ مع کے ہے یعنی اسم کا لفظ جب اپنے معنیٰ پر دلالت کرے تو تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس کے ساتھ نہیں پایا جائے گا اور نہ لفظ اسم سے سمجھ میں آئے گا۔ پس مقترن کا قول اسم کی تعریف میں جو معنیٰ کا لفظ آیا ہے یہ اس کی صفت بعد صفت ہے یعنی اول صفت اس کی کائنٌ فی نفسہ اور دوسری صفت غیر مقترنٌ ہے اس تقدیر پر خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے اُس معنیٰ پر دلالت کرے جو کائن فی نفسہ ہو اور تین زمانوں میں سے کسی زمانے سے مقترن نہ ہو۔ صفت دل کی قید سے اسم کی تعریف سے حرف نکلا کیونکہ اس کے معنیٰ کائن فی نفسہ نہیں ہوتے اور صفت ثانی کی قید سے اسم کی تعریف سے فعل نکلا۔ پس اسم کی تعریف خوب جامع مانع ہوئی۔

و المراد لعدم الاقتران ان یکون بحسب الوضع الاول فدخل فیه اسماء الافعال لان جمیعها امّا منقولة عن المصادر الاصلیة سواء کان النقل فیها صریحًا نحو رویدٍ فانه قد یستعمل مصدرًا ایضًا او غیر صریح نحو هیهات فانه و ان لم یستعمل مصدرا لانه علی وزن فوقاة مصدر فوقی او من المصادر التی کانت فی الاصل اصواتا نحو صه او عن الظرف او الجار و المجرور نحو امامک زیدًا و علیک زیدًا فلیس بشیٔ منها الدلالته علی حد الازمنة الثلثة بحسب الوضع الاول.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے اسمائے افعال نکلتے ہیں کیونکہ ان کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے مقترن ہوتے ہیں تو چاہئے کہ یہ اسماء اسماء نہ ہوں حالانکہ یہ اسماء ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ عدم اقتران سے مراد یہ ہے کہ بحسب وضع اول ہو اور اس میں شک نہیں ہے کہ اسماء افعال کے معنیٰ بحسب وضع اول زمانہ سے مقترن نہیں اگرچہ عارضی طور سے ان کے معنوں کا اقتران تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے استعمال میں پایا جاتا ہے۔ پس اس تقدیر سے اسم کی تعریف میں اسمائے افعال داخل ہو گئے اور اسم کی تعریف جامع ہوئی کیونکہ یہ اسماء افعال سب کے سب یا تو مصادر اصلیہ سے منقول ہیں۔ خواہ نقل ان میں صریحی ہو جیسے رویدٌ کہ یہ مصدریت میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے کلام مجید میں آیا ہے فمهل الکفرین امهلهم رویدًا ۝ دیکھئے یہاں رویدًا اسم فعل مصدری معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے خواہ نقل ان میں غیر صریحی ہو جیسے هیهات کہ یہ مصدری معنیٰ میں مستعمل تو نہیں ہے لیکن یہ فوقات کے وزن پر ہے جو فوقی کا مصدر ہے یا یہ اسماء افعال ان مصدروں سے منقول ہیں جو اصل میں اصوات تھے جیسے کہ صہ یا اسماء ظرف اور جار مجرور سے منقول ہیں جیسے امامك زیدًا و علیك زیدًا پس یہ مصدر اور اصوات اور جار مجرور اور ظرف وغیرہا بحسب وضع اول زمانہ سے مقترن نہیں اور نہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ **و خرج عنه الافعال المسلخة عن الزمان نحو عسی و کاد لاقتران معینها بحسب اصل الوضع.** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں افعال منسلخہ داخل ہو گئے اس لئے کہ افعال منسلخہ کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے مقترن ہوتے ہیں تو چاہئے کہ یہ افعال اسماء ہوں حالانکہ یہ اسماء نہیں بلکہ افعال ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کی تعریف سے افعال منسلخہ جیسے عسیٰ و کاد خارج ہیں اور مراد اقتران سے وہ ہے جو بحسب وضع اول ہو اور اس میں شک نہیں کہ ان

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

افعال کے معنٰی بحسب وضع اول زمانہ سے مقترن ہیں۔ اگرچہ استعمال کے عارض سے عدم اقتران ان کے استعمال میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اسم کی تعریف مانع ہوئی **و خرج عنه المضارع ایضًا فانه علی تقدیر اشعراکه بین الحال و الاستقبال یدل زمانین معینین من الازمنة الثلثة فیدل علی واحدٍ معین ایضا فی ضمنها.** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس میں فعل مضارع داخل ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے معنٰی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے مقترن نہیں ہوتے بلکہ دو زمانے یعنی حال واستقبال سے مقترن ہوتے ہیں۔ لہٰذا چاہئے کہ مضارع بھی اسم ہو۔ حالانکہ یہ فعل ہے اسم نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کی تعریف سے جس طرح افعال منسلخ نکل چکے ہیں اسی طرح فعل مضارع بھی نکلا کیونکہ یہ اس تقدیر پر کہ درمیان حال واستقبال کے مشترک ہے تین زمانوں میں سے دو معین زمانوں پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ ایک معین زمانہ پر بھی دلالت کرے گا جو کہ تین زمانوں کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ دو معین زمانوں پر دلالت کرنے سے ایک زمانہ پر بھی دلالت لازم آجاتی ہے۔ اس لئے کہ ایک دو کے ضمن میں پایا جاتا ہے لہٰذا فعل مضارع فعل کی تعریف میں داخل ہو کر اسم کی تعریف سے نکلا اور اسم کی تعریف میں مانع ہوئی **اذ لا یقدح فی الدلالته علی احد معین الدلالته علٰی ما سواه نعم یقدح فی ارادة المعین ارادة ما سواه و این الدلالته من الارادة** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مضارع درمیان حال و استقبال کے مشترک ہوا اور تین زمانوں میں سے دو معین زمانوں پر دلالت ثابت ہوئی تو اس سے لفظ مشترک عموم لازم ہوا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عموم مشترک ارادہ میں درست نہیں دلالت میں درست ہے اور یہاں پر یہ عموم دلالت میں ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ کسی معین زمانے پر دلالت کرنے میں برائی نہیں ہے کہ اس کے سواء پر بھی دلالت ہو جائے یعنی مضارع دو معین زمانوں پر دلالت کرے اور اس کے ساتھ ایک معین زمانہ پر بھی دلالت لازم آجائے تو یہ درست ہے ہاں بُرائی اس میں ہے کہ ایک معین زمانہ کا ارادہ ہو اور اس کے ساتھ ماسوا کا بھی ارادہ ہو۔ یہ البتہ درست نہیں۔ اس قسم کا عموم مشترک باطل ہے اور یہاں پر دلالت ایک معین زمانہ پر مقصود ہے ماسواء پر نہیں ہے۔ پس مضارع کے عموم کی یہی صورت جائز ہے جو بتلائی گئی۔

و لما فرغ من بیان حد الاسم اراده ان یذکر بعض خواصه لیفید زیادة معرفته به فقال اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ نحوی کا مقصد کلمہ اور کلام کے حال کا بیان کرنا ہے اور کلمہ اور کلام کی تعریف جو مقدم ذکر کی تھی وہ اس لئے کہ وہ مقصود کا موقوف علیہ تھا۔ لیکن اسم کے خواص کے بیان کرنے میں اشتغال رکھنا جیسے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اشتغال بمالا یعنی یعنی یہ نحوی کا مقصد ہے اور نہ نحوی کے مقصد کا موقوف علیہ ہے۔

پس خواص بیان کرنے میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شروع کرنا اور کلمہ اور کلام کے احوال کو چھوڑ دینا ایک بیکار سی بات ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کے دو وجود ہیں، ایک وجود ذہنی دوسرے وجود خارجی۔ اول وجود کلمہ اور کلام کی تعریف سے معلوم ہوا، دوسرے بیان خواص سے معلوم ہوگا۔ اس لئے جب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو اب اسم کے بعض خواص کو بھی بیان کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس سے ثانی وجود کی معلومیت حاصل ہو جائے۔ اس لئے **من خواصه** کہہ دیا **و بمن التبعیضیة علٰی ان ما یجمع بصیغة جمع الکثرة علی کثرتها** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کے خواص یہاں پر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف پانچ ذکر کئے ہیں اور خواص کا صیغہ جمع کثرت کا صیغہ ہے جس کا اطلاق دس سے زیادہ پر ہوتا ہے لہٰذا مصنف کا یہ صیغہ یہاں ذکر کرنا درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو صیغہ جمع کثرت کا ذکر کیا ہے اس سے اس بات پر تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ خواص اسم کے واقع میں بہت ہیں۔ مگر یہاں پر بعض مشہور مشہور خواص کو ذکر کیا ہے۔ **و بمن التبعیضیة علٰی ان ما**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذکرہ بعض منها. اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماتن ہیں اور ماتن کا طریقہ ہے کہ متن لکھنے میں اختصار مدنظر رکھتے ہیں۔ پس مناسب یہ تھا کہ من کو چھوڑ کر خالی وخواصہ دخول اللام لکھتے تاکہ اختصار حاصل ہوتا۔ اس کا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ من جہۃ اس لئے بڑھا کر لکھا ہے کہ اس سے اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اسم کے خواص واقع میں بہت ہیں۔ مگر یہاں بعض ذکر کئے ہیں و هی جمع خاصته و خاصة الشیء ما یختص به و لا یوجد فی غیره اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد خاصہ کی تحقیق ہے یعنی خواص جمع خاصہ کی ہے اور خاصہ کے معنی یہ ہیں کہ شے کے ساتھ کسی چیز کی خصوصیت ہو جو اس شے کے سواء میں نہ پائی جاتی ہو۔ و هی اما شاملة لجمیع افراد ما هی خاصة له کالکاتب بالقوة للانسان او غیر شاملة کالکاتب بالفعل له. اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح اس طرح ہے کہ اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ لام کا دخول بھی اسم کے خواص میں سے ہے کیونکہ اسم کے بہت سے افراد پر لام کا داخل ہونا منع ہے جیسے اسمائے اشارات اور موصولات اور مضمرات وغیرہ ان سب پر لام کا داخل ہونا منع ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں ایک شاملہ دوسرے غیر شاملہ، شاملہ یہ ہے کہ بہ نسبت تمام افراد شے کے ہو جیسے انسان کے کاتب بالقوہ ہونا یعنی انسان کی کتابت کی قوت سب افراد کو شامل ہے۔ یعنی انسان کے ہر فرد میں لکھنے کی قوت موجود ہے یہ خاصہ شاملہ ہوا، اور غیر شاملہ یہ ہے کہ بہ نسبت بعض افراد کے ہو جیسے انسان کا کاتب بالفعل ہونا کہ انسان کے عام افراد کو شامل نہیں بلکہ بعض افراد کو یہ خاصہ غیر شاملہ ہے اور یہاں پر خاصہ سے مراد مطلق خاصہ ہے خواہ وہ شاملہ ہو یا غیر شاملہ فمن خواص الاسم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صرف یہ مقصد ہے کہ دخول اللام مبتداء مواخر اور من خواصہ اس کی خبر مقدم ہے یعنی اسم کے خواصوں میں سے ایک خاصہ دخول لام ہے اور اسم کے خاصہ کی دو قسمیں ہیں، ایک لفظی دوسری معنوی۔ لفظی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا محل ورود اس کا اسم کا اول ہوگا یا آخر، اگر اول ہو تو یہ لام ہے کہ لام اسم کے اول میں داخل ہوتا ہے اور اگر محل ورود اس کا اسم کا آخر ہو تو یہ نفس حرکت ہوگی یا حرکت کا تابع ہوگا۔ اول جر ہے اور ثانی تنوین کہ یہ دونوں اسم کے آخر میں آتے ہیں اور خاصہ معنوی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں۔ ایک یہ کہ مرکب تام کے ضمن میں پایا جاوے۔ دوسرے یہ کہ مرکب غیر تام کے ضمن میں موجود ہو۔ اول اسناد ہے اور ثانی اضافت ہے یعنی اسم کے مجموع خواص یہ ہوئے:.....

دُخُوْلُ اللّام

ای لام التعریف. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کے خواص میں سے دخول لام کا ہونا مسلم نہیں۔ اس لئے کہ لام جس طرح اسم میں پایا جاتا ہے اسی طرح فعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے لیضرب میں لام امر اور لاضربن میں لام تاکید دیکھئے یہاں لام فعل میں پایا گیا۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ لام کا داخل ہونا اسم کے خواص میں سے ہے غلط ثابت ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لام سے مراد لام تعریف ہے نہ لام امر وابتداء اور لام تعریف کا داخل ہونا اسم کا خاصہ ہے۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ دخول لام اسم کا خاصہ ہے صحیح ہوا۔ و لو قال دخول حرف التعریف لکان شاملا للمیم فی المثل قوله علیه السلام من امبرا مصیام فی امسفر یہ ایک سوال ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح لام تعریف کے لئے آتا ہے اسی طرح میم بھی تعریف کے لئے مستعمل ہوتا ہے لہٰذا حرف التعریف لکھنا چاہئے تھا تاکہ میم کو بھی شامل ہو جاتا جیسے کہ اوپر حدیث میں میم تعریف کے لئے آیا ہے لکنه لم یتعرض له لعدم شهرته اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح ہو چکی ہے جواب کی تشریح یہ ہے کہ حرف التعریف نہیں لکھا اور میم کو تعریف میں شامل نہیں کیا۔ اس لئے کہ میم کا تعریف کے لئے مستعمل ہونا مشہور نہیں ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بخلاف لام کے وفی اختیارہ اللام اشارۃ الی ان المختار عندہ ما ذھب الیہ سیبویہ من أن اداۃ التعریف ھی اللام وحدھا زیدت علیھا ھمزۃ الوصل التعذر الابتداء بالساکن اما الخلیل فقد ذھب الی انھا اَلْ کھل و المبرّد الی انھا الھمزۃ المفتوحۃ وحدھا زیدت اللام للفرق بینھا و بین ھمزۃ الاستفھام. اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مقصود جس طرح مصنف کے قول دخول اللام سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح دخول حرف التعریف سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ پس مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دخول حرف التعریف کو چھوڑ کر دخول اللام کو کیوں اختیار کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس مقام پر نحات کے تین مذہب ہیں۔ ایک مذہب سیبویہ کا دوسرا خلیل کا تیسرا مبرد کا۔ پس لام کے اختیار کرنے میں اور حرف التعریف چھوڑنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مختار وہ ہی ہے جو سیبویہ کا مذہب ہے وہ یہ کہ حرف تعریف تنہا لام ہی ہے ہمزہ وصل اس کے اوپر اس لئے بڑھایا جاتا ہے کہ ابتداء بساکن عربی محاورہ میں متعذر ہے اور خلیل کے مذہب میں حروف تعریف لام اور ہمزہ وصل دونوں ہیں یعنی ال جیسے بل اور مبرد کے مذہب میں حرف تعریف صرف ہمزہ وصل مفتوحہ ہی ہے اور لام اس کے ساتھ اس لئے بڑھایا جاتا ہے کہ درمیان ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہام کے فرق حاصل ہو و انما اختص دخول حرف التعریف بالاسم لانہ لتعین معنیٰ مستقل بالمفھومیۃ یدل علیہ اللفظ مطابقۃ و الحرف لا یدل علی المعنیٰ المستقبل و الفعل علیہ تضمنًا لا مطابقۃ و ھذہ الخاصۃ لیست شاملۃ بجمیع افراد الاسم فان حرف التعریف لا یدخل الضمائر و اسماء الاشارۃ وغیرھا کالموصولات و کذالک سائر الخواص الخمس المذکورۃ ھھنا. اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلمہ اسم فعل حرف تینوں کو شامل ہے اور یہ تینوں کلمے کے اقسام ہیں۔ پس ایک قسم اسم کو دخول حرف تعریف کے لئے کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کو دخول حرف تعریف کے لئے اس لئے خاص کیا کہ حرف تعریف کے داخل ہونے سے معنیٰ مستقل بالمفہوم معلوم ہوتے ہیں جس پر لفظ مطابقتًا دلالت کرے اور حرف معنیٰ مستقل پر دلالت نہیں کرتا اور فعل معنیٰ مستقل پر دلالت تو کرتا ہے مگر تضمنًا مطابقتًا نہیں کرتا اور حرف تعریف کے داخل ہونے سے مقصد یہ ہے کہ معنیٰ پر مطابقتًا دلالت حاصل ہو۔ اس لئے اسم کو حرف تعریف کے داخل ہونے کے لئے خاص کیا بخلاف فعل حرف کے اور یہ خاصے جو یہاں پر مذکور ہیں۔ اسم کے تمام افراد کے لئے شامل نہیں۔ یعنی یہ خاصے غیر شاملہ ہیں کیونکہ حرف تعریف ضمائر اور اسمائے اشارات وغیرہ پر جیسے موصولات ہیں داخل نہیں ہوتا اور اسی طرح باقی خواص خمسہ مذکور ہیں۔ و منھا دخول الجر اس عبارت میں منہا دخول بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہی ہے جو مذکور ہو چکا ہے یعنی یہ دخول اللام پر عطف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسم کے خواصوں میں سے ایک خاصہ دخول جر ہے۔ و انما اختص دخول الجر بالاسم لانہ اثر حرف الجر فی المجرور بہ لفظًا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جر کا دخول اسم پر اس لئے ہے کہ جر حرف جر کا اثر مجرور بہ میں ہوتا ہے خواہ وہ لفظی ہو جیسے بزید میں جر با کا اثر ہے۔ اگر یہ جر مجرور کے ساتھ خاص نہ کیا جائے تو اس سے اثر کا وجود بغیر مؤثر کے وجود کے لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ اثر کا وجود بغیر مؤثر کے نہیں ہوتا۔

وفی المجرور بہ تقدیرًا کما فی الاضافۃ المعنویۃ و دخول حرف الجر لفظًا او تقدیرًا یختص بالاسم لانہ موضوع لا فضاء معنیٰ الفعل الی الاسم فینبغی ان یدخل الاسم لیفضی معنیٰ الفعل الیہ. اس عبارت میں تقدیرًا بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ دلیل مدعا کے مطابق نہیں ہے کیونکہ مدعا تو یہ ہے کہ مطلق جر اسم کے خواص میں سے ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلیل اس پر قائم کی ہے کہ وہ جر اسم کا خاصہ ہے جو حرف جر کا اثر ہوتا ہے تو اس سے وہ جر نکلا جو حرف کا اثر نہیں ہوتا۔ جیسے اضافت لفظی میں مضاف الیہ کا جر۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب دیا کہ حرف جر عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے بزید مین یا خواہ تقدیری ہو جیسے غلام زید میں لام مقدر اور اسمیں اضافت معنوی ہے اور حرف جر لفظی یا تقدیری کا داخل ہونا اسم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حرف جر فعل کے معنی اسم کی طرف پہنچانے کے لئے موضوع ہے۔ پس مناسب ہے کہ اسم ہی پر داخل ہوتا کہ فعل کے معنی اسم کی طرف پہنچائے۔ **و اما الاضافة اللفظية فرع للمعنوية ينبغي ان لا يخالف الاصل بان يختص بما يخالف ما يختص به الاصل اعني الفعل او يزيد عليه بان يعم الاسم و الفعل.** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اضافت معنوی اسم کا خاصہ ہے اسی طرح اضافت لفظی بھی اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ اضافت لفظی اضافت معنوی کی فرع ہے۔ پس یہ مناسب ہے کہ یہ فرع اپنے اصل کے مخالف نہ ہو یعنی ایسا نہ ہونا چاہئے کہ اضافت معنوی جو اضافت لفظی کا اصل ہے۔ اسم کے ساتھ خاص ہو اور اضافت لفظی جو اضافت معنوی کی فرع ہے یہ فعل کے ساتھ خاص ہو جائے یا یہ فرع اپنی اصل پر بڑھ جائے۔ اس طرح کہ اضافت معنوی صرف اسم کے ساتھ خاص ہو اور یہ اضافت لفظی اسم و فعل دونوں کے ساتھ خاص ہو جائے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اضافت معنوی اور اضافت لفظی دونوں اسم کے خواص میں سے ہیں۔ **و منها دخول التنوينُ** اس عبارت میں بھی منہا دخول کے بڑھانے کی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **باقسامه الاتنوين الترنم و سيجئ في اخر الكتاب ان شاء الله تعالى تعريفه و بيان اقسامه على وجه يظهر جهته اختصاص ما عد التنوين الترنم به وجهة عدم اختصاص تنوين الترنم به.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم کے خواص میں سے تیسرا خاصہ تنوین ہے سوائے تنوین ترنم کے سب تنوین اسم کے خواص ہیں۔ اس لئے کہ سوائے تنوین ترنم کے باقی سب تنوینوں کے معانی اسم کے ساتھ خاص ہیں اور اس کتاب کے آخیر میں سب تنوینوں کی تعریف اور اقسام ایسے طریقہ سے بیان کی جائیں گی کہ جس سے سوائے تنوین ترنم کے ہر ایک تنوین کی اسم کے ساتھ خصوصیت کی وجہ اور تنوین ترنم کے عدم خصوصیت کی وجہ بھی معلوم ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ **و منها الاسنادُ اِلَيْهِ** اس عبارت میں بھی منہا بڑھانے کی وجہ وہ ہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے یعنی اسم کے خاصوں میں سے چوتھا خاصہ اسم کی طرف اسناد کا ہونا ہے **هُوَ بالرفع عطف على الدخول لا على مدخوله لان المتبادر من الدخول الذكر في الاول او اللحوق بالأخر و كلاهما منتفيان في الاسناد و كذا في الاضافت** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول والا اسناد دخول کے مدخول پر یعنی لام پر عطف ہو کر مجرور ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر دخول پر یہ عطف کیا جائے تو اس سے درمیان معطوف معطوف علیہ کے فصل لازم آئے گی اور یہ درست نہیں اس لئے کہ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ اسم کے خاصوں میں سے ایک خاصہ دخول اسناد ہے اور یہ معنی درست نہیں۔ اس لئے کہ دخول ذکر شے کا ہے شے کے اول میں یا لحوق شے کا ہے شے کے آخر میں یہ دخول کے معنی ہوئے اور اسناد درمیان مسند اور مسند الیہ کے ایک نسبت کا نام ہے جو نہ شے کے اول میں ذکر کے قابل اور نہ شے کے آخر میں طوق کے قابل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ والا اسناد کا قول مرفوع ہے اور دخول پر عطف ہے اور اس کے مدخول یعنی لام پر عطف نہیں ہے اور درمیان معطوف اور معطوف الیہ کے فصل اجنبی سے ممتنع ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ مضاف سے اجنبی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اتمام کے لئے ہے یعنی مضاف کا مقصد جب ہی تمام ہوگا جب اس کے ساتھ مضاف الیہ مذکور ہوگا اور لام پر اس لئے معطوف نہیں ہے کہ دخول کے معنی یہ ہیں کہ شے کو کسی شے کے اول میں ذکر کیا جائے جیسے الف لام تعریف کا یا شے کے اخیر میں ملحق کر دیا جائے جیسے مررت بزید میں جر اور یہ دونوں باتیں اسناد میں نہیں پائی جاتیں اور اسی طرح اضافت بھی ایک نسبت کا نام ہے جو قابل ذکر اور طوق کے نہیں ہے۔ **و المراد به كون الشيء مسند اليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مقدر سوالوں کا جواب دیا ہے اول سوال کی تشریح یہ ہے کہ اسناد درمیان مسند مسند الیہ کے ایک نسبت کا نام ہے جب اسناد اسم کا خاصہ ٹھہرا تو چاہئے کہ مسند مسند الیہ بھی اسم کے خواص میں سے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مسند کبھی فعل بھی ہوتا ہے اور دوسرے سوال کی تشریح یہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ مسند الیہ ذات ہوتا ہے اور خواص اسم کے اعراض ہیں پس حمل صحیح نہ ہوگا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد اسناد سے مسند الیہ ہے اور مسند الیہ سے مراد شے کا مسند الیہ ہونا ہے اور شے کا مسند الیہ ہونا اسم کے خواص میں سے ہے۔ **و انما اختص هذا المعنٰی بالاسم لان الفعل قد وضع لان یکون ابدا مسندا فقط فلو فعل مسند فقط فلو فعل مسند الیه یلزم خلاف وضعه** اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے کیونکہ یہ استقلال پر دلالت کرتا ہے اور اسم مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اور فعل مستقل ہے لیکن اس کی وضع ہمیشہ مسند ہونے کے لئے ہے اگر فعل کو بھی مسند الیہ بنایا جائے تو یہ اس کی وضع کے خلاف ہوگا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے۔

و منها الاضافة اس عبارت میں منہا بڑھانے کی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔ **ای کون الشیء مضافا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مقدر سوالوں کا جواب دیا ہے اول سوال یہ ہے کہ اضافت درمیان مضاف مضاف الیہ کے ایک نسبت غیر تامہ کا نام ہے۔ جب اضافت اسم کا خاصہ ٹھہرا تو چاہئے کہ مضاف مضاف الیہ بھی اسم کے خواص میں سے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مضاف الیہ کبھی فعل بھی ہوتا ہے جیسے **یوم ینفع الصادقین** میں دیکھئے یہاں یوم مضاف اور ینفع مضاف الیہ واقع ہوا ہے حالانکہ یہ فعل ہے دوسرے سوال کی تشریح یہ ہے کہ مضاف ذات ہوتا ہے اور خواص اعراض ہیں۔ لہٰذا حمل صحیح نہ ہوگا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دونوں سوالوں کا جواب دیا کہ اضافت سے مراد مضاف ہے اور مضاف سے مراد شے کا مضاف ہونا ہے **بتقدیر حرف الجر لا یذکره لفظا** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ شے مضاف ہونا جو اسم کے خواص میں سے ٹھہرا گیا ہے وہ مسلم نہیں ہے کیونکہ خواص کے معنی یہ ہیں کہ کسی شے میں پایا جائے اور اسم کا مضاف ہونا جیسا اسم میں پایا جاتا ہے اسی طرح فعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے مررت بزید میں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ مضاف اسم کے خاصوں میں سے ہے۔ جس میں حرف جر ہو نہ مذکور اور اوپر کی مثال میں حرف جر مذکور ہے **و وجه اختصاصها بالاسم اختصاص لوازمها من التعریف و التخصیص و التخفیف به.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ اضافت اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ اضافت کے لوازم اسم کے ساتھ مختص ہیں اور وہ لوازم تعریف و تخصیص و تخفیف ہیں یعنی اضافت سے اسم کا معرفہ ہونا اسم کے اندر یا تخصیص ہونا لازم آتا ہے اور یہ اسم کا خاصہ ہے تو جس طرح لوازم خاصہ ہیں۔ اسی طرح ملزوم بھی **و انما فسرنا الاضافة بکون الشیء مضافا لان الفعل او الجملة قد یقع مضافا الیه کما فی یوم ینفع الصادقین صدقهم** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اضافت سے مضاف اس لئے مراد لیا ہے کہ فعل اور جملہ بھی کبھی مضاف الیہ واقع ہوتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین صدقهم میں **و قد یقال هذا بتاویل المصدر ای یوم ینفع الصادقین** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر والے سوال کا جواب دوسرے پیرائے میں دینا چاہتے ہیں کہ یہ بھی جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ یوم ینفع الصادقین میں ینفع بتاویل مصدر ہے یعنی یوم ینفع الصادقین **فالاضافة بتقدیر حرف الجر مطلقا یختص بالاسم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ اضافت جس میں حرف جر تقدیری ہو وہ مطلقاً اسم کا خاصہ ہے۔ **و انما قیدناه بقولنا بتقدیر حرف الجر لئلا ینتقض لقولنا مررت بزید فان مررت مضاف الی زید بواسطة حرف الجر لفظا** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتقدیر حرف الجر بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا۔ اب اس عبارت میں اس کی بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ ہم نے بتقدیر حرف جر اس لئے بڑھایا ہے تاکہ مررت بزید سے اعتراض پیدا نہ ہے کیونکہ اس ترکیب میں مررت زید کی طرف مضاف ہے لیکن وہ حرف جر لفظی کے واسطے سے ہے نہ حرف جر تقدیری سے جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے خواص بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اسم کی تقسیم شروع کی۔

و هو ای الاسم قسمان اس میں قسمان کے لفظ بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ترکیب میں ہو کا لفظ مبتداء ہے اور معرب و مبنی اس کی خبر ہے اس میں مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت نہیں ہوئی کیونکہ مبتداء مفرد ہے اور خبر تثنیہ۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مبتداء کی خبر قسمان کا لفظ مقدر ہے اور معرب و مبنی ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی احدہما معرب و ثانیہما مبنی و معرب لانہ لا یخلو اما ان یکون مرکبا مع غیرہ اولا و الاول اما ان یشبہ مبنی الاصل اولا و ہذا اعنی المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل ہو المعرب و ماعداہ اعنی غیر المرکب و المرکب الذی یشبہ مبنی الاصل مبنی اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کی دو قسموں میں منحصر کر دینے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ اسم ان دو قسموں سے باہر نہیں ہے یعنی یا مبنی ہوگا یا معرب اس لئے کہ یہ غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں اگر مرکب ہو تو دو حالتوں سے خالی نہیں یا مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہوگا یا نہیں، اگر مرکب غیر کے ساتھ ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو تو یہ قسم معرب کی ہے اور اس کے سوا یعنی غیر مرکب اور وہ مرکب جو مشابہ مبنی اصل کے ساتھ ہو تو یہ قسم مبنی کی ہے جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اب معرب کی تعریف شروع کی اور کہا:

فالمعرب:.....

الذی ہو قسم من الاسم.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تقسیم معرب اور مبنی کی طرف صحیح نہیں کیونکہ شے کی قسم اخص ہوتی ہے مقسم اور یہاں معرب و مبنی جو اقسام ہیں اسم کے عام ہو گئے اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ المعرب میں الف لام عہدی ہے اس سے اشارہ اسم معرب کی طرف ہے اور اسم معرب مطلق اسم سے خاص ہے تو اب اس تقدیر پر مقسم مطلق اسم عام ٹھہرا اور اسم معرب اور اسم مبنی اس کے اقسام خاص ہو گئے۔ المرکب ای الاسم اس لفظ کے بڑھانے سے مقصد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس سے ضرب زید کا فعل ـــ ہوں کیونکہ وہ بھی غیر کے ساتھ مرکب ہے اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں بلکہ عین مبنی اصل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مرکب سے مراد اسم مرکب ہے اور اس ترکیب میں فعل مرکب مع الغیر ہے لہٰذا یہ اسم کی تعریف میں داخل نہیں ہوا اور اسم کی تعریف مانع ثابت ہوئی الذی مرکب مع غیرہ اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح اس طرح ہے کہ معرب کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس سے مبتداء و خبر نکلے۔ کیونکہ ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جو عامل کے ساتھ ہو اور مبتداء و خبر عامل کے ساتھ مرکب نہیں ان کا عامل معنوی ہوتا ہے اور لفظی کی ترکیب معنوی کے ساتھ محال ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جو غیر کے ساتھ ہو خواہ اس کے ساتھ عامل ہو یا نہ ہو اور مبتداء و خبر ہر ایک غیر کے ساتھ مرکب ہے، یعنی مبتداء خبر کے ساتھ اور خبر مبتداء کے ساتھ مرکب ہے۔ لہٰذا تعریف جامع ہوئی۔

فائدہ:.....

جاننا چاہئے کہ مرکب کے دو معنی ہیں۔ ایک مرکب بمعنی مضموم مع غیر دوسرے مرکب بمعنی مجموع مضمومین یہاں مرکب سے مراد مرکب بمعنی اول ہے نہ ثانی۔ ترکیبا یتحقق معہ عاملہ فیدخل فیہ زید و قائم و ہؤلاء فی قولک زید قائم ہؤلاء بخلاف ما لیس بمرکب اصلا من الاسماء المعدودۃ نحو الف با، تا زید عمر بکر و بخلاف ما ہو مرکب مع غیر لکن لا ترکیبا یتحقق معہ عاملہ کغلام فی غلام زید فان جمیع ذلک من قبیل لامبنیات عند المصنف. اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مرکب کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں اس میں غلام زید کی ترکیب کا غلام داخل ہو گیا کیونکہ یہ بھی مع غیر مرکب ہے اور مبنی اصل شے سے مشابہ نہیں ہے حالانکہ یہ مبنی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جس میں عامل کا بھی تحقق ہو اور ترکیب مذکورہ میں عامل کا تحقق نہیں لہٰذا تعریف معرب کی مانع ہوئی اور اس میں زید قائم و ھؤلاء جو زید قائم و قال ھؤلاء میں ہے داخل ہو گئے بخلاف ان اسمائے معدودہ کے جو مرکب بالکل نہ ہوں جیسے الف، با، تا زید عمر بکر اور بخلاف ان کے جو مرکب مع غیر ہو لیکن اس کی ترکیب میں تحقق عامل کا نہ ہو جیسے غلام زید میں غلام کہ یہ سب کے سب مشابہت سے عدم مناسبت اس لئے مراد لی ہے کہ اس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مرکب کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں اس لئے کہ اس میں با زید کا زید داخل ہوا کیونکہ یہ بھی مرکب مع غیر ہے اور مشابہ مبنی اصل سے نہیں بلکہ یہ اس کا مناسب ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عدم مشابہت سے مراد عدم مناسبت ہے لہٰذا یا زید کا زید معرب کی تعریف میں داخل نہیں ہوا اور معرب کی تعریف مانع ثابت ہوئی مناسبة مؤثرة فی منع الاعراب اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے غیر منصرف نکلتا ہے کیونکہ وہ فعل سے مشابہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مناسبت سے مراد وہ مناسبت ہے جو اعراب کے منع کرنے کا اثر کرے لہٰذا تعریف معرب کی جامع ہوئی اور غیر منصرف اس میں داخل ہوا۔

مبنی الاصل:.....

ای المبنی الذی ھو الاصل فی البناء

اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اسم فاعل نکلتا ہے اس لئے کہ وہ مبنی اصل یعنی مضارع سے مشابہ ہے اور اسم فاعل کا مضارع سے مشابہ ہونا یہ ہے کہ جتنے حروف مضارع کے ہیں اتنے ہی اس کے ہیں اور یہ اسم فاعل مضارع کے مقام میں استعمال بھی ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبنی اصل سے مراد وہ ہے جو بنا میں اصل ہو نہ وہ جس کی بناء اصل ہو اور مضارع مبنی الاصل بمعنی ثانی ہے نہ بمعنی اول فالاضافة بیانیة اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مبنی اصل سے مراد یہ ہے جو بناء میں اصل ہو تو اس صورت میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے مغائرت حاصل نہیں اور حالانکہ ان کے درمیان میں مغائرت ضروری ہوتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبنی کی اضافت اصل کی طرف بیانیہ ہے اور اضافت بیانی میں درمیان مضاف مضاف الیہ کے مغائرت نہیں ہوتی ھو الماضی و الامر بغیر اللام و الحروف اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مبنی اصل تین چیزوں سے مشابہ نہ ہوگا وہ معرب ہوگا اور جو ان سے مشابہ ہوگا وہ مبنی ہوگا۔ و بھذا القید خرج مثل ھؤلاء فی مثل قام ھؤلاء لکونه مشابها لمبنی الاصل کما سیجیء فی بابه ان شاء اللّٰه تعالٰی. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ متن کافیہ میں لم یشبہ مبنی اصل کی قید احترازی ہے یعنی اس قید سے قام ھؤلاء معرب کی تعریف سے نکلا کیونکہ یہ ھؤلاء مبنی اصل سے مشابہ ہے جیسے اپنے مقام پر اس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔ اعلم ان صاحب الکشاف جعل الاسماء المعدودة العاریة من المشابهة المذکورة معربة و لیس النزاع فی المعرب الذی ھو اسم مفعول من قولک اعربت فان ذلک لا یحصل الا باجراء الاعراب علی اٰخر الکلمة بعد التر کیب بل فی المعرب اصطلاحا فاعتبر العلامة مجرد الصلاحیة لاستحقاق الاعراب بعد التر کیب و ھو الظاھر من کلام الامام عبد القاھر و

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اعتبر المصنف مع الصلاحية حصول الاستحقاق بالفعل و لهذا اخذ التركيب في تعريف و اما و جواز الاعراب بالفعل و كون الاسم معربا فلم يعتبره احد و لذالک يقام لم تعرب الكلمة و هي معربة اسمائے معدودہ کے متعلق جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں صاحب کافیہ یعنی علامہ زمخشری اور امام عبدالقاہر اور شیخ ابن حاجب کا اس بات میں نزاع ہے کہ آیا یہ معرب ہیں یا مبنی اگر معرب ہیں تو کس اعتبار سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مقام پر اس نزاع کی تحقیق فرما کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ صاحب کشاف نے اسمائے معدودہ مذکورہ جو مشابہت سے خالی ہوں معرب بنائے ہیں اور جھگڑا اس معرب میں نہیں جو مفعول ہو یعنی لغوی معرب میں جھگڑا نہیں ہے یعنی وہ معرب جس کے معنیٰ اعراب دیئے ہوئے کے ہیں کیونکہ یہ لغوی معرب جب ہی حاصل ہوگا کہ اس کو مرکب کر کے بعد ترکیب کے کلمہ کے آخر پر اعراب کو جاری کر دیا جائے بلکہ جھگڑا معرب اصطلاحی میں ہے اور معرب اصطلاحی وہ ہی ہے جو مشابہ مبنی اصل نہ ہو پس علامہ زمخشری نے ترکیب کے بعد میں جو اعراب کا استحقاق رکھے وہی معرب ہے تو اسمائے معدودہ مذکورہ سب مستحق اعراب کے ہیں لہٰذا وہ ان کے نزدیک معرب ہوئے اور یہ ہی امام عبدالقاہر کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے یعنی امام عبدالقاہر کا بھی یہی خیال ہے کہ اسمائے معدودہ مذکورہ معرب ہیں اور شیخ ابن حاجب نے استحقاق اعراب کا حصول بالفعل صلاحیت کے ساتھ معتبر کیا ہے یعنی ان کے نزدیک معرب وہ ہے جو بالفعل استحقاق اور صلاحیت اعراب کا رکھے اور اسی وجہ سے معرب کی تعریف میں ترکیب کو بھی لحاظ رکھا ہے اور اعراب بالفعل کے وجود اور اسم کے معرب ہونے کو بالفعل کسی نے معتبر نہیں کیا اور اسی وجہ سے محاورہ عرب میں بولا جاتا ہے کہ یہ کلمہ معرب نہیں حالانکہ وہ معرب ہوتا ہے لہٰذا شیخ ابن حاجب کے نزدیک اسماء معدودہ مذکورہ مبنی ثابت ہوئے کیونکہ یہ اسماء بغیر ترکیب دیئے۔ سب مبنی ہیں معرب جب ہی ہوں گے۔ جب غیر سے مرکب ہو جائیں گے۔ و انما عدل المصنف عما هو المشهور عند الجمهور من ان المعرب ما اختلف اخره باختلاف العوامل لان الفرض من تدوين علم النحو ان يعرف به احوال او اخر الكلمة في التركيب من لم يتبع لغة العرب و لم يعرف احكمها بالسماع منهم فان العارف باحكامها كذالک مستغن عن النحو و لا فائدة له معدا بها في معرفة اصطلاحاتهم فالمقصود من لامعرفة المعرب مثلا ان يعرف انه مما يختلف اخره في كلامهم ليجعل اخره مختلفا فيطابق كلامهم فمعرفة متقدمة على معرفته انه مما يختلف اخره فلو كان معرفته المتقدمته بمعرفته هذا الاختلاف و تعريفه به وجب ان يعرف اولا بانه مما يختلف اخره بغير ما عرفه به الجمهور و يجعل ما عرفوه به منه جملة احكامه كما فعله المصنف اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرب کی تعریف میں جمہور کی مخالفت کیوں کی کہ وہ معرب کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ معرب وہ اسم ہے جس کا آخر بسبب اختلاف عوامل کے مختلف ہوتا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے خلاف معرب کی تعریف اس طرح کی ہے کہ معرب وہ مرکب اسم ہے جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہو۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور کے مشہور تعریف کے خلاف معرب کی تعریف اس لئے کی ہے کہ علم نحو کے جمع کرنے سے غرض یہ ہے کہ جو شخص عرب کی لغت سے واقف نہ ہو اور نہ عرب سے لغت کے احکام سنے ہوں وہ اس علم کی وجہ سے کلمات ثلاثہ کے آخر حرکات کو معلوم کر لے اس لئے کہ جو شخص عرب کے لغت سے واقف ہو یا عرب سے لغت کے احکام سنے ہوں اس کو علم نحو کے جمع کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کو عرب کے اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی فائدہ معتد بہا ہے پس مقصود معرب کے پہچاننے سے یہ ہے کہ مثلاً معرب کی تعریف اس طرح کی جائے کہ معرب وہ اسم ہے جس کا آخر کلام عرب میں مختلف ہوتا کہ اس کے آخر کو مختلف کر دیا جائے اور عرب کے کلام کے مطابق کیا جائے یعنی جس طرح عرب کے کلام میں اس کا آخر مختلف ہوتا ہے اسی طرح نحوی بھی اپنے کلام میں اس کے آخر کو اختلاف عوامل سے مختلف کر دے۔ پس معرب کا پہچاننا اس پر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقدم ہوگا کہ معرب وہ ہے جس کا آخر مختلف ہوتا ہو یعنی اختلاف آخر کے پہچاننے سے معرب کا پہچاننا مقدم ہے اگر معرب کا پہچاننا اختلاف آخر کے پہچاننے سے اور اس کی تعریف سے حاصل ہو تو اس تقدیر پر ضروری ہے کہ معرب کی تعریف اول اس طرح کی جائے کہ معرب وہ اسم ہے کہ جس کا آخر مختلف ہوتا ہو تو اس سے شے کا تقدم اپنے نفس پر لازم آئے گا۔ کیونکہ جب یہ کہہ دیا کہ قام زید میں زید کا آخر اختلاف عوامل سے مختلف ہوتا ہے تو اس صورت میں صغریٰ عین نتیجہ ہوا اور حالانکہ صغریٰ مقدم ہوتا اور نتیجہ مؤخر ہوتا ہے تو اس سے تقدم شے علی نفسہ جس کو دور بھی کہتے ہیں لازم ہوا اور یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ معرب وہ مرکب اسم ہے جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہو جیسے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہے اور جس بات کو جمہور نے معرب کی تعریف ٹھہرائی ہے۔ اس کو معرب کے احکام کے جملہ میں سے کر دیا جائے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا تو اس صورت میں نہ تقدم شے علی نفسہ ہوگا اور نہ دور لازم آئے گا یعنی معرب وہ مرکب تام ہے جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہو اور اس کے احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اس کے آخر میں اختلاف عوامل سے اختلاف ہوگا۔ **و حکمه ای من جملة احکام المعرب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح ہے کہ اضافت حکم کی معرب کی طرف استغراق کے لئے ہے۔ اس لئے کہ جب اسم ظاہر کی اضافت ضمیر کی طرف ہوتی ہے تو یہ مفید استغراق ہوا کرتی ہے تو اس صورت میں معنیٰ یہ ہوئے کہ مرکب کے جملہ احکام یہ ہیں کہ جس کے آخر عوامل کے اختلاف سے مختلف ہو حالانکہ معرب کے احکام اختلاف آخر کے علاوہ اور بھی بہت ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اضافت حکم کی معرب کی طرف یہاں استغراق کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اضافت مفید عہدی ہے یعنی معرب کے احکام کے جملہ میں ایک حکم اختلاف آخر ہے۔ **و اثاره المترتبة علیه من حیث هو معرب** اس میں بھی ایک سوال کا مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حکم کی اضافت معرب کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ حکم عبارت اسناد سے ہے ایک امر کی دو امروں میں سے دوسرے کی طرف یعنی درمیان یعنی درمیان مسند مسندالیہ کے جو نسبت حکمی ہوتی ہے اس کا نام حکم ہے خواہ ایجابی ہو جیسے زید قائم یا سلبی جیسے زید لیس بقائم اور یہ نسبت مرکب کلامی میں پائی جاتی ہے اور معرب مفرد کے اقسام میں سے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم کے دو معنیٰ ہیں ایک لغوی جو اثر مرتب علی الشیٔ ہے دوسری اصطلاحی جو نسبت درمیان مسند مسندالیہ کے ہے اور یہاں پر حکم کے لغوی معنیٰ مراد ہیں۔ یعنی معرب کا حکم وہ اثر ہے جو اس پر مرتب ہوگا اس حیثیت سے کہ وہ معرب معرب ہو **ان یختلف آخره ای حرف الذی هو اخر المعرب** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کا حکم غلامی کی حرکت سے منقوض ہے۔ اس لئے کہ یہ معرب کے آخر میں اختلاف ہے اور حکم نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرب کے حکم سے مراد یہ ہے کہ وہ معرب کے آخر میں ہو یعنی وہ حرف ہو جو معرب کے آخر میں ہو بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ یہ یائے متکلم کے ماقبل ہے **ذاتا بان یتبدل حرف بحرف اخر** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ اختلاف آخر اس معرب میں تو ٹھیک ہے جو معرب بالحرف ہو مگر اس معرب میں درست نہیں ہے جو معرب بالحرکت ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف آخر عام ہے خواہ وہ ذاتی ہو یا صفتی اور معرب بالحرکت میں اگرچہ اختلاف ذاتی نہیں ہوتا مگر اختلاف صفتی ہوتا ہے اور اختلاف ذاتی یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل دیا جائے۔

فائدہ:.....

معرب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک معرب بالحرف یعنی جس میں اعراب حرفی ہو، دوسرے معرب بالحرکت جس میں اعراب حرکت ہو اس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔

حقیقة او حکما اذا کان اعرابه بالحرف.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اختلاف ذاتی تثنیہ اور جمع مذکر سالم سے حالت نصبی اور جری میں منقوض ہے کیونکہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم معرب بالحرف ہیں اور حالانکہ ان کے آخر میں اختلاف ذاتی نہیں ہوتا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف ذاتی عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے آخر میں اگرچہ اختلاف حقیقی نہیں پایا جاتا لیکن حکمی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یا عامل ناصب کے داخل ہونے کے بعد علامت نصب حکمی ہے جیسا کہ بعد داخل ہونے عامل جر کے علامت جر حقیقی ہے یہ جب ہے کہ اعراب بالحرف ہو۔ او صفة بان يبدل صفته بصفته الخرىٰ یہ جملہ ذاتا پر عطف ہے۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفت کی تبدیل دوسری صفت سے بتانا چاہتے ہیں یعنی اختلاف صفتی یہ ہے کہ ایک حرکت کو دوسری حرکت سے بدل دی جائے۔ یہ تبدیل صفت صفت سے ہے۔ حقيقة او حكما اذا كان اعرابه بالحركة اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اختلاف صفتی غیر منصرف سے حالت نصبی اور جری میں منقوض ہے۔ اس لئے کہ غیر منصرف معرب بالحرکت ہے اور حالانکہ اس کے آخر میں اختلاف صفتی نہیں پایا جاتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف صفتی عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور یہاں اگرچہ غیر منصرف میں اختلاف حقیقی نہیں پایا جاتا لیکن حکمی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں عامل جارہ کے داخل ہونے کے بعد جو فتحہ آتا ہے وہ حکما علامت جری ہے جیسا کہ عامل ناصبہ کے داخل ہونے کے بعد علامت نصبی حقیقی ہوتی ہے۔ یہ جب اعراب بالحرکت ہو۔

باختلاف العوامل:.....

ای بسبب اختلاف العوامل الداخلة عليه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باختلاف کا با سببیہ ہے یعنی معرب کا حکم یہ ہے کہ جب اس پر عوامل مختلفہ داخل ہو جائیں تو اس کے آخر میں ان عوامل مختلفہ کے داخل ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوگا۔ في العمل بان يعمل بعض منها خلاف ما يعمل البعض الأخر. اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمل کے قید بڑھانے سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان زیدًا مضروب وانی ضربت زیدًا وانی ضارب زیدًا میں زید پر عوامل مختلفہ داخل ہو گئے ہیں۔ پہلی مثال میں عامل ان حرفی ہے دوسری مثال میں ضربت عامل فعلی ہے تیسری مثال میں ضاربٌ عامل اسمی ہے یہ عوامل آپس میں اسمیت اور فعلیت اور حرفیت میں مختلف ہیں اور حالانکہ اس میں معرب کا آخر جو زید ہے ان عوامل مختلفہ کے داخل ہونے سے مختلف نہیں ہوا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عوامل کے اختلاف سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل میں مختلف اس طرح ہو کہ ایک عامل جو عمل کرے دوسرا اس کے خلاف عمل کرے یعنی اگر ایک عامل عمل رفع کا کرے تو دوسرا عمل نصب کا کرے علیٰ ہذا القیاس اگر ایک عمل جر کا کرے تو دوسرا نصب کا کرے۔ یہ اختلاف عوامل کا اسمیت وفعلیت وحرفیت میں متصور نہیں ہے۔ و انما خصصنا اختلافها بكونه في العمل لئلا ينتقض بمثل قولنا ان زيدًا مضروبٌ و انی ضربت زيدًا و انی ضارب زيدًا فان العامل في زيدا في هذه الصور مختلف بالاسمية و الفعلية و الحرفية مع ان اخر المعرب لم يختلف باختلافها اوپر اختلاف کے ساتھ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمل کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے عوامل کا اختلاف عمل میں اس لئے خاص کیا ہے تاکہ ان زیدًا مضروب .....الخ..... پر یہ اوپر والا سوال وارد نہ ہو کہ ان مثالوں میں زید کے اندر تینوں صورتوں میں عامل مختلف بالاسمیت والفعلیت والحرفیت ہے۔ باوجود اس عامل کے اختلاف کے معرب کے آخر میں اختلاف نہیں ہوا۔

لفظاً او تقديرًا نصب على التمييز يختلف لفظ اخره او تقديره. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظاً او تقدیراً کے الفاظ دو حالتوں سے خالی نہیں ہیں یا منصوب بنابر تمیز ہوں گے یا بنابر مصدر اور یہ دونوں صحیح نہیں ہیں اول اس لئے کہ یہ اگر یختلف کی نسبت سے تمیز ٹھہریں تو نسبت سے جو تمیز آتی ہے وہ حقیقت میں فاعل ہوتا ہے یا مفعول اور حالانکہ یہاں پر یختلف کا فاعل آخر کا لفظ ہے نہ لفظاً او تقدیراً اس کا فاعل نہیں اور ثانی اس لئے کہ شرط مصدر میں یہ ہے کہ فعل کے معنی اس پر ایسے مشتمل ہوتے ہیں جیسے اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے یعنی جس طرح کل میں جز پایا جاتا ہے اسی طرح فعل میں مصدر پایا جاتا ہے دیکھئے ضربت میں ضرب پایا جاتا اور یختلف کے معنی اختلاف پر مشتمل ہیں نہ لفظاً نہ تقدیراً پر یعنی یختلف کی ضمن میں اختلاف پایا جاتا ہے نہ لفظاً تقدیراً۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنابر تمیز ہیں اور یہ الفاظ حقیقت میں یختلف کے فاعل ٹھہرتے ہیں کیونکہ یہ عبارت بتقدیر مضاف ہے یعنی مضاف اس میں مقدر ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ یختلف لفظ آخرہ اور تقدیرہ اب دیکھئے اس عبارت میں لفظ اور تقدیر کے الفاظ یختلف کے فاعل ٹھہر گئے ہیں۔ **او علی المصدریة ای یختلف اختلاف لفظ او تقدیر** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے کہ یا یہ الفاظ منصوب بنابر مصدریت ہیں یعنی یہ الفاظ یختلف کے مفعول مطلق باعتبار مضاف مقدر کے واقع ہوئے ہیں اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہے یختلف اختلاف لفظ او تقدیر دیکھئے یہاں پر اختلاف مضاف لفظ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر یختلف کا مفعول مطلق ٹھہر گیا ہے **و الاختلاف لفظا کما فی قولک جاء فی زید و رأیت زیدً او مررت بزید و تقدیرًا کما فی قولک جاء نی فتی و رأیت فتی و مررت لفتی فان اصله فتی و فتیا و بفتیتی انقلبت الیاء الفًا فصار الاعراب تقدیریًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف اختلاف لفظی اور تقدیری کی مثالیں دی ہیں کہ اختلاف لفظی کی مثال جاء نی زیدٌ و رأیت زیدا و مررت بزید ہے کہ اس میں پہلی مثال یعنی زید مرفوع اور دوسری مثال میں فتیًا اور تیسری مثال میں مجرور ہے۔ دیکھئے یہاں عوامل کے اختلاف سے معرب کے آخر میں اختلاف لفظی ہوا اور تقدیری کی مثال جاء نی فتی و رأیت فتی مررت بفتی پہلی مثال حالت رفعی میں اصل میں فتیٌ مرفوع بنابر فاعلیت ہے۔ دوسری مثال میں یہ لفظ منصوب حالت نصبی میں منصوب بنابر مفعولیت ہے تیسری مثال میں یہ لفظ بفتی حالت جری میں مجرور ہے۔ اس لفظ کے یا الف سے بدلی پہر التقاء ساکنین سے الف گرا اور تینوں حالت میں اعراب تقدیری ہوا۔ **و الاختلاف اللفظی و التقدیری اعم من ان یکون حقیقه او حکما کما اشرنا الیه لئلا ینتقض بمثل قولنا رائت احمد و مررت باحمد و قولنا رائت مسلمین و مررت بمسلمین مثنیً او مجموعا فانه قد اختلف العوامل فیه و لا اختلاف فی اخر احمد حقیقة بل حکما فان فتحته احمد بعد الناصب علامة النصب و بعد الجار علامة الجر و کذ الحال فی التثنیة و الجمع فاخر المعرب فی هذه الصور یختلف باختلاف العوامل حکما لا حقیقة**۔ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکمًا او حقیقہ کی قید بڑھا کر سوال مقدر کا جواب دیا تھا۔ اب یہاں اس قید کی بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ اختلاف لفظی اور تقدیری عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی جیسے ہم نے اس کی طرف اوپر اشارہ کیا ہے اور اس اختلاف کا عموم اس لئے ضروری ہے تاکہ رأیت احمد و مررت باحمد و رأیت مسلمین او مررت مسلمین سے خواہ تثنیہ ہو، خواہ جمع ہو منقوص نہ ہو کیونکہ ان مثالوں میں معرب پر عوامل مختلف آئے ہیں اور حالانکہ پہلی مثال احمد کے آخر میں اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ حکمی ہے کیونکہ احمد کا فتحہ حالت نصبی میں عامل ناصبہ کے داخل ہونے کے بعد علامت نصب کی ہے اور بعد داخل ہونے عامل جارہ کے علامت جر کی ہے اسی طریقہ سے تثنیہ اور جمع میں۔ پس ان صورتوں میں معرب کا آخر عوامل مختلفہ کے داخل ہونے سے حکما مختلف ہوا ہے حقیقۃً نہیں **فان قلت لا یتحقق الاختلاف لا فی اخر المعرب و لا فی العوامل اذا رکب بعض الاسماء المعدودة الغیر المشابهة لمبنی الاصل مع عامله**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابتداء اذ لا یترتب علیه اختلاف الاعراب بل ههناک حدوث الاعراب بد خول العامل یا ایک سوال ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ شے کا خاصہ ہوتا ہے اور معرب کا اختلاف آخر معرب کا خاصہ نہیں ہے اس لئے کہ جب بعض اسماء معدودہ جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہوں عامل کے ساتھ ابتداء مرکب کئے جائیں تو اس صورت میں نہ معرب کے آخر میں اختلاف متحقق ہوتا ہے اور نہ عامل میں کیونکہ اس صورت میں معرب پر اعراب کا اختلاف مرتب نہیں ہوتا بلکہ یہاں عامل کے داخل ہونے سے اعراب کا حدوث ہوتا ہے۔ قلت هذا حكم اخر من احكام المعرب و الاختلاف حكم اخرٌ فلولم يد خل احد الحكمين في الاخر لا فساد فيه لان للمعرب احكامًا كثيرة لم تذكره ههنا فليكن هذا الحكم ايضا من هذا القبيل غاية الامر هذا الحكم لا يكون من خواصه الشاملة اس میں اوپر والے سوال کا جواب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح دیا کہ معرب کے احکام میں سے ایک حکم معرب کے آخر میں حدوث اعراب ہے اور معرب کے آخر میں اختلاف دوسرا حکم ہے پس اگر دو حکموں میں سے ایک حکم دوسرے میں داخل نہ ہو تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اس لئے کہ معرب کے بہت سے احکام ہیں جو سب یہاں مذکور نہیں۔ پس چاہیئے کہ یہ حدوث اعراب کا حکم اس قبیلہ سے ہو غایت امر یہ ہے کہ یہ حدوث اعراب کا حکم اسم کے خواص شاملہ میں سے نہیں ہے۔ جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معرب کے حکم بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب معرب کے اعراب کی تعریف شروع کی۔

الاعراب ما:.....

اى حركةٌ او حرف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں عامل اور مقتضی الاعراب داخل ہوئے کیونکہ ان سے بھی معرب کے آخر میں اختلاف آتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ما عبارت حرف اور حرکت سے ہے اور عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب حرف حرکت نہیں۔ لہٰذا یہ اعراب کی تعریف سے خارج ہوئے اور اعراب کی تعریف مانع ثابت ہوئی ما ختلف اخره اى اخر المعرب من حيث هو معرب ذاتا و صفةً اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا کہ اعراب وہ حرف حرکت ہے کہ جس سے معرب کے آخر میں اختلاف آتا ہے خواہ وہ اختلاف ذاتی ہو یا صفاتی اور اس عبارت میں ذاتًا و صفةً قید بڑھانے کی وجہ اور دلیل اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ به اى بتلك الحركة او الحروف و حين يراد بما الموصولة الحركة او الحرف لا يرد النقض بالعامل و المعنى المقتضي۔ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما سے حرف حرکت مراد لے کر ایک سوال کا جواب دیا تھا جو اوپر گزر چکا ہے۔ اب یہاں اس کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ جب ہم نے ما موصولہ سے حرکت اور حرف مراد لیا ہے تو عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب کا سوالی وارد نہیں ہوتا اس لئے کہ عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب حرف حرکت نہیں۔ و لو بقيت على عمومها خرجا بالسببية المفهومية من قوله به فان المتبادر من السبب هو السبب القريب و العامل و المعنى المقتضي من الاسباب البعيدة۔ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما موصولہ سے حرف حرکت مراد لے کر عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب کو اعراب کی تعریف سے نکالا تھا لیکن یہ جواب ضعیف تھا اس لئے کہ اعراب کی تعریف میں حروف عاملہ بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان کے داخل ہونے سے بھی معرب کے آخر میں اختلاف آجاتا ہے اب یہاں اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سوال کا دوسرے پیرائے میں جواب دیتے ہیں جس کے جواب کی تشریح اس طرح ہے کہ ما عبارت شے سے ہے اور بہ کا باسببیت کے لئے ہے اور سبب سے مراد سبب قریب ہے اور عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب اسباب بعیدہ میں سے ہیں تو اس لحاظ سے اگرچہ ما اپنے عام معنیٰ پر محمول کر کے مراد اس سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شے لی جائے تو اعراب کی تعریف سے عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب اعراب کی تعریف سے نکل گئے اور اعراب کی تعریف مانع ثابت ہوئی۔ و بقید الحیثیة خرج حرکت نحو غلامی لا نه معرب علی اختیار المصنف لکن اختلاف هذه الحرکة علی اخر المعرب لیس من حیث انه معرب بل من حیث انه ما قبل یاء المتکلم و بهذا القدر تم حد الاعراب جمعًا و منعًا اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرب کے ساتھ میں معرب ہونے کی حیثیت بڑھا کر سوال مقدر کا جواب دیا اب یہاں اس عبارت میں اس قید کی بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ جب ہم نے معرب کے ساتھ معرب ہونے کی حیثیت بڑھائی تو اس سے اعراب کی تعریف ۔ سے غلامی کی حرکت نکل گئی کیونکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ غلامی معرب ہے اور یہ ہی ان کا مختار مذہب بھی ہے لیکن اس حرکت کا اختلاف معرب کے آخر میں اس حیثیت سے نہیں کہ یہ معرب ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ یائے متکلم کے ماقبل ہے تو اب اس تقدیر پر اعراب کی تعریف جامع مانع ثابت ہوئی۔ لکن المصنف ارادان لینبه علی فائدة اختلاف وضع الاعراب فضم الیه قوله لیدل علی المعانی المعتورة علیه فکانه اراد هذا المعنیٰ حیث قال لیس هذا من تمام الحده انه خارج عن الحدود اللام فی لیدل متعلق بامر خارج عن الحد یعنی وضع الاعراب المفهوم من فحوی الکلام فانه بعید عن الفهم غایة البعد فاللام فیه متعلق بقوله اختلف اخره یعنی اختلف اخره۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ تعریف سے مقصود جامعیت اور مانعیت ہوتی ہے اور یہ اوپر کی عبارت میں حاصل ہو چکی ہے۔ پس اس قول یدل علی المعانی المعتورة علیه کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے لیکن مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ عبارت بڑھا کر اعراب کے وضع کے اختلاف کے فائدے پر تنبیہ کی ہے۔ اس لئے یہ عبارت مذکورہ اس کے ساتھ ضم کی ہے یعنی اس عبارت کو اس لئے بڑھایا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ اعراب کی وضع اس لئے ہے کہ اس سے اعراب کا اختلاف معلوم ہو سکے۔ گویا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ہی معنیٰ مراد لئے ہیں اس لئے انہوں نے خود کافیہ کی ایک شرح امالی الکافیہ کے نام سے موسوم کر کے ن ہے اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ لیدل الخ کی عبارت اعراب کی تعریف کے اتمام سے نہیں ہے اور نہ یہ عبارت اعراب کی تعریف سے خارج ہے اور نہ یہ مراد لیا ہے کہ لیدل کا لام اعراب کی تعریف کے کسی امر خارج سے متعلق ہو یعنی وضع اعراب جو کلام کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ فہم سے بہت دور ہے بلکہ اس شرح میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ لام اس عبارت میں اختلف آخرہ سے متعلق ہے یعنی اعراب وہ حرف حرکت ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہو۔ لیدل الاختلاف او ما به الاختلاف۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ لیدل کا قول یعتلف سے متعلق ہے اور یعتلف سے جو اختلاف مصدر نکل آتا ہے وہ اس فعل کا فاعل ہے یا اس کا فاعل ما ہے جس سے عبارت حرف حرکت یعنی جس سے معرب کے آخر میں اختلاف آتا ہے خواہ وہ حرف ہو، خواہ حرکت۔ علی المعانی یعنی الفاعلیة و المفعولیة و الاضافة۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معانی معتورہ بتانا چاہتے ہیں یعنی اسم کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے اور اضافت کا نام معانی معتورہ ہے۔ المعتورة علی صیغة اسم فاعل اس میں صرف یہ بتاتے ہیں کہ معتورہ کا لفظ بصیغہ اسم فاعل ہے۔ بصیغہ اسم مفعول نہیں۔ اس تقدیر پر اس کے معنی ہوں گے کہ معرب وہ اسم ہے کہ جس کا اختلاف ان معنوں کو بتائے جو اسم پر یکے بعد دیگرے وارد ہوتے ہیں۔ علیه ای علی المعرب متعلق بمعتورة اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ جار مجرور معتورۃ کے متعلق ہے اور علیہ کی ضمیر مجرورۂ معرب کی طرف لوٹتی ہے۔ علی تضمین مثل معنی الورود و استیلاء یقال اعتوردا الشئی وتعاورده اذا تداولوه ای اخذ جماعة بعد واحدة۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معتورہ بصیغہ اسم فاعل متعدی بنفسہ ہے پس اس کو علی سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

متعدی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اس لفظ کو متعدی بالعلی کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کو ورود اور استلاء کے معنیٰ میں تضمین کر کے علی سے متعدی کیا ہے اور تضمین کے معنیٰ یہ ہیں کہ فعل یا صفت میں کسی دوسرے فعل یا صفت کے معنیٰ ملحوظ کیے جائیں جیسے یہاں اعتوار کے معنیٰ ورود اور استیلاء کے معنیٰ ملحوظ کیے ہیں اور ورود متعدی بالعلی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعتوار کو متعدی بالعلی کیا ہے اور اعتوار کے معنیٰ لغت میں شے کو ہاتھ بہ ہاتھ لینے کے ہیں یعنی جب کسی شے کو ایک جماعت دوسری جماعت کے بعد بسبیل بدلیت ہاتھ بہ ہاتھ لے تو اس وقت اعتوروا الشئی وتعاوروہ بولتے ہیں۔ **علی سبیل المنا و بتہ و البد لیۃ لا علی سبیل الاجتماع فاذا تداولت المعانی المقتضیۃ اللاعراب المعرب متعاقبۃ متنا وبتہ غیر مجتمعۃ لتضادھا فینبغی ان یکون علاما تھا ایضا کذلک فوقع لسببھا اختلاف فی اٰخر المعرب فوضع اصل الاعراب للدلالۃ علی تلک المعانی ووضع بحیث یختلف بہ اٰخر المعرب لاختلاف تلک المعانی۔** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب کا متعدد ہونا درست نہیں اس لئے کہ ایک ہی اعراب متعدد معنوں پر دلالت کر سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ معانی معتورہ جو اسم پر وارد ہوں گے وہ بسبیل بدلیت نہ بسبیل اجتماع ہوں گے اس لیئے کہ وہ معانی آپس میں متضاد ہیں یعنی فاعلیت کی حالت میں مفعولیت کے معنیٰ نہ ہوں گے اور مفعولیت کی حالت میں فاعلیت کے علی ھذا القیاس۔ حالت اضافت میں فاعلیت اور مفعولیت کے معنیٰ نہ ہوں گے۔ پس جب ہم نے یہ ثابت کیا کہ وہ معنیٰ معتورہ مقتضی الاعراب معرب پر یکے بعد دیگرے بسبیل نیابت اور بدلیت وارد ہوں گے نہ بسبیل اجتماع کیونکہ وہ آپس میں متضاد ہیں تو چاہیئے کہ ان معانیوں کے علامات بھی اسی طرح یکے بعد دیگرے بہ سبیل بدلیت معرب کے آخر پر وارد ہوں یعنی اعراب ثلثہ مثلاً رفع، نصب، جر۔ جب معرب کے آخر پر وارد ہوں تو بہ سبیل بدلیت یکے بعد دیگرے ہوں گے تا کہ تضاد کا اجتماع نہ ہو اسی وجہ سے اعراب کو بھی متعدد کر دیا پس ان معانیوں کے معرب کے آخر پر داخل ہونے سے اعراب کا بھی اختلاف واقع ہوگا پس اعراب کی وضع حقیقت میں اس لئے ہے کہ یہ ان معانیوں پر دلالت کرے یعنی اسم کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے اور مضاف مضاف الیہ ہونے پر دلالت کرنے کی غرض سے اعراب کی وضع ہوئی ہے اور وضع اس حیثیت سے ہے کہ ان معانیوں کے اختلاف کی وجہ سے معرب کے آخر میں بھی اختلاف پیدا ہو۔ لہٰذا اعراب کا متعدد ہونا ضروری ثابت ہوا اور ایک اعراب متعدد مختلف اور متضاد معانیوں پر دلالت نہیں کر سکتا۔ **و انما جعل الاعزاب فی اخر الاسم المعرب لان نفس الاسم تدل علی المسمی و الاعراب علی صفتہ و لا شک ان الصفتہ متاخرۃ عن الموصوف فالانسب ان یکون الدال علیھا ایضاً متاخراً عن الدال علیہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم میں اعراب کے محل تین ہیں۔ اسم کا اول اور اوسط اور آخر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم میں محل اعراب اسم کے آخر کو ٹھہرایا ہے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے ایسا کیوں کیا؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ معرب کے آخر کو محل اعراب اسلئے بنایا ہے کہ اسم اپنے مسمیٰ پر جو اسکا موصوف ہے دلالت کرتا ہے اور اعراب اس مسمیٰ کی صفت کو بتاتا ہے۔ یعنی اس مسمیٰ کا فاعل یا مفعول یا مضاف مضاف الیہ ہونا جو اسم کے اوصاف ہیں۔ اعراب سے معلوم ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ صفت موصوف سے موخر ہوتی ہے۔ پس چاہیئے کہ صفت کا بتانے والا بھی جو اعراب ہے موصوف سے موخر ہو اس لحاظ سے محل اعراب اسم کا آخر ٹھہرا اور اس میں ترجیح بلا مرجح نہیں مرجح کا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ **و ھو ماخوذ من اعرابہ اذا اوضحہ فان الاعراب یوضع و المعانی المقتضیۃ او من عربت معدتہٗ اذا فسدت** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کی لغوی تحقیق کر کے اعراب اصطلاحی کی وجہ تسمیہ بتانا چاہتے ہیں کہ اعراب کے معنیٰ وضاحت کے ہیں اور اعراب کو اعراب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معانی مقتضی الاعراب یعنی اسم کے فاعل یا مفعول یا مضاف مضاف الیہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہونے کو بتاتا ہے یا اعراب کے معنٰی لغت میں فساد کے ہیں جیسے کسی کے پیٹ میں فساد یا کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس وقت عربت معدۃ بولتے ہیں یعنی اس کے پیٹ میں خرابی ہے گویا اعراب کے لغت میں دو معنٰی ہوئے۔ایک وضاحت دوسرے فساد۔ **علی ان یکون الھمزۃ للسلب فیکون معناہ ازالۃ الفساد ویسمی بہ لانہ یزیل فساد التباس بعض المعانی ببعض**۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کا تسمیہ اول معنٰی کے بنا پر درست ہے یعنی وضاحت کے معنٰی کے بنا پر درست نہیں ہے کیونکہ اعراب معنی مقتضی الاعراب کو واضح کر دیتا ہے، فاسد نہیں کرتا لہٰذا ثانی معنٰی اعراب کے درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرب کو اگر اعراب کے ثانی معنٰی پر محمول کیا جائے تو اعراب میں جو ہمزہ ہے وہ سلب کے لئے مانا جائے گا یعنی فساد دور کرنے کے لئے ہوگا جس کے معنٰی یہ ہوں گے کہ اعراب معنی مقتضی الاعراب کے درمیان میں جو التباس کا فساد ہے اس کو دور کرتا ہے۔اس بنا پر معرب کو اس لئے معرب کہتے ہیں کہ اس میں معنی مقتضی الاعراب کے درمیان جو التباس کا فساد تھا وہ اٹھایا گیا۔جب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کی تعریف سے فارغ ہوئے تو اب آگے چل کر اعراب کے اقسام بیان کرنا چاہتے ہیں۔

و انواعہٗ:.....

ای انواع اعراب الاسم ثلثۃ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ انواع جمع نوع کی ہے اور یہ لفظ یہاں ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور رفع نصب جرّ اس کی خبر ہے۔مبتداء مؤنث ہے باعتبار جمعیت کے اور خبر مذکر ہے مطابقت درمیان مبتداء و خبر کے نہیں ہوئی۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کی خبر محذوف ہے وہ ثلثہ ہے یعنی اسم کے اعراب کی تین قسم ہیں۔اس لئے کہ یہ اعراب یا عمدہ پر دلالت کرے گا یا فضلہ پر اول رفع ہے کہ رفع عمدہ پر دال ہے ثانی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔یا فضلہ پر دال بالذات ہوگا یا حرف جر کے واسطے سے دال ہوگا جو فضلہ پر دال بالذات ہو وہ نصب ہے اور باقی جر ہے اور رفع، نصب، جرّ ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی احد ہا رفعٌ **وثانیھا نصبٌ وثالثھا جرٌّ** اور اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعراب کے ساتھ اسم کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب کا انحصار تین قسموں میں درست نہیں ہے۔اس لئے کہ اس کی چوتھی قسم جزم بھی ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں معرب سے مراد اسم معرب ہے اور اعراب سے مراد اسم کا اعراب ہے اور جزم فعل مضارع کا اعراب ہے۔لہٰذا اعراب کا انحصار مذکورہ صحیح ہوا۔

رفعٌ نصبٌ جرٌّ:.....

ھذہ الاسماء الثلثہ مختصۃ بالحرکات و الحروف الاعرابیۃ و لا تطلق علی الحرکات البنائیۃ اصلا بخلاف الضمۃ و الفتحۃ و الکسرۃ فانھا مستعملۃ فی الحرکات البنائیۃ غالبًا و فی الحرکات الاعرابیۃ علی قلتہ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرکات اعرابی کی تعبیر رفع نصب جر سے کی ہے یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ضمہ، فتحہ، کسرہ سے کیوں نہیں تعبیر کیا حرکات اعرابی کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ اسمائے ثلثہ یعنی رفع، نصب، جر، حرکات اعرابی اور حروف اعرابیہ کے ساتھ مختص ہیں یعنی یہ اسماء خاص کر حرکات اور حروف اعرابیہ میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان کا اطلاق حرکات بنائیہ پر یعنی ضمہ، فتحہ، کسرہ پر بالکل نہیں ہوتا۔بخلاف ضمہ، فتحہ، کسرہ کے کہ یہ اسماء اکثر حرکات بنائیہ میں مستعمل ہوتے ہیں اور حرکات اعرابیہ میں ان کا استعمال بہت کم ہے۔اس لئے رفع، نصب، جر کہا اور ضمہ، فتحہ، کسرہ نہیں کہا۔اس تقدیر پر رفع، نصب، جر اور ضمہ، فتحہ، کسرہ میں فرق بھی معلوم ہوا کہ فتحہ، ضمہ، کسرہ کا اطلاق حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے اور رفع، نصب، جر کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اطلاق حرکات اعرابی پر ہوتا ہے۔

فالرفع:.....

حرکۃ کان او حرفا۔

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حالت رفعی میں اعراب رفع ہے وہ خواہ حرکت ہو جیسے جاءنی زیدٌ میں کہ اس میں اعراب رفع زید کا ہے یا وہ حروف ہو جیسے جمع اور تثنیہ میں کہ یہاں حالت رفعی میں اعراب جمع کا واؤ اور تثنیہ کا الف ہے **علم الفاعلية اى علامة كون الشى فاعلا**۔اس میں صرف شارح نے یہ بتایا ہے کہ فاعلیت کی یا مصدری ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ رفع اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہے یعنی جس اسم پر رفع ہوگا وہ فاعل ہوگا۔ **حقيقة او حكمًا يشتمل الملحقات بالفاعل ايضا كالمبتدأ و الخبر وغيرهما**۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقۃ او حکما کے الفاظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مسلم نہیں ہے کہ فاعلیت کی علامت رفع ہے کیونکہ رفع جس طرح فاعل میں پایا جاتا ہے۔اسی طرح غیر فاعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے مبتداء خبر کہ ان میں بھی رفع پایا جاتا ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ فاعل عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی حقیقی فاعل تو ظاہر ہے حکمی فاعل وہ ہے جس میں فاعل کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت پائی جائے جیسے اسم کا مسند الیہ ہونا یا اسم کے جملہ کا جزء ثانی ہونا وغیرہ وغیرہ۔جب ہم نے فاعل کو عام مان لیا تو یہ رفع فاعل کے ملحقات کو بھی شامل ہوا جیسے مبتداء وخبر وغیرہ وغیرہ۔

و النصب:.....

حركة كان او حرفا.

اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے **علم المفعولية اى علامته كون الشى مفعولاً** اس کے بڑھانے کی وجہ و تشریح بیان ہو چکی ملاحظہ ہو۔ **حقيقة او حكماً يشتمل الملحقات به** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مسلم نہیں ہے کہ نصب اسم کے مفعول ہونے کی علامت ہے کیونکہ نصب جس طرح مفعول میں پایا جاتا ہے اسی طرح غیر مفعول یعنی حال تمیز مستثنی میں بھی پایا جاتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو، خواہ وہ حکمی، حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمادہ ہے جس میں مفعول کی خصلت پائی جائے اور مفعول کی خصلت یہ ہے کہ فعل سے متعلق ہوتا ہے یعنی جس طرح فاعل کا فعل سے تعلق ہوتا ہے۔اسی طرح مفعول کا بھی فعل سے وقوع کا تعلق ہوتا ہے جب ہم نے مفعول کو عام مانا تو اس تقدیر پر نصب اس کے متعلقات کو بھی شامل ہوا جو تمیز حال، مستثنی ہیں۔

و الجر:.....

حركة كان او حرفا.

اس کی تشریح گزر چکی۔ **علم الاضافة اى علامته كون الشى مضافاً اليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ اضافت مصدر ہے یعنی جر خواہ حرکت ہو، خواہ حرف اسم کے مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے **اذا كانت الاضافة بنفسها مصدرا لم تحتج الى الحاق الياء المصدرية كما فى الفاعلية و المفعولية** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یائے مصدری فاعل اور مفعول کے ساتھ ملحق کیا اور اضافت کے ساتھ نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دیا کہ چونکہ اضافت مصدر بفعلہا ہے۔ اس لئے اس میں یائے مصدری بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے بخلاف فاعل اور مفعول کے کہ وہاں ضرورت ہے و انما اختص الرفع بالفاعل و النصب بالمفعول و الجر بالمضاف الیہ لان الرفع ثقیل و الفاعل قلیل لا نہ و احد فاعطی الثقیل القلیل و النصب خفیف و المفاعیل کثیرۃ لا نہا خمسۃ فاعطی الخفیف الکثیر و لما لم یبق للمضاف الیہ علامۃ غیر الجر جعل علامۃ لہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ رفع فاعل کی علامت اور جر اضافت کی علامت کیوں ٹھہرائی گئی اس کا عکس کیوں نہیں کیا اور رفع کی خصوصیت فاعل کے ساتھ اور مفعول کے ساتھ نصب کی خصوصیت اور اضافت کے ساتھ جر کو کیوں خاص کیا؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ رفع کو فاعل کے ساتھ اور نصب کو مفعول کے ساتھ اور جر کو مضاف الیہ کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے کیونکہ فاعل فعل کا ایک ہی ہوتا ہے پس ثقیل قلیل کو دیا گیا اور نصب خفیف ہے اور مفعول بہت ہیں یعنی پانچ ہیں پس خفیف کثیر کو دیا گیا تا کہ مناسبت آپس میں پیدا ہو جائے اور جب مضاف الیہ کے لئے کوئی علامت سوائے جر کے نہ رہی تو جر ہی کو اس کی علامت ٹھہرائی۔ جب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کی تعریف اور اقسام بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب عامل کی تعریف شروع کی۔

العامل:.....

لفظیا کان او معنویا

معرب کو اعراب پر اس لئے مقدم کیا تھا کہ معرب بمنزلہ موصوف کے ہے اور یہ معلوم ہے کہ موصوف صفت پر مقدم ہوتا ہے پھر اعراب کو عامل پر مقدم کیا اس لئے کہ اعراب معرب کے اختلاف آخر کے لئے سبب قریب ہے اور عامل سبب بعید ہے اس لئے عامل کو مؤخر لایا۔

اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عامل عام ہے خواہ لفظی ہو، خواہ معنوی۔ لفظی ظاہر ہے اور معنوی عامل وہ ہیں ایک مبتداء خبر میں دوسرے فعل مضارع میں۔ ما بہ یتقوم ای یحصل اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معنیٰ مقتضی الاعراب معرب کے ساتھ قائم ہوتے ہیں نہ عامل سے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عامل کی تعریف میں عامل کے ساتھ قائم کہے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تقوم کے معنیٰ یہاں حصول کے ہیں قیام کے نہیں اور اس میں شک نہیں کہ معنیٰ مقتضی الاعراب عامل سے حاصل ہوتے ہیں۔ المعنیٰ المقتضی ای معنیٰ من المعانی المعتورۃ علی المعرب المقتضیۃ اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عامل کی تعریف اس طرح کی ہے کہ عامل وہ ہے جس سے معنیٰ مقتضی الاعراب معرب میں حاصل ہوں تو اس تقدیر پر معرب میں تضاد کا اجتماع لازم آیا۔ کیونکہ وہ معنیٰ مقتضی الاعراب آپس میں متضاد ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اجتماع تضاد نہیں ہے کیونکہ وہ معنیٰ مقتضی للاعراب معرب پر عملی معرب پر علی الاجتماع نہیں وارد ہوتے ہیں بلکہ ان معنوں میں سے ایک معنیٰ معرب پر وارد ہوتا ہے یعنی وہ معنیٰ سب ایک دم معرب پر نہیں آئیں گے بلکہ یکے بعد دیگرے بسبیل بدل آئیں گے۔ للاعراب ففی جاء زیدٌ جاء عاملٌ اذ بہ حصل معنیٰ الفاعلیۃ فی زید فجعل الرفع علامۃ لہا و فی رأیت زیدًا رأیت عاملٍ اذبہ حصل معنیٰ المفعولیۃ فی زیدًا فجعل النصب علامۃ لہا و فی مررت بزید الباء عامل اذبہ حصل معنیٰ الا ضافۃ فی زید فجعل الجر علامۃ لہا. یعنی عامل وہ ہے جس سے معنیٰ مقتضی للاعراب حاصل ہوں جیسے جاء زید میں جاء عامل رافع ہے اس لئے کہ اس سے زید کے فاعل ہونے کے معنیٰ حاصل ہوئے۔ پس یہ زید کا رفع فاعلیت کی علامت ٹھہرائی گئی اور رأیت زیدًا میں رأیت عامل ناصب ہے کیونکہ اس سے زید

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے مفعول ہونے کے معنٰی حاصل ہوئے۔ پس یہ نصب اس کی مفعولیت کی علامت ہوگئی اور مررت بزید میں عامل جارہا ہے۔ کیونکہ اس سے زید کی مضاف الیہ ہونے کے معنٰی حاصل ہو گئے۔ پس جر اس کی علامت ٹھہرائی گئی۔

فالمفرد المنصرف:.....

ای الاسم المفرد الذی لم یکن مثنیٰ و لا مجموعاً و لا غیر منصرف کزید و رجلٌ.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کے دو معنٰی ہیں ایک یہ کہ جمع تثنیہ نہ ہوں دوسرے یہ کہ مضاف نہ ہو۔ اول معنٰی اسمائے ستہ سے منقوض ہیں کیونکہ یہ اسمائے ستہ اس معنٰی کے بناء پر مفرد ہیں اور حالانکہ یہ اسماء اس قسم کے اعراب سے معرب نہیں اور ثانی معنٰی غلام زید کے غلام سے منقوض ہیں۔ اس لئے کہ یہ اس معنٰی کے بناء پر مفرد نہیں باوجود اس کے یہ اس قسم کے اعراب سے معرب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفرد سے مراد مفرد بمعنٰی اول ہے اور اس میں اسمائے ستہ داخل نہیں ہوتے کیونکہ المفرد کے الف لام عہدی ہے اس سے اس مفرد کی طرف اشارہ ہے جو لفظاً اور معنٰی دونوں مفرد ہو اور یہ اسماء اگرچہ باعتبار لفظ کے مفرد ہیں لیکن باعتبار معنٰی کے مفرد نہیں ہیں کیونکہ ان کے معنوں میں تعدد پایا جاتا ہے یعنی مفرد منصرف وہ اسم ہے جو تثنیہ اور جمع اور غیر منصرف نہ ہو جیسے زید اور رجل کہ یہ نہ تثنیہ جمع ہیں اور نہ غیر منصرف بلکہ معرب ہیں۔ **و کذا الجمع المکسر المنصرف ای الذی لم یکن بناء الواحد فیه سالما و لم یکن غیر منصرف کرجال و طلبة** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مکسر کو جمع کی صفت ٹھہرانا درست نہیں۔ اس لئے کہ جب کسی شے کو مشتق سے موصوف کر دیتے ہیں تو اس میں ضرور ہے کہ مشتق منہ اس شے کے ساتھ قائم ہو اور مکسر کسر سے مشتق ہے اور کسر مفرد قائم ہے جمع سے نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ توصیف جمع کی مکسر کے ساتھ توصیف بحال متعلق ہے یعنی وہ جمع جس میں بناء واحد کی ٹوٹی ہو اور غیر منصرف نہ ہو جیسے رجال اور طلبہ کہ ان اسماء میں بناء واحد کی ٹوٹی ہے۔ یہ مثالیں جمع مکسر منصرف کی ہیں۔ **فالاعراب فی هذین القسمین من الاسم علی الاصل من و جهین احد هما ان الاصل فی الاعراب ان یکون بالحرکة و الاعراب فیهما بالحرکة وثانیها انه اذا کان الاعراب بالحرکة فالاصل ان یکون بالحرکات الثلث فی الاحوال الثلث و الاعراب فیهما بالحرکات الثلث فی الاحوال الثلث فالاعراب فیهما۔** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ان اسماء کو اس قسم کے اعراب کے لئے کیوں خاص کیا اور خصوصیت کی وجہ کیا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اعراب ان دو قسموں کے اسموں میں اپنی اصل پر ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اعراب میں اصل یہ ہے کہ بالحرکت ہو کیونکہ حرکات خفیف ہوتے ہیں اور اعراب ان دو اسموں میں بالحرکت ہے دوسرے یہ کہ جب اعراب بالحرکت ہو تو اس میں اصل یہ ہے کہ حرکات ثلثہ کے ساتھ احوال ثلثہ میں ہو اور اعراب ان دو اسموں میں احوال ثلثہ میں حرکات ثلثہ کے ساتھ ہے۔ یعنی مفرد منصرف دو وجہ سے اصل ہے ایک یہ کہ یہ مفرد ہے اور مفرد بہ نسبت جمع تثنیہ کے اصل ہوتا ہے دوسرے یہ کہ منصرف ہے اور منصرف بہ نسبت غیر منصرف کے اصل ہے اسی طرح جمع مکسر منصرف بھی بہ نسبت جمع مکسر غیر منصرف کے اصل ہے۔ اسی وجہ سے یہ اعراب ان اسماء کے ساتھ خاص کیا گیا۔ یہی وجہ خصوصیت کی ہے۔ **بالضمة رفعًا ای حالة الرفع و الفتحة نصبًا ای حالت النصب و الکسرة جرًا ای حالة الجر** یعنی ان اسماء مذکورہ کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ سے اور حالت نصبی میں فتحہ سے اور حالت جری میں کسرہ سے ہوگا۔ **فنصب قوله رفعًا و نصبًا و جرًا علی الظرفیة بتقدیر مضاف و یحتمل النصب علی الحالیة او المصدریة فالقسم الاول مثل جاء نی رجلٌ و رأیت رجلا و مررت برجلٍ و القسم الثانی مثل جاء نی**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طلبةً و رأيت طلبةً و مررت بطلبة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رفعًا او نصبًا او جرًا کے الفاظ تین حالتوں سے خالی نہیں ایک یہ کہ یہ منصوب بنا بر ظرفیت ہوں گے دوسرے یہ کہ منصوب بنا بر مصدریت ہوں گے تیسرے یہ کہ منصوب بناء بر فاعلیت ہوں گے اور یہ سب صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ مذکورہ زمان ہیں نہ مکان دوسرے اس لئے کہ مصدر ہیں یہ شرط ہے کہ فعل کے معنی اس پر مشتمل اس طرح ہوں جس طرح استعمال کل کا جزء پر ہوتا ہے۔ اور یعربان کے معنی اعراب پر مشتمل ہیں نہ رفع نصب جر پر تیسرے اس لئے کہ حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے اور یہاں پر یہ حمل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم آئے گا۔ اس لئے کہ یہ اسماء مذکورہ ذات ہیں اور یہ رفع نصب جر کے الفاظ وصف ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ رفعًا، نصبًا، جرًا کے الفاظ بنا بر ظرفیت بتقدیر مضاف منصوب ہیں یعنی ان سے پہلے حالت مضاف مقدر ہے اور وہ ظرف ہے لہٰذا ان اسماء کا بناء بر ظرف منصوب ہونا صحیح ہوا یا احتمال ہے (یہ دوسرا جواب ہے ۱۲ منہ) کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر حال ہوں لیکن مصدر بمعنی مفعول ہوگا۔ یعنی مرفوعٌ، منصوبٌ، مجرورٌ۔ تاکہ حال کا ذوالحال پر حمل درست ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے (یہ تیسرا جواب ہے ۱۲ منہ) کہ منصوب بناء بر مصدریت ہوں لیکن اس صورت میں بھی مضاف مقدم مقدر ہوگا یعنی اعراب الرفع و النصب و الجر پس قسم قول کی مثال جاءني رجل و رأيت رجلًا و مررت برجل ہے کہ ان مثالوں میں رجل مفرد منصرف معرب ہے اور تیسری قسم یعنی جمع مکسر کی مثال جاءتني طلبةٌ رأيت طلبةً مررت بطلبةٍ ہے ان مثالوں میں طلبة کا لفظ جمع مکسر منصرف معرب ہے۔

جمع المؤنث السالم:.....

و هو ما يكون بالالف و التاء و احترز به عن المكسر فانه قد علم.

اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع مذکر کی بہت سی جمع اس قسم کے اعراب سے معرب ہیں جیسے مرفوعات، منصوبات، مجرورات، سجلات، خالیات وغیرہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قسم کے اعراب کو جمع مؤنث سالم کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ خصوصیت باعتبار اصطلاحی معنی مؤنث کے ہے اور اصطلاح میں مؤنث سالم اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف تا کا الحاق ہو برابر ہے کہ اس کا مفرد مذکر ہو جیسے مذکورہ مثالوں میں یا مؤنث ہو جیسے مسلمات میں اور سالم کی قید احترازی ہے اس سے جمع مکسر سے احتراز ہوا کیونکہ اس کا اعراب اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ **بالضمة رفعا و الكسرة نصبا وجرًا فان النصب فيه تابع للجر اجراء للفرع على وتيرة الاصل الذى هو جمع المذكر السالم فان النصب فيه تابع للجر كما سيجئ ذكره** یعنی جمع مؤنث سالم کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ اور حالت نصبی جری میں کسرہ سے ہوگا کیونکہ اس میں نصب جر کا تابع ہے تاکہ فرع اپنی اصل کے طریقہ پر جاری ہو جائے یعنی جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کا تابع تھا تو جمع مؤنث سالم میں بھی نصب جر کا تابع ہونا چاہئے تاکہ فرع اصل کے مطابق ہو جیسا کہ اس کا ذکر اور تحقیق اپنے مقام پر آئے گی اور کافیہ کی عبارت میں جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رفعًا اور نصبًا اور جرًا کے الفاظ منصوب کر کے بڑھائے ہیں ان کی منصوب ہونے کی وجہ اور دلیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔ مثل جاء تني مسلمات و رأيت مسلمات و مررت بمسلمات یہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع مؤنث سالم کی مثال دی ہے ان تینوں مثالوں میں غور کر کے یہ معلوم کرو کہ پہلی مثال میں مسلمات حالت رفعی میں مرفوع ہے اور دوسری تیسری مثال میں نصبی، جری، دونوں حالتوں میں مجرور ہے اور یہ مثال اس مؤنث سالم کی ہے جس کا مفرد مؤنث ہو۔

غير المنصرف بالضمة رفعًا و الفتحة بضاجرا فالجر فيه تابع للنصب كما ستذكره نحو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جاء نی احمد و رأیت احمد مررت باحمد. یعنی غیر منصرف کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ اور حالت جری نصبی میں فتحہ سے ہوگا اور اس میں جر نصب کا تابع ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے۔ امثال غیر منصرف کی اوپر عربی عبارت میں مذکور ہیں یعنی لفظ احمد کا مثال مذکورہ میں غیر منصرف ہے دیکھئے پہلی مثال میں یہ لفظ مضموم ہے اور دوسری تیسری مثال میں مفتوح ہے یہ واضح رہے کہ غیر منصرف ہمیشہ حالت رفعی میں مبنی پر ضمہ اور حالت نصبی جری میں مبنی پر فتحہ ہوگا۔ احموک ابوک حموک بکسر الکاف لان الحم قریب المراۃ من جانب زوجها فلا یضاف الا الیها۔ اس میں ایک سوال کا مقدر جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسمائے ستہ بکسرہ میں حموک کا لفظ بکسر کاف ہے یہ دوسرے الفاظ سے مخالف کیوں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حم اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو عورت کے خاوند کی جانب سے ہو یعنی دیور پس اس لحاظ سے اس لفظ کی اضافت سوائے عورت کے کسی دوسری کی طرف نہیں ہو سکتی اس لئے اس لفظ کو کسرہ کاف کے ساتھ لکھا ہے۔

وهنوك:.....

والهن الشیٔ المنکر الذی یستحی ذکره کالعورة الغلیظة و الصفات الذمیمة و الافعال القبیحة و هذا الاسماء الاربعة منقوصات واویة.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہن کے لغوی معنٰی اور تحقیق کرنا چاہتے ہیں یعنی ہن اس بری چیز کا نام ہے جس کا ذکر برا معلوم ہو جیسے عورت غلیظ اور صفات ذمیمہ اور افعال قبیحہ اور یہ اسماء اربعہ ناقص واوی ہیں۔

فائدہ:.....

ناقص کی تین قسمیں ہیں اول ناقص واوی، دوم ناقص یائی، سوم ناقص الفی۔ یعنی اگر کلمہ کے لام کلمہ کی جگہ واؤ ہو تو اسے ناقص واوی کہتے ہیں اور اگر یا ہو تو وہ ناقص یائی ہے اور اگر الف ہو تو اس کو ناقص الفی کہتے ہیں۔

وفوك:.....

و هو اجوف واوی لامه هاء اذا اصله فوه.

اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فوہ کا لفظ اجوف واوی ہے کیونکہ اس کا لام کلمہ ہا ہے۔ جو کثرت استعمال سے محذوف ہوا ہے اور اصل اس کی فوہ ہے۔

فائدہ:.....اجوف واوی اس کو کہتے ہیں جس کے عین کلمہ میں واؤ ہو۔

وذومال:.....

و هو بالواوین مقرون بالواوین اذا صله ذووو.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ لفیف مقرون بالواوین ہے کیونکہ اس کی اصل ذووؤ ہے۔

فائدہ:.....

لفیف کی دو قسمیں ہیں اول یضیف مقرون دوم لفیف مفروق یعنی اگر فاؤ عین یا عین اور لام کلمہ کی جگہ دو حرف علت جمع ہوں تو اس کو لفیف مقرون کہتے ہیں جیسے یہاں اس لفظ کے عین اور لام کی جگہ دو واؤ حرف علت جمع ہو گئے ہیں اور اگر فا و لام کی جگہ دو حرف علت جمع ہو جائیں تو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کو لفیف مفروق کہتے ہیں و انما اضیف ذو الی الاسم الظاهر دون الکاف لانه لا یضاف الا الی اسماء الاجناس اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ذو کا لفظ دوسرے اسموں سے اضافت میں مخالف کیوں ہوا کہ یہ لفظ ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے بخلاف دوسرے اس کے اخوات کے کہ وہ کاف ضمیر خطاب کی طرف مضاف مستعمل ہوتے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ذو کی اضافت اسم ظاہر کی طرف اس لئے مخصوص ہے کہ یہ لفظ اسم جنس کے ساتھ توصیف شے کے لئے استعمال میں آتا ہے اور کاف ضمیر خطاب اسم جنس نہیں ہے اس لئے اس لفظ کی اضافت ہمیشہ اسمائے اجناس کی طرف ہو گی تا کہ مذکورہ بالا فائدہ اس پر مرتب ہو سکے۔ فاعراب لهذه الاسماء الستة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کا یہ کا قول ابوک واخوک الخ بالواؤ والف والیا درست نہیں اس لئے کہ اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں ایک کلام میں استحالہ دوسرے کلام میں لغویت استحالہ یہ ہے کہ ابوک کا الف اور یاء سے ہونا محال ہے اور لغویت یہ ہے کہ اس پر واؤ کے ساتھ حکم لگانا لغو اور بے کار ہے اس لئے کہ وہ خود واؤ پر مشتمل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان اسماء مذکورہ پر حکم لگانا خصوصیت کے ساتھ نہیں ہے جس سے یہ خرابیاں لازم آئیں بلکہ عموم کے ساتھ اور بسا اوقات ایک معین چیز پر حکم لگایا جاتا ہے اور مراد اس سے اس کے نوع پر حکم لگانا ہوتا ہے جیسے عرب کے محاورہ میں ہے کہ زیدٌ ضاحكٌ بالطبع مستوی القامت دیکھئے یہاں ضاحک بالطبع کا حکم زید پر لگایا گیا ہے اور مراد اس سے یہاں زید کے نوع یعنی انسان پر حکم لگانا مقصود ہے۔ اسی طرح یہاں مجموعہ اسمائے ستہ مکبرہ پر حکم لگانا مقصود ہے یعنی ان اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور حالت نصبی میں الف اور حالت جری میں یا کے ساتھ ہوگا۔ یہ مجموعہ کا حکم ہے خالی ابوک اخوک کا حکم نہیں ہے جس سے مذکورہ بالا خرابیاں عائد ہو سکیں۔ بالواؤ رفعا و الالف نصبا و الیاء جرا اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رفعًا اور نصبًا اور جرًا کے الفاظ منصوب کر کے بڑھائے ہیں اس کی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔ و لکن لا مطلقا بل حال کونها بکرةً اذ مضعراتها معربته بالحرکات نجو بانیٔ اخیک و رأیت اخیک و مررت باخیک اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسمائے ستہ مکبرہ مذکورہ اس قسم کے اعراب سے حالت تثنیہ اور جمع تصغیر میں معرب نہیں ہیں پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علی العموم یہ حکم لگانا صحیح نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ اسماء اس قسم کے اعراب سے اس وقت معرب ہونگے جب یہ مکبر ہوں یہ حکم مطلقاً نہیں ہے یعنی علی العموم بلکہ جب یہ مکبر ہوں اس وقت ان کا یہ اعراب ہوگا کیونکہ ان کے مصغرات حرکات ثلثہ سے معرب ہوتے ہیں جیسے مثال عبارت مذکورہ سے واضح ہے۔ و موحدة اذ المثنی و المجموع منها معرب باعراب التثنیة و الجمع اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قید موحدۃ بڑھا کر اوپر والے سوال میں دو شقوں سے سوال قائم کیا تھا۔ جس کا جواب ایک شق سے تو اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بکسرہ کی قید بڑھا کر دے چکے ہیں یہاں اس عبارت میں دوسری شق کے سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں یعنی ان اسماء مذکورہ کا اعراب اس وقت ہوگا جب یہ موحد ہوں کیونکہ ان کے تثنیہ اور جمع کا اعراب مثل دوسرے تثنیہ اور جمع کے ہے۔ و انما لم یصرح بهذین القیدین اکتفاء بالامثلة. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ دو قیدیں اگر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں مقصود ہیں تو پھر انہوں نے کیوں ذکر نہیں کیں اور اگر مقصود نہیں تو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بڑھانا بے کار ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دو قیدیں مصنف کی عبارت میں مقصود ہیں لیکن ان پر تصریح کر کے عبارت میں ذکر نہیں کیں۔ مثالوں پر اکتفاء کر کے چھوڑ دی گئی ہیں۔ مضافة لانها اذا کانت بکسرة و موحدة و لم تکن مضافة اصلا فاعرابها بالحرکات نحو جاء لی اخٌ و رأیت اخًا و مررت باخٍ فینبغی ان تکون مضافة و لکن۔ یعنی ان اسماء ستہ مکبرہ اعراب مذکورہ پر جب معرب ہوں گے جبکہ یہ یائے متکلم کے غیر کی طرف مضاف بھی ہوں کیونکہ جب یہ مکبر اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موحد ہوں اور مضاف نہ ہوں تو ان کا اعراب اس وقت احوال ثلثہ میں حرکات ثلثہ کے ساتھ ہوگا جیسے مثال عبارت عربی سے واضح ہے پس چاہیئے کہ یہ اسماء بھی ہوں لیکن کاف ضمیر خطاب کی طرف ان کی اضافت ہو جب یہ اوپر والے اعراب سے معرب ہوں گے۔

الی غیر یاء المتکلم لانها اذا کانت مضافةً الی یاء المتکلم فحا لها کسائر الاسماء المضافة الیها مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب مذکورہ پر معرب ہونے کے لئے مضافۃ کی قید غیر یاء متکلم کی طرف بڑھائی تھی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عبارت میں اس قید کا فائدہ اور وجہ بتاتے ہیں کہ یہ اسماء اگر متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اس وقت ان کا حال باقی اسماء کی طرح ہے یعنی جس طرح اور اسماء یائے متکلم کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور ان کا اس وقت جو اعراب ہوگا وہی بعینہٖ ان اسماء کا بھی ہوگا۔ **و لم یکتف فی هذا الشرط بالمثال لئلا یتوهم اشتراط اضافتها بکونها الی الکاف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کا مقدر جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بکسرۃ اور موحدۃ کی قیدیں مثالوں پر اکتفاء کر کے چھوڑ دی تھیں تو اسی طرح مضافۃ کی قید کو بھی مثالوں پر اکتفاء کر کے چھوڑ دیتے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس قید میں مثال پر اکتفاء نہیں کیا اور عبارت میں ذکر کر کے تصریح کی تا کہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ ان اسماء کا کاف ضمیر خطاب کی طرف مضاف ہونا ضروری ہے۔ **و انما جعل اعراب هذه الاسماء بالحروف لانهم بما جعلوا اعراب المثنی و جمع المذکر السالم بالحروف ارادوا ان یجعلوا اعراب بعض الاحاد ایضا کذالک لئلا یکون بینهما و بین الاحاد و حشةٌ و منافرة تامة** اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ مفردات میں اصل اعراب بالحرکت ہے اور یہ اسماء ستہ مکبرہ جب موحدہ ٹھہریں گے تو ان کا اعراب بھی بالحرکت ہونا چاہئے نہ بالحرف حالانکہ یہ معرب بالحروف ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ان اسماء مکبرہ کا اعراب بالحروف اس لئے کر دیا گیا ہے کہ جب تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف کیا تو چاہئے کہ بعض احاد کا بھی اعراب بالحرف ہوتا کہ درمیان تثنیہ اور جمع اور اس کے احاد کے درمیان منافرت اور وحشت پیدا نہ ہو یعنی اگر تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف ہوتا اور ان اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب بلحاظ مفرد ہونے کے بالحرکت ہوتا تو اس سے یہ لازم آتا کہ مفردات اور تثنیہ اور جمع میں ایک دوسرے سے کوئی مناسب ہی نہیں ہے حالانکہ احاد اور تثنیہ اور جمع کے درمیان میں مناسبت ہے وہ یہ کہ مفردات ہی سے تثنیہ اور جمع بن جاتے ہیں اسی وجہ سے ان اسماء ستہ مکبرہ کو اعراب بالحرف دیا گیا۔

و انما اختاروا اسماءً ستة لان اعراب کل من المثنی و المجموع ثلاثة فجعلوا فی مقابلة کل اعراب اسمًا اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان اسمائے ستہ مکبرہ کو اعراب مذکورہ کے لئے کیوں خاص کر مختار کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تثنیہ اور جمع کے اعراب کی تین حالتیں ہیں یعنی حالت رفعی حالت نصبی حالت جری پس تثنیہ اور جمع میں ہر ایک حالت کے اعراب کے مقابلہ میں ایک ایک اسم ان اسماء ستہ مکبرہ میں سے مقرر کیا یعنی جس طرح جمع اور تثنیہ کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور الف اور حالت نصبی میں یا ماقبل مکسور یا مفتوح اور حالت جری میں بھی یہ ہی حروف اعراب ہوتے ہیں اسی طرح ان اسماء کا بھی اعراب ان تینوں حالتوں میں واؤ۔ الف یا ٹھہرا دیا گیا۔ **و انما اختاروا هذه الاسماء الستة لمشابهتا المثنی و المجموع فی کون معانیها منبئة عن تعدد و لوجود حرف صالح للاعراب فی اواخرها حین الاعراب سماعًا**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقدر سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ ان اسماء ستہ مکبرہ کو تثنیہ اور جمع کی تین حالتوں کے مقابلہ کے لئے مختار کر کے کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان اسماء کو اس لئے خاص کیا کہ یہ اسماء تثنیہ اور جمع کے ساتھ مشابہت لفظ اور معنوی رکھتے ہیں معنوی یہ کہ جس طرح تثنیہ اور جمع تعدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ان اسماء کے معنی بھی تعدد پر دلالت کرتے ہیں اور لفظی مشابہت یہ ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ جس طرح تثنیہ اور جمع کے آخر میں حرف صالح للاعراب ہوتا ہے اسی طرح ان اسماء کے آخر میں بھی سلمًا اعراب دیتے وقت حرف صالح للاعراب پایا جاتا ہے اسی وجہ سے ان اسماء کو تثنیہ اور جمع کے ہر ایک حالت کے مقابلہ کے لئے خاص کیا۔ بخلاف سائر الاسماء المحذوفة الاعجاز کید و دم فانه لم یسمع فیهما من العرب اعادة الحروف المحذوفة عند الاعراب۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح ان اسماء ستہ مکبرہ کے آخر میں حروف صالح للاعراب ہے اسی طرح ید اور دم کے الفاظ کے آخر میں بھی حروف صالح للاعراب پایا جاتا ہے پس چاہئے کہ ان الفاظ کا بھی اعراب اسمائے ستہ مکبرہ کی طرح ہو، حالانکہ ان کا اعراب ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اسمائے ستہ مکبرہ میں عرب سے حروف محذوفہ کا اعادہ اعراب دیتے وقت مسموع ہے بخلاف ان اسماء کے کہ جن کے آخر سے حروف محذوف ہو گئے ہیں کہ ان میں اعراب دیتے وقت عرب سے حروف محذوفہ کا اعادہ اعراب کے لئے مسموع نہیں ہے اسی وجہ سے ید اور دم کا اعراب اسمائے ستہ بکسرہ کی طرح نہیں ہے۔ المثنّٰی و ما یلحق به و هو اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثنّٰی کے بعد کلا اور اثنان اور اثنتان کا ذکر کرنا مستدرک یعنی بیکار ہے اس لئے کہ مثنّٰی سے مراد اس کا لفظ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اس کے افراد ہیں اور یہ الفاظ اس کے افراد میں سے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلا اور اثنان واثنتان کا مثنّٰی کے افراد میں سے ہونا مسلم نہیں ہے بلکہ یہ اس کے ملحقات میں سے ہیں کیونکہ ملحق مثنّٰی کا وہ ہے جس کی صورت صورت تثنیہ کی ہو اور اس کا لفظ سے کوئی مفرد نہ ہو اور یہ الفاظ مذکورہ بھی صورت تثنیہ کی رکھتے ہیں اور ان کا مفرد نہیں ہے لہٰذا یہ الفاظ ملحقات مثنّٰی کے ہوئے اور مثنّٰی کے بعد ان کا ذکر کرنا بیکار نہیں گویا مثنّٰی کی دو قسمیں ہوئیں ایک مثنّٰی حقیقی دوسرے ملحق یہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دونوں قسموں کا ذکر کیا ہے کلا و کذا کلتا یعنی مثنّٰی کے ملحقات میں سے ایک کلا ہے اور اسی طرح کلتا بھی اس کا ملحق ہے صرف فرق اتنا ہے کہ کلا مذکر اور کلتا مؤنث کے لئے ہے۔ و لم یذکره لکونه فرع کلا اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلتا بھی مثنّٰی کا ملحق ہے تو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلا کو ذکر کر کے اس کا ذکر کیونکر چھوڑا باوجودیکہ یہ کلتا کلا کے حکم میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ کلا کی فرع ہے اور اصل کے ذکر کرنے سے حقیقت میں فرع کا ذکر خود ہی معلوم ہوتا ہے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی اسی بناء پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ذکر چھوڑ دیا مضافًا ای حال کون کلا و کلتا مضافا اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معطوف معطوف الیہ کے بعد حال واقع ہوتا ہے تو وہ ان دونوں سے حال مانا جاتا ہے پس چاہئے کہ مثنّٰی کا اعراب الف یا سے اضافت کی قید کے ساتھ ضمیر کی طرف مقید ہو حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ مضافًا کا لفظ حرف کلا سے یعنی معطوف سے حال ہے اور وہ جو سائل نے سوال میں قائم کیا ہے کہ جو حال معطوف معطوف علیہ کے بعد میں واقع ہو وہ ان دونوں سے حال ہوگا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے یعنی حال کون کلا و کلتا کے جب یہ الفاظ ضمیر کی طرف مضاف ہوں جب ان پر وہ اعراب جس کا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے ذکر کریں گے مرتب ہوگا۔ الی مضمر انما قید بذالک لان کلا باعتبار لفظهٗ مفردٌ و باعتبار معناه مثنّٰی فلفظهٗ یقتضی الاعراب بالحرکات و معناه یقتضی الاعراب بالحروف فروعی فیه کلا الاعتبارین فاذا اضیف المظهر الذی هو الاصل روعی جانب لفظه الذی هو الاصل و اعراب بالحرکات التی هی الاصل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلا اور کلتا کا اعراب اضافت کی قید کے ساتھ غیر کی طرف کیوں مقید کیا اور اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کے مقید کرنے کی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ کلا میں دو اعتبار ہیں ایک لفظ کا دوسرے معنٰی کا اور یہ کلا باعتبار لفظ کے مفرد ہے اور باعتبار معنٰی کے مثنّٰی ہے تو اس کا لفظ اعراب بالحرکت کو چاہتا تھا اور اس کے معنٰی اعراب بالحروف کے مقتضی تھے پس اس میں ان دونوں اعتبار کا لحاظ اور رعایت اس طرح کی گئی ہے کہ جب یہ لفظ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوگا جو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا اصل ہے تو اس صورت میں اس کا لفظ اعتبار ہوگا جو بہ نسبت ضمیر کے اصل ہے اور اس کا اعراب اس وقت حرکات کے ساتھ ہوگا جو کہ بہ نسبت اعراب بالحرف کے اصل ہے لکن تکون حرکاتہٗ تقدیریۃً لان اخرہٗ الف تسقط بالتقاء الساکنین نحو جاء نی کلا الرجلین و رأیت کلا الرجلین و مررت بکلا الرجلین اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ بالا جاء نی کلا الرجلین و رأیت کلا الرجلین مررت بکلا الرجلین سے ٹوٹتا ہے کیونکہ اس مثال میں یہ کلا کا لفظ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہے اور حالانکہ معرب بالحرکت نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ معرب بالحرکت یہاں بھی ہے لیکن اس جگہ اس کے حرکات ثلثہ احوال ثلثہ میں تقدیری ہیں کیونکہ اس کلا کے آخر میں جو الف ہے اس کا الرجلین اسم ظاہر کے الف لام سے التقاء ساکنین ہوا تو یہ الف اس مذکورہ مثال میں کلا کے لفظ سے گر کر تینوں حالتوں میں اس کے اعراب تقدیری ہوئے۔ و اذا اضیف الی المفر الذی ھو الفرع روعی جانب معناہ الذی ھو الفرع و اعرب بالحروف التی ھی الفرع نحو جاء نی کلاھما و رأیت کلیھما و مررت بکلیھما فلذلک قید کون اعرابہ بالحروف بکونہ مضافا الی مضمر. یہ جملہ فاذا اضیف الی المظہر .....الخ..... پر عطف ہے یعنی جب کلا ضمیر کی طرف جو بہ نسبت اسم ظاہر کے فرع ہے مضاف ہوگا تو اس وقت اس کے معنیٰ کے جو بہ نسبت لفظ کے فرع ہیں رعایت ہوگی اور اس کا اعراب بالحروف ہوگا جو بہ نسبت حرکت کے فرع ہے اس کی مثال عربی عبارت میں مذکور ہے۔ پس اسی وجہ سے کلا کا اعراب بالحروف ہونا ضمیر کی طرف مضاف ہونے کے ساتھ مقید کر دیا یعنی یہ لفظ کلا معرب بالحروف جب ہی ہوگا جب ضمیر کی طرف مضاف ہوگا۔ و اثنان و کذا اثنتان و مثنتان فان ھذہ الالفاظ و ان کانت مفردۃ لکن صورتھا التثنیۃ و معناھا معنی التثنیۃ فالحقت بھا اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثنی کے بعد میں اثنان اور اثنتان اور مثنتان کے الفاظ کا ذکر کرنا بیکار ہے کیونکہ یہ الفاظ مثنی کے افراد میں داخل ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان الفاظ کا مثنی کے بعد لانا بیکار نہیں۔ اس لئے کہ یہ الفاظ اگرچہ باعتبار لفظ کے مفرد ہیں، لیکن یہ صورت میں تثنیہ کے ہیں اور معنیٰ ان کے تثنیہ تثنیہ کے معنیٰ میں ہیں پس یہ مثنی کے افراد میں سے نہیں بلکہ اس کے ملحقات میں سے ہیں اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کا ذکر مثنی کے بعد میں ضروری سمجھا کر کیا ہے بالالف رفعا و الیاء المفتوح ماقبلھا نصبًا و جرًا کما سیجیٔ یعنی ان تمام الفاظ مذکورہ بالا کا اعراب حالت رفعی میں الف اور حالت نصبی اور جری میں یا ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا جیسے اس کی تحقیق عنقریب آنے والی ہے۔

جمع المذکر سالم:.....

و المراد بہ ما سمی اصطلاحا و ھو الجمع بالواو و النون فیدخل فیہ نحو سنین و ارضین مما لم یکن واحد مذکرا لکن یجمع بالواو و النون.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمع مذکر سالم وہ ہے جس کا مفرد مذکر ہو اور آخر میں اس کے واؤ نون یا یا اور نون ملحق ہو گیا ہو تو یہ قاعدہ دو وجہ سے ٹوٹتا ہے۔ اول یہ کہ سنین کا لفظ واؤ اور یا اور نون کے ساتھ معرب ہے اور حالانکہ اس کا مفرد مؤنث سالم کا ہے مذکر سالم کا نہیں دوسرے یہ کہ مرفوعات منصوبات مجرورات جمع مذکر سالم ہیں اور باوجود اس کے یہ الفاظ واؤ اور یا کے ساتھ معرب نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جمع مذکر سالم سے یہاں مراد جمع مذکر سالم اصطلاحی ہے اور اصطلاحی جمع مذکر سالم وہ ہے جو واؤ اور نون سے جمع ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو خواہ مؤنث تو اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تقدیر پر جمع مذکر سالم کے اعراب میں سنین اور ارضین وغیرہ وہ الفاظ جن کا واحد مذکر نہ ہو لیکن واؤ اور نون سے جمع ہو گئے ہیں داخل ہوں گے۔ و ما الحق به و هو. اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع مذکر سالم کے بعد اولو اور عشرون اور اس کے اخوات کا ذکر بیکار ہے کیونکہ یہ جمع مذکر سالم کے افراد میں داخل ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ مذکورہ جمع مذکر سالم کے افراد میں داخل نہیں بلکہ یہ اس کے ملحقات میں سے ہیں کیونکہ ان کی صورت جمع کی ہے لیکن ان کا مفرد نہیں ہے۔ اس لئے یہ ملحقات ہوئے اور ملحق بہ کے ذکر کرنے سے ملحق کا ذکر لازم نہیں آتا۔ اس وجہ سے جمع مذکر سالم کے بعد ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھ کر کیا ہے۔ **اولو جمع ذو لا عن لفظه** یعنی جمع مذکر سالم کے ملحقات میں سے اولو ہے اور یہ ذو کی جمع ہے لیکن اولو کے لفظ سے نہیں۔ **و عشرون و اخواتها** ای نظائرها **السبع و هی ثلثون الی سبعین** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ثلثون اور سبعین وغیرہما کی اخوت کا اطلاق عشرون پر صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اخت وہ ہے جو ایک ماں سے ہو اور یہاں اس معنیٰ کا احتمال ہی نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اخوت سے مراد نظائر اور اشباہ ہیں اس مناسبت سے کہ جس طرح بہن بھائیوں میں شباہت اور مثلیت ہوتی ہے اسی طرح عشرون اور اس کے اخوات میں بھی اعراب کے اتحاد میں شباہت اور مثلیت ہوتی ہے۔ **و لیس عشرون جمع عشرة و لا ثلثون جمع ثلاثة و الا یصح اطلاق عشرین علی ثلثین لانه ثلثة مقادیر العشرة و اطلاق ثلثین علی التسعة لانها ثلثه مقادیر الثلثة علی هذا القیاس** البواقی اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو بتایا یہ ثابت کیا تھا کہ اولو اور عشرون اور اس کے اخوات جمع مذکر سالم کے ملحقات میں سے ہیں اس پر یہ سوال مقدر وارد ہوا کہ اولو کا ملحقات میں سے ہونا تو صحیح ہے کیونکہ اس کا لفظ سے مفرد نہیں ہے اور جس کا لفظ سے مفرد نہیں ہوتا وہ یقینی ملحق ہوتا ہے لیکن عشرون اور اس کے اخوات کا ملحق سے ٹھہرانا صحیح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ عشرون جمع عشرة کی ہو اور ثلثون جمع ثلثة کی ہو اسی طرح باقی الفاظ میں تو اس تقدیر پر ان الفاظ کا مفرد جب ثابت ہو تو یہ ملحق جمع مذکر سالم کے نہیں ہوئے بلکہ اس کے افراد میں سے ہو گئے لہٰذا وہ ہی بیکاری کا سوال جو اوپر وارد ہوا تھا۔ وہ یہاں پر وارد ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عشرون جمع عشرہ کی نہیں ہے اور نہ ثلثون جمع ثلثة کی ہے۔ ورنہ عشرین کا اطلاق ثلثین پر اس سے لازم آئے گا کیونکہ عشرون دس کے تین مقادیر ہیں اور ثلاثین کا اطلاق نو پر لازم آئے گا کیونکہ نو تین کے تین مقادیر ہیں اس طرح اور الفاظ کا قیاس کرنا چاہئے اور یہ معلوم ہے کہ یہ اطلاق یقینی غلط اور ناجائز ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عشرون اور اس کے اخوات کے مفردات نہیں ہیں لہٰذا یہ جمع مذکر سالم کے ملحقات ٹھیرے اور جمع مذکر سالم کے بعد میں ان کا ذکر ضروری اور باکار ثابت ہوا۔ **و ایضًا هذه الالفاظ تدل علی معان معنیة و لا تعین فی الجموع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جو کہ یہ الفاظ معین معنوں پر دلالت کرتے ہیں اور جمعوں میں تعین نہیں ہوا کرتا لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ عشرون جمع عشرة کی ہے اور ثلثون جمع ثلثة کی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سب الفاظ جمع مذکر سالم کے ملحقات ثابت ہوئے۔ **بالواو رفعا و الیاء المکسورة ما قبلها نصبًا و جرًا** یعنی مذکر سالم اور اولو و عشرون اور اس کے اخوات کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور حالت نصبی جری میں یا ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگا۔ **و انما جعل اعراب المثنی مع ملحقاته و الجمع مع ملحقاته بالحروف لا منهما فرعان للواحد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب بالحرف اعراب بالحرکت کی فرع ہے پس جمع اور تثنیہ کے اعراب بالحرف ہونے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب دیا کہ تثنیہ اور جمع واحد کے فرع ہیں اور اعراب بالحرف اعراب بالحرکت کی فرع ہے تو اصل کا اعراب اصل کو دیا اور فرع کا اعراب فرع کو دیا تا کہ مناسبت پیدا ہو جائے۔ و فی اخرهما حرف صالح للاعراب و هو علامته التثنية و الجمع فناسب ان يجعل ذٰلک الحرف اعراب هما ليكون اعرابها فرعًا لاعرابه كما انهما فرعان له لان اعراب الحروف فرع الاعراب بالحركات اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم بھی مفرد کی فرع ہے پس چاہئے کہ اس کو بھی اعراب بالحرف دیا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ معرب بالحرکت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن جمع مؤنث سالم کے آخر میں کوئی حرف صالح للاعراب نہیں ہے اس وجہ سے یہ معرب بالحرکت ہے اور بخلاف تثنیہ اور جمع کے کہ ان کے آخر میں حرف صالح للاعراب موجود ہے اور وہ تثنیہ اور جمع کی علامت ہے یعنی تثنیہ میں الف اور جمع میں واؤ۔ پس مناسب ہے کہ ان حروف کو ان دونوں کا اعراب کر دیا جائے تا کہ تثنیہ اور جمع کا اعراب واحد کے اعراب کی فرع ہو جائے پس یہ تثنیہ اور جمع واحد کی فرع ہیں کیونکہ اعراب بالحروف اعراب بالحرکت کی فرع ہے۔ ولما جعل اعرابهما بالحروف و كان حروف الاعراب ثلثة و اعرابها ستة ثلثة المثنى و ثلثة للمجموع فلو جعل اعراب كل واحد منها تلك الحروف الثلثة لوقع الا التباس و لو خص المثنى بها نهى المجموع بلا اعراب و لو خص المجموع بها بقى المثنى بالاعراب فوزّعت عليهما بان جعلوا الالف علامت رفع فى المثنى لانه الضمير المرفوع للتثنية فى الفعل نحو يضربان و ضربا و الواؤ علامة الرفع فى المجموع لانه الضمير المرفوع للجمع فى الفعل نحو يضربون و ضربوا و جعلو اعرابهما الياء حال الجر على الاصل۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع کا اعراب خلاف اصل ہے اس لئے کہ رفع تثنیہ کا الف کے ساتھ ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ واؤ کے ساتھ ہو اور نصب اس کا یا کے ساتھ ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ الف کے ساتھ ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ جب تثنیہ اور جمع کا اعراب بالحروف ثابت ہوا اور اعراب کے حروف تین ہیں یعنی واؤ، الف اور اعراب ان کے چھ ہیں تین تثنیہ کے اور تین جمع کے جس کا مجموعہ چھ ہوتا ہے پس اگر جمع اور تثنیہ ہر ایک کا اعراب وہی تین حروف ٹھہرائے جاتے ہیں تو تثنیہ اور جمع میں التباس واقع ہوتا ہے یعنی یہ فرق نہ ہو سکے گا کہ یہ اعراب تثنیہ کا ہے یا جمع کا اور اگر تثنیہ کو اس اعراب کے ساتھ خاص کر کے یہ تین حروف اعراب کے اس کے لئے اعراب ٹھہرائے جائیں تو جمع بلا اعراب رہ جاتی ہے اور اگر اس اعراب کے لئے جمع کو خاص کر دیا جائے تو تثنیہ بلا اعراب ہوتا ہے۔ پس یہ حروف ثلثہ مذکورہ بالا تثنیہ جمع پر تقسیم اس طرح ہوئے کہ الف کو علامت رفع کی تثنیہ میں کر دیا کیونکہ الف فعل میں ضمیر مرفوع تثنیہ کے ہوتا ہے جیسے یضربان اور ضربا میں اور واؤ کو جمع میں علامت رفع کی کر دیا کیونکہ وہ فعل میں ضمیر مرفوع جمع کی ہے جیسے یضربون اور ضربوا میں اور تثنیہ اور جمع کا اعراب حالت جری میں یا کے ساتھ اپنی اصل پر چھوڑ دیا۔ و فرقوا بينهما بان فتحوا ما قبل الياء فى التثنيه لخفته الفتحة و كثرة التثنية و كسروه فى الجمع لثقل الكسرة او قلته الجموع اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب یا کو حالت جری میں تثنیہ اور جمع میں مشترک ٹھہرایا تو اس سے درمیان جمع اور تثنیہ کے وہ التباس واقع ہو گیا جس کو اوپر رفع کیا گیا تھا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حالت جری میں بھی درمیان تثنیہ اور جمع کے کوئی التباس لازم نہیں آتا کیونکہ یہ التباس تثنیہ میں یا کے ماقبل مفتوح ہونے سے اور جمع میں ماقبل مکسور ہونے سے رفع ہو جاتا ہے اور تثنیہ میں ماقبل اس لئے ہوگا کہ فتح کی حرکت خفیف ہوتی ہے اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تثنیہ کثیر ہوتا ہے تو تخفیف پیدا کرنے کی غرض سے تثنیہ کی حالت جری میں ماقبل یا کا مفتوح رہے گا اور جمع میں یا کا ماقبل اس لئے مکسور ہوگا کہ کسرہ ثقیل ہوتا ہے اور جمع قلیل تو جمع کی قلت کا لحاظ کر کے حالت جری میں یا کا ماقبل مکسور رہے گا تا کہ مناسبت اور خفت پیدا ہو جائے۔ **و حملوا النصب علی الجر لا علی الرفع لمناسبت النصب بالجر لوقوع کل منهما فضلة فی الکلام** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا دفع کرنا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نصب کو رفع پر کیوں محمول نہ کیا جر پر محمول ہونے کی کیا وجہ اور دلیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ کہ درمیان نصب اور جر کے ایک مناسبت ہے وہ یہ کہ نصب اور جر دونوں فضلہ پر دلالت کرتے ہیں بخلاف رفع کے کہ وہ کلام عربی میں عمدہ پر دلالت کرتا ہے لہٰذا نصب کو جر پر حمل کرنا زیادہ مناسب ہوا۔

و لما فرغ من تقسیم الاعراب الی الحرکة و الحرف و بیان موضعهما المختلفة شرع فی بیان مواضع الاعراب اللفظی و التقدیری الذین اشیر الی تقسیمه الیهما فیما سبق.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے عبارت التقدیر فی ما تعذّر..... الخ کی تحقیق کے لئے تمہید باندھی ہے یعنی جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کو دو قسموں میں منقسم کر دیئے یعنی اعراب بالحرکت و اعراب بالحرف کی تقسیم اور اس کی مختلف مقامات کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اعراب لفظی اور تقدیری کے اعراب کے مقاموں کا بیان شروع کیا جس کی تقسیم کی طرف ماسبق عبارت لفظاً اور تقدیراً میں اشارہ بھی فرمایا تھا یعنی اس عبارت سے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اعراب کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی دوسرے تقدیری **و لما کان التقدیری اقل اشارا الیه اولا ثم بین ان اللفظی ما عداه فقال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب لفظی بنسبت اعراب تقدیری کے اصل ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فی ما سبق میں لفظی اعراب مقدم ذکر کر کے لفظاً اور تقدیراً میں اشارہ کیا تھا کہ لفظی اعراب مقدم ہوگا تو اس مقام پر اعراب لفظی کو مؤخر ذکر کرنا اور تقدیری کو مقدم ذکر کرنا خلاف اصل ہے۔ پس چاہئے کہ لفظی اعراب یہاں بھی مقدم ہوتا کہ خلاف اصل اور تفصیل کی مخالفت لازم نہ آئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تقدیری اعراب کے مقامات قلیل ہیں اور لفظی کے کثیر اور قلیل بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے اور کثیر بمنزلہ کل کے اور یہ قاعدہ ہے کہ جزء کل پر مقدم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اول تقدیری اعراب کی طرف اشارہ کر کے بیان کیا۔ پھر لفظی بیان کر کے کہا:

التقدیر:.....

ای التقدیر الاعراب.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ تقدیر کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا اعراب کا لفظ مقدر ہے جس کو محذوف کر کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے۔ **فیما ای فی الاسم المعرب الذی**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماضی اور امر حاضر اور حرف میں بھی اعراب متعذر ہوتا ہے تو چاہئے کہ یہاں بھی اعراب مقدر مانا جائے حالانکہ یہاں اعراب مقدر نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فیما میں ما کا کلمہ عبارت اسم سے ہے اور یہ الفاظ مذکورہ بالا اسماء نہیں ہیں یعنی اعراب تقدیری اس اسم معرب میں ہوگا جہاں اعراب متعذر ہو۔ **تعذر الاعراب فیه** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تعذر کی ضمیر فاعل دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو اعراب کی طرف لوٹے گی یا اسم کی طرف اور یہ دونوں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ موصول بلا عائد ہو جائے گا اور ثانی اس لئے کہ معنی میں فساد پیدا ہو جائے گا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ یہاں اعراب کا تعذر مقصود ہے نہ اسم کا تعذر اور اگر اسم کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی ہے تو یہ معنٰی ہوتے ہیں کہ تقدیری اعراب وہاں ہوگا جہاں اسم معذر ہو حالانکہ یہ معنٰی مقصود نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ضمیر تعذر کی اعراب کی طرف لوٹتی ہے اور عائد موصول کا اس میں محذوف ہے یعنی فافیہ کا لفظ عائد موصول کی طرف محذوف مانا جائے گا۔ ای امتنع شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس لفظ کو بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تعذر کے معنٰی یہ ہیں کہ جو کلفت اور مشقت کے بغیر حاصل نہ ہو سکے اور عصا اور غلامی میں اعراب بالکل حاصل ہی نہیں ہو سکتا تو پھر ان لفظوں میں اعراب کے تقدیری ہونے کی کیا معنٰی ہیں جن کو تقدیری اعراب کی مثال میں لائے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ تعذر سے یہاں مراد امتناع ہے یعنی ان لفظوں میں اعراب منع ہے **ظهوره في لفظة.** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب عصا اور غلامی میں اعراب منع ہے تو چاہئے کہ یہ الفاظ بنیات میں سے ہوں۔ معرب کے اقسام میں سے کیوں ٹھہرائے گئے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ غلامی اور عصا کے الفاظ میں اعراب کا ظہور منع ہے تقدیر منع نہیں ہے یعنی اعراب کا مقدر ہونا منع نہیں ہے۔ بلکہ ان لفظوں میں اعراب کا ظہور منع ہے۔ **و ذلک اذا لم یکن الحرف الذی هو محل الاعراب قابلا للحرکة الاعرابیة کما فی الاسم المعرب بالحرکة الذی فی اخره الف مقصورة سواء کانت موجودة فی اللفظ کالعصا بلام التعریف او محذوفة بالتقاء الساکنین** اور یہ اعراب کا امتناع اس وقت ہوگا کہ جب حرف جو محل اعراب کا ہو قابل حرکت اعرابی کا نہ ہو جیسے اس اسم معرب میں جو کہ معرب بالحرکت ہو اور آخر میں اس کے الف مقصورہ ہو برابر ہے کہ وہ الف مقصورہ لفظ میں موجود ہو جیسے العصا معرب باللام کے ساتھ میں یا التقاء ساکنین سے محذوف ہو گیا ہو جیسے عصًا میں **کعصا بالتنوین فان الالف المقصورة فی الصورتین غیر قابلة الحرکة** تنوین کے ساتھ کیونکہ الف مقصورہ ان دونوں صورتوں میں جو اوپر مذکور ہوئیں قابل حرکت اعراب کا نہیں ہے۔ **و کما فی الاسم المعرب بالحرکة المضاف الی یاء المتکلم نحو** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ غلامی کا لفظ عصًا پر معطوف ہے یعنی اعراب تقدیری اس اسم معرب میں بھی ہوگا جو معرب بالحرکت ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غلامی **غلامی فانه لما اشتغل ما قبل یاء المتکلم بالکسرة للمناسبة قبل دخول العامل المتنع ان یدخل علیه حرکته اخری بعد دخوله موافقةً لها او مخالفة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غلامی میں اعراب کے متعذر ہونے اور تقدیری ماننے کی دلیل اور وجہ بیان کی ہے کہ جب متکلم کے یاء کے ماقبل بوجہ مناسبت یاء کے کسرہ کے ساتھ عامل کے داخل ہونے سے پیشتر مانا جائے تو عامل کے داخل ہونے کے بعد دوسری حرکت کا داخل ہونا منع ہو جائے گا خواہ وہ حرکت اس پہلی حرکت کے موافق ہو یا مخالف **فما ذهب الیه بعض من اعراب مثل هذا الاسم فی حالت الجر لفظی غیر مرضی** کسی شارح کا غلامی کے لفظ میں یہ خیال تھا کہ اس لفظ کی حالت جری میں جو اس کا کسرہ ہے وہ اعرابی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عربی عبارت میں اس شارح کی غلط فہمی کو ظاہر کر کے اس کے خیال کو غلط ثابت کیا ہے کہ وہ جو بعضے شارحوں کا خیال ہے کہ غلامی کا اعراب حالت جری میں لفظی ہے تقدیری نہیں ہے۔ یہ خیال باطل ہے۔ بلکہ اس لفظ میں اعراب تقدیری ہے۔ جس کی وجہ و دلیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔ **مطلقًا ای فی الاحوال الثلث یعنی کون الاعراب تقدیریا فی هذین النوعین من الاسم المعرب انما هو فی جمیع الاحوال غیر مختص ببعضها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عصا اور غلامی کے اعراب کے تقدیری ہونے کا عموم بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ متن کا مطلقًا جو منصوب ہے اس کا منصوب ہونا دو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وجہوں سے ہوگا ایک منصوب بنابر مصدریت دوسرے منصوب بنابر ظرفیت اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔اس لئے کہ وہ مصدر ہے جس پر فعل مشتمل ہو اور یہاں پر کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کا یہ مصدر ٹھہرایا جا سکے اور منصوب بنابر ظرف اس لئے درست نہیں ہے کہ ظرف مکان ہوتا ہے یا زمان اور یہ لفظ دونوں نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ منصوب بنابر خبریت کان محذوفہ کے ہے جس کی تقدیر یہ ہوگی کہ و کان اعرابھما مطلقا یعنی تینوں حالتوں میں اس اسم معرب کی ان دونوں قسموں میں اعراب کا تقدیری ہونا سب حالتوں میں ہوگا کسی خاص حالت سے مختص نہیں ہوگا یعنی عصا اور فلامی میں حالت جری، حالت نصبی، حالت رفعی ان تینوں حالتوں میں ہمیشہ اعراب تقدیری رہے گا لفظی کسی وجہ سے ممکن نہ ہوگا۔

او استثقل:.....

عطف علی تعذر ای تقدیر الاعراب فیما تعذر او فی اسم الذی استثقل ظهور الاعراب فی لفظه و ذلک اذا کان محل الاعراب قابلًا للحرکت الاعرابیة و لکن ظهوره فی اللفظ ثقیلًا علی اللسان کما فی الاسم الذی فی اخره یاء مکسورٌ ما قبلها سواء کانت محذوفة بالتقاء الساکنین.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ استثقل کا جملہ تعذر کے جملہ پر عطف ہے جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ اعراب کا مقدر ہونا وہاں ہوگا جہاں اعراب متعذر ہو یا اس اسم میں اعراب تقدیری مانا جائے گا جس کے لفظ میں ظہور اعراب زبان پر ثقیل ہو اور یہ اعراب کا استثقال وہاں ہوگا جہاں محل اعراب قابل حرکت اعرابی تو ہو لیکن ظہور اعراب کا اسم کے لفظ میں زبان پر ثقیل اور دشوار ہو جیسے کہ اس اسم میں جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو وہ عام ہے کہ التقاء ساکنین کی وجہ سے لفظ سے محذوف ہوئی ہو جیسے قاض میں **کقاضٍ او غیر محذوفة کالقاضَ** یا غیر محذوف ہو جیسے القاضی معروف باللام میں **رفعًا و جرًا ای فی حالتی الرّفع و الجر فی حالة النصب لاستقال الضمة و الکسرة علی الیاء دون الفتحة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رفعًا اور جرًا کے الفاظ کا نصب دو حالتوں سے خالی نہیں یا یہ الفاظ منصوب بنابر مصدریت ہوں گے یا منصوب بنابر ظرفیت اور یہ دونوں حالتیں درست نہیں۔اول اس لئے کہ مصدر پر فعل مشتمل ہوتا ہے اور یہاں فعل یعرب مقدر مانا جائے گا۔وہ اعرابًا پر مشتمل ہے نہ رفعًا جرًا پر دوم اس لئے کہ ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ نہ مکان ہیں نہ زمان۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنابر ظرف ہیں اور مضاف اس میں مقدر ہے جو کہ حالت کا لفظ ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے یعنی قاضی کا اعراب حالت رفعی اور حالت جری میں تقدیری ہوگا نہ حالت نصبی میں اس لئے کہ یا پر ضمہ اور کسرہ کا آنا ثقیل ہوتا ہے فتحہ ثقیل نہیں ہوتا۔لہٰذا اس لفظ کا اعراب حالت نصبی میں فتحہ لفظی ہوگا۔فتدبر۔ **و نحو مسلمیّ عطف علی قوله کقاضٍ یعنی تقدیر الاعراب للاستقال قد یکون فی الاعراب بالحرکة و قد یکون فی الاعراب بالحرف نحو مسلمیّ بخلاف تقدیر الاعراب للتعذر فانه مختص بالاعراب بالحرکة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب تقدیری دو مقاموں پر ہوتا ہے ایک مقام تعذر دوسرا مقام استثقال پہلے کی مثال مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عصا اور فلامی سے دی ہے اور دوسرے کی مثال قاضی سے اور مسلمی کی مثال ان دو مثالوں کے بعد میں لانا مثال بلا ممثل سے یعنی اس کا ممثل نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ قاضی کے قول پر عطف ہے اور قاضی استثقال کی مثال تھی اور استثقال کی وجہ سے اعراب کا مقدر ہونا دو طرح ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک بالحرکت جس کی مثال قاضی میں دے چکے ہیں دوسرے بالحرف جس کی مثال مسلمی ہے یعنی استقلال کی وجہ سے اعراب کا مقدر ہونا کبھی تو اعراب بالحرکت میں ہوگا اور کبھی اعراب بالحرف میں جس کی مثال مسلمی ہے بخلاف اس کے کہ جب تعذر کی وجہ سے اعراب مقدر ہو کہ وہ اعراب بالحرکت کے ساتھ مختص ہوگا یعنی اس مثال میں اعراب بالحرف کی تقدیر نہیں ہوگی بخلاف استقلال کے مقام کے کہ وہاں پر اعراب بالحرکت اور اعراب بالحرف دونوں مقدر ہوں گے اول کی مثال قاضی ہوئی دوسرے کی مثال مسلمی لہٰذا اس تقدیر پر مسلمی کی مثال بلا مثل نہیں ہوئی

رفعًا یعنی تقدیر الاعراب فی نحو مسلمی انما هو فی حالت الرفع فقط دُون النصب و الجر نحو جائنی مسلمی فان اصله مسلموی بسقوط النون بالاضافة فاجتمع الواؤ و الیاء السابق منهما ساکن فانقلبت الواؤ یاء و ادغمت الیاء و کسر ما قبل الیاء فلم یبق علامة الرفع التی هی الواؤ فی اللفظ فصار الاعراب فی حالة الرفع تقدیر یا بخلاف حالتی النصب و الجر فان الادغام لا یخرج الیاء عن حقیقتها فان الیاء المدغمة ایضا یاء۔ اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رفع کے آگے حالت کے لفظ کو بڑھا کر لکھا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح رفعًا اور جرًا کے الفاظ کے تحت میں اوپر تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے اس کو ملاحظہ کر کے وہی سوال جواب یہاں بھی سمجھ لینا چاہئے اور اس عربی عبارت کی تشریح یہ ہے کہ مسلمی کے اعراب کا مقدور ہونا فقط حالت رفعی ہی میں ہوگا۔ بخلاف حالت نصبی، جری کے کہ یہاں لفظی ہوگا جیسے جائنی مسلمی یہ اصل میں مسلمون تھا۔ جب یائے متکلم کی طرف اس کی اضافت ہوئی تو اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوا۔ جس کی اصل مسلموی رہی پس یہاں واؤ اور یا جمع ہو گئے اور پہلا یعنی واؤ ساکن تھا پس واؤ یا سے بدلا اور اس بدلی ہوئی یا کا ادغام یائے متکلم میں ہو کر مسلمی بضم میم کے ہوا چونکہ یا اپنے ماقبل کو مکسور چاہتا ہے اس مناسبت سے اس میم کے ضمہ کو جو یا کے ماقبل واقع ہے کسرہ سے بدل دیا۔ جس کی اصل مسلمی بکسرہ میم ہوئی پس حالت رفع میں مسلمی کے لفظ میں واؤ جو علامت رفعی کے تھا وہ لفظ میں باقی نہیں رہا۔ اس لئے اب حالت رفعی میں اس لفظ کا اعراب تقدیری ہوا بخلاف حالت نصب اور جر کے کہ یہاں اعراب میں اس لفظ کا یہی یا ماقبل مکسور ہوگا کیونکہ ادغام یا کو یا ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالتا اس لئے کہ ادغام کے بعد میں بھی یاء مدغمہ کو یا ہی کہا جاتا ہے یعنی یا اپنی حقیقت پر باقی رہتا ہے۔

و قد یکون الاعراب بالحروف تقدیریا فی الاحوال الثلث فی مثل جاء نی ابو القوم و رأیت ابا القوم و مررت بابی القوم فانه لما سقط حرف الاعراب عن اللفظ بالتقاء الساکنین لم یبق الاعراب لفظا بل سار تقدیریا اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بسا اوقات معرب بالحرف میں اعراب بالحرف احوال ثلثہ میں مقدر ہوتا ہے جیسے مثال مذکورہ میں واقع ہے پس چاہئے کہ یہ بھی اسی قسم سے بنایا جائے جو معرب بالحرف ہو اور اس میں اعراب بالحرف مقدر ہو حالانکہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسا نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے اعراب بالحرف میں تقدیر اعراب صرف ایک ہی حالت رفعی میں ثابت کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مثال مذکورہ میں جو اعراب بالحروف احوال ثلثہ میں مقدر ہے وہ قلیل ہے (جس پر قد تقلیلی دلالت کرتا ہے) اور یہ بوجہ عارض اضافت ہے اس لئے کہ جب التقاء ساکنین سے اس مثال مذکورہ میں اعراب کے حروف ساقط ہوئے تو اب لفظ میں اعراب باقی نہیں رہا بلکہ تقدیری ہوا لیکن عوارض کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کثرت کا لحاظ کر کے اعراب بالحروف کی تقدیر کے لئے ایک ہی حالت رفعی کو مخصوص کیا۔ **و اللفظی ای الاعراب المتلفظ به** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ سوال ظاہر کیا ہے کہ لفظی صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے اور یہاں صفت موجود ہے اور موصوف نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ نے جواب دیا کہ اس کا موصوف محذوف ہے وہ موصوف اعراب ہے۔ **فیما عداہ یعنی فیما عدا ما ذکر مما تعذر فیہ الاعراب او استثقل** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کو رفع کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سابق میں تقدیر اعراب کے لئے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو امر ذکر کئے ہیں ایک تعذر دوسرے استثقال اور یہ تثنیہ ہوا پس چاہئے کہ فیما عداھما لکھتے جس سے ان دو امروں کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں ضمیر واحد غائب کی ان دو امروں کی طرف لوٹائی ہے تو اس تقدیر پر درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دو امر موؤل بمذکور کر کے مرجع اس ضمیر واحد غائب کے ٹھہرے ہیں لہٰذا اب درمیان راجع مرجع کے مطابقت ہوگئی۔ اب مرجع مذکور کا لفظ ٹھہرا اور وہ مذکور واحد غائب ہے یعنی سوائے اس مقام کے جہاں پر اعراب متعذر ہو یا ثقیل ہو سب جگہ اعراب لفظی ہوگا۔ **و لما ذکر فی تفصیل المعرب وغیر المنصرف و کان غیر المنصرف اقل من المنصرف و بمعرفتہ یعرف المنصرف علی قیاس الاعراب التقدیری و اللفظی عرف غیر المنصرف و اکتفی بتعریفہ فقال**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیر منصرف کی تعریف اور اس کے اسباب بیان کرنے کے لئے تمہید باندھ کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اصل اسماء میں انصراف ہے پس مناسب تھا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منصرف کی تعریف پر اکتفاء کر کے غیر منصرف کی تعریف کو چھوڑ دیتے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرب کی تفصیل میں جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منصرف اور غیر منصرف کا ذکر کیا اور غیر منصرف بہ نسبت منصرف کے کم ہے اور غیر منصرف کے پہچاننے سے اعراب تقدیری اور لفظی پر قیاس کر کے منصرف کی تعریف خود ہی معلوم ہوتی ہے تعرف الاشیاء باضدادھا اور غیر منصرف کا مفہوم وجودی ہے اور منصرف کا عدمی ہے یعنی غیر منصرف کا مفہوم یہ ہے کہ جس میں نو اسباب منع صرف سے دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے اور منصرف اس کا عکس ہے لہٰذا مصنف نے غیر منصرف کی اقلیت اور مفہوم وجودی کا لحاظ کر کے غیر منصرف کی تعریف پر اکتفاء کر منصرف کی تعریف چھوڑ دی اور کہا:

غیر المنصرف:.....

یہ غیر کا لفظ ترکیب میں یہاں پر اعراب کے لحاظ سے تین طرح پڑھ سکتے ہیں: (۱) مرفوع، (۲) منصوب، (۳) مجرور۔ مرفوع اس لحاظ سے کہ یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی یا مبتداء ہے خبر اس کی محذوف ہے اور منصوب اس بناء پر ہوگا کہ یہاں پر غیر کے لفظ سے مقدم اعنی فعل مقدر مانا جائے گا جس کا یہ ترکیب میں مفعول بہ ٹھہرے گا اور مجرور اس لئے ہوگا کہ اس سے مقدم مضاف مقدر مانا جائے گا جو لفظ بحث کا ہوگا یعنی ھذا بحث غیر المنصرف پس اس تقدیر پر غیر کا لفظ بحث کے لفظ کا مضاف الیہ ہوا اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں **ما ای اسم** اس میں یہ لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غیر منصرف کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں ہے کیونکہ اس میں ضَرَبَتْ داخل ہوا اس لئے کہ اس میں بھی دو اسباب منع صرف کے پائے جاتے ہیں ایک تانیث دوسرے وزن فعل لہٰذا چاہئے کہ یہ غیر منصرف ہو حالانکہ یہ مبنی ہے غیر منصرف نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ غیر منصرف کی تعریف میں کلمہ ما کا عبارت اسم سے ہے نہ لفظ سے تا کہ اس میں فعل داخل ہو کر سوال مذکورہ بالا وارد ہو سکے لہٰذا غیر منصرف کی تعریف مانع دخول غیر سے ہوئی **معرب** اس میں بھی اسم کے ساتھ معرب کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حضار میں دو اسباب پائے جاتے ہیں ایک تانیث دوسرے علمیت تو چاہئے کہ یہ بھی غیر منصرف ہو حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ نے جواب دیا کہ اسم سے مراد اسم معرب ہے اور حضار اسم مبنی ہے لہٰذا تعریف غیر منصرف کی مانع ہو کر حضار اس کی تعریف سے نکلا۔ **فیه علتان توثران باجتماعهما** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جلی اور مصابیح کے الفاظ اگر دو شخصوں کے علم ٹھہرائے جائیں تو اس وقت ان دو لفظوں میں دو اسباب منع صرف کے موجود ہو جائیں گے یعنی جلی میں ایک سبب الف مقصورہ دوسرے علمیت اور مصابیح میں ایک سبب صیغہ منتہی الجموع دوسرے علمیت پائی جائے گی تو چاہئے کہ یہ دونوں الفاظ غیر منصرف کی قسم اول میں داخل کر دیئے جائیں پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں دو سبب منع صرف کے پائے جاتے ہیں دوسری قسم یہ ہے کہ جس میں ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے حالانکہ یہ دونوں الفاظ مذکورہ قسم ثانی میں داخل ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد علتوں سے وہ ہیں جو دونوں ایک اسم میں جمع ہو کر غیر منصرف کر دینے کے اثر بھی رکھیں اور علمیت الف تانیث اور صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ اثر نہیں رکھتی ہے لہٰذا یہ دو الفاظ غیر منصرف کے ثانی قسم میں داخل ہو گئے نہ اول میں **و استجماع شرائطها فیه اثر سیجی ذکره** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نوح کے لفظ میں دو سبب مؤثر پائے جاتے ہیں ایک عجمہ دوسرے علمیت تو چاہئے کہ یہ لفظ غیر منصرف ہو حالانکہ یہ علی المختار منصرف ہے جیسے کہ آگے مصنف خود تحقیق کریں گے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد علتوں سے دو علتیں مؤثر ہیں لیکن ان دو علتوں میں ان کے مؤثر ہونے کی شرطوں کا اجتماع بھی ضروری ہے اور عجمہ کے اندر تحرک حرف اوسط یا زیادت علی الثلثہ شرط ہے اور نوح میں ان دو شرطوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی ہے اس بناء پر علی المختار منصرف ہوا جیسے اس کی تحقیق عنقریب آنیوالی ہے **من علل تسع او علته علةٌ** کے لفظ کو بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی عبارت واحدۃ ترکیب میں صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے اور موصوف اس کا یہاں نہیں ہے لہٰذا صفت کا بغیر موصوف کے ہونا لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کا موصوف علۃ کا لفظ محذوف ہے لہٰذا اعتراض دفع ہو گیا۔ **واحدة منها ای من تلک تسع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف منہا میں ہا ضمیر واحد غائب مؤنث کا مرجع بتایا ہے کہ وہ علل تسع ہے یعنی ایک علت ان نو علتوں میں جو دو کے قائم مقام ہو۔ علت سے مراد سبب ہے **تقوم هذه العلة الواحدة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تقوم کا فاعل وہی علت واحدہ ہے جس کی طرف تقوم میں ضمیر فاعل ہی لوٹتی ہے۔ **مقامهما ای مقام هاتین العلتین** اس میں صرف یہ بتایا ہے کہ مقامہما میں ہما ضمیر تثنیہ مؤنث غائب ان ہی دو علتوں کی طرف لوٹتی ہے جو اوپر متن میں مذکور ہیں **بان توثر وحدها تاثیرهما** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ایک علت کا دو علتوں کی جگہ قائم ہونا درست نہیں ہے کیونکہ قیام اجسام میں متصور ہوتا ہے اور علل تسع اعراض میں سے ہیں لہٰذا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قیام سے مراد تاثیر ہے یعنی ایک سبب کا دو کے قائم مقام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک علت تنہا دو علتوں کی طرح اثر رکھے۔ **و هی ای العلل التسع مجموع ما فی هذین البیتین من الامور التسعة لا کل واحد حتی یقال لا یصح الحکم علی العلل التسع بکل واحد من هذه الامور ذلک الجموع شعر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ علتوں پر حکم ہر ایک سے لگانا درست نہیں اس لئے کہ اس سے حمل واحد کا متعدد پر لازم آتا ہے یعنی اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان نو علتوں میں سے ہر ایک علت نو علت ہے اور یہ یقینی غلط ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ سوال جب وارد ہو سکتا ہے کہ ربط عطف پر مقدم مانا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے جیسا کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ای

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العلل التسع مجموع ما فی هذین البیتین میں اس کی طرف اشارہ کیا لہٰذا عمل واحد کا متعدد پر لازم نہیں آیا بلکہ مجموعہ علتوں پر علل تسع کا حکم ثابت ہوا یعنی وہ علل تسع جو ان دو شعروں میں جمع ہیں وہ علل تسع ہیں۔ ہر ایک علت علل تسع نہیں تا کہ یہ سوال مذکورہ وارد ہو سکے کہ اطلاق ہر ایک علت کا ان نو علتوں میں سے مجموعہ نو علتوں پر لازم آتا ہے وہ نو علتیں آنے والے شعروں میں جمع ہیں۔ **شعر عدل و وصف و تانیث و معرفة و عجمة ثم جمع ثم ترکیب** یہ اشعار ابی سعید انباری نحوی کے ہیں۔ **فالعدول فی عطف هاتین العلتین من الواؤ الی ثم المجرد المحافظة علی الوزن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ثم کا کلمہ مفید تراخی کے ہے تو اس تقدیر پر یہ لازم آتا ہے کہ جمع اور ترکیب کا علت ہونا ان پانچ علتوں کے بعد میں ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا واؤ عطف چھوڑ کر جمع اور ترکیب کو ثم سے عطف کرنا درست نہیں پس اس عدول کی کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ان دو علتوں کے عطف میں عدول واؤ سے ثم کی طرف صرف وزن شعری کی محافظت کے لئے ہے نہ تراخی کے لئے یہی اصل عدول کی وجہ ہے۔

و النون زائدة من قبلها الف و وزن فعل و هذا القول تقریب

فقوله زائدة منصوب علی انه حال اذا لمغی و تمنع النون الصرف لتقدم.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متن کافیہ میں جو زائدۃ کا لفظ ہے وہ دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا یا وہ مرفوع ہوگا۔ اس بناء پر کہ وہ نون کی صفت ٹھہرائی جائے یا منصوب ہوگا۔ اس لحاظ سے کہ وہ نون سے حال مانا جائے حالانکہ یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ درمیان صفت اور موصوف کے تعریف اور تنکیر میں مطابقت نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نون معرفہ باللام ہے اور زائدۃ نکرہ ہے اور یہ مطابقت ضروری ہے دوسرے اس لئے کہ حال فاعل سے آتا ہے یا مفعول سے اور نون کا لفظ اس ترکیب میں نہ فاعل ہے نہ مفعول شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ لفظ زائدۃً منصوب بنا بر حال ہے اور نون کا لفظ حقیقت میں فاعل ہے کیونکہ عبارت کی تقدیر یوں ہے کہ و تمنع النون الصرف دیکھئے اس عبارت میں نون کا لفظ تمنع کا فاعل ٹھہرا یعنی نون اسم کے منصرف ہونے کو منع کرتا ہے درآں حالیکہ وہ زائد ہو اور الف کا لفظ ظرف من قبلها کا فاعل مانا جائے گا یا یہ الف کا لفظ مبتداء مؤخر ہے اور خبر اس کی ظرف مقدم یعنی من قبلها ہے اس لئے کہ مبتداء نکرہ واقع نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے اس کی خبر من قبلها مقدم مانی جائے گی۔ جس کی تقدیم سے اس لفظ کے لفظ کا مبتداء ہونا صحیح ہو جائے۔ **و لا یخفی انه لا یفهم من هذا التوجیه زیادة الالف مع انها ایضًا زائدة و لهٰذا یعبر عنهما بالالف و النون الزائدتین.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لا یخفی کے لفظ سے ایک سوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ زائدۃ کا لفظ منصوب جب بناء بر حال مانا جائے اور الف کا لفظ من قبلها کا فاعل یا مبتداء اور من قبلها اس کی خبر مقدم ٹھہرائی جائے تو اس صورت میں الف کا زیادہ ہونا اس توجیہ سے معلوم نہیں ہوگا بلکہ صرف نون کا زائد ہونا سمجھ میں آئے گا حالانکہ الف بھی زائد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے الف اور نون دونوں کی تعبیر الف نون مزیدتان سے کرتے ہیں۔ **و لو جعل الالف فاعلا لقوله زائدة و الظرف متعلقا بزیادة الالف قبل النون اشتراکهما فی وصف الزیادة و تقدم الف علیها فی هذا الوصف فهم زیادتهما جمیعًا و هذا کما اذا قلت جاء زید راکبًا من قبله اخوه فانه یدل علی اشتراکهما فی وصف الرکب و تقدم اخیه علیه فی هذا الوصف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اگر الف کا لفظ زائدۃ کا فاعل ٹھہرایا جائے اور الف کے نون سے بیشتر زیادہ ہونے سے ان دونوں کا اشتراک زیادت کی صفت میں اور تقدم الف کا نون پر اس صفت میں مراد لی جائے تو اس صورت میں دونوں کا یعنی الف نون کا زیادہ ہونا سمجھ میں آئے گا اور یہ ایسا ہوگا کہ جیسا کہ تم کہو کہ زید سوار ہو کر آیا اور اس کے پہلے اس کا بھائی سوار تھا تو دیکھئے یہ مثال زید اور راکب کے وصف رکوب میں شریک ہونے اور بھائی کے رکوب کی صفت میں مقدم ہونے پر دلالت کرتی ہے یعنی یہ مثال یہ بتاتی ہے کہ پہلے بھائی سوار ہو کر آیا۔ اس کے بعد میں زید اسی طرح الف اور نون زیادت کی صفت میں مشترک پائے جائیں گے۔ صرف اتنا فرق ہوگا کہ ایک کا زیادہ ہونا پہلے دوسرے کا زیادہ ہونا بعد میں ہوگا۔ لہٰذا اس تقدیر پر الف نون دونوں کا زیادہ ہونا لازم آیا اور سوال مذکورہ کا جواب بھی ہوا۔

و قوله هذا القول تقريب يعنى ان ذكر العلل بصورة النظم تقريب لها الى الحفظ لان حفظ النظم اسهل او القول بان كل واحد من الامور التسعة علةٌ قول تقريبى لا تحقيقى اذا لعلته فى الحقيقة اثنان منها لا واحد او القول بانها تسع تقريب لها الى الصواب لان فى عددها خلافًا فقال بعضهم انها تسع و قال بعضهم اثنان و قال بعضهم احد عشر لكن القول بانها تسع تقريب لها الى الصواب من المذاهب الثلثة.

اس عبارت میں و هذا القول تقریب کے جو متن کافیہ میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تین معنی بتانا چاہتے ہیں ایک یہ کہ اسباب منع صرف کا ذکر نظم کی صورت میں یاد کرنے کے لئے فہم میں قریب کرنا ہے کیونکہ نظم کا یاد کرنا آسان ہوتا ہے یعنی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علل تسعہ کو صورت نظم میں اس لئے ذکر کیا تا کہ یاد کرنے میں آسانی ہو دوسرے معنی اس قول کے جو اوپر مذکور ہے یہ ہیں کہ نو اسباب منع صرف میں سے ہر ایک سبب کو علت منع صرف کا کہنا مجازی قول ہے حقیقی نہیں کیونکہ حقیقت میں اسم غیر غیر منصرف بنا دینے کے لئے ان نو سببوں میں سے دو ہی سبب ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتا تیسرے معنی اس قول کے یہ ہیں کہ اسباب منع صرف کو نو اسباب کو مقرر کرنا یہ ہی ٹھیک مذہب ہے کیونکہ اس کی گنتی میں اختلاف ہے بعضے نحوی کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف نو ہیں جیسے کہ اس مذہب کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اختیار کیا ہے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ اسباب منع صرف دو ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف گیارہ ہیں لیکن نو والا قول اور مذہب بہ نسبت باقی تین مذہبوں کے زیادہ درست اور صحیح ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اختیار کیا۔ **ثم انه ذكر امثلة العلل المذكورة على ترتيب ذكرها فى البيتين فقال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے آنے والے متن کے لئے تمہید باندھ کر اشارہ کیا ہے۔ جب مصنف کافیہ علل تسعہ کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد ان نو اسباب منع صرف مذکورہ کو اسی ترتیب سے جو اوپر شعروں میں مذکور ہیں مثالوں کے ضمن میں بغرض وضاحت بیان کرنا چاہتے ہیں پس کہا **مثل عمر مثال للعدل** یہ عدل کی مثال ہے یعنی عمر غیر منصرف ہے اس میں دو سبب منع صرف کے موجود ہیں ایک علمیت دوسرے عدل تقدیری۔ **و احمدُ مثال للوصف** یہ وصف کی مثال ہے یعنی احمد کا لفظ غیر منصرف ہے۔ اس میں ایک وصف دوسرے وزن فعل ہے۔ **و طلحة مثال للتانيث** یہ تانیث کی مثال ہے یعنی طلحۃ کا لفظ غیر منصرف ہے۔ اس میں ایک تانیث لفظی دوسرے علمیت ہے۔ **و زينب مثال للمعرفة** یہ معرفہ کی مثال ہے یعنی زینب جو غیر منصرف ہے اس میں ایک تانیث دوسرے معرفہ ہے۔ **و فى ايراد وزينب مثالا للمعرفة بعد طلحة اشارة الى قسمى التانيث اللفظى و المعنوى** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ زینب کا طلحہ کے بعد ذکر کرنا بیکار ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ مؤنث ہیں اس کا کوئی فائدہ ضرور ہونا چاہئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلحہ کے بعد معرفہ کے لئے زینب کو مثال میں لانے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے اشارہ کیا اور فائدہ یہ ہے کہ تانیث کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی دوسرے معنوی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طلحہ میں مثال تانیث لفظی کی اور زینب میں مثال تانیث معنوی کی دی ہے۔

ابراهيم مثال للعجمة یہ عجمہ کی مثال ہے یعنی ابراہیم غیر منصرف ہے اس میں ایک علمیت دوسرے عجمہ ہے **و مساجد مثال للجمع** یہ مثال جمع کی ہے یعنی مساجد کا لفظ غیر منصرف ہے اور اس میں وہ جمع ہے جو قائم مقام دو سببوں کے ہے **و معديكرب مثال للتركيب** یہ ترکیب کی مثال ہے یعنی معدیکرب غیر منصرف ہے اس میں ایک ترکیب دوسرے سبب علمیت ہے۔ **و عمران مثال للالف و النون** یہ الف نون مزیدتان کی مثال ہے یعنی عمران غیر منصرف ہے اس میں ایک علمیت دوسرے سبب الف نون مزیدتان ہے **و احمد مثال لوزن الفعل** اس میں وزن فعل کی مثال ہے یعنی احمد کا لفظ غیر منصرف ہے اس میں ایک وزن فعل دوسری علمیت ہے **و حكمه اى حكم غير المنصرف** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حکمہ میں ضمیر مجرورہ غیر منصرف کی طرف لوٹتی ہے اور حکم کا لفظ اسی طرف مضاف ہے **و الاثر المترتب عليه** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ حکم عبارت ہے اسناد احد الامرین سے آخر کی طرف ایجابًا اور سلبًا اور یہ مرکب میں پایا جاتا ہے اور غیر منصرف مفرد کے اقسام میں سے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم کے دو معنٰی ہیں ایک اصطلاحی دوسرے لغوی جو اثر مرتبہ علی الشیٔ ہے یہاں یہ ثانی لغوی معنٰی مراد ہیں اور اسی اعتبار سے حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف کی گئی ہے **من حيث اشتماله على علتين او واحدة منهما تقوم مقامها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حکم مؤثر کی طرف مضاف ہوتا ہے اور مؤثر یہاں دو سبب منع صرف کے ہیں یا ایک سبب جو قائم مقام دو کے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف اس مناسبت سے ہے کہ یہ غیر منصرف اسم دو علتوں پر یا ایک علت پر جو قائم مقام دو کے ہو مشتمل ہے اس اشتمال کی وجہ سے حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف کی گئی ہے۔ **ان لا كسرة فيه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیہ کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حکمہ کا لفظ ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور وہ جملہ جو اس کے بعد واقع ہے یعنی ان لا کسرۃ و لا تنوین اس کی خبر ہے اور جب مبتداء کی خبر ہو تو اس میں عائد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں وہ عائد موجود نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عائد اس میں محذوف فیہ کا لفظ ہے **و لا تنوين** یعنی غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر حالت جری میں نہ کسرہ آئے نہ تنوین۔

و ذالك لان لكل علة فرعية فاذا وقع فى الاسم علتان حصل فيه فرعيتان فيشبه الفعل من حيث ان له فرعتين بالنسبة الى الاسم احدا هما افتقاره الى الفاعل و اخرهما اشتقاقه من المصدر فمنع منه الاعراب المختصر بالاسم و هو الجر و التنوين الذى هو علامته التمكن.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی وجہ اور دلیل بیان کر کے اس وعدہ کا ایفاء جو پہلے کسی مقام پر کیا کرنا چاہتے ہیں کہ غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ اس لئے نہیں آسکتا کہ غیر منصرف کی ہر علت کے لئے فرعیت ہے جب کسی اسم میں دو علتیں واقع ہوں تو اس میں دو فرعیں بھی حاصل ہو جائیں گی۔ پس اس تقدیر پر غیر منصرف اسم فعل سے مشابہ ہوا اس میں کہ فعل کی بہ نسبت اسم کے دو فرعیں ہوتی ہیں ایک فعل کا فاعل کی طرف محتاج ہونا، دوسرے فعل کا مصدر سے مشتق ہونا اور فعل پر کسرہ اور تنوین جو اسم معرب کا خاصہ ہے نہیں آسکتا تو اسی طرح غیر منصرف پر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بھی اس مشابہت مذکورہ بالا کی بنا پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکے گا اور یہ اعراب غیر منصرف سے منع کیا جائے گا کیونکہ یہ تنوین اور جر اسم متمکن کا خاصہ ہے۔

و انما قلنا لکل علة فرعیةٌ لان العدل فرع المعدول عنه و الوصف فرع الموصوف و التانیث فرع التذکیر لانک تقول قائم ثم قائمة و التعریف فرع التنکیر لانک تقول رجل ثم الرجل و العجمة فی کلام العرب فرع العربیة اذا لاصل فی کل کلام ان لا یخالطه لسان اخر ... و الجمع فرع الواحد و الترکیب فرع الافراد و الالف و النون الزائدتان فرع ما زید تا علیه وزن الفعل فرع وزن الاسم لان الاصل فی کل نوع ان لا یکون فیه الوزن المختص بنوع اخر فاذا اوجد فیه هذا الوزن کان فرعا لوزنه الاصلی.

اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی دلیل میں یہ کہا تھا کہ غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ اس لئے نہیں آسکتا ہے کہ ہر علت کے لئے فرعیت ہوتی ہے جب غیر منصرف اسم میں دو علتیں پائی جاتی ہیں تو اس میں دو فرعیں بھی پائی جائیں گی تو اس تقدیر پر غیر منصرف اسم فعل سے مشابہ ہوا اور فعل پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکتا اسی طرح غیر منصرف پر بھی نہیں آئے گا۔ اب یہاں اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے ہر علت کو فرع اس لئے کہا ہے کہ عدل فرع معدول عنہ کی ہے اور وصف موصوف کی فرع ہے اور تانیث تذکیر کی فرع ہے کیونکہ عربی کلام میں قائم بول کر اس کے بعد قائمۃ کہتے ہیں اور تعریف تنکیر کی فرع ہے کیونکہ پہلے رجل نکرہ بولتے ہیں اس کے بعد الرجل معرفہ بالام مستعمل کرتے ہیں اور عجمہ عربی کلام میں فرع عربی کلام کی ہے کیونکہ ہر کلام میں اصل یہ ہے کہ اس میں دوسری زبان کا کوئی لفظ مستعمل نہ ہو چونکہ عربی میں دوسرے کسی زبان کا کوئی لفظ مستعمل نہیں ہوتا اس لئے یہ عجمی زبان کی اصل ٹھہری اور جمع فرع واحد کی ہے اور ترکیب فرع افراد کی ہے اور الف نون مزیدتان فرع اس لفظ کے ہیں جس میں یہ بڑھے ہیں جیسے عمران میں عمر اصل ہے اور یہ الف نون جو اس میں بڑھے ہیں یہ اس کی فرع ہوئے اور وزن فعل وزن اسم کی فرع ہے کیونکہ اصل ہر نوع میں یہ ہے کہ اسم میں وہ وزن جو دوسرے نوع سے مختص ہو نہ آئے پس اس میں یہ وزن پایا گیا تو یہ اس وزن اصلی کی فرع ہوئی یعنی اسم کا وزن اصلی ہے اور فعل کا وزن اس کی فرع ہے جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا کہ غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکتا تو اس قاعدہ کلیہ پر ایک اعتراض وارد ہوا کہ یہ قاعدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے منقوض ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرثیہ میں فرمایا ہے:

شعر ماذا علی من شم تربته احمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا..... الخ

دیکھئے اس شعر میں احمد کا لفظ غیر منصرف ہے باوجود اس کے اس پر کسرہ آیا ہے۔ دوسرے یہ قاعدہ کلیہ حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے منقوض ہے جو حضرت امام اعظم ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں فرمایا ہے:

شعر ما اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرهٗ
هو المسك ما کررته یتضوع

دیکھئے اس شعر میں نعمان کا لفظ غیر منصرف ہے باوجود اس کے مجرور ہے۔ تیسرے یہ قاعدہ کلیہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے منقوض ہے جو کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے:

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شعر سلام علی خیر الانام و سید
حبیب اللہ العالمین محمد ﷺ
بشیر نذیر ھاشمی مکرم
عطوف روف من یسمّٰی باحمد

دیکھئے اس آخری مصرعہ میں احمد کا لفظ مجرور ہے باوجودیکہ غیر منصرف ہے اب آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں **و یجوز ان لا یمتنع سواء کان ضروریا او غیر ضروری** یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکورہ اعتراض کا جواب دیا کہ غیر منصرف کا منصرف کر دینا بوجہ ضرورت شعر جائز ہے اور اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو یجوز سے لا یمتنع مراد لیا ہے۔ اس میں ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غیر منصرف کا ضرورت شعری سے منصرف کر دینا واجب ہے اور تناسب کی وجہ سے منصرف کر دینا جائز ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یجوز کا قول علی العموم کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں جواز سے مراد جواز بمعنٰی امکان عام ہے یعنی غیر منصرف کا منصرف کر دینا منع نہیں خواہ ضروری اور واجب ہو جیسے ضرورت شعری میں یا غیر ضروری یعنی جائز ہو جیسے کہ ضرورت تناسب میں۔

فائدہ:.....

امکان کی دو قسمیں ہیں: خاص و عام۔ خاص وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانبین سے ہو یعنی جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اس کو امکان خاص کہتے ہیں اور عام وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانب واحد سے ہو یعنی جس کا عدم ضروری نہ ہو بلکہ وجود ضروری ہو وہ امکان عام کہلاتا ہے پھر اس امکان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ امکان عام جس کا وجود ضروری ہے جیسے واجب تعالیٰ، دوسرا وہ امکان عام جو مقید بجانب عدم ہو اول وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانب عدم سے ہو خواہ وجود اس کا ضروری ہو یا نہ ہو اور ثانی وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانب وجود سے ہو برابر ہے کہ عدم اس کا ضروری ہو یا نہ ہو۔

صرفه ای جعله فی حکم المنصرف بادخال الکسرة و التنوین فیه لا جعله منصرفًا حقیقة فان غیر المنصرف عند المصنف ما فیه علتان او واحدة تقوم مقامهما و بادخال الکسرة و التنوین لا یلزم خلو الاسم عنهما.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک غیر منصرف وہ ہے جس میں دو علتیں پائی جائیں یا ایک جو قائم مقام دو علتوں کے ہو اور اسم کسرہ تنوین کے داخل کر دینے سے غیر منصرف ہونے سے نہیں نکلتا۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول یجوز صرفه کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ غیر منصرف منصرف کر دینے کے معنٰی یہ ہیں کہ غیر منصرف کو منصرف کا حکم دے کر اس پر تنوین اور کسرہ داخل کر دیا جائے یہ مراد نہیں ہے کہ غیر منصرف کو حقیقتاً منصرف کر دیا جائے کیونکہ غیر منصرف مصنف کے نزدیک وہ ہے جس میں دو علتیں یا ایک علت قائم مقام دو کے پائی جائے اور کسرہ اور تنوین داخل کرنے سے غیر منصرف کا علتوں سے خالی ہونا لازم نہیں آتا۔ **و قیل المراد بالصرف معناه اللغوی لا الاصطلاحی و**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضمیر صرفه راجع الی حکمه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف کے الفاظ سے اس کے لغوی معنی مراد لئے جائیں نہ اصطلاحی اور لغوی معنی صرف کے پھیر دینے کے ہیں اور صرف کی ضمیر مجرور کو حکم کی طرف لوٹائی جائے جس کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ غیر منصرف کے حکم کا پھیر دینا ضرورت شعری سے جائز ہے یعنی غیر منصرف کو اپنے حکم سے پھیر کر اس پر کسرہ اور تنوین کا نہ داخل کرنا جائز ہے۔

للضرورة وزن الشعر او رعاية القافية فانه اذا وقع غير المنصرف في الشعر فكثير اما يقع من منع صرفه انكسار يخرجهٗ عن الوزن او انزحاف يخرجه عن السلاسة اما الاول فكقوله:

شعرٌ صبت على مصائب لو انها
صبت على الايام صرف لياليا

و اما الثاني فقوله:

شعر اعد ذكر نعمان لنا ان ذكره
هو المسك. ما كرره يتضوع

فانه لو فتح نون نعمان من غير تنوين يستقيم الوزن و لكن يقع فيه زحاف يخرجه عن السلاسة كما يحكم به سلامته الطبع اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر منصرف کو ضرورت شعری کی وجہ سے منصرف کر دینے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ غیر منصرف ضرورت شعری اور رعایت قافیہ کی بناء پر منصرف کے حکم میں ہوتا ہے کیونکہ جب غیر منصرف اسم شعر میں واقع ہو تو بسا اوقات اس کے غیر منصرف پڑھ دینے سے شعر میں انکساری واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے شعر اپنے وزن اصلی سے نکل جاتا ہے یا زحاف واقع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شعر سلاست سے نکل آتا ہے اول یعنی انکساری کی مثال صبت..... الخ ہے جس میں غور کر کے معلوم کرنا چاہئے کہ مصائب کا لفظ جو غیر منصرف ہے اگر منصرف کر کے نہ پڑھا جائے تو شعر کے وزن میں انکسار لازم آئے گا اور ثانی یعنی زحاف کی مثال اعد ذکر نعمان والا شعر ہے جس میں نعمان کا لفظ غیر منصرف ہے اگر نعمان کا لفظ بغیر تنوین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو شعر کا وزن ٹھیک ہوگا لیکن اس میں زحاف واقع ہو جائے گا جس کی وجہ سے شعر سلاست سے خارج ہو جائے گا جیسا کہ اس کو سلیم الطبع آدمی یعنی شعرا سمجھ لیتے ہیں تو اس ضرورت کی وجہ سے نعمان کا لفظ منصرف کے حکم میں کر کے مکسور پڑھا جاوے گا **فان قلت الاحتراز عن الزحاف ليس بضروري فكيف يشمله قوله للضرورة** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول للضرورت پر ایک سوال وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ زحاف سے بچنا ضروری نہیں پس اس کو مصنف کا قول للضرورۃ کس طرح شامل ہو سکتا ہے۔ **قلنا الاحتراز عن بعض الزحافات اذ امكن الاحتراز عنه ضروري عند الشعراء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے کہ احتراز بعض زحافات سے جب احتراز اس سے ممکن ہو شعراء کے نزدیک ضروری ہے لہٰذا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول للضرورۃ اس کو بھی شامل ہوا۔ **وَ اَمَّا الضرورة الواقعة لرعاية القافية فكما في قوله:**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شعر سلام علی خیر الانام و سید
حبیب الله العالمین محمد
بشیر نذیر هاشمی مکرم
عطوف دون من یسمّٰی باحمد

فانه لو قال احمد بالفتح لا یخل بالوزن و لکنه یخل بالقافیة فان حرف الروی فی سائر ابیات الدال المکسورة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس غیر منصرف کی مثال بتاتے ہیں جو ضرورت کافیہ کی وجہ سے منصرف کے حکم میں ہوگیا ہو یعنی وہ ضرورت جو رعایت قافیہ کی وجہ سے واقع ہو اس کی مثال سلام علی خیر الانام والے شعر ہیں جن کے آخری مصرعہ میں احمد کا لفظ غیر منصرف آیا ہے اب اگر اس لفظ کو مفتوح پڑھا جائے اور غیر منصرف حکم میں منصرف کے نہ کیا جائے تو اس سے شعر کے وزن میں نقصان تو نہیں ہوتا لیکن اس کے قافیہ میں نقصان واقع ہوگا اس لئے کہ اس قصیدہ کے تمام شعروں کے آخری حرف دال مکسورہ ہے اس وجہ سے یہ احمد کا لفظ ان شعروں میں منصرف کے حکم میں لاکر مکسور پڑھا مصنف کے اس قاعدہ کلیہ پر جو اوپر مذکور ہو چکا ہے ایک دوسرا اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سلاسلا و اغلالا میں سلاسلا کا لفظ غیر منصرف منصرف منون کرکے پڑھا جاتا ہے باوجودیکہ اس میں ضرورت شعری نہیں ہے آگے چل کر مصنف خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں او للتناسب ای ویجوز صرف غیر المنصرف لیحصل التناسب بینه و بین المنصرف لان رعایة التناسب بین الکلمات امرهم عندهم و ان لم یصل الی حد الضرورة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر والے سوال کے جواب کی تشریح کرنا چاہتے ہیں کہ غیر منصرف کا منصرف کردینا اس غرض سے کہ درمیان غیر منصرف اور منصرف کے مناسبت حاصل ہو جائز ہے اس لئے کہ عرب کے نزدیک کلمات کے درمیان مناسبت کی رعایت ایک امر مقصود اور ضروری ہے اگرچہ حد وجوب کو نہیں پہنچتا۔ مثل سلاسلا و اغلالا حیث صرف سلاسلا لتناسب المنصرف الذی یلیه اعنی اغلالا فقوله سلاسلا و اغلالا مثال لمجموع غیر المنصرف الذی صرف و المنصرف الذی صرف غیر المنصرف لتناسبه اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس غیر منصرف کی مثال جو کہ تناسب کی وجہ سے منصرف ہوگیا ہوویٰ ہے یعنی اس مثال مذکورہ میں سلاسلا کا لفظ اس منصرف کی مناسبت کی وجہ سے جو اس کے قریب ہے یعنی اغلالا کی مناسبت سے سلاسلا غیر منصرف ہوگیا ہے پس سلاسلا اور اغلالا کا قول مجموعہ اس غیر منصرف کی مثال ہے جو منصرف ہو گیا ہو اور اس منصرف کی ہے جس کی مناسبت سے غیر منصرف منصرف ہوگیا ہو یعنی اس میں غیر منصرف اور منصرف دونوں کی مثال ہے۔ و ما یقوم مقامهما ای العلة الواحدة التی تقوم مقام العلتین من العلل المنع علتان مکررتان قامت کل واحدة منهما مقام العلتین لتکرارها احداهما اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ما یقوم مقامهما کا جملہ مبتداء ہے اور الجمع والفا التانیث ترکیب میں اس کی خبر واقع ہوئی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جمع جو حرف سے جمع ہوئی ہو وہ مثل جمع لفظی کے ہوتی ہے اور یہاں الفا التانیث کو جمع کے ساتھ واو حرف جمع کے ساتھ جمع کیا ہے تو اس تقدیر پر عبارت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ جمع اور الفاء التانیث دونوں ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جمع اور الفاء التانیث میں سے ہر ایک علیحدہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہے۔ شارح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما یقوم مقامھما کی خبر محذوف علتان مکررتان کا لفظ ہے اور جمع اور الفا تانیث ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی وہ علت جو قائم مقام دو علتوں کے علل مذکورہ میں سے ہو وہ دو علت مکرر ہیں جو کہ ہر ایک ان میں سے بوجہ تکرار کے قائم مقام دو علتوں کے ہے ایک ان دو علتوں میں سے جمع ہے۔ **الجمع البالغ الی صیغة منتھی الجموع فانه قد تکرر فیه الجمیعة حقیقة کاکالیب و اساور و اناعیم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مسلمون اور رجال بھی جمع ہیں لہٰذا چاہئے کہ یہ الفاظ بھی ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوں حالانکہ یہ سبب نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مطلق جمع ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے نہیں بلکہ وہ جمع جو جمعیت میں صیغہ منتہی الجموع کو پہنچتی ہو وہ ایک سبب دو سببوں کے قائم مقام ہو سکتی ہے اور صیغہ منتہی الجموع وہ ہے جس میں جمعیت حقیقۃ مکرر ہو جیسے اکالیب کہ یہ جمع اکلب کی ہے اور اکلب جمع کلب کی یا جیسے اساور کہ یہ جمع اسورۃ کی ہے اور اسورۃ جمع سوار کی ہے یا جیسے اناعیم کہ یہ جمع انعام کی ہے اور انعام جمع انعم کی ہے۔ دیکھئے ان الفاظ میں جمعیت حقیقۃ مکرر ہو گئی ہے لہٰذا یہ جمعیت ایک سبب قائم مقام دو سبب کے ہو سکتی ہے۔ **او حکما کالجموع الموافقة لها فی عدد الحروف و الحرکات و السکنات کمساجد و مصابیح** اس میں حکماء کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ اوپر یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ جمع ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو سکتی ہے جس کی جمعیت میں تکرار ہو تو یہ قاعدہ مساجد اور مصابیح سے لوٹ جاتا ہے اس لئے کہ ان الفاظ میں جمعیت مکرر نہیں ہے اور باوجود اس کے ان الفاظ کی جمعیت قائم مقام دو سببوں کے ہے لہٰذا چاہئے کہ یہ مساجد اور مصابیح غیر منصرف نہ ہو کیونکہ ان الفاظ میں جمعیت مکرر نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جمعیت کا مکرر ہونا عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی جیسے وہ جمع جو حقیقی جمع کی حروف کی گنتی اور حرکات سکنات میں موافق ہو جیسے مساجد اور مصابیح کہ یہ الفاظ حقیقی جمع کے ساتھ حرکات سکنات اور حروف کی گنتی میں موافق ہیں لہٰذا ان لفظوں میں حکما جمعیت مکرر ہو گئی اسی وجہ سے یہ غیر منصرف ٹھہرے اور ان کی جمعیت ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو گئی۔ **و ثانیتھما التانیث** یہ جملہ اوپر احداھما کے جملہ پر عطف ہے یعنی ان دونوں سببوں میں سے جو ہر ایک قائم مقام دو سببوں کے ہو۔ ایک جمع ہے دوسری تانیث کہ تانیث بھی ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوتی ہے۔ **لکن لا مطلقا بل بعض اقسامه و ھو** اس میں بھی سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قائمہ میں تانیث ہے۔ چاہئے کہ یہ بھی غیر منصرف ہو حالانکہ یہ لفظ منصرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مطلق تانیث ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے نہیں ہے بلکہ بعض اقسام تانیث کے ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو سکتے ہیں اور وہ تانیث الف ممدودہ اور مقصورہ کی ہے۔ **و ھو الفا التانیث المقصورة و الممدودة** یعنی وہ تانیث ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو سکتی ہے جو الف مقصورہ اور ممدودہ سے حاصل ہو ای کل واحدة منھما کحبلی او حمراء لانھما لازمتان للکلمة وضعا لاتفارقانھا اصلا فلا یقال فی حبلی حبل و لا فی حمراء حمرا فیجعل لزومھما للکلمة بمنزلة تانیث اٰخر فصار التانیث مکررًا اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی عبارت الفا تانیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الف ممدودہ اور الف مقصورہ دونوں مل کر ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ الف مقصورہ علیحدہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے اور الف ممدودہ علیحدہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ الف ممدودہ مقصورہ میں سے ہر ایک قائم مقام دو سببوں کے ہے الف مقصورہ کی مثال حبلی اور ممدودہ کی حمراء ہے کیونکہ یہ دونوں الف کلمہ کے ساتھ وضع میں لازم ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ کلمہ سے الگ نہیں ہوتے ہیں حبلی میں حبل اور حمراء میں حمر نہیں بولا جا سکتا پس ان کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لزوم کلمہ سے بمنزلہ ایک دوسری تانیث کے ٹھہرائی گئی لہٰذا تانیث ان دونوں لفظوں میں گویا مکرر ہوئی۔ بخلاف التاء فانها ليست لازمة للكلمة بحسب اصل الوضع فانها وضعت فارقة بين المذكر و المؤنث فلو عرض اللزوم لعارض كالعلمية مثلا لم يقو قوة اللزوم الوضعي۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بسا اوقات تاء کلمہ کے ساتھ بوجہ کسی عارض کے لازم ہوتا ہے جیسے قائمۃ کا لفظ جب اس کو کسی کا علم مانا جائے تو اس وقت یہ تاء اس کلمہ سے الگ نہیں ہو سکتا لہٰذا چاہئے کہ یہ بھی ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہو جائے حالانکہ قائمۃ کا لفظ منصرف ہے غیر منصرف نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تاء تانیث اصل وضع میں کلمہ کے ساتھ لازم نہیں کیونکہ اس کی وضع درمیان مذکر اور مؤنث کے فرق کرنے کے لئے ہے۔ پس اگر اس کو لزوم بوجہ عارض علمیت عارض ہو جائے تو وہ لزوم وضعی کی طرح قوت نہیں رکھے گا لہٰذا قائمۃ کی تانیث وقت علمیت میں قوت سبب بننے کی نہیں رکھتی ہے۔ پس یہ لفظ منصرف ٹھہرا نہ غیر منصرف جب مصنف علل تسعہ کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب ہر ایک علت کی علیحدہ علیحدہ تعریف کرتے ہیں:

فالعدل:.....

مصدر مبني للمفعول.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل متکلم کی صفت ہے اور خروج لفظ کی اور ان دونوں صفتوں میں ہر ایک کا موصوف دوسرے سے متبائن ہے لہٰذا اس تقدیر پر ان دونوں متبائنوں میں سے ایک متبائن کی صفت کا حمل دوسرے متبائن کی صفت پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عدل مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی مصدر بمعنی مفعول ہے۔ اى كون الاسم معدولا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب عدل مصدر بمعنی مفعول ہوا تو اس سے دو خرابیاں لازم آئیں ایک یہ کہ معدول ذات مع الوصف ہے اور خروج وصف ہے تو اس صورت میں صرف وصف کا حمل ذات مع الوصف پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے دوسری خرابی یہ لازم آئی کہ اسباب منع صرف اوصاف ہیں اور معدول ذات مع الوصف ہے لہٰذا ذات مع الوصف پر حمل اوصاف کا لازم ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ معدول سے مراد اسم کا معدول ہونا ہے۔ خروجه اى خروج الاسم اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خروجہ کی ضمیر مجرورہ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو یہ ضمیر اسم کی طرف لوٹائی جائے گی۔ یا عدل کی طرف اور یہ دونوں درست نہیں اول اس لئے کہ اس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اس لئے کہ یہاں عدول کا ذکر ہے اسم کا نہیں اور ثانی اس لئے کہ اس سے اخذ محدود کا عدم لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ضمیر اسم کی طرف راجع ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ مقام اسم کی بحث کا ہے اس قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خروجہ کی ضمیر اسم کی طرف لوٹتی ہے اى كونه منحرجا اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معدول سے كون الاسم معدولا مراد لیا گیا تو اس پر دو خرابیاں لازم آئیں ایک یہ کہ كون الاسم معدولا متعدی ہے اور خروج لازمی ہے تو اس سے متعدی کی تفسیر لازمی سے لازم ہوئی اور یہ درست نہیں دوسری خرابی یہ ہے کہ كون الاسم معدولا حاصل بالمصدر ہے اور خروج نفس مصدر ہے تو اس سے نفس مصدر کا حمل بالمصدر پر لازم آیا اور یہ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خروج اسم سے مراد اسم کا مخرج ہونا ہے لہٰذا یہ بھی متعدی اور حاصل بالمصدر ہوا پس حمل صحیح ہوا۔ عن صيغة الاصلية اى عن صورته التي يقتضي الاصل و القاعدة ان يكون

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذالک علیها۔اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صیغہ عبارت ہیئت اور مادہ اسم سے ہے اور اسم بھی بعینہٖ اس ہیئت اور مادہ کو کہتے ہیں لہٰذا اس سے اخراج کل کا کل سے لازم آیا۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد صیغہ سے صورت ہے یعنی عدل اسم کا اپنی اصلی صورت سے نکلنا جس کو اصل اور قاعدہ چاہتا ہو کہ وہ اسم اس قاعدہ پر ہو یعنی عدل کے معنی یہ ہیں کہ اسم اس صورت سے نکل کر دوسری صورت میں آجائے جس کو اصل اور قاعدہ چاہتا ہے۔و لا یخفی ان صیغة المصدر لیست صیغة المشتقات فباضافة الصیغة الی ضمیر الاسم خرجت المشتقات کلها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لا یخفی سے ایک دفع سوال مقدر کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف فعل کے مشتقات پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے اصلی صیغوں سے مخرج ہوتے ہیں مثلاً ضارب و مضروبٌ وغیرہ وغیرہ سب ضرب مصدر سے مخرج ہوتے ہیں۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل کے مشتقات عدل کی تعریف سے خارج ہیں کیونکہ صیغہ کی اضافت صیغہ میں اسم کی طرف منظور مانی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مصدر کا صیغہ مشتقات کا صیغہ نہیں ہوتا۔اس لئے کہ اگر مصدر کا صیغہ اور مشتقات کا صیغہ ایک ہو تو اسم کی ضمیر کی طرف یہ اضافت نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ مصدر کا صیغہ اور ہے اور مشتقات کا اور لہٰذا عدل کی تعریف سے کل مشتقات خارج ہو گئے۔و ان المتبادر من خروجه عن صیغة الاصلیة ان تکون المادة باقیة و التغیر انما وقع فی الصورته فقط فلا ینتقض بما حذف عنه بعض الحروف کالاسماء المحذوفة الاعجاز مثل ید دوم فان المادة لیست باقیة فیها اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف مانع نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اسماء محذوف الاعجاز جیسے یدودوم داخل ہوئے اس لئے کہ یہ بھی اپنی اصلی صیغوں سے خارج ہوئے ہیں۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خروج کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ اسم اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر مادۂ حروف اس میں باقی رہے اور تغیر صرف صورت میں واقع ہو جب یہ قید اس میں ضروری مانی گئی تو تعریف ان اسماء سے نہیں ٹوٹے گی جن کے بعضے حروف محذوف ہو گئے ہوں جیسے اسماء محذوف الاعجاز دم اور ید میں کہ ان میں خروج تو ہوا ہے لیکن مادہ حروف اصلی کا باقی نہیں رہا۔اس لئے یہ عدل کی تعریف سے نکلے اور عدل کی تعریف مانع ہوئی۔و ان خروجه عن صیغة الاصلیة یستلزم دخوله فی صیغة اخری ای مغایرة لا لاولٰی و لا لیبعد ان یعتبر مغایرتها انما فی کونها غیر داخلة تحت اصل و قاعدة کما کانت الاولٰی دخلت تحتهٗ فخرجت عنه المغیرات القیاسیة۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف میں مغیرات قیاسیہ جیسے داع اور رام داخل ہوئے کیونکہ یہ بھی اپنے اصلی صیغوں سے خارج ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خروج میں اسم کے اپنے اول صیغہ سے یہ ضروری اور لازم ہے کہ وہ اسم اپنے پہلے صیغہ سے نکل کر دوسرے مغائر صیغہ میں داخل ہو یعنی یہ نکلا ہوا اسم اپنے پہلے صیغہ سے مغائر ہو اور اس کی مغائرت اس طرح ہو کہ نکلا ہوا صیغہ کسی اصل اور قاعدہ کے تحت میں داخل ہو جس طرح کہ پہلا صیغہ قاعدہ میں داخل تھا چونکہ یہ داع اور رام کے صیغے قاعدہ صرفی کے تحت میں داخل ہیں اس لئے یہ عدل کی تعریف سے نکلے۔و اما المغیرات الشاذة فلا نسلم انها مخرجةٌ عن الصیغ الاصلیة فان الظاهر ان مثل القوس فانیب من الجموع الشاذة لیست مخرجة عما هو القیاس فیها اعنی اقواسا و اینا بابل انما جمع القوس و الناب ابتداء علی القوس و انیب علی خلاف القیاس من غیر ان یعتبر جمعهما اولا علی اقواس و ایناب و اخراج القوس و انیب عنهما اس عبارت سے بھی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف مغیرات شاذۃ پر صادق آتی ہے جیسے اقوس و انیاب کیونکہ اقوس جمع قوس کی ہے اور انیب جمع ناب کی ہے اور یہ دونوں لفظ اجوف ہیں اور اجوف میں قاعدہ صرفی یہ ہے کہ افعالٌ کے وزن پر اس کی جمع آتی ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اقوس اور نائب کے الفاظ اقواس اور انیاب سے نکلے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مغیرات شاذۃ کا اپنے صیغہ اصلی سے خارج ہونا مسلم نہیں ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ اقواس اور انیب جمع شاذہ میں سے ہیں اپنے قیاس کے قاعدہ کے مطابق نہیں نکلے ہیں یعنی قاعدہ یہ ہی چلتا ہے کہ اقواس اور انیاب سے نکلے لیکن یہ خلاف قیاس جمع آئے ہیں یہ ابتداءً اقوس اور انیب کے وزن پر خلاف قیاس قاعدہ صرفی مذکورہ کے جمع ہو کر آئے ہیں بغیر اس کے کہ ان دونوں لفظوں کو اول اقواس اور انیاب کے وزن پر جمع کیا جائے اور اس کے بعد اقوس اور انیب اس سے نکالے جائیں۔ **قال بعض الشارحين قد جوز بعضهم تعريف الشئ بما هو اعم منه اذا كان المقصود تميزه عن بعض ما عداه فيمكن ان يقال المقصود ههنا تميز العدل عن سائر العلل لا عن كل ما عداه فحيث جعل بتعريفه هذا التميز لا باس بكونه اعم منه فحينئذ لا حاجة فى تصحيح هذا التعريف الى ارتكاب تلك التكلفات۔** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف سے جامع مانع ثابت کرنے کے لیئے اوپر والے تکلفات کی ضرورت نہیں کیونکہ تعریف سے مقصود معروف کا اپنے بعض ماعدا سے امتیاز کرنا ہوتا ہے اور وہ یہاں عدل کی تعریف سے حاصل ہے کیونکہ عدل اپنی تعریف مذکور کے بناء پر باقی علل سے ممتاز ہوا اور اس کا تمام ماعداء سے امتیاز ضروری نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تعریف کے متعلق علماء کے دو مذہب ہیں ایک متقدمین علماء کا مذہب ہے دوسرے متاخرین کا۔ متقدمین یہ کہتے ہیں کہ تعریف میں معرف کا بعض ماعداء سے امتیاز شرط ہے اور متاخرین یہ کہتے ہیں کہ تعریف میں شرط یہ ہے کہ معرف تمام ماعداء سے ممتاز ہو اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک متاخرین کا مذہب مختار ہے یعنی اوپر والے سوال کا جواب بعضے شارحین اس طرح دیتے ہیں کہ شے کی تعریف عام کے ساتھ جائز ہے جب مقصود اس شے کا اپنے بعض ماعداء سے امتیاز کرنا ہو پس اس تقدیر پر یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عدل اپنی تعریف کی بناء پر باقی علتوں سے ممتاز ہو اور اس کا علیحدہ علیحدہ ہر ایک علت سے ممتاز ہونا ضروری نہیں جب عدل کی تعریف سے یہ امتیاز حاصل ہوا تو اب اس کے عام ہونے کی کوئی پرواہ نہیں پس اس لحاظ سے عدل کی تعریف صحیح کرنے کے لئے اوپر والے تکلفات کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔

اعلم انا نعلم قطعا انهم لما وجدوا ثلث و مثلث و اخر و جمع و عمر غير منصرف و لم يجدوا فيها سببا ظاهرا غير الوصفية او العلمية احتاجوا الى اعتبار سبب اخر و لم يصلح للاعتبار الا العدل فاعتبرو لا فيها لا انهم تنبهوا العدل فيما عدا عمر من هذه الامثلة فجعلوه غير منصرف للعدل و سبب اخر و لكن لا بد فى اعتبار العدل من امرين احدهما وجود اصل الاسم المعدول و ثانيهما اعتبار و اخراجه من ذالک الاصل اذ لا يتحقق الفرعية بدون اعتبار ذالک الاخراج ففى بعض تلک الامثلة يوجد دليل غير منع الصرف على وجود الاصل المعدول عنه فوجوده محقق بلا شک و فى بعضها لا دليل غير منع الصرف فيفرض لهٗ اصل ليتحقق العدل باخراجه من ذالک الاصل فانقسام العدل الى التحقيقى و التقديرى اما هو باعتبار كون ذالک الاصل محققا او مقدرا اداءا اعتبار اخراج المعدول

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

من ذالک الاصل لیتحقق العدل فلا دلیل علیه الا منع الصرف فعلی هذا قوله.

اس عربی عبارت مذکورہ میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلم کے لفظ سے عدل کے ثبوت کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ہم کو یقینی معلوم ہوا کہ اہل لسان ثلث اور مثلث واخر وجمع وعمر کے الفاظ کو غیر منصرف پاکر مستعمل کرتے ہیں اور ان الفاظ میں سوائے وصفیت یا علمیت کے کوئی اور سبب منع صرف کا ان میں ظاہر نہیں پاتے۔ اس لئے اس کی حاجت اور ضرورت پڑی کہ وہ ایک دوسرے سبب کا اعتبار کر کے الفاظ مذکورہ کو غیر منصرف ثابت کریں اور سوائے عدل کے اور کوئی سبب صلاحیت اعتبار کا نہیں رکھتا۔ اس لئے الفاظ مذکورہ کو غیر منصرف بنادینے کی بناء پر عدل ہی کو معتبر کیا اب یہ الفاظ غیر منصرف ثابت ہوئے کیونکہ ان میں دو علتوں کا ثبوت ہوا ایک وصفیت یا علمیت دوسرے عدل یہ مقصد نہیں ہے کہ الفاظ مذکورہ میں عمر کے سوا عدل ثبوت پر حجیہ کر کے اس کو بوجہ پائے جانے عدل اور ایک دوسرے سبب کے غیر منصرف بنادیا ہو یعنی یہ مقصد نہیں ہے کہ مثلث اور ثلث اور اخر اور جمع میں ہی دو سبب ثابت کر کے غیر منصرف پڑھے جائیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ الفاظ مذکورہ اور عمر کا لفظ ان سب لفظوں میں ایک سبب عدل ہے اور دوسری وصفیت یا علمیت ہے ان دو اسباب کے پائے جانے کے بناء پر یہ سب الفاظ غیر منصرف پڑھے جائیں گے اور سب میں عدل کا اعتبار ہوگا لیکن عدل کے اعتبار میں دو امر اور کی بھی ضرورت ہے ایک اسم معدول کی اصل کا پایا جانا، دوسرا اس اصل سے اس اسم معدول کا اخراج کا اعتبار کرنا کیونکہ بغیر اخراج کے اعتبار کئے فرعیت کا تحقق نہیں ہوسکتا اور جب فرعیت کا تحقق نہ ہوگا تو اس وقت اسم معدول میں دو سببوں کا تحقق بھی ثابت نہ ہوگا۔ پس اسم معدول کا غیر منصرف ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے اعتبار کی اشد ضرورت ہے اور مذکورہ لفظوں میں بعض کے اندر منع صرف کے علاوہ معدول عنہ اصل کے وجود پر دلیل پائی جاتی ہے۔ پس اس کو بلاشک محقق پایا اور ان لفظوں کے بعضے الفاظ میں سوائے منع صرف کے اور کوئی دلیل اصل پر نہیں پائی جاتی اس لئے ان کے لئے اصل فرض کی جائے گی تاکہ اس اصل سے اسم معدول کا ثبوت ہو کر عدل کا تحقق ثابت ہو جائے پس عدل کا انقسام تحقیقی اور تقدیری کی طرف باعتبار اسی اصل کے ہوگا اگر وہ اصل محقق ہو تو عدل تحقیقی ہوگا اور اگر اصل مفروض ہو تو عدل تقدیری ہوگا اور اسم معدول کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اسی بناء پر تحقیقًا اور تقدیرًا کے الفاظ کو بھی سمجھنا چاہئے۔ تحقیقًا معناه خروجا کائنا عن اصل محقق یدل علیه دلیل غیر منع الصرف۔ اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تحقیقًا اور تقدیرًا کے الفاظ کا نصب تین حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یہ الفاظ منصوب بناء بر مصدریت ہوں گے یا منصوب بنا بر ظرف ہوں گے یا منصوب بنا بر حال ہوں گے۔ اور یہ تینوں صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ مصدر پر فعل مشتمل ہوتا ہے اور ان الفاظ کا یہاں کوئی فعل نہیں ہے جو ان پر مشتمل ہو دوسرا اس لئے کہ ظرف زماں ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ دونوں نہیں ہیں تیسرا اس لئے کہ حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے اور یہ الفاظ مصادر ہیں۔ ان کا حمل درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر خبریت کان محذوفہ کے ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کان خروجه تحقیقًا اور تقدیرًا اور حمل صحیح ہونے کے لئے یہ الفاظ مؤل بہ محقق اور مقدر کر لئے جائیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر حال ہوں اور حمل کی صحت تاویل مذکورہ پر قیاس کی جائے جس کی تقدیر پر عبارت کے معنٰی یہ ہوں گے کہ عدل اسم کا اپنے صیغۂ اصلی سے خارج ہونا ہے درآنحالیکہ وہ خروج اصل محقق سے ثابت ہو جس پر سوائے منع صرف کے کوئی اور دلیل دلالت کرے اور ان الفاظ کا منصوب ہونا بنا بر حال یا بنا بر خبریت کان محذوفہ اس لحاظ سے ہوگا کہ یہ صفت موصوف محذوف خروج کے مانے جائیں گے۔

فائدہ:.....

تحقیقًا اور تقدیرًا کے الفاظ سے عدل کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے یعنی عدل کی دو قسمیں ہیں تحقیقی اور تقدیری اور عدل تحقیقی اور تقدیری

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی تفسیر میں علمائے عامہ اور علمائے محققین کے درمیان اختلاف ہے علمائے عامہ کے مذہب میں عدل تحقیقی خروج محقق اصل سے ہے اور عدل تقدیری خروج اعتباری ہے اصل اعتباری سے اور علمائے عامہ کی اس تفسیر کی تین دلیلیں ہیں ایک یہ کہ تحقیقاً اور تقدیراً کا قول خروج کی صفت ہے اور یہ جب درست ہوگا کہ اول میں خروج تحقیقی اور ثانی میں اعتباری مانا جائے دوسری دلیل یہ ہے کہ خروج ثانی میں اعتباری ہے اگر اول بھی اعتباری مانا جائے تو اس سے تقسیم شے کی اپنے نفس اور غیر کی طرف لازم آجائے گی اور یہ صحیح نہیں ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ عدل تحقیقی اس کو کہتے ہیں جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجوہ پر دلیل پائی جائے اور اصل کے وجود پر دلیل کا پایا جانا بعینہ فرع کے موجود پر دلیل ہے اور فرع کے وجود پر دلیل کا پایا جانا بعینہ خروج کے وجود پر دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ خروج اول قسم میں تحقیقی ہے اور ثانی میں اعتباری اور مذہب محققین کا یہ ہے کہ عدل تحقیقی خروج اعتباری ہے اصل محقق سے اور عدل تقدیری خروج اعتباری ہے اصل اعتباری سے حاصل کلام یہ ہے کہ خروج دونوں قسموں میں اعتباری ہے صرف فرق اعتبار اصل کے ہے اگر اصل محقق ہو تو عدل تحقیقی ہے اور اگر اصل مفروض ہو عدل تقدیری ہے اس لئے کہ اصل اسباب اعتبار میں سے ہے پس اگر خروج عدل تحقیقی میں تحقیقی ہو تو عدل اسباب اعتباریہ میں سے نہ ہوگا اور محققین علمائے عامہ کی پہلی دلیل کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ تحقیقاً اور تقدیراً کا قول خروج کی صفت باعتبار حال کے ہے اور ثانی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عدل کی تقسیم تحقیقی اور تقدیری کی طرف باعتبار متعلق کے ہے اور متعلق اصل ہے باعتبار حال کے نہیں ہے اور حال خروج ہے لہٰذا تقسیم شیٔ الی نفسہ وغیرہ لازم نہیں ہوئی اور تیسری دلیل کا جواب یوں دیتے ہیں کہ عدل تحقیقی وہ ہے جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجود پر دلیل پائی جاتی ہو اور دلیل کا پایا جانا اصل کے وجود پر بعینہ فرع کے وجود پر دلیل ہے لیکن فرع پر دلیل کا پایا جانا بعینہ خروج کے وجود پر دلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اصل اور فرع دونوں موجود ہوں اور فرع کا اخراج اصل سے معتبر نہ ہو جیسے اقوس اور انیب میں ہے مصنف کافیہ علیہ الرحمۃ عدل کی تقسیم سے فارغ ہو کر اب آگے چل کر عدل تحقیقی اور عدل تقدیری کی مثال دیتے ہیں:

کثلث و مثلث و الدلیل علی اصلهما ان فی معناها تکرار دون لفظهما و الاصل انه اذا کان المعنٰی مکرار یکون اللفظ ایضا مکررًا کما فی جاء نی القوم ثلثه ثلثة فعلم ان اصلهما لفظ مکررٌ و هو ثلثه ثلثة و کذ الحال فی احاد و موحد و ثناء و مثنی ای رباع و مربع بلا خلاف و فیما ورائها الی عشار معشر خلاف و الصواب مجیبا و السبب فی منع صرف ثلث و مثلث و اخواتهما العدل و الوصف.

یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اس لئے کہ یہ دونوں الفاظ جب کلام عربی میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں سوائے وصفیت کے کوئی اور دوسرا اسباب ظاہر نہیں پایا جاتا اور ایک سبب منع صرف کے لئے کافی نہیں ہے اس وجہ سے وصفیت کے ساتھ ایک دوسرے سبب کی ضرورت پڑی اور سوائے عدل کے کوئی دوسرا سبب معتبر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے مجبور ہو کر ان دونوں لفظوں میں عدل تحقیقی کو معتبر مانا کیونکہ عدل تحقیقی اس کو کہتے ہیں جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجود پر دلیل پائی جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ان دونوں لفظوں کی اصل کے وجود پر بھی دلیل پائی جاتی ہے اور دلیل ان کی اصل پر یہ ہے کہ ان دو لفظوں کے معنی میں تکرار پائی جاتی ہے حالانکہ لفظ ان کا مکرر نہیں اور تکرار معنی تکرار لفظ پر دلالت کرتی ہے اس لیئے کہ جب معنی مکرر ہوں تو لفظ بھی مکرر ہونا چاہیئے جیسے جاء القوم ثلثة ثلثة پس اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں کی اصل مکرر ہے۔ وہ ثلثة ثلثة ہے اسی طرح احاد اور موحد ثناء مثنی رباع اور مربع میں بھی قیاس کرنا چاہیئے بغیر اختلاف کے اور ان الفاظ کے علاوہ عشار اور معشر تک میں علماء کا اختلاف ہے یعنی بعضے کہتے ہیں کہ عشار معشر وغیرہ کے الفاظ میں تکرار لفظ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان الفاظ کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اصول میں تکرار ہوتی ہے اور ثلث اور مثلث وغیرہ الفاظ کے منع صرف کے اسباب ایک عدل ہے دوسرا وصف **لان الوصفية العرضية التي كانت في ثلثةً ثلثة صارت اصليةً في ثلث و مثلث لاعتبارها فيما وضعا له** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منع صرف کی حیثیت میں وصف اصلی معتبر ہے عرضی نہیں اور ثلثةً ثلثة میں وصف عرضی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ثلثةً ثلثة کا وصف اگرچہ عارضی تھا لیکن اسم معدول یعنی ثلث اور مثلث میں آکر اصلی ہو گیا کیونکہ عدل بمنزلہ وضع ثانی کے ہے گویا ثلث اور مثلث میں وصف کی وضع ہوئی ہے لہٰذا اب یہ وصف منع صرف کا سبب بن سکتا ہے **اُخر جمع اُخریٰ مؤنث اخر و اسم التفضيل** یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ عدل تحقیقی وہ ہے جس کے اصل کے وجود پر سوائے منع صرف کے دلیل پائی جائے اور اس لفظ کی اصل پر دلیل یہ ہے کہ یہ اخر جمع اُخری مؤنث اُخر کی ہے اور آخر اسم تفضیل ہے۔ **لان معناه في الاصل اشد تاخرا ثم نقل الى معنىٰ غير** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ آخر کا اسم تفضیل ہونا مسلم نہیں اس لئے کہ اسم تفضیل موصوف کی زیادت پر دلالت کرتا ہے یعنی اسم تفضیل میں زیادت کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اور آخر بمعنیٰ غیر ہے جیسے جاء نی زیدٌ آخر القوم دیکھئے اس مثال میں آخر کے معنیٰ غیر کے ہوئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ آخر اصل میں بمعنیٰ اشد تاخرا کے تھا پھر استعمال کے عارض سے بمعنیٰ غیر کے ہوا اور عارض کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اس لئے اس کا اسم تفضیل ہونا ثابت ہوا۔ **وقياس اسم التفضيل ان يستعمل باللام او الاضافة او كلمة من و حيث لم يستعمل بواحد منها علم انه معدول من احدها فقال بعضهم انه معدول عما فيه اللام اى عن الاخر و قال بعضهم هو معدول عما ذكر معه من اى عن اخر من۔** اور اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہے ایک یہ کہ مستعمل بالف لام ہو دوسرا یہ کہ مستعمل باضافت ہو تیسرا یہ کہ مستعمل بکلمہ من ہو اور یہاں یہ آخر کا لفظ ان تین طریقوں میں سے ایک سے بھی مستعمل نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور مستعمل ہے۔ پس بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آخر کا لفظ اس اسم تفضیل سے معدول ہے جس میں الف لام ہو یعنی الآخر سے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اس سے معدول ہے جس کے ساتھ من کا کلمہ مذکور ہو یعنی اخر من **و انما لم يذهب الى تقدير الاضافة لانها توجب التنوين او الباء او اضافة اُخریٰ مثلها نحو حينئذٍ قبل و ياتيم تيم عدى و ليس في اخر شئ من ذلك فتعين ان يكون معدولا عن احد الاخرين** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ اخر کا لفظ اس اسم تفضیل سے معدول کیوں نہیں مانا جاتا ہے جو مستعمل باالاضافت ہو جیسے اخر القوم میں یعنی اخر کی اصل یہ کیوں نہیں ٹھہرائی جاتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اخر کی اصل وہ اسم تفضیل جو مستعمل فاضافۃ ہو اس لئے نہیں ٹھہرائی جاسکتی ہے کہ اس میں تین فائدے ہونے چاہئیں تنوین کا وجوب، دوم بنا، سوم دوسری اضافت جیسے حینئذ میں حین کی اضافت سے مضاف الیہ میں تنوین واجب ہوا ہے اور قبلُ میں بنا اور تیم تیم عدی میں دوسری اضافت کی مثل کی طرف اضافت لازم آئی ہے اور اخر کے لفظ میں نہ تنوین ہے نہ بنا اور نہ اضافت ہے پس اس کا معدول ہونا اس اسم تفضیل سے جو مستعمل باللام ہو یا مستعمل بکلمہ من ہو متعین ہوا لہٰذا یہ لفظ آخر کا غیر منصرف ثابت ہوا اور اسباب منع صرف کے اس میں دو ٹھہرائے گئے ہیں ایک عدل تحقیقی دوسری صفت۔

و جُمَعٌ جمع جمعاء مؤنث اجمع و كذالك كتع و تبع و بصع و قياس فعلاء مؤنث الفعل ان كانت صفة ان تجمع على فعل كحمراء على حمر و ان كانت اسماء ان تجمع على فعالىٰ او فعلاوات

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كصحرا على صحارى او صحراواتٍ فاصلها اما جمع او جماعى او جمعاوات فاذا اعتبر اخراجها عن واحدة منها تحقق العدل فاحد السببين فيها العدل التحقيق و الا الصفة الاصلية.

یہ بھی عدل تحقیقی کی مثال ہے اس لئے کہ یہ جمع کا لفظ کلام عربی میں غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے اور اس میں سوائے وصف کے کوئی دوسرا سبب ظاہر نہیں پایا جاتا ہے اور ایک سبب منع صرف کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے اس میں عدل تحقیقی معتبر ماننے کی ضرورت پڑی اور عدل تحقیقی وہ ہے جس میں معدول عنہ کی اصل کے وجود پر دلیل پائی جاتی ہو اور یہاں جمع کے اصل کے وجود پر دلیل یہ ہے کہ جمعاء کی جمع ہے جو مؤنث اجمع کی ہے اور اسی طرح کتیع تبع بصع کو بھی قیاس کرنا چاہئے یعنی کتیع جمع کتعاء، تبع جمع تبعاء، بصع جمع بصعاء کی ہوگی اور فعلاء مؤنث افعل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر فعلاء کا لفظ صلتی ہو تو اس کی جمع فعلٌ کے وزن پر ہوگی جیسے حمراء کی جمع حمرٌ کے وزن پر آتی ہے اور اگر یہ لفظ فعلاء کا اسی ہو تو اس وقت اس کی جمع فعالی یا فعلاوات کے وزن پر آئے گی جیسے کہ صحراء کی جمع صحاری یا صحراوات آتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ جمع کی اصل یا جمعٌ ہے یا جماعی ہے یا جمعاواتٌ ہے اور یہ لفظ ان تین لفظوں میں ایک لفظ سے ضرور مخرج مانا جائے گا پس جب اس کا اخراج ان لفظوں میں سے ایک لفظ سے معتبر مانا گیا تو عدل کا تحقق لازمی ہو گیا پس جمع کے لفظ میں دو سبب منع صرف کے ثابت ہو گئے ایک عدل تحقیقی دوسرا وصف اصلی۔ **و ان صارت بالغلبة فى باب التاكيد اسما و فى اجمع و اخواته احد السببين وزن الفعل و الأخر الصفة الاصلية** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اجمع کا لفظ تاکید معنوی کے الفاظ میں سے ہے پس یہ وصف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ درمیان وصف اور تاکید کے منافات ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اجمع کا لفظ اصل میں وصف تھا اگرچہ تاکید کے باب میں اس کا استعمال اسمیت سے غالب ہوا ہے یعنی تاکید کے باب میں آکر اسم مستعمل ہوا ہے اور اسمیت کا غلبہ وصف کو منع صرف کے سبب سے نہیں نکال سکتا لہٰذا اجمع اور اس کے دوسرے اخوات میں دو سبب منع صرف کے ثابت ہو گئے ایک وزن فعل دوسری صفت اصلی۔ **و على ما ذكرناه لا يرد الجموع الشاذة كانيب و اقوس فانه لم يعتبر اخراجهما عما هو القياس فيهما كالانياب و الاقواس كيف و لو اعتبر جمعهما اولا على انياب و اقوس فلا شذوذ فى هذه الجميعة.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عدل کی تعریف کی مانعیت کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی جب ہم نے اوپر یہ ثابت کیا ہے کہ عدل اسم کا اپنی صیغۂ اصلی سے قیاس کے مطابق نکلنا ہے تو اب جموع شاذہ جیسے انیب و اقوس سے عدل کی تعریف پر مانعیت کا سوال وارد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان لفظوں کا اخراج قیاس کے مطابق انیاب اور اقواس سے ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے پھر کس طرح ان پر عدل کی تعریف صادق آسکتی ہے اور اگر یہ الفاظ اول انیاب اور اقواس کے وزن پر جمع کئے جاویں تو اس صورت میں ان لفظوں کی جمعیت میں شذوذ نہیں رہتا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ مذکورہ بالا خلاف قیاس جمع آئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو جموع شاذہ کہتے ہیں۔ **و لا قاعدة للاسم المخرج ليلزم عن مخالفتها الشذوذ فمن اين يحكم فيهما بالشذوذ و من هذا بتين الفرق بين الشاذ و المعدول.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ اسم معدول کا کوئی قاعدہ ہو اور اس کے اس قاعدہ کے مخالفت کی بناء پر اس کو شاذ کہا جاتا ہو نہ اس بناء پر کہ وہ اپنے صیغۂ اصلی سے خلاف قیاس نکلا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم معدول کے لئے جو اپنے صیغۂ اصلی سے نکلا ہو کوئی قاعدہ مقرر نہیں جس کی مخالفت سے اس میں شذوذ آئے پس انیب اور اقوس اگر اپنے صیغوں سے قیاس کے مطابق نکلے ہوئے ہوتے تو ان میں شذوذ کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حکم نہیں لگایا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو جموع شاذہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ خلاف قیاس جمع ہوئے ہیں اور اس تقریر سے درمیان شاذ اور معدول کے فرق بھی معلوم ہوا یعنی شاذ وہ اسم ہے جو خلاف قیاس ہو اور معدول وہ اسم ہے جو قیاس کے مطابق ہو۔ **او تقديرًا اى خروجا كائنا عن اصل مقدر مفروض يكون الداعي الي تقديره و فرضه منع الصرف لا غير** اس میں تقدیرًا کے لفظ کی منصوب ہونے کی وجہ اوپر تحقیقًا کی شرح میں بطور سوال وجواب تفصیل کے ساتھ مذکورہ ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی عدل اسم کا اپنی اصلی صیغہ مفروضہ سے نکلنا ہے جس کی تقدیر اور فرض کا باعث منع صرف ہی ہو نہ کوئی دوسرا سبب یعنی اگر اس اسم معدول کی اصل مفروض ہو تو یہ عدل تقدیری ہے۔ **كعمر و كذلك زفر فانهما لما وجدا غير منصرفين و لما وجد فيهما سبب ظاهر الا العلمية اعتبر فيهما العدل و لما توقف اختيار العدل علي وجود الاصل ولم يكن فيهما دليل علي وجوده غير من الصرف قدر فيهما ان اصلهما عامرٌ و زافر عدلا منهما الي عمر و زفر.** یہ عدل تقدیری کی مثال ہے اس لئے کہ جب یہ اسماء کلام عربی میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں سوائے علمیت کے کوئی دوسرا سبب ظاہر نہیں ہے اور ایک سبب منع صرف کے لئے کافی نہیں ہے پس اس کے ساتھ میں ایک دوسرے سبب کے معتبر ماننے کی ضرورت پڑی چونکہ علمیت کے ساتھ کوئی دوسرا سبب اسباب منع صرف میں سے سبب نہیں ہو سکتا تھا اس لئے مجبور ہو کر ان میں عدل تقدیری معتبر جانا اور عدل تقدیری اس کو کہتے ہیں جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجود پر دلیل نہ پائی جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہاں بھی عمر اور اسی طرح زفر کی اصل کے وجود پر سوائے منع صرف کے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لئے کہ جب یہ دونوں اسماء عربی کلام میں غیر منصرف مستعمل پائے جاتے ہیں اور ان میں سوائے علمیت کے کوئی دوسرا سبب نہیں پایا جاتا۔ پس بدرجہ مجبوری ان میں عدل تقدیری معتبر مانا گیا اور چونکہ ان اسماء کے اصل کے وجود پر عدل کا اعتبار موقوف ہے اور ان میں اصل کے وجود پر سوائے منع صرف کے کوئی دوسری دلیل نہیں ہے۔ اس لئے ان میں یہ فرض کیا گیا کہ ان اسماء کی اصل معدول عنہ عامر اور زافر ہے اور یہ دونوں اسماء اس اصل سے نکل کر عمر اور زفر بنے لہٰذا یہ دونوں اسماء غیر منصرف ثابت ہوئے اور اسباب منع صرف میں سے ان میں دو سبب عدل تقدیری اور علمیت متحقق ہو گئے۔ **و مثل** اس میں مثل کے بڑھانے کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کعمر کے ساتھ مشاکلت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ مثل کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے یعنی عمر کا لفظ جس میں عدل تقدیری ہے مجرور بکاف مثلی ہے اس طرح یہاں بھی قطام کے لفظ میں عدل تقدیری ہے اس کے ساتھ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثل کا لفظ بڑھایا تا کہ عمر کے ساتھ مشاکلت حاصل ہو جائے۔ **باب قطام** یہ بھی عدل تقدیری کی مثال ہے۔ **المعدول من فاطمة** یعنی یہ قطام کا لفظ فاطمۃ کے لفظ سے معدول ہے لہٰذا یہ بھی غیر منصرف ہوا اس لئے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب تانیث یا علمیت اور عدل تقدیری ہے اور اس لفظ کو فاطم سے جو بغیر تاء ہے اس لئے معدول نہیں کیا کہ اس میں تانیث ہے اس لئے کہ یہ عورت کا نام ہے پس ضروری ہے کہ اس کا معدول عنہ بھی مؤنث ہو اس لئے فاطمۃ سے معدول مانا نہ فاطم سے۔ **و اراد ببابها كل ما هو علي فعال علمًا للاعيان المؤنثة من غير ذوات الراء۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطام کے باب سے مراد تمام وہ اسماء ہیں جو فعال کے وزن پر آئے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ بہت سے اوزان اس قسم کے مبنی بھی آئے ہیں جیسے نزال، فجار، فساق، حضار وغیرہ یہ سب الفاظ مبنی ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قطام کے باب سے مراد تمام وہ اسماء ہیں جو فعال کے وزن پر آئے ہوں لیکن وہ اعیان مؤنثہ کے علم ہوں بغیر ذوات الراء کے اور یہ اوپر والے اسماء مذکورہ اگرچہ فعال کے وزن پر آئے ہیں لیکن یہ ذوات الراء

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں اس لئے یہ مبنی ٹھہرے۔ **فی لغته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لغت کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قطام کے غیر منصرف ہونے کے لئے بنی تمیم کی ظرفیت محال ہے کیونکہ اس کے معنٰی یہ ہوں گے کہ قطام بنی تمیم میں غیر منصرف ہے اور یہ معنٰی ظاہر ہے کہ صحیح نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ قطام کے غیر منصرف ہونے کے لیئے بنی تمیم کی لغت ظرف ہے نہ بنی تمیم اس تقدیر پر معنٰی یہ ہیں کہ قطام بنی تمیم کی لغت میں غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے اب یہ معنٰی صحیح ہوئے۔

فانهم اعتبروا العدل فی هذا الباب جملا له علی ذوات الراء فی الاعلام المؤنثة مثل حضار و طمار فانهما مبنیان و لیس فیهما الا سببان العلمیة و التانیث و السببان لا یوجبان البناء فاعتبروا فیهما العدل لتحصیل سبب البناء فلما اعتبروا فیهما العدل لتحصیل سبب البناء فاعتبروا فیها العدل لتحصیل سبب البناء فلام اعتبروا فیها العدل لتحصیل سبب البناء اعترو فیها عداهما مما جعلوه معربا غیر منصرف ایضا حملا له علی نظائره مع عدم الاحتیاج الیه لتحقق السببین لمنع الصرف العلمیة و التانیث فاعتبار العدل فیه انما هو للحمل علی نظائره لا لتحصیل سبب منع الصرف و لهٰذا یقال ذکر باب قطام ههنا لیس فی محله لان الکلام فیما قدر فیه العدل لتحصیل سبب منع الصرف.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطام کے غیر منصرف ہونے کی بنی تمیم کے لغت میں دلیل اور وجہ بتانا چاہتے ہیں کہ بنی تمیم میں قطام کے باب میں عدل تقدیری معتبر مان کے قطام کو غیر منصرف اس لئے ٹھہرایا ہے کہ یہ اعلام مؤنثہ ذوات الراء پر محمول ہے۔ جیسے حضار، طمار کیونکہ یہ دونوں الفاظ مبنی ہیں اور حالانکہ ان میں سوائے علمیت اور تانیث کے کوئی سبب بناء کا نہیں پایا جاتا اور یہ علمیت اور تانیث بناء کی موجب نہیں ہیں۔ لہٰذا مجبور ہو کر ان دو لفظوں میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لئے عدل کو معتبر مانا پس جب ان دو لفظوں میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لئے عدل کو معتبر مانا تو ان کے علاوہ معرب غیر منصرف اسماء میں بھی عدل کو معتبر کر لیا تا کہ اس سے ایک نظیر کا حمل دوسری نظیر پر ہو جائے یعنی غیر منصرف مبنی کی نظیر ہے جب مبنی میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لیئے عدل تقدیری، معتبر مانا گیا تو اسی طرح غیر منصرف میں بھی غیر منصرف کر دینے کے لئے عدل تقدیری معتبر سمجھا گیا تا کہ ایک نظیر کا حمل دوسری نظیر پر ہو باوجود اس کے کہ یہاں قطام کے عدل معتبر ماننے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں دو سبب منع صرف کے یعنی علمیت اور تانیث متحقق ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ اس قطام میں عدل تقدیری کا معتبر ماننا صرف نظائر پر حمل کرنے کے لئے ہے اسباب منع صرف حاصل کرنے کے لئے نہیں کیونکہ اسباب منع صرف اس میں حاصل ہیں اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قطام کے باب کا ذکر یہاں اپنے محل پر نہیں کیونکہ کلام اس میں تھا کہ جس میں منع صرف کے سبب حاصل کرنے کے لئے عدل تقدیری معتبر مانا جائے۔ **و انما قال مبنی تمیم لان الحجازین ینبوله فلا یکون مما نحن فیه** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنی تمیم کی لغت میں قطام کے غیر منصرف ہونے کی خصوصیت کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ مصنف نے بنی تمیم کو اس لئے خاص کیا ہے نہ کہ حجازین اس لفظ کو مبنی سمجھتے ہیں پس اس تقدیر پر مما نحن فیه سے نہیں ہوا یعنی غیر منصرف نہیں ہے بلکہ مبنی ٹھہرا یہ وجہ ہے بنی تمیم کی خصوصیت کی **و المراد من بنی تمیم اکثرهم فان الاقلین منهم لم یجعلوا ذوات الراء مبنیة بل جعلوا غیر منصرفة فلا حاجة الی اعتبار العدل فیها لتحصیل البناء و حمل ما عداها علیها۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ بنی تمیم قطام کو غیر منصرف مستعمل کرتے ہیں صحیح نہیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے اس لئے کہ بعضے بنی تمیم ذوات الراء کو بھی غیر منصرف سمجھتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بنی تمیم سے مراد اکثر ہیں کیونکہ کم لوگ ان میں ایسے ہیں جو ذوات الراء کو مبنی مانتے ہیں بلکہ غیر منصرف سمجھتے ہیں پس اس تقدیر پر ذات الراء میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لئے اور ان پر ماعدا کا حمل کرنے اور عدل کے معتبر ماننے کی حاجت اور ضرورت نہیں۔

الوصف:.....

و هو كون الاسم دالا على ذات مبهمة ماخوذة مع بعض صفاتها سواء كانت هذه الدلالة بحسب الوضع مثل احمر فانه موضوع لذات ما اخذت مع بعض صفاتها التي هي الحمرة او بحسب الاستعمال مثل اربع في مررت بنسوة اربع فانه موضوع لمرتبه معنية من مراتب العدد فلا وصفية فيه بحسب الوضع بل قد تعرضهُ الوصفية كما في في المثال المذكور فانه لما اجرى فيه على النسوة التي هي من قبيل المعدودات لا الاعداد علم ان معناه مررت بنسوة موصوفته بالاربعية و هذا معنٰى وصفي عرض لهُ في الاستعمال لا اصلي بحسب الوضع و المعتبر في صبية منع الصرف هو الوصف الاصلي لاصالته لا العرضي لعرضية فلذلك قال المصنف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وصف کا اسباب منع صرف سے شمار کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ وصف نحوی کی اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ذات مبہمہ ماخوذ مع بعضے صفات پر دلالت کرے اور وہ صفت ہے اور اسباب منع صرف اعراض میں سے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ بحسب سے مراد اسم کا ذات مبہمہ ماخوذ مع بعضے لغات پر دال ہونا ہے برابر ہے کہ اس کی یہ دلالت بحسب وضع ہو جیسے احمر میں کہ یہ احمر کا لفظ اس ذات کے لئے موضوع ہے جو بعض صفات کے ساتھ ماخوذ ہو اور وہ یہاں سرخی ہے یا اس کی دلالت بحسب استعمال ہو جیسے کہ اربع کے لفظ میں جو مررت بنسوة المربع کی مثال میں ہے کہ اس میں یہ اربع کا لفظ شمار کے مراتب میں سے ایک معین مرتبہ کے لئے موضوع ہے اور وہ مرتبہ معین وہ ہے جو کہ نہ تین ہو نہ پانچ یعنی درمیان میں ہو پس اس لحاظ سے کہ اس اربع کے لفظ میں باعتبار اصل وضع کے وضع اس مرتبہ معین کے لئے ہے وصفیت کے لئے نہیں ہے اس لئے اس میں وصف وضعی نہیں بلکہ عرضی ہے جیسے مثال مذکور مررت بنسوة سے معلوم ہوتا ہے اور اس کا وصف ہونا اس لئے عارضی ہے کہ جب اس اربع لفظ کی نسبت بنسوة کی طرف ہو گئی اور وہ معدودات میں سے ہے، عدد میں سے نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مثال مذکورہ کے معنٰی یہ ہیں کہ ان عورتوں پر ہو کر گزرا جو موصوف باربعیت ہیں اور یہ معنٰی اس اربع کے لفظ کے لئے استعمال میں وصفی ہیں بحسب وضع نہیں یعنی جب اس لفظ سے پہلے موصوف بنسوة مقدر مانا گیا اور یہ لفظ اس موصوف کے لئے صفت ٹھہرائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کی وصفیت باعتبار استعمال کے ہے باعتبار وضع کے نہیں اور منع صرف کی سیت میں وہ وصف اصلی معتبر ہے جو وضعی ہو اور زائل نہ ہوتا ہو وہ وصف عرضی معتبر نہیں ہے جو عارض سے زائل ہوتا ہو جیسے یہاں اربع کے لفظ کی نسبت بنسوة کی طرف معتبر نہ مانی جائے تو یہ لفظ صرف اپنی وضعی معنٰی شمار پر دلالت کرے گا اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرط ان یکون فی الاصل کے قول میں وصف اصلی کو شرط ٹھہرائی ہے۔ **شرطه اى شرطا لوصف في صبية منع الصرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ شرط کی ضمیر مجرورہ وصف کی طرف لوٹتی ہے یعنی منع صرف کی سیت میں وصف کا اصلی وضعی ہونا شرط ہے۔ **ان يكون وصفًا في الاصل الذى هو الوضع** اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جس کی تشریح یہ ہے کہ اصل کا لفظ جب وصف کے مقابلہ میں ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد موصوف لیا جاتا ہے اور یہ معنٰی وصف عارضی میں بھی پائی جاسکتے ہیں تو چاہئے کہ وصف عرضی بھی منع صرف کے لئے سبب بنے حالانکہ وصف عرضی منع صرف کے لئے سبب نہیں بن سکتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں اصل سے مراد موصوف نہیں بلکہ اس سے مراد وضع ہے۔ **بان یکون وصفه علی الوصفیة لا ان تعرضه الوصفیة بعد الوضع فی الاستعمال سواء بقی علی وصفیة الاصلیة او زالت عنه** اس عبارت کو بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اصل سے مراد وضع ہے تو اس سے وضع کی ظرفیت وصف کے لئے لازم آئی اور یہ درست نہیں اس لئے کہ ظرفیت زمان ہوتا ہے یا مکان اور وضع نہ مکان ہے نہ زمان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فی کا کلمہ جو متن میں ہے یہاں عند کے معنٰی میں ہے یعنی وصف میں شرط یہ ہے کہ وصفیت اس کی وضع کے وقت ہو اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں علی ب معنٰی عند ہے اور وصفیت عرضی جو استعمال میں بعد وضع کے عارض ہوتی ہے وہ منع صرف کے سببیت کے لئے معتبر نہیں بلکہ وہ وصف معتبر ہے جو اصلی وضعی ہو خواہ وہ وصفیت اصلی پر باقی ہو عارضی استعمال سے زائل ہو گیا ہو **فلا تضره بان تخرجه عن سببیة منع الصرف**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کا غلبہ وصف اصلی کو ضرور دیتا ہے اس طرح کہ جب اسم پر اسمیت کے معنٰی غالب آجاتے ہیں تو وصف زائل ہو جاتا ہے یعنی وصف کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا پس مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ وصف اصلی کو غلبہ اسمیت سے ضرر نہیں پہنچتا درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وصف اصلی کو غلبۂ اسمیت کے ضرر نہ دینے کے معنٰی یہ ہیں کہ اس کو منع صرف کی سببیت سے نہیں نکال سکتا یعنی جب وصف اصلی ہو تو اگر اس پر استعمال میں اسمیت غالب ہو جائے تو یہ اس کی سببیت کے لئے مضر نہیں بلکہ وہ وصف اصلی اسمیت کے غلبہ کے بعد بھی سبب بن سکتا ہے۔ **الغلبة ای غلبة الاسمیة علی الوصفیت** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ غلبہ کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا محذوف ہے وہ اسمیت کا لفظ ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے یعنی اس وصف اصلی پر اسمیت اگر غالب ہو جائے تو یہ اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے یعنی سببیت سے روک نہیں سکتی۔ **و معنٰی الغلبة اختصاصهٗ ببعض انهاده**۔ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب وصف اصلی کو غلبۂ اسمیت نقصان نہیں پہنچاتا تو اس تقدیر پر اگر اسود کا لفظ رجل ابیض کا نام رکھا جائے تو چاہئے کہ یہ امور کا لفظ اس صورت میں وصفیت اور وزن فعل کے وجود کے بناء پر غیر منصرف مانا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لفظ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسمیت کے غلبہ کے معنٰی وصف کے بعض افراد سے مختص ہونے کے ہیں یعنی غلبہ سے مراد یہ ہے کہ اسم کے بعض افراد کے ساتھ وصف کی خصوصیت ہو اور رجل ابیض چونکہ اسود کے افراد میں سے نہیں ہے اس لئے یہاں وصف کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ علمیت اور وزن فعل کا اعتبار ہے۔ **بحیث لا یحتاج فی الدلالة علیه الٰی قرینیة کما ان اسود کان موضوعًا لک ما فیه سواد ثم کثیرًا استعماله فی الحیة السوداء بحیث لا یحتاج فی الفهم الی قرینیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسود کا لفظ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور وصف کا اس میں کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ رجل ابیض اسود کے افراد میں سے نہیں ہے لہٰذا چاہئے کہ اسود رجل اسود کا نام رکھا جائے تو اس صورت میں رجل اسود اسود کے افراد میں سے ہو جائے گا پس چاہئے کہ اس صورت میں یہ اسود کا لفظ بوجہ پائے جانے وصف اصلی اور وزن فعل کے غیر منصرف ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ لفظ اس وقت بھی وزن فعل اور علمیت کے وجود کی بناء پر غیر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منصرف مانا جاتا ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معنٰی غلبہ کے اسم نے بعض افراد کے ساتھ خصوصیت کے ہیں اس حیثیت سے کہ جب اسم اس وصف پر دلالت کرے تو دلالت کرنے میں قرینہ کے انضمام کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ ہو اور یہ اسود کا لفظ اس صورت مذکورہ میں قرینہ کا محتاج ہے اور قرینہ موصوف کا ذکر کرنا ہے جیسے بقرٌ اسودٌ دیکھئے اس مثال میں بقر موصوف کے انضمام کے قرینہ سے اسودٌ کے لفظ نے اپنے معنٰی پر دلالت کی اس لئے کہ یہ اسود کا لفظ ہر اس چیز کے لئے موضوع ہے جس میں سیاہی ہو پھر اس کا استعمال کالے سانپ کے معنٰی میں کثرت سے مقرر ہوا ہے یعنی اب یہ کالے سانپ کا نام ہے اور کالے سانپ پر دلالت اس طرح کرتا ہے کہ یہ لفظ بول کر اس سے بغیر قرینہ کے انضمام کے سانپ ہی سمجھ میں آتا ہے قرینہ کے یہاں کوئی حاجت اور ضرورت نہیں لہٰذا یہ لفظ علمیت اور وزن فعل کے بناء پر غیر منصرف ہوا۔ **فلذلك المذكور من اشتراط اصالة الوصفية و عدم مضرة الغلبة**۔اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اوپر کی عبارت میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو امروں کا ذکر کیا ہے ایک وصف اصلی کا شرط ہونا دوسرا وصف اصلی کو غلبہ اسمیت کا نقصان نہ پہنچانا یہاں ذالك کے اشارہ میں ان دو امروں کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اشارہ درست نہیں اس لئے کہ مشارٌ الیہ تثنیہ ہے اور اشارہ واحد لہٰذا اس تقدیر پر درمیان مشارٌ الیہ اور اشارہ کے مطابقت نہیں ہوئی پس مصنف کو چاہیئے تھا کہ بجائے ذلك کے ذانك لکھتے تاکہ درمیان مشارٌ الیہ اور اشارہ کے مطابقت ہو جاتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ دو امر مؤل بلفظ مذکور ہے اور مذکور کا لفظ واحد ہے لہٰذا اس تقدیر پر درمیان مشارٌ الیہ اور اشارہ کے مطابقت ہوئی یعنی جب وصف اصلی منع صرف کے سمیت کے لئے شرط ہے اور وصف جب اصلی ہو تو اس کو غلبہ اسمیت ضرر نہیں پہنچاتا اس لئے اربعٌ کا لفظ منصرف مانا جائے گا کیونکہ اس میں وصف اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے اور عارضی وصف کا کوئی اعتبار نہیں۔ **صرف لعدم اصالة الوصفية اربع في قولهم مررة بنسوة اربع** یعنی مررت بنسوة اربع کے قول میں اربعٌ کا لفظ منصرف ہے۔کیونکہ اس کی وصفیت اس ترکیب میں عارضی ہے اس لئے کہ یہ لفظ اصل وضع میں ایک مرتبہ معین کے لئے موضوع ہے اور وہ مرتبہ یہ ہے کہ جو تین کے اوپر اور پانچ کے نیچے ہو اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترکیب مذکورہ مررت بنسوۃ میں جو قول کا لفظ بڑھایا ہے یہ ایک سوال مقدر کا جواب دینے کے لئے، سوال یہ ہے کہ صرف کا فاعل یہ کل جملہ مذکورہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ کل جملے کا منصرف ہونا مقصود نہیں بلکہ صرف اربع کا انصراف بتانا مقصود ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اربع اور قول کا لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ اس ترکیب مذکورہ میں صرف اربع ہی کے لفظ کا منصرف بتانا مقصود ہے۔ **و امتنع من الصرف لعدم مضرة الغلبة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسود اور ارقم کے منع ہونے کی نسبت درست نہیں کیونکہ ان دو لفظوں کے وجود میں کوئی امتناع نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ امتناع کا فاعل محذوف صرف کا لفظ ہے یعنی اسود اور ارقم اور ادھم کے الفاظ کا منصرف ہونا منع ہے اس لئے کہ ان الفاظ میں وصف اصلی موجود ہے باعتبار اصل وضع کے اگرچہ اب ان میں اسمیت کا غلبہ ہوا ہے لیکن یہ غلبۂ اسمیت ان اسماء مذکورہ کے غیر منصرف ہونے کو ضرر نہیں دے سکتا ہے لہٰذا یہ اسماء غیر منصرف ٹھہرے اور اسباب منع صرف ان میں ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل ہے **اسود و ارقم حيث صار اسمين للحية الاول للحية السوداء و الثاني للحية التي فيها سواد و بياض** یعنی اسود و ارقم اب استعمال میں سانپ کے نام ہو گئے ہیں اول کالے سانپ کا نام ہے دوسرا اس سانپ کو کہتے ہیں جس میں سیاہی و سفیدی پائی جائے یعنی ابلق سانپ کا نام ہے۔ **و ادهم حيث صارا اسما للقيد من الحديد لما فيه من الدهمة اعني السواد** یعنی ادھم اصل وضع میں ہر سیاہ چیز کا نام تھا اب یہ لفظ استعمال میں لوہے کی بیڑی کا نام مقرر ہوا ہے اس لیے کہ لوہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں بھی سیاہی پائی جاتی ہے۔

فان هذه الاسماء و ان خرجت عن الوصفية لغلبة الاسمية لكنها بحسب اصل الوضع اوصاف لم يحجر استعماله في معانيها الاصلية ايضًا بالكلية فالمانع من الصرف في هذه الاسماء بالصفة الاصلية و وزن الفعل اما عند استعمالها في معانيها الاصلية فلا اشكال في منع صرفها لوزن الفعل و الوصف في الاصل و الحال.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسودؔ اور ارقم اور ادھم کے غیر منصرف ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ یہ اسماء غیر منصرف ہیں اگر چہ بوجہ استعمال کے غلبہ اسمیت سے یہ اپنے وضعی معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ استعمال کے عارض سے وضعی معنوں سے خارج ہو گئے ہیں لیکن یہ اسماء اصل وضع میں اوصاف ہیں ان کا استعمال اپنے اصلی معنوں میں بھی ہوتا ہے حالت اسمیت میں بالکل معنٰی وصفی میں ان کا استعمال متروک بھی نہیں ہے یعنی اسمیت کی حالت میں بھی ان کی وصفیت کا لحاظ کیا جاتا ہے اوپر مثالوں میں غور کرنا چاہئے دیکھئے اسود اور ارقم کالے اور ابلق سانپوں کا نام ہے چونکہ اسود کالے اور ارقم ابلق سانپ کا نام ہے اس لئے ان الفاظ میں وہی اصلی وصف سیاہی اور ابلقی وقت اسمیت میں بھی ملحوظ رکھی گئی ہے پس ان اسماء میں منصرف ہونے کا مانع ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل ہے اور اگر یہ اسمائے اپنے اصلی وضعی معنوں میں مستعمل کر دیئے جائیں تو اس وقت ان کے غیر منصرف ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہوگا بوجہ پائے جانے وزن فعل اور وصف اصلی اور حالی کے یعنی جب یہ اسماء اپنے اصلی معنوں میں مستعمل ہوں تو ان میں ایک وزن فعل دوسرا وصف ہوگا اور یہ وصف وضع میں بھی معتبر تھا اور اب استعمال میں بھی ملحوظ رکھا گیا لہٰذا یہ وصف اصلی وحالی ہو گیا اور غیر منصرف ہونے کے لئے ایک قوی سبب بن گیا۔

وضعف منع افعى اسما للحية على زعم وصفية لتوهم اشتقاقه من الفعوة التي هي الخبث و كذلك منع جب اوپر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ ثابت کر چکے کہ اسود اور ارقم اور ادھم کے الفاظ بوجہ پائے جانے وزن فعل اور وصف یا حالی کے غیر منصرف ہیں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ افعی اور اجدل اور اخیل کے الفاظ بھی غیر منصرف ہونا چاہئیں حالانکہ ان الفاظ میں غیر منصرف اور منصرف ہونے میں اختلاف ہے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس اعتراض کا جواب دیا کہ افعی کا غیر منصرف ہونا اور اسی طرح اجدل اور اخیل کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے یعنی ان اسماء کا منصرف ہونا قوی ہے کیونکہ ان کی وصفیت میں شک ہے اس لئے کہ افعی کے فعوت سے جن کے معنٰی اخبث کے ہیں مشتق ہونے میں توہم ہے یعنی یقینی نہیں اس توہم کی بناء پر اس لفظ کا غیر منصرف ہونا ضعیف اور منصرف ہونا قوی ہوا اور افعی ''اژدہے'' کا نام ہے اسی طرح اجدل کا بھی منصرف ہونا قوی اور غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔ **اجدل للصقر على زعم وصفية لتوهم اشتقاقه من الجدل بمعنى القوة** یعنی اجدل کا لفظ بھی غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی وصفیت میں شک ہے کیونکہ اس کے جدل سے جس کے معنٰی قوت کے ہیں مشتق ہونے میں توہم ہے یعنی اس کا جدل سے مشتق ہونا یقینی نہیں ہے اس لئے اس لفظ کا بھی غیر منصرف ہونا ضعیف ہوا۔ **و اخيل للطائر لطائر ذي خيلان على زعم وصفية التوهم اشتقاقه من الخال** یعنی اخیل کا بھی غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے جو خال والے پرندہ کا نام ہے کیونکہ اس کی وصفیت میں بھی شک ہے اس لئے کہ اس لفظ کا خال سے مشتق ہونا موہومی ہے اس وہم کی بناء پر اس لفظ کا غیر منصرف ہونا ضعیف اور منصرف ہونا قوی ہوا۔ **وجه ضعيف منع الصرف في هذه الاسماء عدم الجزم بكونها اوصافا اصلية فانها لم يقصد بها المعاني**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الوصفية مطلقا لا في الاصل في الحال۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسماء مذکورہ بالا کے غیر منصرف ہونے کے ضعف کی دلیل اور وجہ بتانا چاہتے ہیں یعنی ان اسماء کے غیر منصرف ہونے کے ضعف کی وجہ ان کے اوصاف ہونے کا عدم یقین ہے یعنی چونکہ ان اسماء کی وصفیت کا یقین نہیں اس لئے ان کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہوا کیونکہ ان اسماء میں ان کے معنیٰ وصفی نہ اصل وضع میں مقصود ہیں نہ حال میں اس لئے ان اسماء کا منصرف ہونا زیادہ قوی ہوا۔ مع ان الاصل في الاسم الصرف اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح ان اسماء کے اوصاف ہونے کا یقین نہیں اسی طرح اوصاف نہ ہونے کا بھی یقین نہیں ہے لہٰذا دونوں طرفین مساوی ہوئے یعنی غیر منصرف ہونا اور منصرف ہونا دونوں برابر ہو گئے پس منصرف ہونے کو ترجیح دینا یہ ترجیح بلا مرجح ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان اسماء کے منصرف ہونے کی ترجیح یہ ہے کہ اصل اسماء میں انصراف ہے یعنی چونکہ یہ الفاظ مذکورہ نہ اصل میں وصفی معنوں میں مستعمل ہیں اور نہ استعمال میں باوجودیکہ اصل اسماء میں انصراف ہوتا ہے اس لئے ان الفاظ کا منصرف ہونا قوی اور غیر منصرف ہونا ضعیف ہوا۔

التانيث اللفظي الحاصل.

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح تانیث لفظی تا سے ہوتی ہے اسی طرح تانیث معنوی بھی تا کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ تانیث معنوی میں تا معتبر مانی جاتی ہے اور مقدر کالملفوظ ہوتا ہے پس اس تقدیر پر تانیث لفظی کا مقابلہ تانیث معنوی کے ساتھ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں تانیث سے مراد تانیث لفظی ہے جو تا سے حاصل ہو اب جب لفظی کی قید مقدر مانی گئی تو معنوی کا مقابلہ درست ہو گیا۔ بالتا لا بالف فانه لا شرط له۔ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں تانیث سے مراد وہی تانیث ہے جو لفظ تا سے حاصل ہو نہ وہ تانیث جو الف ممدودہ یا مقصورہ سے حاصل ہو کیونکہ الف ممدودہ اور مقصورہ کی تانیث سے سببیت کے لئے کوئی شرط نہیں ہے بخلاف تانیث بالتاء کے کہ اس کی سببیت مشروط بعلمیت ہے۔

شرطه في سببه منع الصرف العلمية اى علمية الاسم المؤنث ليصير التانيث لازما لان الاعلام محفوظة عن التصريف بقدر الامكان و لان العلمية وضع ثان و كل حرفٍ وضعت الكلمة عليه لا ينفك من الكلمة اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تانیث لفظی کی سببیت کی شرط کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ تانیث لفظی کی منع صرف کے سببیت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اسم جس میں تانیث کے معنیٰ پائے جائیں علم بھی ہوتا کہ علمیہ کی وجہ سے اس کی تانیث لازم ہو جائے کیونکہ اعلام بقدر امکان یعنی جہاں تک ہو سکے تغیر اور تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں جب اس اسم مؤنث میں علمیت شرط مانی جائے گی تو علمیت کی وجہ سے اب اس کی تانیث میں کسی قسم کا تغیر تبدیل نہیں ہوگا اور یہ تانیث منع صرف کا ایک قوی سبب ہو جائے گا اور علمیت ایک وضع ثانی ہے اور جس حرف پر کلمہ موضوع ہو تو وہ حرف وضع کی وجہ سے کلمہ سے الگ نہیں ہو سکتا پس جب تانیث کے ساتھ علمیت شرط ٹھہرائی گئی تو اس صورت میں اس علمیت کی وجہ سے تانیث کلمہ سے الگ نہیں ہوگی گویا یہ علمیت کی شرط ہونے کی دوسری دلیل ہے اور علمیت کے بعد جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم مؤنث کا لفظ بڑھایا ہے اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ علمیت کا لفظ مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا محذوف اسم کا لفظ ہے مضاف الیہ کو محذوف کر کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے و التانيث المعنوي كذلك اس میں تانیث کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ تانیث بالتاء پر عطف ہے یعنی جس طرح تانیث بالتاء میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرط ہے۔ای کالتانیث اللفظی بالتاء فی اشتراط العلمیة فیه۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تشبیہ تانیث معنوی کی تانیث لفظی کے ساتھ درست نہیں کیونکہ تانیث لفظی میں علامت تانیث تاء لفظی ہوتی ہے اور معنوی میں علامت تانیث تاء مقدرہ ہوتی ہے پس درمیان مشبہ اور شبہ بہ کے مناسبت نہیں ہوئی اور یہ مناسبت تشبیہ کے لئے ضروری ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تانیث معنوی کی تشبیہ تانیث لفظی کے ساتھ صرف علمیت کے شرط ہونے میں ہے نہ تاء لفظی اور مقدر ہونے میں یعنی تانیث معنوی علمیت کی شرط ہونے میں مثل تانیث لفظی کے ہے یعنی جس طرح علمیت تانیث لفظی میں شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت شرط ہے۔**الا ان بینهما فرقا فانها فی التانیث اللفظی بالتاء شرط لوجوب منع الصرف و فی المعنوی شرط لجوازه و لا بد فی وجوبه من شرط آخر کما اشار الیه بقوله**۔اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تانیث معنوی تانیث لفظی کے ساتھ صرف علمیت کی شرط ہونے میں مشابہ ہے اور علمیت تانیث لفظی میں شرط وجوب کی ہے پس چاہئے کہ تانیث معنوی میں بھی شرط وجوب کی ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ علمیت دونوں تانیثوں میں شرط ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تانیث لفظی بالتاء میں علمیت وجوب کی شرط ہے اور معنوی میں جواز کی تانیث لفظی میں علمیت ایک ضروری شے ہے اور تانیث معنوی میں ضروری نہیں ہے اگر تانیث لفظی کے ساتھ علمیت نہ ہو تو وہ منع صرف کا سبب بن ہی نہیں سکتی اگر علمیت نہ ہو تو اس کی سببیت کے لئے اس کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی وجوب کے لئے دوسری شرط ہے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود آگے چل کر شرط تحتم تاثیرہ کے قول میں اشارہ کیا ہے **و شرط تحتم تاثیره ای شرط وجوب تاثیر التانیث المعنوی فی منع الصرف**۔اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ تحتم کے معنی وجوب کے ہیں اور تاثیرہ کی ضمیر محرورہ تانیث معنوی کی طرف لوٹتی ہے یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے تین شرطوں میں سے ایک شرط کا وجود ضروری ہے **احد الامور الثلثة** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شرط تحتم تاثیرہ کا قول ترکیب میں مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء ہے اور الزیادۃ اپنے معطوف کے ساتھ مل کر اس کی خبر واقع ہوگئی ہے جس کی تقدیر پر عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے زیادۃ اور تحرک اوسط اور عجمہ تینوں شرط ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان میں سے ایک شرط ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ زیادۃ اپنے معطوفات کے ساتھ مل کر خبر نہیں بلکہ مبتداء کی خبر یہاں محذوف احد الامور الثلثة کا لفظ ہے اور زیادۃ اور تحرک اوسط اور عجمہ ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی تانیث معنوی کے تاثیر کے وجوب کے لئے ان تین شرطوں میں سے ایک ہے مجموعہ نہیں **الزیادة علی الثلثة ای زیادة حروف الکلمة علی ثلثة مثل زینب** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ الزیادۃ کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف حروف الکلمۃ کا لفظ ہے۔مضاف الیہ کو محذوف کر کے مضاف پر اس کے عوض میں الف لام داخل کیا ہے یعنی تانیث معنوی کی تاثیر وجوب معنوی کی شرطوں میں سے ایک کلمہ میں تین حرفوں پر زیادت ہے جیسے زینب میں کہ اس میں تین حرفوں پر بارا بع صرف زیادہ ہوا ہے۔**او تحرك الحرف الاوسط من حروفها الثلثة مثل صقر** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو اوسط کے لفظ سے قبل حرف کا لفظ بڑھایا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اوسط صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے یہاں موصوف نہیں لہٰذا مصنف کی عبارت میں صفت کا وجود بلا موصوف لازم آیا اور یہ عبارت کا نقص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں نقص نہیں موصوف اس کا محذوف حرف کا لفظ ہے یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے شرط زیادۃ ہے یا تحرک حرف اوسط حروف میں سے ہے جیسے سقر میں۔ **او العجمة مثل ماه وجور** یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے زیادۃ علی الثلثۃ شرط ہے یا تحرک حرف اوسط یا عجمہ شرط ہے جیسے ماہ وجورہ میں کہ اس میں تانیث معنوی کی تاثیر کی قوت کے لئے عجمہ شرط ہے اور یہ دونوں الفاظ غیر منصرف ہیں اور اسباب منع صرف میں سے ان میں ایک علمیت دوسری تانیث معنوی عجمہ کے ساتھ ہے۔ **و انما اشترط فی وجوب التاثیر المعنوی احد الامور الثلثة لیخرج الکلمة بثقل احد الامور الثلثة من الخفة التی من شانها ان تعارض ثقل احد السببین فتزاهم تاثیرهٗ و ثقل الاولین ظاهر و کذا العجمة لان لسان المعجم ثقیل علی العرب** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تانیث معنوی کی تاثیر کی وجوب کی احد الامور ثلثہ میں سے ایک امر کی شرط ہونے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے امور ثلثہ میں سے ایک امر شرط اس لئے ہے کہ کلمہ احد الامور میں سے ایک امر کے ثقل سے اس خفت سے نکلے جو احد السببین کے ثقل کا معارض ہو جس سے تانیث معنوی کی تاثیر میں مزاحمت ہوتی ہے اور زیادۃ علی الثلثہ اور تحرک حرف اوسط کا ثقیل ہونا تو ظاہر ہے اسی طرح عجمہ بھی ثقیل ہے اس لئے کہ زبان عجمی عرب پر ثقیل ہوتی ہے یعنی عربی محاورہ میں جب عرب گفتگو کرتے ہیں تو عجمی لفظ بولنے سے ان کی زبان پر بار معلوم ہوتا ہے۔ **فهند یجوز صرفه نظرًا الی انتفاء شرط تحتم تاثیر التانیث المعنوی اعنی احد الامور الثلثة و یجوز عدم صرفه نظرًا الی وجود السببین فیه.** یہ اوپر کے شرط پر تفریع ہے یعنی ہند کے لفظ کا منصرف پڑھنا جائز ہے اس لحاظ سے کہ اس میں تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی اس میں نہ زیادۃ علی الثلثہ ہے نہ تحرک اوسط اور نہ عجمہ ہے تو ان شرطوں کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس لفظ کا منصرف پڑھنا جائز ہوا اور اس لحاظ سے کہ اس میں دو اسباب منع صرف کے موجود ہیں ایک علمیت دوسری تانیث اس لفظ کا غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ **و زینب و سقر علما لطبقة من طبقات النار** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سقر کے معنی بتائے ہیں کہ سقر آگ کے طبقات میں سے ایک طبقہ کا علم ہے **وماه وجور علمین لبلدتین** یعنی ماہ وجور دو شہروں کے نام ہیں **ممتنعٌ صرفها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرفہا کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ زینب اور سقر اور ماہ وجور کے الفاظ ترکیب میں مبتداء واقع ہوئے ہیں اور ممتنعٌ اس کی خبر ہے اور اس کی خبریت درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ الفاظ مؤل بجماعتہ ہیں اور یہ اس تقدیر پر مؤنث ہے اور ممتنع مذکر ہے پس درمیان مبتداء اور خبر کے مطابقت نہیں ہوئی۔ ممتنعۃ ہونا چاہئے تا کہ مطابقت حاصل ہو۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ممتنع کا فاعل صرف کا لفظ ہے اب یہ فعل فاعل مل کر جملہ ہوا اور جملہ مؤنث ہے لہٰذا درمیان مبتداء وخبر کے مطابقت حاصل ہوگئی۔ یعنی یہ الفاظ مذکورہ کا منصرف ہونا منع ہے بلکہ یہ الفاظ غیر منصرف ہیں۔ **اما زینب فللعلمیة و التانیث المعنوی مع شرط تحتم تاثیره و هو الزیادة علی الثلثة و اما سقر فللعلمیة و التانیث المعنوی مع شرط تحتم تاثیره و هو تحرک الاوسط و اما ماه وجور فللعلمیة و التانیث المعنوی مع شرط تحتم تاثیره و هو العجمة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الفاظ مذکورہ کے غیر منصرف ہونے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ زینب اس لئے غیر منصرف ہے کہ اس میں ایک علمیت دوسری تانیث معنوی مع شرط تحتم تاثیر جو کہ زیادۃ علی الثلثہ ہے پائی جاتی ہے اور سقر اس لئے غیر منصرف ہے کہ اس میں ایک علمیت دوسری تانیث معنوی مع شرط تحتم تاثیر جو کہ تحرک اوسط ہے پائی جاتی ہے اور ماہ وجور کے الفاظ اس لئے غیر منصرف ہیں کہ ان میں ایک علمیت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسری تانیث معنوی مع شرط عدم تاثیر جو کہ مجمہ ہے موجود ہے **فان سمی به ای بالمؤنث المعنوی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ بہ کی ضمیر مجرورہ مؤنث معنوی کی طرف لوٹتی ہے۔ **مذکر فشرطه فی سببیة منع للصرف** یعنی اگر مؤنث سماعی کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ **الزیادة علی الثلثه** اس کے حروف تین حرفوں سے زیادہ ہوں۔ **لان الحرف الرابع فی حکم تاء التانیث قائم مقامها**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مؤنث معنوی کی غیر منصرف ہونے کی دلیل بیان کی ہے جس کو کسی مذکر کا نام رکھا گیا ہو یعنی جب اس صورت میں اس کے حروف تین سے زیادہ ہوں گے تو وہ غیر منصرف ہوگا۔ اس لئے کہ چوتھا حرف تاء تانیث کے قائم مقام ہوگا گویا اس زیادۃ کی صورت میں تانیث حکمی موجود ہے پس اگرچہ علمیت کی وجہ سے تانیث معنوی زائل بھی ہو لیکن چوتھا حرف تانیث حکمی ہی مانا جائے گا اس لئے غیر منصرف ہوگا **فقدم و هو مؤنث معنوی سماعی باعتبار معناه الجنسی اذا سمی به رجلٌ** اس میں اوپر کی عبارت پر تفریع ہے کہ قدم کا لفظ جو کہ باعتبار معنیٰ جنسی اپنے کے مؤنث معنوی سماعی ہے اگر کسی آدمی کا نام رکھا جائے تو **منصرف** یعنی منصرف ہوگا۔ **لان التانیث الاصلی زال بالعلمیة للمذکر من غیر ان یقوم شیٌ مقامه و العلمیة وحدها لا تمنع الصرف** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدم کے منصرف ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ قدم کا لفظ جب کسی آدمی کا نام رکھا جائے گا تو یہ اس صورت میں منصرف ہوگا۔ اس لئے کہ تانیث معنوی بوجہ علمیت کے زائل ہوگئی اور کوئی چوتھا حرف زیادہ علی ثلثہ اس میں نہیں پایا جاتا جو کہ تانیث حکمی کے قائم مقام ہو اور علمیت تنہا غیر منصرف ہونے کے لئے سبب نہیں بن سکتی لہٰذا منصرف رہے گا۔ **و عقرب و هو مؤنث معنوی سماعی باعتبار معناه الجنسی اذا سمی به رجل** یعنی عقرب کا لفظ باعتبار اپنے جنسی معنیٰ کے مؤنث معنوی سماعی ہے اگر یہ کسی مرد کا نام رکھا جائے تو غیر منصرف ہوگا **ممتنع صرفها** اس میں صرفها کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عقرب کا لفظ ترکیب میں مبتداء ہے اور ممتنع کا لفظ اس کی خبر ہے اور یہ خبریت صحیح نہیں اس لئے کہ عقرب مؤنث ہے اور ممتنع مذکر ہے لہٰذا درمیان مبتداء وخبر کے مطابقت نہیں ہوئی اگر ممتنعة کا لفظ ہوتا تو مطابقت حاصل ہو جاتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ممتنع کا فاعل محذوف صرف کا لفظ ہے اب یہ فعل فاعل مل کر جملہ ہوا اور جملہ مؤنث ہے لہٰذا درمیان مبتداء وخبر کے مطابقت حاصل ہوگئی۔ **لانه و ان زال التانیث بعلمیة للمذکر فالحرف الرابع قائم مقامها**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقرب کے غیر منصرف ہونے کی دلیل بتاتے ہیں کہ یہ عقرب کا لفظ جب کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس صورت میں بھی غیر منصرف ہوگا اس لئے کہ اس کی تانیث معنوی اگرچہ بوجہ علمیت کے زائل بھی ہو جائے لیکن اس کا حرف رابع قائم مقام تانیث معنوی کے ہوگا پس یہ اس زیادت کی بناء پر غیر منصرف پڑھا جائے گا۔ **بدلیل انه اذا صغر قدم ظهر التاء المقدرة کما اقتضیة قاعدة التصغیر فیقال قدیمةٌ بخلاف عقرب فانه اذا صغر یقال عقیربٌ من غیر اظهار التاء لان الحرف الرابع قائم مقامه فعقرب اذا سمی به رجل امتنع صرفه العلمیة و التانیث الحکمی.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ عقرب میں علمیت کے وقت حرف رابع قائم مقام تانیث کے ہے اور یہ حروف رابع زیادہ علی الثلثہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ دلیل یہ ہے کہ قدم کے لفظ کو جب مصغر کیا جائے گا تو اس کی تائے مقدرہ ظاہر کی جائے گی جیسا کہ اس کو تصغیر کا قاعدہ چاہتا ہے پس قدیمۃ بولا جائے گا۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فائدہ:.....

جب اسماء کی اصل معلوم کرنی ہو تو ان میں تصغیر کا قاعدہ جاری کیا جاتا ہے تصغیر میں لاکر حروف اصلی اور زائد کا فرق کر لیتے ہیں جب قدم کی تصغیر قدیمة سے کی تو معلوم ہوا کہ تاء اس میں زائد ہے اور یہ لفظ ثلاثی ہے رباعی نہیں بخلاف عقرب کے کہ جب اس کی تصغیر کی جاتی ہے تو عقیرب بولا جاتا ہے بغیر اظہار تاء کے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ رباعی ہے اور اس میں حرف رابع قائم مقام تانیث معنوی کے ہے پس اگر یہ لفظ کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس صورت میں بھی غیر منصرف ہوگا اور اسباب منع صرف میں سے اس میں ایک علمیت دوسری تانیث حکمی مانی جائے گی۔

المعرفة:.....

ای التعریف لان سبب منع الصرف هو وصف التعریف لا ذات المعرفة. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معرف کا اسباب منع صرف سے گننا درست نہیں کیونکہ سبب منع صرف صرف وصف تعریف ہے نہ معرفہ کی ذات۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں معرفہ سے مراد مصدر تعریف ہے اب اس کا اسباب منع صرف سے شمار کرنا درست ہوا اور معرفہ سے یہاں مراد مصدری معنیٰ لینے کی اس لئے ضرورت ہے کہ سبب منع صرف تعریف ہی ہوتا ہے معرفہ نہیں ہوتا۔

شرطها ای شرط تاثیرها فی منع الصرف. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ شرطها کی ضمیر مجرورہ معرفہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی معرفہ کی تاثیر کی شرط یہ ہے کہ وہ علمیت کی ہو۔ **ان تکون علمیة ای کون هذا النوع من جنس التعریف علی ان یکون الیاء مصدریةً** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت مذکورہ میں تکرار ہے وہ یہ کہ "ان" ناصبہ جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو اس کو بمعنیٰ مصدر کر دیتا ہے لہٰذا اس تقدیر پر ایک تکرار تکون کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے دوسرے یائے مصدری سے معلوم ہوتی ہے جو کہ علمیة میں ہے پس اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی کہ شرطها، کونها، علمًا دیکھئے تکرار صاف معلوم ہوتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ علمیۃ کی یا مصدری ہے لیکن علمیت سے مراد یہ تعریف کے جنس کی نوع ہے یعنی یہاں تعریف بالعلمیت مقصود ہے۔

فائدہ:.....

تعریف کی کئی قسمیں ہیں ایک تعریف ضمائر کی دوسری تعریف موصولات کی تیسری تعریف اسمائے اشارات کی چوتھی باللام پانچویں تعریف بالاضافت چھٹی تعریف بالعلمیت ہوتی ہے یہاں یہ ہی مراد ہے۔

او منسوبةً الی العلم بان تکون حاصلة فی ضمنه علی ان یکون الیاء النسبة.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مذکورہ بالا کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں اس طرح دیا ہے کہ یا علمیۃ کی یا نسبتی ہے یعنی وہ معرفہ غیر منصرف ہونے کا سبب بن سکتا ہے جو منسوب الی العلم ہو اس طرح کہ وہ معرفہ علم کے ضمن میں حاصل ہو یعنی وہی تعریف علمی مقصود ہے اور جب یا نسبتی ٹھہرائی گئی تو اس تقدیر پر سوال مذکورہ بالکل ہی رفع ہو گیا۔ **و انما جعلت مشروطة بالعلمیة لان تعریف المضمرات و المبهمات لا یوجد الا فی المبنیات و منع الصرف من احکام المعربات و التعریف باللام او الاضافة یجعل غیر المنصرف منصرفا کما سیجیء فلا یتصور کونه سببًا لمنع الصرف فلم یبق الا التعریف**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

العلمی۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معرفہ کی علمیت کے ساتھ مشروط ہونے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ معرفہ سے یہاں تعریف علمی اس لئے مراد ہے کہ ضمائر اور مبہمات یعنی موصولات اور اشارات کی تعریف مبہمات ہی میں پائی جاتی ہے اور غیر منصرف اسم کے غیر منصرف ہونا معربات کے احکام میں سے ہے اور الف لام اور اضافت کی تعریف غیر منصرف اسم کو منصرف کر دیتی ہے یا منصرف کے حکم میں جیسے آگے چل کر مصنف خود ہی اس کی تحقیق فرمائیں گے۔ پس یہ اضافت اور الف لام کی تعریف منع صرف کے لئے سبب نہیں ہو سکتی لہٰذا اب سوائے تعریف علمی کے اور کسی تعریف کا سبب ہونا باقی نہ رہا۔ **و انما جعل المعرفة سببًا و العلمية شرطها و لم يجعل العلمية سببًا كما جعل البعض لان فرعية التعريف لتنكير اظهر من فرعية العلمية له۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرفہ کو سبب منع صرف کا بنایا ہے اور علمیت کو اس کی شرط ٹھہرائی ہے اور اس کا عکس نہیں کیا جیسا کہ بعض یعنی صاحب مفصل نے کیا ہے اس کی کیا دلیل اور وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دار و مدار سببیت کا فرعیت پر ہے اور تعریف کی فرعیت علمیت کی فرعیت سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرفہ کو سبب منع صرف کا بنایا اور علمیت کو اس کی شرط ٹھہرائی اور علمیت کو سبب نہیں بنایا جیسا کہ صاحب مفصل نے کیا ہے۔

العجمة:.....

و هی کون اللفظ مما وضعه غير العرب.

اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ عجمہ کا اسباب منع صرف میں سے شمار کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ عجمہ لغت عجمی کے معنیٰ کے لئے اسم موضوع کا نام ہے اور وہ ذات ہے اور اسباب منع صرف اوصاف کے قبیلہ میں سے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں عجمہ سے مراد وہ لفظ ہے جس کو غیر عرب یعنی اہل عجم نے کسی معنیٰ کے لئے وضع کیا ہو جب کون کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا تو اس تقدیر پر عجمہ کی وصفیت بھی ظاہر ہو گئی لہٰذا اب اس کا اسباب صرف منع صرف سے شمار کرنا درست ہوا۔ **لتاثيرها فی منع الصرف شرطان** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرطان کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ العجمة کا لفظ ترکیب میں مبتداء ہے اور شرطها ان تكون علمة فی العجمة معطوف علیہ اور تحرك اوسط یازیادة علی الثلثة معطوف اور معطوف علیہ مل کر اس کی خبر واقع ہوئی ہے اس تقدیر پر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مل کر مجموعہ عجمہ کی شرط ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ عجمہ کی علمیت علیحدہ شرط ہے اور تحرک اوسط اور زیادۃ علی الثلثہ دوسری شرط ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرطان کا لفظ بڑھا کر جواب دیا ہے کہ العجمۃ کی خبر محذوف یہ ہی شرطان کا لفظ ہے یعنی عجمہ کی دو شرطیں ہیں۔ **شرطها الاول ان تكون علمية** یعنی اول شرط عجمہ کی سببیت کی یہ ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم بھی ہو **ای منسوبة الی العلم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ علمیت کی یاء نسبتی ہے یعنی وہ عجمہ سبب منع صرف بن سکتا ہے جو منسوب الی العلم ہو **فی اللغة لعجمة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لغت کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عجمہ کی ظرفیت علمیت کے لئے درست نہیں ہے کیونکہ علمیت کے عجمہ میں ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لغت کا لفظ بڑھا کر جواب دیا کہ عبارت میں مضاف مقدر لغت کا لفظ ہے اب اس کے بڑھانے سے عجمہ کی ظرفیت درست ہو گئی یعنی عجمہ کی اول شرط یہ ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم ہو۔ **بان تكون متحققة فی ضمن العلم فی العجم حقيقة.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عجمہ کی لغت عربی میں علمیت ہونے کی صورت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بتاتے ہیں یعنی لغت عجمی میں عجمہ کی علمیت اس طرح ہوگی کہ وہ لغت عجمی میں حقیقۃً علم کے ضمن میں متحقق ہو جیسے کہ ابراہیم کہ یہ لفظ عجمہ بھی ہے اور لغت عجمی میں علم بھی۔ **او حکما بان ینزله العرب من لغة العجم الی العلمیة من غیر تصرف فیه قبل النقل کقالون فانه کان فی العجمه اسم جنس سمی به احدرواة القراء لجودة قرأبة قبل ان یتصرف فیه العرب فکانه کان علمًا فی الجملة** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکمًا کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ قانون سے منقوض ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے لہٰذا چاہئے کہ یہ لفظ منصرف ہو حالانکہ یہ غیر منصرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ عجمہ کا عجمی لغت میں علم ہونا عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے ابراہیم میں خواہ حکمًا ہو جیسے قالون میں حکمًا اس طرح ہوگا کہ اس کو عرب لغت لاعجمی میں علمیت کی طرف نقل کریں اور اس میں نقل سے پیشتر کوئی تصرف تغیر تبدل نہ کریں جیسے کہ قالون میں جس کے معنی لغت رومی میں جید کے ہیں یہ لفظ عجمی لغت میں اسم جنس تھا جس کو رومی لوگ ہر جید چیز کے لئے مستعمل کرتے تھے۔ اب یہ لفظ عرب کے محاورہ میں آکر قاریوں میں سے ایک قاری کا علم ہوا چونکہ اس قاری کی قرأت بہ نسبت دوسرے قاریوں کی قرأت کے زیادہ جید اور عمدہ ہے اس لئے اس قاری کا نام بھی قالون رکھا گیا دیکھئے اس لفظ کو عرب نے عجمی لغت سے علمیت کی طرف نقل کیا ہے اور اس میں نقل سے پیشتر کوئی تغیر تبدل نہیں کیا گویا یہ بوجہ عدم تصرف کے لغت عجمی میں حکمًا علم ہی ہوا لہٰذا یہ لفظ بہ سبب پائے جانے علمیت حکمی کے غیر منصرف ہوا۔ **و انما جعلت شرطا لئلا یتصرف فیها العرب مثل تصرفاتهم فی کلام فتضعف فیه العجمة فلا یصلح سببا لمنع الصرف فعلی هذا لوسمی بمثل لجام لا یمتنع صرفه لعدم علمیة و العجمة۔** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عجمہ کے لغت عجمی میں علمیت شرط ہونے کی دلیل اور وجہ بیان فرمائی ہے کہ عجمہ کی لغت عجمی میں شرط ہونا اس لئے ضروری مانا گیا ہے کہ عرب جس طرح اپنے محاورہ کے الفاظ میں تغیر تبدل کیا کرتے ہیں اس میں نہ کرسکیں کیونکہ اگر عرب نے عجمی لفظ کو نقل کر کے اپنے محاورہ میں تغیر تبدل کیا تو اس صورت میں اس کا عجمہ ہونا ضعیف ہو جائے گا۔ پس یہ منع صرف کے لئے سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا اس لئے عجمہ میں یہ ضروری ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم بھی ہوتا کہ عرب اس میں تغیر نہ کرسکیں کیونکہ اعلام بقدر امکان تغیر تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں پس اس تقدیر پر لجام کا لفظ جس میں عرب نے تغیر تبدل کیا ہے اگر اس میں اسمیت کا لحاظ کیا جائے تو اس کا منصرف ہونا منع نہیں ہے بلکہ یہ ذات علمیت میں بھی منصرف ہی رہے گا کیونکہ یہ عجمی لغت میں نہ حقیقۃً علم ہے نہ حکمًا اور عجمہ میں شرط تھی کہ وہ لغت عجمی میں حقیقۃً یا حکمًا علم ہو۔ **و شرطها الثانی احد الامرین** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جملہ سابق شرطها الاول کے جملہ پر عطف ہے اور اس میں احد الامرین کا لفظ جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے اس سے ایک سوال مقدر کو رفع کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تحرک اوسط اور زیادہ علی الثلثہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مل کر شرط ثانی ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ شرط ثانی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ شرطہا کی خبر یہ مجموعہ نہیں بلکہ ان دونوں میں سے ایک ہی ترکیب میں خبر واقع ہوئی ہے یعنی مبتداء کی خبر محذوف احد الامرین کے لفظ کو سمجھنا چاہئے یعنی شرط تحرک حرف اوسط ہے یا زیادۃ علی الثلثۃ **تحرك الحرف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی عبارت اوسط ترکیب میں صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے اور یہاں موصوف نہیں ہے پس مصنف کی عبارت میں نقص لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ عبارت میں نقص نہیں اس وجہ سے کہ صفت موصوف یہاں محذوف حرف ہے۔ **الاوسط او الزیادة علی الثلثة ای علی ثلثة اصف لئلا یعارض الخفة احد السنین** اس عبارت سے شارح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد شرط ثانی کی علت اور وجہ بیان کرنا ہے یعنی عجمہ کی شرط ثانی یہ ہے کہ وہ متحرک الاوسط ہو یا تین حرفوں سے اس کے حروف زیادہ ہوں یہ ضروری شرط ہے اس لئے کہ اسباب منع صرف میں سببین ایک سبب ثقل ہوگا اگر یہ شرط ثانی نہ پائی جائے تو کلمہ میں خفت پیدا ہو جائے گی۔ پس احد السببین کے ثقل سے خفت کا معارضہ ہو جائے گا اور معارضہ کی صورت میں عجمہ کا اثر جاتا رہے گا اس لئے یہ شرط ثانی ضروری مانی گئی تا کہ خفت کا ثقل سے معارضہ نہ ہو سکے اور اسم غیر منصرف ہو جائے۔

فنوح منصرف:.....

هذا تفريع بالنظر الى الشرط الثاني فانصراف نوح انما هو لانتفاء الشرط الثاني.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فنوح کا فا تفریعیہ ہے گویا یہ بنظر شرط ثانی کے تفریع ہے یعنی نوح کا منصرف ہونا شرط ثانی کے نہ پائے جانے پر مبنی ہے۔ **و هذا اختيار المصنف لان العجمة سبب ضعيف لانهٗ امر معنوىّ فلا يجوز اعتبارها مع سكون الاوسط.** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد نوح کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے کا اختلاف ظاہر کرنے مصنف کا مذہب مختار پر تنبیہ کرنا ہے نوح کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں دو مذہب ہیں ایک مذہب علامہ زمخشری صاحب مفصل کا ہے، دوسرا مصنف کافیہ کا مذہب ہے۔ صاحب مفصل کے نزدیک نوح ہند کے مثل ہے یعنی وہ نوح کا انصراف اور عدم انصراف دونوں جائز سمجھتے ہیں اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منصرف خیال کرتے ہیں اور یہ منصرف ہونا نوح کا ان کے نزدیک مختار بھی ہے اور اس کو غیر منصرف نہیں کہتے ہیں بلکہ منصرف ہونا مختار سمجھتے ہیں اس لئے کہ عجمہ سبب ضعیف ہے کیونکہ وہ ایک امر معنوی ہے اس کے واسطے علامت لفظی ظاہری کوئی نہیں پس عجمہ کا سکون اوسط کے ساتھ سببیت کے لئے اعتبار دینا جائز نہیں۔ **و اما التانيث فان له علامته مقدرة تظهر فى بعض التصرفات فله نوع قوة فجاز ان يعتبر مع سكون الاوسط و ان لا يعتبر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عجمہ اور تانیث معنوی دونوں امر معنوی ہونے میں برابر ہیں اور تانیث معنوی میں انصراف اور عدم انصراف دونوں فرمایا ہے اور عجمہ میں صرف ایک امر پر اکتفاء کیا ہے لہٰذا چاہئے کہ عجمہ میں بھی جواز امرین کا لحاظ کرتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تانیث معنوی ایک امر معنوی ہے لیکن اس کی علامت تانیث لفظ میں بعض اوقات ظاہر بھی ہوتی ہے جیسے تصغیر میں پس اس کو ایک قسم کی قوت حاصل ہوگئی پس جائز ہے کہ یہ سکون اوسط کے ساتھ معتبر بھی ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ معتبر نہ ہو بخلاف عجمہ کے کہ اس کی لفظ میں کوئی علامت تانیث کی ظاہر نہیں ہوتی ہے پس یہ سبب ضعیف ہوا اس لئے کہ اس میں جواز امرین کا اعتبار نہیں ہے۔ **فان قلت قد اعتبرت العجمة فى ماه وجور مع سكون الاوسط فى ما سبق فلم لم يعتبر هٰهنا۔** یہ ایک سوال ہے جو اوپر ہذا اختیار مصنف الخ کی عبارت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ نوح کے لفظ میں سکون اوسط کے ساتھ عجمہ کو معتبر کیوں نہیں کیا حالانکہ ماہ جور میں سکون اوسط کے ساتھ ما سبق میں اعتبار دیا ہے پس مناسب ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نوح میں بھی اوسط کے ساتھ عجمہ کا اعتبار کر کے جواز امرین کا لحاظ فرماتے حالانکہ ایسا نہیں کیا۔ **قلنا اعتبارها فى ما سبق انما هو لتقوية سببين اخرين لئلا يقادم سكون الاوسط احدهما فلا يلزم من اعتبارها لتقوية سبب اخر سببيتها بالاستقلال۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے کہ عجمہ کا اعتبار جو پیشتر کیا ہے وہ منع صرف کے دو اور سببوں کی تقویت کے لئے کیا ہے تا کہ ان دو سببوں میں سے ایک سبب کا ثقل سکون اوسط یعنی خفت کا مقابل اور معارض نہ ہو پس دوسرے سبب کی تقویت کے لئے عجمہ کے اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کی بالاستقلال سمیت کا بھی اعتبار ہو۔ **و شتر و هو اسم حصن بديار بكر و ابراهيم ممتنع** یعنی شتر جو دیار بکر میں کسی قلعہ کا نام اور ابراہیم جو ایک مشہور پیغمبر علیہ السلام کا اسم گرامی ہے غیر منصرف ہے۔

صرفهما لوجود الشرط الثانی فان فی شتر تحرک الاوسط و فی ابراهیم الزیادة علی الثلثة اس عبارت میں صرفہما کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل اوپر گزر چکی ہے اور اس عبارت عربی کا خلاصہ یہ ہے کہ شتر اور ابراہیم اس لئے غیر منصرف ہے کہ ان دونوں لفظوں میں شرط ثانی پائی جاتی ہے شتر میں تحرک اوسط اور ابراہیم میں زیادۃ علی الثلثہ پائی جاتی ہے۔ **و انما خص التفريع بالشرط الثانی لان غرضه التنبيه علی ما هو الحق عنده من انصراف نحو نوح و لهذا قدم انصرافه مع انه متفرع علی انتفاء الشرط الثانی و الاولی تقديم ما هو متفرع علی وجوده كما لا يخفی.**

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے نوح کے منصرف ہونے کو شرط ثانی کی انتفاء پر تفریع کیا ہے اور شرائط اول کے انتفاء پر تفریع نہیں کیا جیسا کہ صاحب ہدایۃ النحو نے فلحام منصرف کہہ کر کیا ہے اس کی خصوصیت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ شرط ثانی کی انتفاء پر تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد اور تنبیہ اس پر ہے جو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حق اور درست ہے اور وہ نوح کا منصرف ہونا ہے یعنی اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ان کے نزدیک نوح کا منصرف ہونا غیر منصرف ہونے سے زیادہ صحیح اور درست ہے اور اسی وجہ سے نوح کے منصرف ہونے کو مقدم ذکر کیا ہے باوجودیکہ اس کا انصراف شرط ثانی کی انتفاء پر متفرع ہے اور اولیٰ تقدیم اس کی ہے جو کہ وجود پر متفرع ہو کیونکہ وجودی عدمی سے اشرف مانا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے **و اعلم اسماء الانبياء عليهم السلام ممتنعة عن الصرف الا ستة محمد و صالح و شعيب و هود لكونها عربية و نوح و لوط لخفتها.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے غیر منصرف ہونے کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ ان تمام اسماء گرامی انبیاء علیہم السلام کے غیر منصرف ہیں سوائے چھ اسماء کے یعنی محمد و صالح و شعیب و ہود کہ یہ چار اسماء مبارک اس لئے منصرف ہیں کہ یہ عربی الفاظ ہیں ان میں عجمہ نہیں پایا جاتا اور نوح اور لوط اس لیئے منصرف ہیں کہ ان میں خفت پائی جاتی ہے ان چھ اسماء کے علاوہ باقی سب اسماء انبیاء علیہم السلام کے غیر منصرف ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے اشعار میں لکھا ہے ؎

گر همی خواهی که دانی نام هر پیغمبرے
تا کدام است اے برادر نزد نحوی منصرف
صالح و هود و محمد با شعیب و نوح و لوط
منصرف دان ایں همه دیگر همه

لا ينصرف و قيل ان هودًا كنوح لان سيبويه قرنه معه و يؤيده ما يقال من ان العرب من ولد اسماعيل و من كان قبل ذلك فليس بعربی و هود قبل اسماعيل فيهما يذكر فكان كنوح.

کسی نے ہود کو قبل نوح کے سمجھا ہے اس دلیل سے کہ سیبویہ نے جہاں پر انبیاء کے اسماء کا ذکر کیا ہے وہاں پر ہود کو نوح کے ساتھ میں ذکر کیا ہے اس طرح محمد و صالح و شعیب و ہود و ہود کو نوح کے ساتھ ذکر کیا شعیب کے ساتھ ذکر نہیں کیا اگر یہ ہود عربی لفظ ہوتا تو اس کو نوح پر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقدم کرتے اور شعیب کے ساتھ قرین کر کے لکھتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ مثل نوح کے ہے یعنی جو نوح کا حکم ہے وہی اس کا بھی ہوگا اور سیبویہ کے قول کی تقویت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ کل عرب کے لوگ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور جو لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں وہ عرب نہیں مانے جاتے ہیں اور تاریخ انبیاء علیہم السلام میں جہاں پیغمبروں کے نام کا ذکر ہے وہاں پر ہود کو اسماعیل علیہ السلام سے پہلے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہود مثل نوح کے ہے اور نوح مصنف کے نزدیک منصرف ہے لہٰذا یہ بھی منصرف ہوگا

الجمع:.....

و هو سببٌ قائم مقام السببين یعنی اسباب منع صرف میں سے ایک جمع ہے اور یہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہے **شرطه اى شرط قيامه مقام السببين** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کے سوال کی تشریح یہ ہے کہ رجال اور مسلمون جمع ہے باوجودیکہ یہ منع صرف کے لئے سبب نہیں مصنف نے خود ہی اس سوال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جمع سے مراد یہاں مطلق جمع نہیں بلکہ جمع سے مراد وہ جمع ہے جو صیغہ منتہی الجموع کے ہو یعنی جمع کے دو سببوں کے قائم مقام ہونے کی شرط صیغہ منتہی الجموع ہونا ہے۔ **صيغة منتهى الجموع و هى الصيغة التى كان اولها مفتوحًا و ثالثها الفا و بعد الالف حرفان او ثلثة اوسطها ساكن** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صیغہ منتہی الجموع کی تعریف بتانا چاہتے ہیں کہ صیغہ منتہی الجموع اس کو کہتے ہیں کہ جس کا اول حرف مفتوح اور ثالث حرف اس کا الف ہو اور بعد الف کے دو حرف متحرک ہوں جیسے مساجد میں یا بعد الف کے تین حروف ہوں اول حرف مکسور اوسط ساکن ہو جیسے مصابیح میں۔

و هى صيغة التى لا تجمع جمع التكسير مرة اخرىٰ و لهٰذا سميت صيغة منتهى الجموع لانها جمعت فى بعض الصور مرتين تكسيرًا فانتهىٰ تكسيرها المغير للصيغة فانا جمع السلامة فانه لا يغير الصيغة فيجوز ان تجمع جمع السلامة كما تجمع ايا من جمع ايمن علىٰ ايا منين و صواحب جمع صاحبة على صواحبات و انما اشترطت لتكون صيغة مصؤفة عن قبول التغير فتؤثر.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صیغہ منتہی الجموع کی وجہ تسمیہ بتانا چاہتے ہیں کہ صیغہ منتہی الجموع اس کو کہتے ہیں جو جمع تکسیر کے ساتھ دوبارہ جمع نہ ہو سکے اور اسی وجہ سے اس کو صیغہ منتہی الجموع کہتے ہیں کیونکہ صیغہ بعضی صورتوں میں تکسیر کے ساتھ دو دفعہ جمع ہو جاتا ہے پھر اس کی تکسیر جو صیغہ کو مغیر کر دیتی ہے ختم ہو جاتی ہے اور جمع سلامت چونکہ صیغہ کو مغیر منع نہیں کرتی ہے اس لئے جائز ہے کہ یہ جمع سلامت کے ساتھ پھر جمع ہو جیسا کہ ایامن جو کہ جمع ایمن کی ہے ایامنین کے وزن پر جمع آتی ہے اور صواحب جو جمع صاحبة کی ہے صواحبات کے وزن پر جمع ہوتی ہے اور مصنف نے جمع کے منع صرف کی سببیت کے لئے صیغہ منتہی الجموع ہونا اس لئے شرط کیا ہے کہ صیغہ جمع کا تغیر تبدل سے محفوظ ہو کر سببیت کا اثر کر سکے کیونکہ صیغہ اگر بار بار جمع ہو تو اس کی جمعیت میں ایک قسم کا فتور آئے گا اور جبکہ صیغہ منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے اس کی جمعیت ختم ہو جائے تو اس صورت میں جمعیت کی ایک قسم کی قوت پیدا ہو جائے گی جس سے صیغہ تغیر اور فتور سے محفوظ ہو کر سببیت کا اثر کر سکے گا **بغير هاء منقلبةً عن تاء التانيث حالة الوقف.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے سوال یہ ہے کہ فوارہ منصرف ہونا چاہئے کیونکہ یہ ہا کے ساتھ میں ہے اور فرازنۃ غیر منصرف ہونا چاہئے کیونکہ یہ بلا ہا کے ہے حالانکہ امر بالعکس ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد یہاں وہ ہا ہے جو حالت وقف میں تائے تانیث سے بدل ہو۔ **او المراد بها تاء التانيث باعتبار مايؤل اليه حالته**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الوقف فلا یرد نحو فواره جمع فارته اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے کہ یا ہا سے مراد یہاں تاء ہے مجازاً باعتبار ما یؤل الیہ کے یعنی جب اس پر وقف کیا جائے گا تو وہ تاء اس وقف کی حالت میں ہا ہو جائے گی جب ہاء سے مراد وہ تاء مجازیہ ہے تو اس تقدیر پر اوپر والا فوارہ کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ و انما اشترط کونها بغیرهاء لانها لو کانت مع هاء کانت علی زنة المفردات کفرازنة فانها علی زنته کراهیة و طواهیة بمعنی الکراهة و الطاعة فیدخل فی قوة جمعیة فتورٌ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع کی صریت کے لئے بغیر ہا ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کی ہے کہ جمع میں یہ شرط ہے کہ بغیر ہاء کے ہو کیونکہ اگر وہ ہا کے ساتھ ہو تو اس صورت میں وہ جمع مفردات کے وزن پر مانی جائے گی جیسے فرازنتہ جو کہ کراھۃٌ کے وزن پر ہے یا جیسے طواعیۃ ہے اور یہ جمع اس حالت میں بمعنٰی کراھۃ اور طاعۃ کے ہے پس اس کی جمعیت کی قوۃ میں فتور اور نقصان لازم آئے گا جس کی بناء پر یہ جمع منع صرف کا سبب نہ بن سکے گا۔ و لا حاجة الی خراج نحو مدائنیٌّ فانه مفردٌ محض لیس جمعا لا فی الحال و لا فی المال و انما الجمع مدائنٌ و هو لفظٌ اخر بخلاف فرازنیةٌ فانها جمع فرزین او فرزان بکسر الفاء فعلم مما سبق ان صیغه منتهی الجموع علی قسمین احدهما ما یکون بغیرهاء و ثانیهما ما یکون بهاء فاما ما کان بغیرهاء فمتنعٌ صرفها لوجود شرط تاثیرها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف اگر بغیرها و یاء النسبة لکھتے تو یہ عبارت زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ اس عبارت کی رو سے مدائنیٌّ غیر منصرف ہونے سے نکل جاتا کیونکہ یہ لفظ منصرف ہے باوجودیکہ یہ صیغہ منتہی الجموع بغیر ہا کے ہے لہٰذا قید یائے نسبتی کی بڑھانے کی ضرورت ہے جس کے بناء پر یہ خارج ہو جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس لفظ کے خارج کرنے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ یائے نسبتی کے ساتھ مفرد محض ہے نہ جمع فی الحال ہے اور نہ فی المال بلکہ جمع اس کی مدائن بغیر ہائے نسبتی کے ہے اور یہ دوسرا لفظ ہے بخلاف فرازنۃ کہ وہ جمع فرزین یا فرزان بکسر فاء کے ہے پس گزشتہ بغیر الہاء کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ صیغہ منتہی الجموع کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بغیر ہا کے ہو دوسرے وہ جو ہا کے ساتھ ہو پس وہ جو بغیر ہا کے ہو وہ غیر منصرف ہوگا بوجہ پائے جانے اس کی تاثیر شرط جو کہ جمع کا بغیر ہا کے ہونا ہے۔ کمساجد مثال لما بعد الف حرفان یہ اس جمع کی مثال ہے کہ جس کی جمع کے الف کے بعد میں دو حرف متحرک آئے ہوں و مصابیح مثال لما بعد الفه ثلثة احرف اوسطها ساکن اس میں مثال اس جمع کی ہے جس کی الف جمع کے بعد تین حروف آئے ہوں اول حرف مکسور درمیان والا ساکن ہو یہ دونوں مثالیں اس صیغہ منتہی الجموع کی ہیں جو بغیر ہا کے ہو اما فرازنته و امثالها مما هی علی صیغة منتهی الجموع مع الهاء یہ اس صیغہ منتہی الجموع کی مثال ہے جو ہا کے ساتھ ہو یعنی یہ لفظ اور اس کے مثل جو صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہاء کے ساتھ آئے ہو سب منصرف ہوں گے بخلاف پہلی قسم کے کہ وہ غیر منصرف ہوگا فمنصرف لغواط شرط تاثیر الجمعیة و هو کونهما بلا هاء اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمعیت کی تاثیر کی شرط کے فوت ہونے کی بناء پر فرازنۃ اور اس کے امثال کو متفرع کر کے منصرف بتایا ہے یعنی فرازنۃ اور اس کے وزن پر جتنے الفاظ ہا کے ساتھ آئیں گے وہ سب بوجہ فوت ہونے جمعیت کے تاثیر کی شرط کے جو کہ صیغہ منتہی الجموع بغیر ہاء کے ہوتا ہے منصرف ہوں گے۔ و حضاجر علماء للضبع هذا جواب سوال قدر تقدیره ان حضاجر علم جنس للبضع یطلق علی الواحد و الکثیر کما ان اسامة علم جنس للاسد فلا جمعیة فیه و صیغة منتهی الجموع لیست من اسباب منع الصرف بل هی شرط للجمعیة فینبغی ان یکون

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منصرفا لكنه غير منصرف و تقدير الجواب ان حضاجر حال كونه علما للضبع اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ حضاجر ضبع کے جنس کا نام ہے اس کا اطلاق قلیل کثیر دونوں پر آتا ہے جس طرح اسامہ اسد کے جنس کا نام ہے اور قلیل اور کثیر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے پس اس حضاجر کے لفظ میں باعتبار جنسی معنٰی کے جمعیت نہیں پائی جاتی ہے اور صیغہ منتہی الجموع اسباب منع صرف میں سے نہیں بلکہ جمع کی جمعیت کے لئے شرط ہے لہٰذا اس تقدیر پر مناسب ہے کہ یہ حضاجر کا لفظ منصرف ہو حالانکہ غیر منصرف ہے جواب کی تشریح یہ ہے کہ حضاجر درآنحالیکہ ضبع کا علم مانا جائے غیر منصرف ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حال کو نہ علما کا لفظ بڑھایا ہے اس میں اشارہ کیا ہے کہ متن میں علما کا لفظ ترکیب میں حال ہے اور ذوالحال اس کا حضاجر کا لفظ ہے۔ غير منصرف لا لجمعية لفظية بل للجمعية الاصلية یعنی حضاجر کا غیر منصرف ہونا باعتبار جمع حالی کے نہیں بلکہ اس کا غیر منصرف ہونا باعتبار جمع اصلی کے ہے یعنی اگرچہ یہ لفظ علمیت کے وقت جمع نہیں لیکن یہ لفظ اصل میں جمع تھا اس اصلی جمعیت کا لحاظ کرتے ہوئے اس لفظ کو غیر منصرف پڑھتے ہیں لانه منقول عن الجمع فانه كان في الاصل جمع حضجر بمعنى عظيم البطن سمي به الضبع مبالغة في عظم بطنها كان كل فرد منها جماعة من هذا الجنس فالمعتبر في منع صرف هو الجمعية الاصلية اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضاجر کے غیر منصرف ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کی ہے کہ یہ لفظ اصل میں حضجر کی جمع ہے جس کی معنٰی عظیم البطن کے ہیں اب یہ لفظ ضبع کا نام رکھا گیا اس لیئے کہ اس کا پیٹ بڑا ہوتا ہے گویا اس جانور کے جنس میں سے ہر ایک فرد مبالغہ بوجہ بڑے ہونے پیٹ کے عجیبہ وعجیبہ وجماعت ہے پس اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے جمعیت اصلی معتبر مانی گئی ہے۔ فان قلت لا حاجة في منع صرفه الى اعتبار الجمعية الاصلية فان فيه العلمية و التانيث لان الضبع هي انثى الضبعان یہ ایک سوال ہے جو جمع اصلی کے معتبر ماننے پر وارد ہوا ہے جس کی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ حضاجر کے غیر منصرف ہونے میں جمعیت اصلی کے اعتبار کی کیا حاجت اور ضرورت ہے کیونکہ اس میں دو اسباب منع صرف موجود ہیں ایک تانیث دوسرے علمیت تانیث اس لئے کہ ضبع ضبعان کا مؤنث ہے لہٰذا تانیث محقق ہوگئی پس یہ لفظ بناء بر علمیت اور تانیث کے غیر منصرف ہونا چاہئے جمعیت اصلی کی اس میں ضرورت نہیں قلنا علمية غير مؤثرة و الا لكان بعد التنكير منصرفا و التانيث غير مسلم لانه علم لجنس الضبع مذكرا كان او مؤنثا اس عبارت میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ حضاجر کی علمیت مؤثر نہیں ہے ورنہ یہ لفظ نکرہ بنانے کے بعد منصرف ہو جائے گا اور اس کی تانیث مسلم نہیں کیونکہ یہ جنس ضبع کا علم ہے خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث و انما اكتفى المصنف في التنبيه على اعتبار الجمعية الاصلية بهذا القول و لم يقل الجمع شرط ان يكون في الاصل كما قال في الوصف لئلا يتوهم ان الجمعية كالوصف قد تكون اصلية معتبرة و قد تكون عارضة غير معتبره و ليس الامر كذلك اذ لا يتصور العروض في الجمعية اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب جمعیت حالی اور اصلی کو عام بنایا گیا ہے پس مناسب تھا کہ مصنف عبارت یہاں اس طرح لکھتے الجمع ان یکون فی الاصل جس طرح کہ وصف میں لکھ چکے ہیں تاکہ اس سے جمع کی دو قسمیں معلوم ہوتیں ایک حالی دوسری اصلی حالانکہ مصنف نے ایسا نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع اصلی کے اعتبار پر لانہ منقول عن الجمع کے قول سے اکتفاء کر کے تنبیہ ظاہر کی ہے اور الجمع شرط ان یکون فی الاصل جس طرح وصف میں کہا اس طرح یہاں اس لئے نہیں کہا تاکہ اس سے یہ وہم نہ پیدا ہو کہ جس طرح وصف کی دو قسموں کی بناء پر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کبھی وصف معتبر مانا جاتا اور کبھی نہیں مانا جاتا ہے اسی طرح یہاں جمع بھی مثل وصف کے اصلی ہو تو معتبر اور اگر عارضی ہو تو غیر معتبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جمع کی جمعیت میں عروض متصور نہیں ہو سکتا یعنی وصف میں یہ ضرور ہے کہ جب اصلی ہو تو منع صرف کی سببیت کے لئے معتبر مانا جاتا ہے اور اگر عارضی ہو تو معتبر نہیں مانا جاتا اور جمع میں ایسا نہیں ہے یعنی جمع عارضی سبب نہیں ہوتی بلکہ اصل ہی منع صرف کے لئے سبب بن سکتی ہے۔

و سراویل:.....

جواب عن سوال مقدر تقديره ان يقال قد تفصيت عن الاشكال الوارد على قاعدة الجمع بجعل الجمع اعم من ايكون في الحال او في الاصل فما تقول في سراويل فانه اسم جنس يطلق على الواحد و الكثير و لا جمعية فيه لا في الحال و لا في الاصل فاجاب بانه اختلف في صرفه و منعه منه فهو.

یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اوپر جمع کے قاعدہ پر جو حضاجر کا اعتراض وارد ہوا تھا اس کا جواب جمع کو حالی اور اصلی کی طرف عام مان کر دے چکے ہیں لیکن اب سراویل کا اعتراض عائد ہوا کہ یہ لفظ اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل کثیر دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں نہ جمع حالی ہے نہ اصلی لہٰذا یہ لفظ بوجہ نہ پائے جانے جمع حالی و اصلی کے علی الاتفاق منصرف ہونا چاہئے حالانکہ اس کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس کا جواب اس طرح دیا کہ اس لفظ کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک غیر منصرف اور اقل کے نزدیک منصرف ہے جیسا کہ خود تشریح کرتے ہیں کہ **اذا لم يصرف و هو الاكثر في موارد الاستعمال فيرد به الاشكال على قاعدة الجمع كما قلت** یعنی اگر یہ سراویل کا لفظ غیر منصرف تسلیم کیا جائے جیسا کہ اکثر موارد استعمال میں غیر منصرف ہی مستعمل ہوتا ہے تو اس پر اوپر والا اعتراض جمع کے قاعدہ کا جیسا کہ تم کہہ چکے ہو وارد ہو جائے گا جس کا جواب یہ ہو **فقد قيل في التفصي عنه انه اسم اعجمي ليس بجمع لا في الحال و لا في الاصل.** یعنی سوال کے جواب دو طرح دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ لفظ عجمی اسم ہے یہ نہ جمع حالی ہے اور نہ جمع اصلی بلکہ **حمل في منع الصرف على موازنه اي على ما يوازنه من الجموع العربية كا ناعيم و مصابيح فانه في حكمها من حيث الوزن فهو و ان لم يكن من قبيل الجمع حقيقة لكنه من قبيله حكما فالجمعية على هذا التقدير اعم من ان تكون حقيقة او حكما** یہ لفظ اپنے موازن پر محمول ہو کر غیر منصرف ہو گا یعنی چونکہ یہ لفظ جو عربی میں جمع آئے ہیں جیسے اناعیم مصابیح کے وزن پر ہے اس لئے یہ لفظ غیر منصرف ہو گا کیونکہ یہ وزن کے اعتبار سے ان لفظوں کے حکم میں ہے پس اس تقدیر پر یہ سراویل کا لفظ اگرچہ جمع حقیقی کے قبیلہ سے تو نہیں لیکن حکمی جمع کے قبیلہ سے مانا جائے گا پس اس تقدیر پر جمع کی عام ہو کر دو قسمیں ہوئیں ایک حقیقی دوسرے حکمی لہٰذا یہ سراویل کا لفظ جمع حکمی میں داخل ہو کر غیر منصرف ہوا۔ **فبناء هذا الجواب اعني تعميم الجمعية لا على زيادة سبب اخر على الاسباب التسعة و هو الحمل على الموازن**

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس جواب کے بناء پر اسباب تسعہ میں حصر کا بطلان لازم آیا اس لئے اب دس اسباب ہوئے نو مذکور ہو چکے ہیں دسواں حمل علی الموازن ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بناء اس جواب کی جمعیت کی تعمیم پر ہے اسباب تسعہ پر دوسرے سبب کی زیادتی جو کہ حمل علی الموازن ہے مقصود نہیں یعنی اس جواب سے یہ معلوم ہوا کہ جمع عام ہو کر دو قسم ہوئی ایک حالی دوسرے اصلی یہ مقصد نہیں کہ نو سببوں پر دسواں سبب اور بڑھ جائے۔

و قيل هو اسم عربي ليس بجمع تحقيقا لانه اسم جنس يطلق على الواحد و الكثير لكنه

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جمع سروالته تقديرًا و فرضًا فانه لما وجد غير منصرف و من قاعدتهم ان هذا لوزن بدون الجمعية لم يمنع الصرف قدر حفظا لهذه القاعده انه جمع سروالة فكانه سمى كل قطعة من السراويل سروالته ثم جمعيت سروالة على سراويل اس میں دوسرا جواب ہے کہ یہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ لفظ اسم عربی جمع حقیقی نہیں ہے کیونکہ جب اس لفظ کو عربی میں غیر منصرف مستعمل کرتے ہیں اور عرب کا قاعدہ ہے کہ یہ وزن بغیر پائے جانے جمعیت کے اسم کو غیر منصرف نہیں بنا سکتا لہٰذا ضرورتاً اس قاعدہ کی حفاظت کے لئے یہ فرض کیا گیا کہ یہ سروالتہ کی جمع ہے جس کے معنی پاجامے کے کسی حصہ کے ہیں گویا پاجامہ کے ہر ایک ٹکڑے کا نام سروال رکھا گیا پھر سروال کو سراویل کی جمع فرض کیا لہٰذا جب اس میں جمع فرضی پائی گئی تو اب یہ لفظ غیر منصرف ہوا۔ **و اذا صرف اى سراويل لعدم تحقق جمعية تحقيقًا و الاصل فى الاسماء فلا اشكال بالنقض به على قاعدة الجمع ليحتاج الى التفصيى عنهٗ** یہاں سے سراویل کے منصرف ہونے کی تحقیق فرماتے ہیں یعنی اگر سراویل کا لفظ بوجہ نہ تحقق ہونے جمعیت حقیقی کے منصرف مانا جائے علاوہ ازیں اصل اسماء میں انصراف ہے تو اس تقدیر پر اوپر والا اعتراض جو جمع کے قاعدہ پر وارد ہوا تھا وارد نہیں ہوگا جس کے جوابات مذکورہ کے دینے کی ضرورت پڑے۔ **و نحو جوار اى كل جمع منقوص على فواعل يائيا او واديا كالجوارى و الدواعى** اوپر مصنف کافیہ نے سراویل کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کا اختلاف بتایا تھا اب یہاں جوار کا اختلاف بتانا چاہتے ہیں اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جوار کے لفظ سے یہاں مراد ہر جمع ناقص ہے جو کہ فواعل کے وزن پر آئی ہو خواہ وہ ناقص یائی ہو خواہ واوی جیسے کہ جواری اور دواعی ہے۔ **رفعًا و جرًا اى فى حالتى الرفع و الجر** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رفع اور جر سے پہلے حالت کا لفظ مقدر نکالا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ یہ الفاظ کس بناء پر منصوب ہیں اگر بناء بر مصدریت ہوں تو یہ درست نہیں اور اگر منصوب بناء بر حال ہوں یا منصوب بناء بر ظرف ہوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ یہ الفاظ یہاں نہ مصدر ہیں اور حال اور نہ ظرف جیسے کہ اس سوال جواب کی تشریح بار بار ہو چکی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ الفاظ یہاں منصوب بناء بر ظرف ہیں اور ان الفاظ کی ظرفیت یہاں باعتبار مضاف مقدر کے جو کہ حالت کا لفظ ہے مانی جائے گی یعنی جوار کا لفظ حالت رفعی اور حالت جری میں قاضٍ کے حکم میں ہے **كقاضٍ اى حكمه حكم قاضٍ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوار کی تشبیہ قاضٍ کے ساتھ درست نہیں اس لئے کہ جوار کا لفظ جمع ہے اور قاضٍ کا لفظ مفرد ہے لہٰذا درمیان مشبہ اور مشبہ بہ کے مناسبت حاصل نہیں ہوئی اور یہ ضروری ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جوار کی تشبیہ قاضٍ کے ساتھ حکم میں ہے صیغہ میں نہیں **بحسب الصورة** اس عبارت کے بڑھانے سے بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوار کی تشبیہ قاضی کے ساتھ حکم میں بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ قاضٍ کا منصرف ہونا اتفاقی اور جوار کا منصرف ہونا اختلافی ہے یعنی قاضٍ بالاتفاق منصرف ہے اور جوار کے منصرف ہونے میں اختلاف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تشبیہ جوار کی قاضٍ کے ساتھ صورت میں ہے۔ منصرف ہونے یا غیر منصرف ہونے میں نہیں ہے یعنی جوار کا حکم قاضٍ کے حکم میں ہے۔ **بحسب صورت فى حذف الياء عنه و ادخال التنوين عليه تقول جاء نى جوارٍ و مررت بجوار كما تقول جاء نى قاضٍ و مررت بقاضٍ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوار کی مثل صورت قاضٍ کے ہونا مسلم نہیں ہے اس لئے کہ صورت جوار کی اعلال سے پیشتر فواعل کے وزن پر ہے اور قاضٍ کی صورت قبل اعلال فاعل کے وزن پر ہے لہٰذا بحسب صورت بھی تشبیہ درست نہیں ہوئی شارح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ تشبیہ صورت جوار کی قاضٍ کی صورت کے ساتھ یاء کے حذف ہونے اور اس پر تنوین کے داخل کرنے میں ہے یعنی جس طرح قاضٍ کی یاء کو حذف کر کے اس پر تنوین داخل کی جاتی ہے اسی طرح جوارٍ کی یاء بھی حذف کر کے اس پر تنوین داخل ہوتی ہے جیسے کہ مثال عربی عبارت میں موجود ہے۔ و اما فی حالة النصب فالیاء متحرکة مفتوحة نحو رأیت جواری فلا اشکال فی حالة النصب لان الاسم غیر منصرف للجمعیة و صیغة منتهی الجموع یعنی حالت نصبی میں یاء متحرک مفتوح ہوگی جیسے مثال مذکور ہیں پس حالت نصبی میں اس لفظ کا غیر منصرف ہونا اتفاقی ہے کیونکہ نصبی حالت میں جمعیت مع صیغہ منتہی الجموع کے پائی جاتی ہے۔

بخلاف حالتی الرفع و الجر فانه قد اختلف فیه فذهب بعضهم ای ان الاسم منصرف والتنوین فیه تنوین الصرف لان الاعلال المتعلق بجوهر الکلمة مقدم علی منع الصرف الذی هو من احوال الکلمة بعد تمامها فاصل جوارٍ فی قولک جاء تنی جوار جوار جواریٌ بالضم و التنوین بناء علی ان الاصل فی الاسم الصرف مبنی الاعلال علی ما هو الاصل ثم اسقطت الضمة للثقل و الیاء لالتقاء الساکنین فصار جوارٍ علی وزن سلام و کلام فلم یبق علی صیغة منتهی الجموع فهو بعد الاعلال ایضا منصرف و التنوین فیه للصرف کما کان قبل الاعلال کذلک و ذهب بعضهم الی انه بعد الاعلال غیر منصرف لان فیه الجمعیة مع صیغة منتهی الجموع لان المحذوف بمنزلة المقدر و لهٰذا لا یجری الاعراب علی الراء.

بخلاف حالت رفعی اور جری کے کہ ان دونوں حالتوں میں اس لفظ کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں نحات کا اختلاف ہے بعضے اس طرف گئے ہیں کہ یہ لفظ ان حالتوں میں منصرف ہے اور اس میں جو تنوین ہے یہ تنوین صرفی یعنی علامت اسم کے منصرف ہونے کی ہے کیونکہ اس کلمہ میں جو اعلال ہوا ہے وہ کلمہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے یہ منع صرف پر مقدم مانا جاتا ہے اس لئے کہ منع صرف یعنی اسم کا غیر منصرف ہونا کلمہ کے احوال عارضہ میں سے ہے جو کلمہ کے تمام ہونے کے بعد کلمہ کو عارض ہوتا ہے پس جاءتنی جوار کے قول میں جوارٍ کے لفظ کی اصل جواریٌ ضمہ کے ساتھ ہے اور اس کی تنوین اس بناء پر ہے کہ اصل اسماء میں صرف ہے لہٰذا اس تقدیر پر اس لفظ کا اعلال اصل یعنی اسم کے منصرف ہونے پر مبنی ہے پھر اس لفظ کا ضمہ بوجہ ثقیل ہونے کے ساقط ہوا اس کے بعد یاء بوجہ التقاء ساکنین جو کہ درمیان یا اور تنوین کے ہے ساقط ہوگئی پھر یہ لفظ جوارٍ سے جو بر سلام و کلام کے وزن پر ہو کر صیغہ منتہی الجموع پر باقی نہیں رہا اس لئے یہ لفظ اب اعلال کے بعد بھی منصرف ٹھہرا اور اس کی تنوین صرفی ہوئی جس طرح کہ اعلال سے قبل تھی اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ یہ لفظ بعد اعلال غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں جمعیت مع صیغہ منتہی الجموع جو جمعیت کی سببیت کے لئے شرط ہے پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں یائے محذوفہ بمنزلہ مقدر کے ہے اور مقدر کالملفوظ ہوتا ہے اسی وجہ سے اس لفظ کی واؤ پر اراب جائز نہیں ہوتا لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ محذوف کالملفوظ ہے۔

و التنوین فیه تنوین العوض فانه لما اسقط تنوین الصرف عوض عن الیاء المحذوفة او من حرکتها هذا التنوین و علی هذا القیاس حالة الجر بلا تفاوت و فی لغة بعض العرب اثبات التاء فی حالت الجر کما فی حالة النصب تقول مررت بجواری کما تقول رأیت جواری و بناء هذه اللغة علی تقدیم منع الصرف علی الاعلال فانه حینئذ تکون الیاء مفتوحة فی حالة الجر و الفتحة فما وقع فیه اعلال و اما فی حالة الرفع فاصل جوارٍ جواری بالضمة بلا تنوین حذف الضمة للثقل و عوض عنها

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

التنوين فسقطت الياء لالتقاء الساكنين فصار جوارٍ و على هذه اللغة لا اعلال الا فى حالةٍ واحدة بخلاف اللغة المشهورة فان فيه الاعلال فى حالتين كما عرفت.

اس میں شروع والی التنوين فيه تنوين العوض کی عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب یہ اسم بعض کے نزدیک بعد اعلال غیر منصرف ٹھہرا تو غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ کا آنا منع ہے اس میں یہ تنوین جو آئی ہے یہ کس بناء پر ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس میں جو تنوین ہے یہ تنوین یائے محذوفہ کے عوض میں آئی ہے کیونکہ جب اس لفظ سے تنوین ہے صرفی ساقط ہوئی تو یائے محذوفہ کے یا اس کی حرکت کے عوض میں یہ تنوین اس لفظ پر جاری ہوئی ہے اور اسی پر اس لفظ کو حالت جری میں بھی بلا تفاوت قیاس کرنا چاہیئے یعنی جو تشریح حالت رفعی کی گزر چکی ہے وہ ہی حالت جری کی بھی ہے اور عرب کے بعضے لغت میں یہ لفظ حالت جری میں بھی یاء کے اثبات کے ساتھ ہے جس طرح حالت نصبی میں مررت بجواری یاء کے اثبات کے ساتھ بولا جاتا ہے اسی طرح عرب کے بعض لغت میں حالت جری میں بھی بولا جاتا ہے جس طرح کہ رأیت جواری یاء مفتوحہ کے ساتھ بولتے ہیں اسی طرح بعضے عرب مررت بجواری یاء مفتوحہ کے ساتھ حالت جری میں بھی استعمال کرتے ہیں اور اس لغت کی بناء پر یہ معلوم ہوا کہ اسم کا غیر منصرف ہونا اعلال پر مقدم ہے کیونکہ اس لغت کے لحاظ سے حالت جری میں اس لفظ کی یاء اس وقت مفتوح ہوگی اور فتحہ خفیف ہوتا ہے لہٰذا حالت جری میں اس جوارٍ کے لفظ میں اعلال واقع نہیں ہوگا اور حالت رفعی میں جوارٍ کی اصل جواری بضمہ بغیر تنوین کے ہے بوجہ ثقل ہونے ضمہ کے یاء پر یہ ضمہ یاء پر سے محذوف ہوا اس ضمہ کے عوض میں یہ تنوین جاری کی گئی پھر یاء بوجہ التقاء ساکنین کے ساقط ہوئی۔ پس یہ لفظ جوار رہا اور اس لغت کی بناء پر اس لفظ میں ایک ہی حالت یعنی حالت نصبی ہی میں اعلال مانا جائے گا بخلاف اوپر والی لغت مشہورہ کے کہ اس کی بناء پر اس لفظ میں دونوں حالتوں یعنی حالت نصبی اور جری میں اعلال متصور ہوگا جیسا کہ تم پہچان آئے ہو۔

التركيب:.....

و هو صيرورة كلمتين او اكثر كلمة واحدة من غير حرفية جزء فلا يرد النجم و بصرىٌ علمين.

اس عبارت میں سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ النجم او بصرىٌ کے الفاظ میں ترکیب مع علمیت پائی جاتی ہے لہٰذا چاہئے کہ یہ الفاظ غیر منصرف ہوں حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ منصرف ہیں یعنی النجم میں الف لام ایک جز اور نجم دوسرا جز دونوں جز مل کر مرکب ہو کر ستارے کا نام ہے اور بصرىٌ میں بصری ایک جز یائے نسبتی دوسرا جز دونوں مل کر مرکب ہے لہٰذا ترکیب معہ علمیت کے ان لفظوں میں متحقق ہوگئی یہ الفاظ غیر منصرف ہونا چاہئیں حالانکہ ایسا نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ترکیب سے مراد مطلق ترکیب نہیں ہے بلکہ یہاں ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو کلمیں یا دو سے زیادہ مرکب ہو کر ایک کلمہ بن جائے اور ترکیب میں دونوں جز اسم ہوں اور النجم میں ایک جز صرف ہے اسی طرح بصری میں ایک جز یعنی یائے نسبتی حرف ہے لہٰذا یہ ترکیب سببیت منع صرف کے لئے کافی نہیں اس لئے یہ الفاظ منصرف ہوں گے اور جب ہم نے یہ ثابت کیا کہ ترکیب میں حرف کی جزئیت نہ ہو پس ان الفاظ کا اعتراض جو اوپر وارد ہوا تھا دفع ہوگیا۔

شرطه العلمية ليامن من الزوال فحصل له قوة فيؤثر بها فى منع الصرف. یعنی ترکیب کے منع صرف کی سببیت کے لئے علمیت شرط ہے تاکہ علمیت کے سبب سے اسم تغیر و زوال سے محفوظ رہے کیونکہ اعلام حتی الامکان تغیر تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں جب اسم تغیر سے محفوظ ہوگا تو اس میں ایک قسم کی قوت آجائے گی جس کے ذریعہ سے منع صرف کے لئے ترکیب مؤثر ہو کر سبب بن سکے گی و ان لا يكون

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باضافة لان الاضافة تخرج المضاف الى الصرف او الى حكمه فكيف تؤثر فى المضاف اليه ما يضاده
اعنى منع الصرف یعنی ترکیب کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ترکیب اضافت کی نہ ہو جیسے غلام زید میں ہے اس لئے کہ اضافت اسم مضاف کو منصرف کر دیتی ہے یا منصرف کے حکم میں پس مضاف الیہ میں منصرف کی ضد یعنی غیر منصرف کر دینے کا اثر نہ کر سکے گی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مضاف میں عمل صرف اور مضاف الیہ میں عمل عدم صرف کا کرے جو دونوں ضدین ہیں۔ **و لا اسناد لان الاعلام المشتملة على الاسناد من قبل المبنيات نحو تابط شرا فانها باقية فى حالة العلمية على ما كانت عليها قبل العلمية فان التسمية بها انما هى لدلالتها على قصّه غريبة فلو تطرق اليها التغير يمكن ان تفوت تلك الدلالة و ان كانت من قبيل المنيات فيكف يتصور فيها منع الصرف الذى هو من احكام المعربات.** یعنی ترکیب کے ساتھ تیسری شرط یہ ہے کہ یہ ترکیب اسنادی نہ ہو جیسے زیدٌ قائم میں ہے کیونکہ وہ اعلام جو اسناد پر مشتمل ہوں وہ مبنیات کے قبیلہ میں سے ہیں جیسے تابط شرًا ہے کہ اعلام حالت علمیت میں پہلی علمیت سے جو حالت ہے اسی حالت پر باقی رہتے ہیں کیونکہ اعلام کا تسمیہ مبنیات کے ساتھ اس وجہ سے ہوگا کہ وہ مبنیات کسی قصہ غریبہ پر دلالت کرتے ہوں گے اگر ان مبنیات میں معرب بنا کر کسی قسم کا تغیر پیدا ہو جائے تو اس صورت میں ممکن ہے کہ اس قصہ غریبہ پر دلالت کرنا فوت ہو جائے یعنی معرب بنانے کی صورت میں اس قصہ غریبہ پر دلالت نہ کر سکیں گے جبکہ وہ اعلام جن میں اسناد پایا جاتا ہے مبنیات کے قبیل سے ہیں تو پھر ان میں منع صرف جو احکام معربات میں سے ہے کسی طرح متصور ہو سکتا ہے۔

فائدہ:.....

تابط شرًا کا قصہ غریبہ یہ ہے کہ عرب میں کسی شخص نے جنگل میں جا کر چارہ کاٹ کر بکریوں کے لئے گھر لے آیا جب گھر میں چارہ کی گٹھڑی کھولی تو اس میں سے اتفاقاً ایک سانپ برآمد ہوا جس کو دیکھ کر اس شخص کی بیوی نے تابط شرًا کہا جس کے معنٰی یہ ہیں کہ بغل میں شر چھپا کر لایا اب یہ جملہ اس شخص کا نام ہوا جو ایسا شریر واقع ہو یہ جملہ اسناد پر مشتمل ہے اس لئے یہ مبنیات میں سے ہوا غیر منصرف نہیں۔

فان قلت كان على المصنف ان يقول و ان لا يكون الخبر الثانى من المعربات صوتا و لا متضمنا بحرف العطف ليخرج مثل سيبويه و نفطويه و مثل خمسة عشر و ستة عشر علمين.

یہ ایک سوال ہے جو مصنف کے متن پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر لازم تھا کہ جس طرح کہا ہے کہ ترکیب کی شرط یہ ہے کہ اضافی اور اسنادی نہ ہو اسی طرح کہتے کہ ترکیب کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اسم مرکب کا جزء ثانی صوت نہ ہو اور نہ حرف عطف کو شامل ہوتا کہ ترکیب کی تعریف سے سیبویہ اور نفطویہ اور خمسۃ عشر و ستۃ عشر جو دو علم ہیں خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ سب مرکب ہیں حالانکہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہیں لہٰذا چوتھی شرط بڑھا کر ان کو خارج کر دینا چاہئے تھا حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسا نہیں کیا۔ **قلنا كانه اكتفى بما ذكره فى ما بعد انهما من قبيل المنيات و اما الاعلام المشتملة على الاسناد فلم يذكر بنائها اصلا فلذالك احتاج الى اخراجها** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے کہ سیبویہ اور نفطویہ وغیرہ الفاظ کو اس لئے غیر منصرف کی تعریف سے نہیں نکالا کہ اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر اکتفاء کیا ہے جو کہ ان الفاظ کے متعلق مابعد میں ذکر کریں گے کہ یہ الفاظ مبنیات کے قبیلہ میں سے ہیں لہٰذا شرط رابع بڑھانے کی ضرورت نہیں اور وہ اعلام جو اسناد پر مشتمل ہوں ان کا مبنی ہونا نہ صراحۃً ذکر کیا ہے نہ کنایۃً اسی وجہ سے ان کے غیر منصرف کی تعریف سے نکالنے کی ضرورت ہوئی اس لئے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و الاسناد کہہ کران کو غیر منصرف سے خارج کر دیا۔

مثل بعلبك فانه علم لبلدة مركب من جمله هو اسم صنم و بك و هو اسم صاحب هذه البلدة جعلا اسما واحدًا من غير ان يقصد بيهما نسبةٌ اضافية او اسنادية او غيرهما اس میں ترکیب مع علمیت کی مثال ہے یعنی یہ بعلبک کا لفظ بعل سے جو کسی بت کا نام ہے اور بک سے جو اس شہر کے بادشاہ کا نام ہے مرکب ہو کر اب ایک شہر کا نام ٹھہرا ان دونوں جزؤں کے درمیان نہ نسبت اضافی ہے اور نہ اسنادی اور غیر ہما ہے لہٰذا یہ ترکیب ساتھ اپنے شرط ثلثہ کے جمع ہو کر سبب منع صرف کے ہوئی اور اسم کا غیر منصرف ہونا ثابت ہوا۔ **الالف و النون المعدودتان من اسباب منع الصرف تسميان مزيدتين لانهما من حروف الزوائد و تسميان مضارعين ايضا لمضارعتهما لالفي التانيث في منع دخول تاء التانيث عليهما.** اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا ہے کہ الف لام مصنف کے متن الالف والنون میں عہدی ہے اس سے اشارہ اس الف ونون کی طرف ہے جس کو عرب منع صرف کے اسباب سے گنتے ہیں اور الف ونون کا نام مزیدتین اس لئے رکھتے ہیں کہ یہ الف ونون حروف زوائد میں سے ہیں اور مضارعین سے بھی مسمی کرتے ہیں اس لئے کہ مضارعت کے معنٰی مشابہت کے ہیں اور یہ الف نون بھی دو الف تانیث یعنی الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ تاء تانیث کے عدم دخول میں مشابہت رکھتے ہیں یعنی جس طرح الف ممدودہ اور مقصورہ پر تاء تانیث کا داخل ہونا منع ہے اسی طرح الف نون پر بھی تاء تانیث داخل نہیں ہو سکتی **و لنحاة خلاف في ان سببيتها المنع الصرف اما لكونهما مزيدتين و فرعيتهما للمزيد عليه و اما لمشابهتهما لالفي التانيث و الراجح هو القول الثاني ثم انهما.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ الف نون کا اسباب منع صرف سے گننا درست نہیں کیونکہ ہر ایک سبب منع صرف کا فرع اور وصف شے آخر کا ہوتا ہے اور الف نون ذواۃ ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ الف نون کی سببیت میں نحاۃ کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ الف نون کی سببیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ مزید تین فرع مزید علیہ کے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ ان کی سببیت اس لحاظ سے ہے کہ یہ الفی تانیث یعنی الف ممدودہ ومقصورہ سے عدم دخول تاء تانیث میں مشابہ ہیں پس اس تقدیر پر الف نون کی سببیت باعتبار زیادت اور مشابہت کے ہے جو وصف ہے اب ان کا اسباب منع صرف سے شمار کرنا درست ہوا باعتبار زیادت اور مشابہت کے اور راجح قول ثانی ہے یعنی ان کی سببیت باعتبار مشابہت کے ہے پھر یہ الف ونون اگر اسم میں پائے جائیں تو اس اسم کے غیر منصرف ہونے کے لئے علمیت شرط ہے۔ **ان كانتا في اسم يعني به ما يقابل الصفة فان الاسم المقابل للفعل و الحرف اما ان لا يدل على ذات ما لوحظ معها صفة من الصفات كرجل و فرس او يدل لا حمر وضارب و مضروب فالاول يسمى اسمًا و الثاني صفة فالمراد بالاسم المذكور ههنا هو هذا المعنٰى لا الاسم الشامل للاسم و الصفة.** اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم نحویوں کی اصطلاح میں وہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور یہ ہی معنٰی صفت کے بھی ہیں پس صفت کا اسم کے بعد ذکر کرنا مستدرک اور بیکار ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کے دو معنٰی ہیں ایک معنٰی عام دوسری معنٰی خاص عام یہ ہے جو فعل اور حرف کا مقابل ہو یعنی فعل حرف نہ ہو خاص یہ کہ صفت کا مقابل ہو یعنی صفت نہ ہو اور یہاں مراد وہ ہے جو مقابل صفت کا ہو کیونکہ وہ اسم جو مقابل فعل حرف کا ہو وہ ذات مع الوصف پر دلالت نہیں کرے گا جیسے رجل فرس یا کرے گا جیسے احمر ضارب مضروب پس اول قسم کا نام اسم ہے اور ثانی کا نام صفت ہے اور یہاں مراد اسم سے جو متن

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں مذکور ہے بقرینہ مقابلۂ صفت کے یہی معنی مراد ہیں نہ وہ اسم جو اسم اور صفت کو شامل ہو لہٰذا اس تقدیر پر اسم کے بعد صفت کا ذکر کرنا بیکار نہیں ہوا بلکہ باکار ہے۔ **ای شرطه الالف و النون فی منعها من الصرف** اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ شرطہ کی ضمیر مجرورہ الف کی طرف لوٹتی ہے۔ **و افراد الضمیر باعتبار انهما سببًا واحدًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شرطہ کی ضمیر مجرورہ الف نون کی طرف لوٹتی ہے اور وہ تثنیہ ہے اور ضمیر مفرد پس درمیان ضمیر اور مرجع کے مطابقت نہیں ہوئی اور یہ ضروری ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس ضمیر کا افراد باعتبار اس کے ہے کہ الف نون ایک سبب ہے لہٰذا مطابقت درمیان ضمیر اور مرجع کے حاصل ہوگئی **او شرط ذالک الاسم فی امتناعه من الصرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے یا شرط کی ضمیر مجرورہ اس اسم کی طرف راجع ہے جو الف نون پر مشتمل ہو اور اسم مفرد ہے لہٰذا اس تقدیر پر درمیان ضمیر اور مرجع کے مطابقت حاصل ہوگئی لیکن یہ جواب مسامحہ سے خالی نہیں اس لئے کہ شروط سابقہ سب اسباب منع صرف کی طرف مضاف ہیں اسم کی طرف مضاف نہیں اور یہاں یہ شرط اس دوسرے جواب کی بناء پر اسم کی طرف مضاف ہوتی ہے اس لئے جواب اول اس جواب ثانی سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

العلمیة تحققا للزوم زیادتهما او لیمتنع دخول التاء فیتحقق شبههما بالفی التانیث یعنی الف نون کے ساتھ علمیت اس لئے شرط ہے کہ اس کا مزید تین ہونا متحقق ہو مزید تین ہونے کی صورت میں تا کہ تانیث کا داخل ہونا ممتنع ہو اور مضارعین ہونے کی صورت میں الفی تانیث سے ان کی مشابہت ثابت ہو جائے کیونکہ اعلام حتی الامکان تغیر تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں۔

کعمران:.....

یہ الف نون مزید تین مع علمیت کی مثال ہے **او کانتا** اس لفظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اسم پر عطف ہے **فی صفته فانتفاء فعلانته ای ان کان الالف و النون فی صفته** یعنی اگر الف ونون صفت میں پائے جائیں تو اس وقت ان کی سببیت کے لئے فعلانۃ کی انتفاء شرط ہے یعنی مؤنث اس کا اس وزن پر نہ آئے۔ **فشرطه انتفاء فعلانته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فانتفاء فعلانۃ کا قول ترکیب میں شرط کی جزاء ہے اور شرط کی جزاء ہمیشہ جملہ ہوا کرتی ہے اور جزا جملہ نہیں بلکہ مضاف مضاف الیہ مرکب ناقص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فانتفاء فعلانۃ کا قول مبتداء محذوف کی خبر ہے مبتداء محذوف فشرطہ کا لفظ ہے اب مبتداء اور خبر دونوں مل کر جملہ جزائیہ واقع ہوا یعنی **امتناع دخول تاء التانیث علیه لیبقی مشابهتهما لالفی التانیث علی حالها و لذا انصرف عُریانٌ مع انه صفة لان مؤنثه عریانتهٔ** اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعلانۃ کا لفظ تین حالتوں سے خالی نہیں یا یہ لفظ مفتوح الفاء ہوگا یا مضموم الفاء اگر مضموم الفاء ہے تو چاہئے کہ عریانٌ کا لفظ غیر منصرف ہو کیونکہ اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ یہ مضموم الفاء ہے حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ منصرف ہے اور اگر یہ لفظ مفتوح الفاء ہو تو مناسب ہے کہ ندمان کا لفظ غیر منصرف ہو کیونکہ یہ مفتوح الفاء ہے اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ انتفاء فعلانۃ سے مراد امتناع دخول تاء التانیث ہے تا کہ مشابہت الف نون کی الفی التانیث سے علی حالہا باقی رہے برابر ہے کہ یہ لفظ مفتوح الفاء ہو جیسے ندمان یا مضموم الفاء ہو جیسے عثمان یا مکسور الفاء ہو جیسے عمران اور چونکہ انتفاء فعلانۃ سے مراد امتناع دخول تاء تانیث ہے اس لئے عریان کا لفظ منصرف ہے باوجودیکہ یہ صفت ہے اس کے منصرف ہونے کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وجہ یہ ہے کہ اس کا مؤنث عریانہ آتا ہے اور غیر منصرف ہونے کے لئے اس کی انتفاء شرط تھی۔ **و قیل شرطه** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اوپر والے شرطہ کے لفظ پر عطف ہے **وجود فعلی لان حتی کان مؤنثه فعلیٰ لا یکون فعلانته فیبقی مشابهتهما لالفی التانیث علی حالها** یعنی بعض کے نزدیک اگر الف ونون صفت میں پائے جائیں تو ان کی سمیت کے لئے شرط یہ ہے کہ جس لفظ میں یہ الف نون آئے ہوں اس لفظ کا مؤنث فعلی کے وزن پر ہو کیونکہ جب اس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہوگا تو اس کا مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہیں ہوگا پس اس صورت میں الف نون کی مشابہت الفی تانیث یعنی لاف ممدودہ اور مقصورہ سے علی حالہا باقی رہے گی اور اس مشابہت کی بناء پر ان کی سمیت ثابت ہو جائے گی۔ **و من ثم ای و من اجل المخالفة من الشرط** یعنی جس اسم صفتی میں الف نون آئے ہوں تو اس کے غیر منصرف ہونے میں بناء پر شرط اختلاف ہے کہ کوئی انتفاء فعلانۃ کو شرط ٹھہراتا ہے اور کوئی وجود فعلی کو شرط مانتا ہے اس لئے رحمٰن کے لفظ کے غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے۔ **اختلف فی رحمٰن فی انه منصرف او غیر منصرف فانه لیس له مؤنث لا رحمٰی و لا رحمانته لانه صفة خاصة للّٰه تعالیٰ لا یطلق علی غیره تعالیٰ لا علی مذکر و لا مؤنث فعلی مذهب من شرطه انتفاء فعلانته فهو غیر منصرف و علی مذهب من شرط وجود فعلی فهو منصرف** اس شروع والی عبارت فی انه منصرف اور غیر منصرف میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رحمٰن کے لفظ کی ظرفیت اختلاف کے لئے درست نہیں بوجہ فاسد ہونے معنیٰ کے کیونکہ رحمان کی رحمانیت میں اختلاف نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف کے لئے اس لفظ کا منصرف ہونا اور غیر منصرف ہونا ظرف ہے یعنی بوجہ اختلاف فی الشرط کے اس لفظ کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں نحاۃ کا اختلاف ہے کیونکہ اس لفظ کا مؤنث نہ رحمٰن آتا ہے نہ رحمانۃ کیونکہ یہ صفت خاصہ اللہ تعالیٰ کی ہے اس لفظ کا اطلاق خدا کے سوا نہ مؤنث نہ مذکر پر ہوتا ہے۔ پس ان لوگوں کے نزدیک جو انتفاء فعلانۃ کو شرط ٹھہراتے ہیں یہ رحمٰن کا لفظ غیر منصرف ہوا کیونکہ اس کا مؤنث رحمانۃ کے وزن پر نہیں آتا لہٰذا ان لوگوں کی شرط پائی گئی اور ان لوگوں کے مذہب پر جو وجود فعلی کو شرط کہتے ہیں یہ لفظ منصرف ٹھہرا کیونکہ اس کا مؤنث رحمیٰ کے وزن پر نہیں آتا لہٰذا ان لوگوں کی شرط نہیں پائی گئی شرط نہ پانے کی بناء پر یہ لوگ اس لفظ کو منصرف کہتے ہیں **دون سکران فانه لاختلاف فی منع صرفه لوجود الشرط علی المذهبین فان مؤنثه سکرانه لا سکرانته** یعنی رحمٰن کی غیر منصرف ہونے اور منصرف ہونے میں اختلاف ہے سوائے سکران کے کہ اس کے غیر منصرف ہونے میں اختلاف نہیں بلکہ یہ علی الاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں دونوں مذاہب کی شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے کہ اس کا مؤنث سکریٰ آتا ہے سکرانہ نہیں آتا ہے **و دون ندمان فانه لا خلاف فی صرفه لانتفاء الشرط علی المذهبین لان مؤنثه ندمانةٌ لا ندمیٰ هذا اذا کان ندمانٌ بمعنی النّدیم و اما اذا کان بمعنی النادم فهو غیر منصرف بالاتفاق لان مؤنثهٗ ندمی لاندمانةٌ** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دون کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ دون کا لفظ سکران پر عطف ہے یعنی سکران علی الاتفاق غیر منصرف ہے سوائے ندمان کے کہ اس کے منصرف ہونے میں اختلاف نہیں بلکہ علی الاتفاق منصرف ہے کیونکہ اس میں دونوں مذہب کی شرطیں نہیں پائی جاتیں ہیں اس لئے کہ اس کا مؤنث ندمانہ آتا ہے ندمیٰ نہیں آتا اور یہ لفظ علی الاتفاق منصرف جب ہوگا کہ جب ندمان بمعنیٰ ندیم کے ہو جس کے معنیٰ صاحب کے ہیں اور جب یہ لفظ بمعنیٰ نادم کے ہو جس کے معنیٰ پشیمان ہونے کے ہیں تو اس صورت میں یہ لفظ علی الاتفاق غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس کا مؤنث ندمی آتا ہے ندمانہ نہیں آتا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قطعة:.....

ندمان منصرف کہ بود از منادمہ
تانیث او تبا بود و معنیش ندیم
دراز ندم بود بالف و ان مونثش
قائل بانصراف شدن نیست مستقیم

وزن الفعل:.....

و هو كون الاسم على وزن بعد من اوزان الفعل و هذا القدر لا يكفي في سببة منع الصرف بل.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وزن فعل فعل کی ایک کیفیت لازمہ کا نام ہے پس یہ اسم کے غیر منصرف بنانے کے لئے سبب مؤثر کیونکر ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وزن فعل سے مراد اسم کا اس وزن پر ہونا ہے جو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہو اب اس تقدیر پر وزن فعل اسم کی صفت ہوگی لہٰذا غیر منصرف بنانے کے لئے اس کی سببیت صحیح ہوگئی لیکن اس کی سببیت کے لئے صرف یہ کافی نہیں بلکہ **بشرطة فيها احد الامرين اما ان يختص** اس کی سببیت کے لئے دو امروں میں سے ایک امر شرط ہے یہ کہ یہ وزن فعل فعل کے ساتھ مختص ہو یا اس کے اول میں حروف اتین میں سے ایک حرف زیادہ ہو **في اللغة العربية** اس کے بڑھانے کا فائدہ آگے چل کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بیان کریں گے۔ **به اى بالفعل بمعنى انه لا يوجد في الاسم العربي الا منقولا من الفعل** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وزن فعل دو حالتوں سے خالی نہیں یہ اسم میں موجود ہوگا یا نہیں۔ اگر موجود ہے تو فعل کے ساتھ اس کی خصوصیت نہیں رہی کیونکہ شے کا خاصہ وہ ہے جو شے میں پایا جائے اور اس کے سواء میں نہ پایا جائے اور اگر یہ وزن فعل اسم میں موجود نہ ہو تو اسم کے منع صرف کے لئے سبب نہیں بن سکتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ وزن فعل اسم میں موجود ہو اور فعل کے ساتھ خصوصیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ اسم عربی میں ابتداءً نہ پایا جائے بلکہ بسبیل نقل اسم میں پایا جائے یعنی اصل میں یہ وزن فعل فعل کی صفت ہو لیکن فعل سے منقول ہو کر اسم میں پایا جائے تو اسی صورت میں منع صرف کا سبب بنے گا۔ **كَشَمَّرَ على صيغة الماضي المعلوم من التشمر فانه نقل من هذه الصيغة و جعل علمًا للفرس و كذالك بلّر لماء و عشر لموضع و خضم لرجل الفعالٌ نقلت الى الاسمية** اس میں اس وزن کی مثال ہے جو فعل سے مختص ہو یہ تشمر کا لفظ صیغہ ماضی معلوم تشمر سے بنا ہوا ہے اور باب تفعیل سے فعل ہے اب یہ لفظ فعلیت کے صیغہ سے منتقل ہو کر گھوڑے کا نام رکھا گیا اور اسی طرح بلّر فعل ہے تبذیر سے جس کے معنیٰ اسراف کے ہیں اب یہ پانی کا نام ہوا اور اسی طرح عشر فعل ہے لیکن اب یہ کسی جگہ کا نام ہوا اور اسی طرح خضم فعل ہے لیکن اب یہ اس آدمی کا نام ہے جو سارے منہ سے کھاتا ہو یہ سب الفاظ افعال ہیں فعلیت کے معنوں سے منتقل ہو کر اب یہ اسماء ٹھہرے اور یہ سب غیر منصرف ہیں اور اسباب منع صرف میں سے ان میں دو سبب وزن فعل اور علمیت ہیں۔ **و اما نحو بقم اسمًا**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لصبغ معروف و هو العندم و شلم علما لموضع بالشام فهو من الاسماء العجمية المنقولة الى العربية فلا يقدح في ذالک الاختصاص. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مسلم نہیں کہ وزن فعل اسماء میں ابتداءً نہیں پایا جاتا کیونکہ قلم اور شلم میں ابتداءً وزن فعل آیا ہے اور یہ اسماء ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختصاص سے مراد اختصاص لغت عربی میں ہے اور یہ اسماء عجمی ہیں یعنی قلم کا لفظ جو ایک مشہور گندم گوں رنگ کا نام ہے اور شلم جو ملک شام میں کسی جگہ کا نام ہے یہ اسمائے عجمی ہیں لیکن عرب نے عربی کی طرف نقل کر کے عربی میں اسماء ٹھہرائے ہیں پس یہ اس اختصاص کے لئے مضر نہیں گویا یہ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختصاص کے ساتھ جو لغت عربی کی قید بڑھائی تھی اس کا یہ فائدہ ہے جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا تھا۔ **و مثل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ قلم پر عطف ہے۔ **ضُرِبَ على البناء للمفعول اذا جعل علماء لشخص فانه ايضا غير منصرف للعلمية وزن الفعل.** یہ وزن کی دوسری مثال ہے یعنی ضرب مبنی للمفعول یعنی بصیغۂ ماضی مجہول اگر کسی شخص کا نام رکھا جائے تو یہ بھی غیر منصرف ہوگا اور اسباب منع صرف میں سے اس میں دو سبب علمیت اور وزن فعل مانے جائیں گے اور اس دوسری مثال دینے سے مصنف کا مقصد صرف یہ ہے کہ اوپر کی مثال باب تفعیل اور یہ دوسری مثال مجرد کی ہے۔ **و انما قيدنا بالبناء للمفعول فانه على البناء للفاعل غير مختص بالفعل و لم يذهب الى منع صرفه الا لبعض النحاة.** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ضرب کے ساتھ مبنی للمفعول ہونے کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے مبنی للمفعول کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ یہ ضرب کا لفظ مبنی للفاعل یعنی اگر بصیغۂ معلوم پڑھا جائے تو یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اسماء میں بھی پایا جاتا ہے اور بصیغہ ماضی معلوم ہونے کی صورت میں اس کا غیر منصرف ہونا سوائے بعضے نحاۃ کے یعنی سوائے یونس اور عیسیٰ بن عمر نحوی کے اور کسی کے نزدیک نہیں ہے اس لئے مبنی للمفعول ہونے کی قید ضروری سمجھ کر بڑھائی گئی کہ اس صورت میں یہ لفظ باتفاق نحاۃ غیر منصرف ہے۔ **او يكون غير مختص ولكن يكون في اوله** اور اگر وہ وزن فعل فعل سے مختص نہ ہو تو اس وقت اس کی سببیت کے لئے شرط یہ ہے کہ وزن فعل کے اول میں حروف اتین میں سے کوئی حرف آیا ہو۔ **اى في اول وزن الفعل او اول ما كان على وزن الفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اولہ کی ضمیر مجرورہ وزن فعل کی طرف راجع ہے اور وہ ایک مصدری معنیٰ ہے پس یہ زیادت کے لئے ظرف کیونکر بن سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن اس سے مراد مصدری معنیٰ نہیں بلکہ مراد اس سے وہ اسم ہے جس میں وزن فعل آیا ہو۔ **زيادة اى زيادة صرف او حرف زائد من حروف اتين** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ زیادۃ کا لفظ مضاف ہے مضاف الیہ اس کا محذوف حرف کا لفظ ہے یا موصوف محذوف ہے اور یہ اس کی صفت ہے اور اس عبارت میں لف اور نشر مرتب ہے اول صورت بہ نسبت وزن فعل کے ہے اور دوسری صورت بہ نسبت اس اسم کے ہے جس میں وزن فعل آیا ہو اور لف و نشر مرتب یہ ہے:.....

لف و نشر مرتب آں باشد
کہ دو لفظ آورند و دو معنیٰ
لفظ اول بمعنیٰ اول
لفظ ثانی بمعنیٰ ثانی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور الف ونشر غیر مرتب اس کے برعکس ہوگا۔

کزیادته ای مثل زیادة حرفٍ او حرف زائد فی اول الفعل اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ زیادۃ کی ضمیر مجرورہ حرف کی طرف راجع ہے یعنی جس طرح حرف کی زیادت یا فعل کے اول میں اتین میں سے کوئی حرف زائد آتا ہے اسی طرح اس اسم میں بھی جس میں وزن فعل آیا ہو اتین کے حروف میں سے ایک حرف کا زیادہ ہونا ضروری ہے۔ **غیر قابل ای حال کون وزن الفعل و ما کان علی وزنه غیر قابل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر قابل کا لفظ ترکیب میں حال واقع ہوا ہے اور ذوالحال اس کا وزن فعل ہے یا وہ اسم ہے جس میں وزن فعل آیا ہو یعنی وزن فعل کی سببیت کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر وہ فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس اسم کے اول میں حروف اتین میں سے کوئی حرف زیادہ ہو اور وہ اسم قابل التاء بھی نہ ہو۔ **التاء لانه یخرج الوزن بهذه التاء لاختصاصها بالاسم من اوزان الفعل.** اوپر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کہا تھا کہ وہ اسم جس میں وزن فعل آیا ہو وہ قابل تاء نہ ہو اب یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عبارت عربی میں اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ قابل تاء اس لئے نہیں ہونا چاہیے کہ یہ تاء متحرکہ اسم سے مختص ہے لہٰذا اگر وہ اسم قابل تاء ہو تو یہ وزن فعل کے اوزان سے خارج ہو جائے گا پس منع صرف کا سبب نہ بن سکے گا۔ **و لو قال غیر للتاء للتذکیر قیاسا و بالاعتبار الذی امتنع من الصرف لاجله لم یرد علیه اربع اذا سمی به فان نجوق التاء به للتذکیر فلا یکون قیاسا** یہ ایک سوال ہے جس پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح تنبیہ کرتے ہیں کہ اربع کا لفظ جب کسی مرد کا نام رکھا جائے تو یہ قابل تاء ہے چاہیے کہ یہ منصرف ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ غیر منصرف ہے اور اسباب منع صرف میں سے اس میں دو سبب علمیت اور وزن فعل ہیں لہٰذا اگر منصرف غیر قابل التاء قیاسًا کہتے تو یہ سوال رفع ہو جاتا اس کا جواب یہ ہی ہے کہ تاء سے مراد تاء قیاسی ہے اور اس میں جو تاء ہوگی وہ قیاسی نہیں ہوگی کیونکہ تاء مذکر کے لئے قیاسًا نہیں آتی بلکہ مؤنث کے لئے آتی ہے **و لا اسود فان مجی التاء فی اسودة للحیة الانثیٰ لیس باعتبار الوصف الاصلی الذی لاجله یمتنع الصرف بل باعتبار غلبة الاسمیة العارضة** اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسود کا لفظ قابل تاء قیاسی ہے کیونکہ مادۂ سانپ کے لئے اسودۃ تاء کے ساتھ استعمال کرتے ہیں پس چاہیے کہ یہ لفظ منصرف ہو حالانکہ یہ بوجہ پائے جانے وصف اصلی اور وزن فعل کے غیر منصرف ہے اگر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر قابل التاء قیاسًا کے ساتھ ہیں۔ و بالاعتبار الذی امتنع من الصرف۔ کی عبارت اور بڑھاتے تو یہ سوال مذکورہ بالا وارد نہ ہوتا کیونکہ اس میں جو تاء ہے وہ مادہ سانپ کے لئے باعتبار وصف اصلی کے جس سے اسم غیر منصرف ہوتا ہے نہیں ہے بلکہ باعتبار غلبۂ اسمیت عارضہ کے ہے۔ **و من ثم ای و من اجل اشتراط عدم قبول التاء** چونکہ جس اسم میں وزن فعل آیا ہو اس میں یہ شرط ہے کہ قابل تاء نہ ہو اس لئے احمد غیر منصرف ہوا۔ **امتنع احمد عن الصرف لوجود الزیادة المذکورة منع عدم قبول التاء** اس عبارت میں عن الصرف کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑھا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ احمد کے وجود کا امتناع مقصود نہیں بلکہ اس کے منصرف ہونے کا امتناع مقصود ہے یعنی یہ لفظ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں زیادۃ مذکورہ مع عدم قبول التاء پائی جاتی ہے۔ **و الصرف یعمل لقبول التاء لمجی یعملة المناقة القویة علی العملَ و الیسر** اور یعمل کا لفظ جس کے شروع میں اتین میں سے ایک حرف آیا ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ قابل التاء ہے کیونکہ اس میں یعملۃ اس اونٹنی کے لئے جو کام کرنے اور چلنے پر قوت رکھتی ہو استعمال کرتے ہیں اس لیے یہ لفظ منصرف ہوا۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وما فيه علمية مؤثرة:.....

اى كل اسم غير منصرف تكون فيه علمية مؤثرة فى منع الصرف بالسببية المحضة او مع الشرطية بسبب اٰخر و احترز بذالک عمّا تجامع الفى العانيث او صيغة منتهى الجموع فان كل واحدٍ منهما كافٍ فى منع الصرف لا تاثير فيه للعلمية.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے مراد اسم لیا ہے اور اس کے ساتھ کل کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ مافیہ علمۃ مؤثرۃ کا قول نحاۃ کے قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے اور قواعد اکثر قضیہ کلیہ ہوتے ہیں لہٰذا کل کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تنبیہ کی کہ یہ قول مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی ایک قضیہ کلیہ ہے یعنی ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں منع صرف کے لئے علمیت مؤثرہ پائی جائے خواہ وہ سبب محضہ ہو جیسے عدل اور وزن فعل میں خواہ دوسرے سبب کے مشروطیت کے ساتھ میں ہو یعنی علمیت سبب ہو لیکن دوسرے سبب کے لئے شرط ہو جیسے عجمہ وغیرہ میں اور مؤثرۃ کے قول سے اس علمیت سے احتراز ہوا جو الفی تانیث یعنی الف ممدودہ اور مقصورہ یا صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ جمع ہوئی ہو کیونکہ الف ممدودہ اور مقصورہ اور صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ علمیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ الف ممدودہ اور مقصورہ اور صیغہ منتہی الجموع میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ منع صرف کا مستقل سبب مؤثر ہے اور مافیہ علمۃ الخ سے لے کر صرف تک کی عبارت ترکیب میں مبتداء ہے اور صرف اس کی خبر ہے یعنی جس اسم میں علمیت مؤثرہ ہو اگر اس کو نکرہ کر دیا جائے تو وہ منصرف ہوگا۔

اذا نكره بالف ياؤل العلم بواحد من الجماعة المسماة به نحو هذا زيد و رأيت زيدًا اٰخر فانه اريد به المسمىٰ بزيد او يجعل عبارة من الوصف المشتهر صاحبه به نحو قولهم لكل فرعون موسىٰ اى لكل مبطل محق.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم کے نکرہ بنانے کی دو صورتیں بتاتے ہیں ایک یہ کہ جمع کے افراد میں سے ایک فرد کے ساتھ علم کی تاویل کی جائے یعنی جمع کے افراد میں سے ایک فرد سے مطلق مسمّیٰ مراد لیا جائے جیسے ہذا زیدٌ و رأیت زیدا آخر میں ہے کہ ان مثالوں میں زید سے مراد مسمّیٰ زید ہے یعنی بہت سارے زیدوں کے افراد میں سے ایک فرد زید ہے جب زید سے مراد مسمّیٰ بزید ہوا چونکہ دنیا میں زید نام کے بہت سے آدمی ہوتے ہیں اس لئے اب یہ زید جو ایک خاص شخص کا نام تھا نکرہ ہوا یہ پہلی صورت علم کی نکرہ بنانے کی ہوئی دوسری صورت نکرہ بنانے کی یہ ہے کہ علم موصوف کے وصف مشہورہ سے عبارت کر دی جائے جیسے لکل فرعونٍ موسیٰ میں ہے کہ فرعون کا وصف مشہورہ مبطل ہوتا ہے اور موسیٰ کا وصف مشہورہ محق ہوتا ہے لیکن فرعون سے یہاں مراد مبطل اور موسیٰ سے مراد محق ہے اب یہاں یہ اسماء اگرچہ علم تھے لیکن جب ان سے مراد اوصاف مشہورہ لئے گئے تو اب یہ علم نہیں رہے بلکہ نکرہ ہوئے یعنی فرعون سے وہ شخص معین مراد نہیں بلکہ اس سے ہر سرکش مراد ہے اور اسی طرح موسیٰ سے بھی وہ پیغمبر معین مراد نہیں بلکہ اس سے ہر ہادی حق پر چلنے والے مراد ہیں۔

صرف لما تبين اى فهو حين بين احباب منع الصرف و شرائطها فى ما سبق من انها اى العلمية لا تجامع مؤثرة الا ما اى سبب الذى هى اى العلمية شرطه فيه.

یعنی مصنف کافیہ نے ماسبق میں جہاں اسباب منع صرف اور ان کے شرائط بیان کئے ہیں وہاں سے یہ بطریقہ التزام ظاہر ہوا کہ علمیت درآنحالیکہ سبب مؤثرہ ہو سوائے اس سبب کے جس میں یہ علمیت شرط ہو کسی دوسرے سبب کے ساتھ جمع نہیں ہوگی اور متن من انہا کے بعد جو شارح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علمیۃ کا لفظ نکالا ہے اس سے یہ اشارہ کیا کہ یہ ضمیر مؤنث غائبہ کی علمیت کی طرف راجع ہے اسی طرح ہی میں بھی علمیۃ کی طرف ہے اور ما کے بعد میں جو سبب کا لفظ نکالا ہے اس سے یہ تنبیہ کی کہ یہاں ما سے مراد سبب ہے۔

و ذالک فی التانیث بالتاء لفظا او معنی و العجمة و التركيب و الالف و النون الزيدتين فان كل واحد من هذا الاسباب الاربعة مشروط بالعلمية.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ اسباب بتائے ہیں جن میں علمیت شرط ہوئی ہے اول تانیث لفظی و معنوی دوم عجمہ سوم ترکیب چہارم الف نون مزیدتین ان اسباب اربعہ میں سے ہر ایک سبب مشروط بالعلمیۃ ہے یعنی ہر ایک میں علمیت شرط ہے اگر ان کے ساتھ میں علمیت نہ ہو تو ان کی سببیت بحکم اذا فات الشرط فات المشروط کے ثابت نہ ہوگی۔

الا العدل و وزن الفعل:.....

استثناء مما بقی من الاستثناء الاول ای تجامع غير ما هی شرط فيه الا العدل وزن الفعل فان العلمية تجامعهما مؤثرة كما فی عمر و احمد و ليست شرطا فيهما كما فی ثلث و احمد.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں مستثنیٰ متعدد ہے اور مستثنیٰ منہ واحد ہے اور مستثنیٰ منہ واحد سے مستثنیٰ کا تعدد بغیر عاطف کے درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مستثنیٰ منہ واحد نہیں بلکہ متعدد ہے کیونکہ استثناء اول مجموعہ اسباب سے ہے اور استثناء ثانی اس سے ہے جو استثناء اولیٰ سے باقی رہ گیا ہو عبارت کے تقدیری معنیٰ یہ ہوں گے کہ علمیت درآنحالیکہ مؤثر ہو مجموعہ اسباب منع صرف کے ساتھ جمع نہ ہوگی۔ سوائے اس سببیت کے جس میں علمیت شرط ہو اور نہ جمع ہوگی سوائے اس سبب کے ساتھ جس میں علمیت شرط ہو سوائے عدل اور وزن فعل کے لہٰذا اس تقدیر پر مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونوں متعدد ہو گئے اور متعدد مستثنیٰ منہ سے متعدد مستثنیٰ کا آنا درست ہے کیونکہ علمیت درآنحالیکہ مؤثر ہو عدل اور وزن فعل کے ساتھ جمع ہوتی ہے جیسے عمر اور احمد میں اور اس وزن فعل اور عدل میں علمیت شرط نہیں ہے جیسے ثلث و احمر میں اس قاعدہ کلیہ پر جس کو مصنف نے اوپر بیان کیا ایک سوال مقدر یہاں وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ اسم بوجہ پائے جانے علمیت اور عدل اور وزن فعل کے غیر منصرف ہو اور علمیت اگرچہ تنکیر سے زائل ہو جائے لیکن عدل اور وزن فعل باقی رہیں گے اور غیر منصرف ہونے کے لئے دو ہی اسباب کافی ہوتے ہیں آگے چل کر دو ہما کی عبارت سے مصنف کافیہ خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ **و هما ای العدل وزن الفعل.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ ہما کی ضمیر عدل اور وزن فعل کی طرف راجع ہے **متضادان لان الاسماء المعدولة بالاستقراء على اوزان مخصوصة ليس شیء فيها من اوزان الفعل المعتبرة فی منع الصرف** یعنی اور وزن فعل آپس میں متضاد ہیں پس علمیت کے ساتھ ان میں سے ایک ہی سبب جمع ہوگا اور عدل و وزن فعل میں تضاد اس لئے ہے کہ وہ اسماء جن میں عدل آیا ہے وہ استقراء سے اوزان مخصہ پر ہیں ان میں سے کوئی وزن فعل کے اوزان معتبرہ میں سے نہیں ہے کیونکہ اوزان فعل کے قیاسی ہیں اور عدل کے اوزان غیر قیاسی ہیں اور عدل کے اوزان چھ ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے نظم میں جمع کیا ہے ؎ اوزان عدل را بتمامی تو شش شمر، مَفْعَلَ فُعَلَ مثالہا مثلث و عمر، فعل است مثل امس فعال است چوں ثلاث، مثل فعال دان تو تظام و فعل سحر.....اور اوزان فعل یہ ہیں ؎ وزن فعل مجہول است معلوم رد، ثلاثی رباعی گر دبود مجرد، ایں ہر دوز دو دیگر اے ارجمند، گر بود مزید اے ہوشمند۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فلا یکون معها ای لا یوجد شیٔ من الامر الدائر بین مجموع لهذین السببین و بین احدهما فقط اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لا یکون کے قول میں نفی مطلق سبب کی ہے یا احد الامرین یعنی عدل اور وزن فعل کی ہے اگر مطلق سبب کی نفی ہو تو اس سے خلاف واقع لازم آئے گا کیونکہ واقع میں مطلق سبب کی نفی مقصود نہیں ہے اور اگر عدل اور وزن فعل کی نفی مقصود ہے تو الاحدہما میں استثناء شیٔ عن نفسہ لازم آئے گی اور یہ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لا یکون میں نفی نہ سبب مطلق کی ہے نہ احد الامرین کی بلکہ ایک امر دائر کی نفی ہے جو کہ درمیان مجموعہ وزن فعل اور عدل اور ان میں سے ایک کے درمیان دائر نہ ہو بسبب عام کی نفی مقصود ہے جس سے خلاف واقع لازم آئے اور نہ خاص کی جس سے استثناء شیٔ لنفسہ لازم آئے یعنی جب عدل اور وزن فعل آپس میں متضاد ہیں تو علمیت کے ساتھ میں کوئی چیز امر دائر میں جو کہ درمیان مجموعہ ان دو سببوں یعنی عدل وزن فعل اور ان میں سے ایک کے درمیان دائر ہو نہیں پائی جائے گی۔

الا احدهما لا مجموعهما یعنی اس تضاد کی وجہ سے علمیت کے ساتھ فقط وزن فعل ہی پایا جائے گا یا عدل نہ مجموعہ تاکہ اجتماع ضدین نہ ہو **فاذا نکر غیر المنصرف الذی احد اسبابه العلمیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ نکرہ کا فاعل وہ غیر منصرف ہے جس کے اسباب منع صرف میں سے ایک سبب علمیت ہو جب اس کو نکرہ کر دیا جائے یعنی وہ غیر منصرف اسم جس کے اسباب میں سے ایک سبب علمیت ہو جب اس کو نکرہ کر دیا جائے یعنی علمیت اس سے دور کر دی جائے تو اس وقت بلا سبب رہے گا۔ **بقی بلا سبب ای لم یبق فیه سببٌ من حیث هو سبب فی ما هی شرط فیه من الاسباب الاربعة المذکورة** یعنی تنکیر کے وقت اس غیر منصرف میں کوئی سبب جو من حیث ہو سبب ہو اس مقام میں جہاں یہ علمیت شرط ہو نہیں پایا جائے گا اور وہ مقام جہاں پر علمیت شرط ہو وہ ہی اسباب ہو اسباب اربعہ مذکورہ ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں، **لانه قد انتفی اخذ السببین الذی هو العلمیة لذاتها و السبب الأخرة المشروط بالعلمیة من حیث وصف السببیة فلا یبقی فیه سبب من حیث هو سبب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لم یبق فیہ الخ کی عبارت کی دلیل بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ علمیت تانیث میں شرط ہے اور باوجود اس کے تانیث علمیت کے زوال سے زائل نہیں ہوتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ زوال سے مراد سبب کی وصفیت کا زوال ہے نہ سبب کی ذات کا زوال اور یہ معلوم ہے کہ علمیت کے زائل ہونے سے سبب کا وصف زائل ہو جاتا ہے جب علمیت زائل ہو گئی تو غیر منصرف اسم بلا سبب رہے گا کیونکہ غیر منصرف کے دو سببوں میں سے ایک سبب علمیت تھی وہ بذاتہا منتفی ہو گئی اور دوسرا سبب سببیت کے وصف کے حیثیت سے مشروط بالعلمیۃ تھا وہ بھی بحکم اذا فات الشرط فات المشروط کے منتفی ہو گیا لہٰذا اس میں کوئی سبب من حیث ہو سبب باقی نہیں رہا۔ اس وجہ سے وہ بلا سبب رہا۔ **او علی سبب فی ما هی لیست بشرط فیه من العدل و وزن الفعل** یا وہ غیر منصرف اسم ایک سبب پر باقی رہے گا یہ وہاں جہاں کہ یہ علمیت شرط نہ ہو اور جہاں علمیت شرط نہیں ہوتی وہ عدل اور وزن فعل ہے کہ ان دو سببوں کے ساتھ علمیت شرط نہیں ہوتی ہے۔ **هذا** یہ اصل میں اسم اشارہ ہے لیکن یہاں اس کے معنی خذ هذا یا امض هذا یا علم هذا کے ہیں یعنی اس مقام کو خوب یاد کر لینا چاہیے **و قد قیل علی قوله و هما متضادان ان اصمت بکسرتین علمًا للمفازة من اوزان الفعل مع وجود العدل فیه فانه امرٌ من ضمت یصمت و قیامهم ان یجیٔ بضمتین فلما جاء بکسرتین عُلِمَ انه معدول عنهٗ.** یہ ہما متضادان کے قول پر ایک اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں اصمت کا لفظ کسرتین

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے جو کسی جنگل کا نام ہے اوزان فعل میں سے ہے اور باوجود اس کے اندر عدل پایا جاتا ہے کیونکہ یہ صمت یصمت سے امر ہے اور قیاس اس میں یہ ہے کہ یہ اصمت ضمتین سے آئے جب یہ کسرتین سے آیا تو معلوم ہوا کہ یہ صمت یصمت سے معدول ہے لہٰذا اجتماع ضدین ثابت ہوا اور علمیت عدل اور وزن فعل دونوں کے ساتھ پائی گئی۔

فائدہ:۔۔۔۔۔

اصمت اس جنگل کا نام ہے جو نہایت پر خطر اور خوفناک ہو جہاں آدمی خوف کے مارے ایک دوسرے سے اُسکت پکارے اور شدت خوف سے مضطر ہو کر زبان سے غلط بیہودہ باتیں بکنے لگتے ہیں۔

و الجواب ان هذا امر غير محقق لجواز و رد و اصمت بكسرتين و ان لم يشتهر فالاوزان الذى تحقق فيها العدل تحقيقًا كان او تقديرًا لم تجامع وزن الفعل و ايضًا قد عرفت فى ما تقدم ان مجرد و جود اصل محقق لا يكفى فى اعتبار العدل التحقيقى بدون اقتضاء منع الصرف اياه و اعتبار خروج الصيغة عن ذالک الاصل و ههنا لا يقتضيه لوجود السببين فى اصمت و راء العدل و هى العلمية و التانيث.

اس میں اوپر والے سوال مذکورہ کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اصمت کا صمت یصمت سے معدول ہونا ایک امر غیر محقق ہے کیونکہ جائز ہے کہ اصمت کسرتین سے اصل ہی میں وارد ہوا گرچہ مشہور نہ ہو لہٰذا اجتماع ضدین ثابت نہیں ہوا اور علمیت کے ساتھ اس میں صرف وزن فعل ہی پایا گیا پس وہ اوزان جن میں عدل تحقیقی یا تقدیری متحقق ہوتا ہے وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوں گے اور ما تقدم یعنی بحث عدل میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صرف اصل محقق کا پایا جانا عدل تحقیقی کے اعتبار میں بدون اقتضا منع صرف کے اور بغیر اعتبار خروج صیغہ کے اپنی اصل سے کافی نہیں ہے اور یہاں یعنی اصمت میں منع صرف اعتبار عدل تحقیقی کو نہیں چاہتا ہے اس لئے کہ عدل کے سوائے اصمت میں دو سبب اور بھی موجود ہیں اور وہ علمیت اور تانیث ہیں لہٰذا اصمت بکسرتین کا خروج صمت یصمت ضمتین سے متحقق نہیں ہوا گویا یہ سوال مذکورہ بالا کا دوسرا جواب ہوا جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وایضا عرفت مافی ما تقدم الخ کی عبارت میں بیان کی ہے **ثم انه اشارا الى استثناء مثل احمر علمًا اذا نكر على هذه القاعدة على قول سيبويه بقوله** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے و خالف سیبویہ الاخفش کی عبارت کی تمہید باندھ کر یہ اشارہ کیا کہ احمر درآنحالیکہ علم ہو جب نکرہ کر دیا جائے تو تنکیر کی صورت میں یہ سیبویہ قول کے موافق قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہے۔ **و خالف سيبويه الاخفش المشهور هو ابو الحسن تلميذ سيبويه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا کہ اخفش ایک مشہور نحوی کا نام ہے جن کی کنیت ابوالحسن اور سیبویہ کے شاگرد رشید ہیں۔ **و لما كان قول التلميذ اظهر مع موافقة لما ذكره من القاعدة جعله اصلا و السند المخالفة الى الاستاذ وان كان غير مستحسن تنبيها على ذالک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سیبویہ اخفش کے استاد ہیں پس مخالفت کی نسبت اس کی طرف مستحسن نہیں بلکہ یہ بے ادبی میں شامل ہے لہٰذا مناسب ہے کہ یہ نسبت شاگرد کی طرف ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن جب کہ شاگرد کا قول استاد کے قول سے زیادہ ظاہر ہے علاوہ ازیں شاگرد کا قول قاعدہ مذکورہ کے ساتھ موافق ہے جس کو کہ مصنف نے خود ذکر کیا ہے اس لئے شاگرد کے قول کو اصل ٹھہرا کر استاد کی طرف مخالفت کی نسبت کی ہے اگرچہ مستحسن نہیں ہے لیکن یہ نسبت صرف اس غرض سے کی ہے کہ اس سے یہ تنبیہ ہو کہ شاگرد کا قول استاد کے قول سے زیادہ معتبر اور اصلی ہے فی الصرف اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ احمد کا لفظ خالف کے لئے ظرف نہیں ٹھہر سکتا ہے کیونکہ احمر کے وجودی معنٰی میں کوئی اختلاف نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انصراف کا لفظ بڑھا کر جواب دیا کہ خالف کا ظرف انصراف ہے جس کی بناء پر معنٰی یہ ہیں کہ سیبویہ نے احمد کے منصرف ہونے میں درآنحالیکہ علم ہو جب نکرہ کر دیا جائے اپنے شاگرد اخفش سے مخالفت کی ہے۔

مثل احمر علما اذا نکر و المراد بمثل احمر ما کان معنٰی الوصفیة فیه قبل العلمیة ظاهرا غیر خفی فیدخل فیه سکران و امثاله و یخرج عنه الفعل التاکید نحو اجمع فانه منصرف عند التنکیر بالاتفاق لضعف معنٰی الوصفیة فیه قبل العلمیة لکونه بمعنٰی کل و کذلک الفعل التفضیل المجرد عن من التفضیلة فانه بعد التنکیر منصرف بالاتفاق لضعیف معنٰی الوصفیة فیه حتٰی صارا فعل اسما و ان کانعه من فلا ینصرف بلا خلاف لظهور معنٰی الوصفیة فیه بسبب من التفضیلة.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ درمیان سیبویہ اور اخفش کے سکران کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں بھی اختلاف ہے پس احمر کو اس اختلاف کے لئے کیونکر خاص کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ احمر سے مراد ہر وہ لفظ ہے جس میں قبل علمیت معنٰی وصفی ظاہر غیر خفی ہوں، خواہ وہ افعل کے وزن پر ہو یا فعلان کے وزن پر پس اس تقدیر پر اس اختلاف میں سکران اور اس کے امثال بھی داخل ہو گئے اور اس سے افعل کا وزن جو تاکید کے لئے آتا ہے جیسے اجمع ہے نکل گیا کیونکہ یہ بعد تنکیر بالاتفاق منصرف ہے کیونکہ اس میں بوجہ تاکید کے معنی وصفی قبل علمیت ضعیف ہیں اس لئے کہ یہ بمعنی کل ہے اسی طرح سے اس اختلاف سے افعل اسم تفضیل جو من التفضیلہ سے مجرد ہو خارج ہوا کیونکہ یہ بھی بعد تنکیر بوجہ ضعیف ہونے معنٰی وصفی کے بالاتفاق منصرف ہے یہاں تک کہ یہ افعل اسم تفضیل اسم ہو گیا ہے اور اگر اس افعل اسم تفضیل کے ساتھ میں من تفضیلہ ہو تو یہ علی الاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ بسبب من تفضیلہ کے وصفی معنی اسمیں ظاہر ہیں **اعتبارًا لصفته الاصلیة ای انما خالف سیبویه الاخفش لاجل اعتباره الوصفیة الاصلیة** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ اخفش کا لفظ مرفوع بنابر فاعلیت ہو اور سیبویہ کا لفظ منصوب بنابر مفعولیت ہو اور مفعول کو فاعل پر استاد کی تعظیم کے لئے مقدم کیا ہو اس صورت میں استاد کی طرف مخالفت کی نسبت لازم نہیں آئے گی اور اوپر بے ادبی والا سوال بھی رفع ہو جائے گا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اعتبارًا کا لفظ منصوب بنابر مفعول لہٗ خالف کے ہے اور مفعول لہٗ کے نصب کے لئے لام کا مقدر ماننا شرط ہے اور لام کا مقدر ہونا تین شرطوں سے مشروط ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مفعول لہٗ کا فاعل اور اس کے فعل فاعل ایک ہو چونکہ اعتبار کا فاعل سیبویہ ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ خالف کا فاعل بھی سیبویہ ہوں گے یعنی سیبویہ نے احمر میں اخفش سے مخالفت اس لئے کی ہے کہ سیبویہ بعد تنکیر کے وصف اصلی کو اعتبار دیتے ہیں بخلاف اخفش کے کہ وہ نہیں دیتے اور اعتبارًا کے لفظ کے مفعول لہٗ ہونے کی طرف شارح نے لاجل اعتبارہ کی عبارت میں اشارہ کر دیا ہے بعد التنکیر فانه ممازالت بالعلمیة بالتنکیر لم یبق فیه مانع من اعتبار الوصفیة فاعتبرها وجعله غیر منصرف لصفیة الاصلیة وسبب اخر کوزن الفعل والالف والنون المزیدتین اس میں شارح سیبویہ کے صفت اصلی کے اعتبار کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ احمر کی علمیت جب تنکیر سے زائل ہو گئی تو اب اس میں وصف اصلی کے اعتبار کا کوئی مانع نہیں رہا اس لئے سیبویہ نے وصف اصلی کو بعد تنکیر کے بھی معتبر کیا اور اس کو غیر منصرف ٹھہرایا بہ سبب پائی جانے وصف اصلی کے اور ایک دوسرے سبب کے جیسے احمر میں وصف اصلی اور وزن فعل ہے اور سکران میں وصف اصلی اور الف ونون مزیدتین ہیں تنکیر کے بعد بھی بہ سبب پائے جانے ان دو اسباب منع صرف کے سیبویہ احمر اور سکران کو غیر منصرف مانتے ہیں فان

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قلت كما انه لا مانع عن اعتبار الوصفية الاصلية لا باعث على اعتبارها ايضا فلم اعتبرها و ذهب الى ما هو خلاف الاصل اعنى منع الصرف. یہ ایک اعتراض ہے جو لم یمتنع فیہ مانع من اعتبار الوصفیۃ کی عبارت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسطرح کرتے ہیں کہ جس طرف وصف اصلی کے اعتبار کا مانع نہیں ہے اسی طرح اس کے اعتبار پر باعث بھی نہیں ہے پس کیونکہ اس کو معتبر کیا اور خلاف اصل یعنی منع صرف کی طرف چلے بلکہ وصف اصلی کو تنکیر کے بعد معتبر نہیں کرنا چاہیئے اور اسم کو اپنے اصل پر چھوڑ کر منصرف ٹھہرانا چاہیئے قبل الباعث على اعتبارها امتناع اسود و ارقم من زوال الوصفية عنهما حينئذ یہ اوپر والے سوال مذکورہ کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ احمر میں وصف اصلی کے اعتبار کا باعث اسود وارقم کا غیر منصرف ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ارقم اور اسود کا وصف اصلی تنکیر کے بعد زائل ہوتا ہے اور پھر بھی یہ الفاظ غیر منصرف رہتے ہیں اسی طرح احمر میں بھی تنکیر کے بعد وصف اصلی معتبر ہوگا اور یہ غیر منصرف مانا جائے گا یعنی احمر کے وصف اصلی کے اعتبار کو اسود ارقم کے اوپر قیاس کر کے سیبویہ نے احمر کو غیر منصرف مانا ہے

و فيه بحث لان الوصفية لم تزم عنهما بالكلية بل بقى فيهما شائبة من الوصفية لان اسود اسم للحية السوداء و الارقم اسم للحية التى فيها سواد و بياض و فيهما شمة من الوصفية فلا يلزم عن اعتبار الوصفية فيهما اعتبارها فى احمر بعد التنكير لانها قد زالت بالكلية

اس میں اوپر والے سوال کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ احمر کے وصف اصلی کے اعتبار کا قیاس اسود پر قیاس مع الفارق ہے یعنی درست نہیں کیونکہ اسود اور ارقم کا وصف اصلی بعد تنکیر کے بالکل زائل نہیں ہوتا بلکہ بعد تنکیر بھی ان الفاظ کے معانیوں میں وصف اصلی کا شائبہ باقی نہیں رہتا ہے کیونکہ اسود کالے سانپ کا نام ہے اور ارقم اس سانپ کا نام ہے جس میں سیاہی سفیدی پائی جائے یعنی ابلق سانپ کو کہتے ہیں اور ان الفاظ میں اصلی کی بو پائی جاتی ہے بخلاف احمر کے کہ اس میں تنکیر کے بعد وصف اصلی کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا ہے پس اسود اور ارقم کے وصف کے اعتبار سے تنکیر کے بعد احمر کے وصف اصلی کا اعتبار لازم نہیں آتا کیونکہ احمر کا وصف اصلی تنکیر کے بعد بالکل زائل ہو جاتا ہے گویا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں اوپر کے جواب کا ضعف ثابت کیا ہے یہاں تک سیبویہ کی دلیل تھی۔ اب آگے چل کر اخفش کی دلیل بیان کریں گے و اما الاخفش فذهب الى انه منصرف فان الوصفية قد زالت بالعلمية بالتكبير و الزائل لا يعتبر من غير ضرورة فلم يبق فيه الا سبب واحد و هو وزن الفعل و الالف و النون و هذا القول اظهر اس میں شارح اخفش کی دلیل بتاتے ہیں کہ اخفش احمر کو بعد تنکیر کے منصرف مانتے ہیں کیونکہ وصف اصلی علمیت سے زائل ہو گیا اور علمیت تنکیر سے زائل ہو گئی اور زائل کا اعتبار بغیر ضرورت کے نہیں ہوا کرتا ہے پس اس وقت احمر میں سوائے ایک سبب کے جو کہ وزن فعل ہے یا الف ونون مزید تین ہیں کوئی دوسرا سبب نہیں پایا جاتا اور منع صرف کے لئے ایک سبب کافی نہیں ہے اس لئے احمر کا لفظ تنکیر کے بعد منصرف رہے گا اور یہ انصراف کا قول بہ نسبت منع صرف کے قول کے زیادہ موزوں اور ظاہر ہے کیونکہ جو چیز من کل الوجوہ معدوم ہو جاتی ہے پھر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا لہذا جب احمر کا وصف اصلی علمیت سے زائل ہو گیا ہے اور علمیت تنکیر سے بالکل زائل ہو گئی ہے تو اب اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہے اس لئے یہ منصرف ٹھہرے گا گویا اس میں شارح نے اخفش کے قول کو ترجیح دے کر اپنی رائے ظاہر کی۔ و لما اعتبر سيبويه الوصف الاصلى بعد التكبير و ان كان زائلا لزمه ان يعتبرهٗ فى حال العلمية ايضًا فيمتنع نحو حامت من الصرف للوصف الاصلى و العلمية یہ ایک سوال ہے جو سیبویہ کے اوپر احمر کے وصف اصلی اعتبار کرنے سے وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح اس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب احمر میں سیبویہ نے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تنکیر کے بعد وصف اصلی کو باوجود اس کے زائل ہونے کے معتبر کیا ہے تو ان پر لازم ہے کہ حالت علمیت میں بھی وصف زائل کو معتبر کرے اور حاتم کے لفظ کو غیر منصرف مانے کیونکہ حاتم میں ایک وصف اصلی ہے دوسری علمیت لہٰذا ان دو اسباب کے وجود کی بناء پر سیبویہ کو لازم ہے کہ حاتم کو بھی غیر منصرف کہیں حالانکہ وہ اس کو غیر منصرف کہتے بلکہ منصرف مانتے ہیں فاجاب عنہ المصنف بقولہ یہ عبارت اوپر والے سوال کا جواب ہے یعنی اوپر والے سوال کا جواب مصنف کافیہ نے سیبویہ کی طرف سے ولا یلزمہ باب حاتم کے قول سے دیا ولا یلزمہ ای سیبویہ من اعتبارہ الوصفیۃ الاصلیۃ بعد التنکیر فی مثل احمر علما اس عبارت میں شارح نے یہ اشارہ کیا کہ لا یلزمہٗ کی ضمیر منصوب سیبویہ کی طرف راجع ہے یعنی سیبویہ نے چونکہ وصف اصلی کو احمر میں درآنحالیکہ یہ علم ہو تنکیر کے بعد معتبر مان کر احمر کو غیر منصرف کہا کہا ہے اس لئے اس پر یہ اعتراض مذکورہ بالا حاتم والا لازم نہیں آتا **باب حاتم ای کل علم کان فی الاصل وصفا مع بقاء العلمیۃ بان اعتبر فیۃ ایضا الوصفیۃ الاصلیۃ و حکم بمنع صرفہ للعلمیۃ و الوصفیۃ الاصلیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حاتم سے مراد ہر وہ علم ہے جو اصل میں وصف ہو اور علمیت بھی اس میں باقی ہو اس طرح کہ اس میں بھی وصف اصلی کو معتبر مانا جائے اور بوجہ پائے جانے وصف اصلی اور علمیت کے اس کو غیر منصرف کے حکم میں لایا جائے حاتم سے یہ مخصوص لفظ مراد نہیں ہے لما یلزم فی بات حاتم علی تقدیر منعہ من الصرف یعنی حاتم میں علمیت کے ساتھ وصف اصلی کو سیبویہ معتبر نہیں مان سکتے ہیں کیونکہ اگر حاتم میں وصف اصلی علمیت کے ساتھ معتبر مان کر حاتم کو غیر منصرف ٹھہراتے ہیں تو اس سے اعتبار متضادین ایک لفظ کے حکم میں لازم آتا ہے اور یہ لازم باطل ہے لہٰذا ملزوم یعنی حاتم میں علمیت کے ساتھ وصف اصلی کا اعتبار بھی باطل ہے۔ **من اعتبار متضادین یعنی الوصفیۃ و العمیۃ فان العلم للخصوص و الوصف للعموم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متضادین بتاتے ہیں کہ وہ وصفیت اور علمیت ہیں اور یہ آپس میں متضاد ہیں کیونکہ علمیت خصوصیت پر دلالت کرتی ہے اور وصف عموم پر دال ہوتا ہے اور عموم اور خصوص کے درمیان میں جو تضاد ہے وہ ظاہر محتاج تشریح کا نہیں ہے۔ **فی حکم و احد و ھو منع الصرف لفظ واحد بخلاف ما اذا اعتبرت الوصفیۃ الاصلیۃ مع سبب اخر کما فی اسود و ارقم** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وصفیت اور علمیت دونوں کا اعتبار حکم واحد میں جائز ہے جیسے عمر اور احمر میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفظ واحد کی قید بڑھا کر اس کا جواب دیا ہے کہ اعتبار متضادین کا ایک حکم میں اور ایک لفظ میں منع ہے دو لفظوں میں منع نہیں ہے جیسے عمر اور احمر میں ہے کہ دو الفاظ ہیں اس لئے ان میں علمیت اور وصفیت دونوں متضادین کا اعتبار کیا گیا ہے بخلاف اس اسم کے جس میں وصف اصلی کسی دوسرے سبب کے ساتھ معتبر مانا جائے جیسے اسود ارقم میں ہے۔

فان قلت التضاد انما ھو بین الوصفیۃ المحققۃ و العلمیۃ لا بین الوصفیۃ الاصلیۃ الزائلۃ و العلمیۃ فلو اعتبرت الوصفیۃ الاصلیۃ و العلمیۃ فی منع الصرف مثل حاتم لا یلزم اجتماع المتضادین اوپر مصنف نے یہ کہا تھا کہ سیبویہ حاتم میں وصف اصلی کو علمیت کے ساتھ معتبر اس لئے نہیں کرتے کہ اس سے اجتماع متضادین لازم آتا ہے اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تضاد صرف درمیان وصف اصلی محقق اور علمیت کے ہوتا ہے درمیان وصف اصلی زائل شدہ اور علمیت کے تضاد نہیں ہے پس اگر وصف اصلی اور حاتم کے غیر منصرف کر دینے کے لئے معتبر مانا جائے تو اس سے اجتماع متضادین لازم نہیں آتا قلنا تقدیرا حد الضدین بعد زوالہ مع ضد اخر فی حکم واحد و ان لم تکن من قبیل اجتماع المتضادین لا کنہ شبیۃ بہ باعتبار ھما معًا غیر مستحسن اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

والے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ایک ضد کا بعد زائل ہونے کے دوسرے ضد کے ساتھ ایک حکم میں فرض کرنا اور اعتبار دینا اگرچہ اجتماع متاضدین حقیقۃ نہیں ہے لیکن یہ اجتماع کے ساتھ ایک حکم میں فرض کرنا اور اعتبار دینا اگرچہ اجتماع متضادین حقیقۃ نہیں ہے لیکن یہ اجتماع متضادین حقیقی کے شبیہ اور حکم میں ہے اس لئے وصف اصلی اور علیت کا اعتبار یہاں حاتم کے لفظ میں غیر مستحسن ہے۔ **و جمیع الباب ای باب غیر المنصرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ الباب کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا غیر منصرف کا لفظ محذوف ہے اور اس محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے **باللام ای بدخول لام التعریف علیہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ باللام کا باسببہ ہے اور لام ذات ہے پس بجر بالکسر کے لئے اس کی سببیت کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ با کا مدخول محذوف ہے اور وہ دخول کا لفظ ہے اور لام التعریف کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ المال لاحمد کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں احمد کا لفظ لام کا مدخول ہے اور باوجود اس کے مجرور نہیں بلکہ مفتوح ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لام سے مراد الف لام تعریفی ہے اور مثال مذکورہ میں لام جارہ ہے لہٰذا قاعدہ مذکورہ درست ثابت ہوا۔ **و الاضافت ای اضافۃ الی غیرہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ غلام احمد کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں احمد مضاف الیہ ہے باوجود اس کے مجرور نہیں بلکہ مفتوح ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اضافت سے مراد غیر منصرف کی اضافت دوسری کی طرف ہے نہ غیر کی اضافت اس کی طرف اور مثال مذکور میں غیر کی اضافت اس کی طرف ہوگئی ہے اس لئے یہ مجرور نہیں۔ **ینجر ای یصیر مجرورًا بالکسر** یعنی غیر منصرف کے سبب باب الف لام تعریفی کے داخل ہونے سے یا اس کے مضاف ہونے سے مجرور ہو جاتے ہیں **ای بصورۃ الکسر** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الکسرۃ تا کے ساتھ درمیان القاب بناء پر اور اعراب کے مشترک ہے یعنی یہ لفظ دونوں کے لئے مستعمل کیا جا سکتا ہے اور الکسر بدون تاء کے بناء القاب کے لئے خاص ہے اور ہمارا کلام حرکات اعرابیہ میں ہے پس مصنف کو بالکسرۃ لکھنا چاہئے تھا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں کسرہ سے مراد صورت کسرہ کی ہے نہ حقیقت کسرہ کی **لفظًا او تقدیرًا** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مررت بالحبلی یا با الحبلکم کی مثالوں میں حبلی کا لفظ مدخول لام اور اضافت ہے اور باوجود اس کے یہ مجرور بالکسر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کسرہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری مثال مذکورہ میں اگرچہ لفظی نہیں لیکن تقدیری موجود ہے **و انما لم یکتف بقولہ ینجر لان الانجرار قد یکون بالفتح** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف نے ینجر پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا ہے کہ انجرار کبھی فتحہ سے بھی ہوتا ہے یعنی کبھی حالت جری میں بھی فتحہ ہوتا ہے جیسے مررت باحمد میں ہے **و لا بأس یقول ینکسر لان الکسر یطلق علی الحرکات البنائیۃ ایضًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کو چاہئے تھا کہ ینکسر کے قول پر اکتفاء کرتے کیونکہ یہاں جر کسرہ سے متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ینکسر کے قول پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ کسرہ کا اطلاق جس طرح حرکات اعرابیہ پر ہوتا ہے اسی طرح حرکات بنائیہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے

و للنحاۃ خلاف فی ان ھذا لاسم فی ھذہ الحالۃ منصرف او غیر منصرف فمنھم من ذھب الی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

انه منصرف مطلقا لان عدم انصرافه انما كان لمشابهة الفعل فلما ضعفت هذه المشابهة بدخول ما هو من خواص الاسم اعنى اللام او الاضافة قويت جهة الاسمية فرجع الى اصله الذى هو الصرف فدخله الكسر دون التنوين لانه لا يجتمع مع للام و الاضافة و منهم من ذهب الى انه غير منصرف مطلقا

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کو رفع کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کو منصرف کے قول پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا کیونکہ یہاں غیر منصرف کو منصرف بنا کر بتانا مقصود ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منصرف پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ اس اسم کے منصرف ہونے میں بناء پر حالت مذکورہ کے نحات کا اختلاف ہے بعضے نحوی اس طرف گئے ہیں کہ یہ اسم اس حالت مذکورہ میں مطلقاً منصرف یعنی الف لام اور اضافت کے ساتھ میں اس کے اسباب منع صرف باقی ہوں یا نہ ہوں کیونکہ اس کا غیر منصرف ہونا باعتبار مشابہت فعل کے تھا پس جب یہ مشابہت بہ سبب داخل ہونے خواص اسم یعنی لام الف لام اور اضافت کے ضعیف ہوگئی تو اسمیت کی جہت قوی ہوگئی پس وہ اپنے اصلی انصراف کی طرف لوٹ آیا اس لئے اس پر کسرہ بغیر تنوین کے داخل ہوا کیونکہ تنوین لام اور اضافت کے ساتھ میں جمع نہیں ہوتے اور بعضے نحات اس طرف گئے ہیں کہ یہ اسم اس حالت مذکورہ میں مطلقاً غیر منصرف ہے۔

و الممنوع من غير المنصرف بالاصالة و هو التنوين و سقوط الكسر انما تبعة التنوين و حيث ضعفت مشابهت للفعل لم تؤثر الا فى سقوط التنوين دون تابعه الذى هو الكسر فعا د الكسر الى حاله و سقطا التنوين لا متناعه من الصرف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب صورۃ مذکورہ میں بعض النحات کی نزدیک غیر منصرف ٹھہرا تو چاہیے کہ جس طرح اس پر تنوین کا آنا منع ہے اسی طرح اس پر کسرہ کا آنا بھی منع ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ غیر منصرف پر اصل میں بالذات تنوین ہی منع ہے اور کسرہ کا ساقط ہونا صرف باعتبار طبیعت تنوین کے ہے جب اس حالت مذکورہ میں اس اسم کی مشابہت فعل سے ضعیف ہوگی تو اس صورت میں اس کا اثر صرف تنوین کے ساقط ہونے میں ہوگا اس کے تابع کے ساقط ہونے میں جو کسرہ ہے اس کا اثر نہیں ہوگا پس کسرہ اپنی حالت اصلی کی طرف لوٹ آیا اور تنوین بوجہ اسم کے غیر منصرف ہونے کے ساقط ہوگئی۔

و منهم من ذهب الى ان العلتين ان كانتا باقيتين مع اللام او الاضافة كان الاسم غير منصرف و ان زالتا معا او زالت احدهما كان منصرفا و بيان ذالك ان العلمية تزول باللام و الاضافة فان كانت العلمية شرط السبب الأخر زالتا معًا كما فى ابراهيم و ان لم تكن شرطا كما فى احمد زالت احداهما ان لم تكن هناك علمية كما فى احمد بقيت العلتان على حالهما و هذا القول انسب بما عرفه به المصنف غير المنصرف.

اور بعض نحویوں کے نزدیک حالت مذکورہ میں اس اسم میں اگر الف لام اور اضافت کے ساتھ اسباب منع صرف باقی ہوں تو اس صورت میں یہ اسم غیر منصرف ہوگا اور اگر حالت مذکورہ میں اسباب منع صرف معاً زائل ہوئے ہوں یا اسباب منع صرف میں سے صرف ایک ہی سبب زائل ہوا ہو تو اس تقدیر پر یہ اسم علمیت دوسرے سبب کے لئے شرط ہو تو اس صورت میں علمیت کے زائل ہونے سے دونوں اسباب منع صرف کے بحکم اذا فات الشرط فات المشروط کے زائل مانے جائیں گے جیسے ابراہیم میں ہے اور اگر علمیت دوسرے سبب کے لئے شرط ہو جیسے احمد میں ہے تو اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صورت میں دو اسباب سے ایک ہی سبب زائل مانا جائے گا اور ایک سبب منع صرف کے لیے کافی ہے لہٰذا ان دونوں صورتوں میں یہ اسم منصرف رہے گا اور اسم میں حالت مذکورہ کی بناء پر علمیت نہ ہو جیسے احمر میں ہے تو اس صورت میں دونوں اسباب منع صرف کے اپنی حالتوں پر باقی رہیں گے اور یہ اسم حالت مذکور میں غیر منصرف رہے گا اور یہ قول مصنف کے غیر منصرف کی تعریف سے زیادہ چسپاں اور مناسب معلوم ہوتا ہے یعنی مصنف نے غیر منصرف کی تعریف یہ کی ہے کہ جس میں دو اسباب منع صرف کے یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے وہ غیر منصرف ہے خواہ اس پر الف لام تعریف یا اضافت داخل ہو یا نہ ہو یہاں تک اس حالت مذکورہ میں اس اسم مذکور کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کے متعلق تین اقوال ہوئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ثالث قول کی انسب ہونے کی تنبیہ کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ ثالث قول بہ نسبت اول دو قولوں کے بنا بر تعریف غیر منصرف کے زیادہ معقول اور مناسب معلوم ہوتا ہے اب مصنف کا لیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقدمہ کو ختم کر کے مقاصد بیان فرمائیں گے اور مقاصد تین ہیں اول مرفوعات، دوم منصوبات، سوم مجرورات اور مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر اس لئے مقدم ذکر کریں گے کہ مرفوعات کلام عربی میں عمدہ ہوتے ہیں اور منصوبات اور مجرورات فضلہ مانے جاتے ہیں اور عمدہ اصل ہوتا ہے اور فضلہ فرع اصل فرع پر مقدم ہوا کرتی ہے۔

تمت المقدمة فلنشرع الآن في المقاصد انشاء الله تعالى

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المقاصد المرفوعات

یہ لفظ مرفوع بنا بر خبریت مبتداء محذوف کے ہے جس کی تقدیر ہذا بحث المرفوعات ہوگی یا مرفوع بنا بر ابتدائیت خبر محذوف کے ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر المرفوعات ہذہ ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرفوع بنا بر ابتداء ہو اور اس کی خبر ہو یا خبر ہو ما اشتمل کا جملہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ ساکن پڑھا جائے کیونکہ یہ فصل کے محل میں واقع ہوا ہے اور فصل میں اعراب کا محل نہیں ہوتا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو منصوب بتقدیر الجنس یا اشرع پڑھا جائے اس تقدیر پر یہ فعل مقدر کا مفعول ٹھہرے گا اور اسماء مرفوعہ استقراء سے آٹھ ہیں کیونکہ اسم مرفوع کا فاعل دو حالتوں سے خالی نہ ہو گا یا معنوی ہوگا یا لفظی اگر معنوی ہے تو مفعول اس کا دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا مسند الیہ ہوگا یا مسند پس اول قسم مبتداء ہے اور مسند بہ ہو تو یہ بھی دو حالتو سے خالی نہیں یا اس میں شرط یہ ہوگی کہ یہ اسم ظاہر کا رافع ہوگا یا نہیں اگر رافع ہے تو یہ مبتداء کی دوسری قسم ہوگی جس کا ذکر آئے گا اور اگر رافع اسم ظاہر نہیں تو یہ خبر ہوئی اور وہ عامل لفظی ہے پس مبتداء دو حالتوں سے خالی نہیں فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف اگر فعل ہے تو یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں اسم پر قائم ہے یا اسم پر واقع ہے۔ قسم اول فاعل ہوا اور قسم ثانی مفعول مفعول مالم یسم فاعلہ اور اگر معرفہ ہے تو اس کا مفعول دو حالتوں سے خالی نہیں مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہے تو کلام موجب میں واقع ہے یا غیر موجب میں اول اسم العال ناقصہ کا ہوگا سوائے لیس کے اور ثانی اسم لیس و اسم ما و لا مشبہین کے ہوگا اور اگر مسند ہے تو یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں کلام موجب میں واقع ہوگا یا غیر موجب میں اول حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہوئی اور ثانی لائے نفی جنس کی خبر ہوگی یہ آٹھ اسمائے مرفوع ہوئے۔

جمع المرفوع لا المرفوعة لان موصوفة الاسم و هو مذكر لا يعقل و يجمع هذا الجمع مطردا صفة المذكر الذى لا يعقل كما لصافات للمذكور من الخيل و جمال سجلات اى ضامرات و كالايام الخاليات.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ مرفوعات کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں مرفوع کی جمع ہوگی یا مرفوعہ کی اور یہ دونوں درست نہیں اول اس لئے کہ جمع مؤنث سالم کا مفرد مؤنث ہی ہوتا ہے اور مرفوع مذکر ہے اور ثانی اس لئے کہ مرفوع اور منصوب اور مجرور یہ سب اسم کی صفات ہیں اور اسم مذکر ہے اور مرفوعہ مؤنث ہے لہٰذا درمیان موصوف صفت کے مطابقت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مرفوع کی جمع ہے مرفوعہ کی نہیں کیونکہ اس کا موصوف اسم ہے اور وہ مذکر لا یعقل ہے اور مذکر لا یعقل میں جمع کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ قیاساً اس قسم کے وزن کے جمع ہو کر آتا ہے جیسے صافات جو مذکر گھوڑوں کا نام ہے اور سجلات جس کے معنی اگر یہ ہونے کے ہیں یا جیسے خالیات جس کے معنی گزرنے کے ہیں یہ سب الفاظ مذکر لا یعقل ہیں اس لئے یہاں اونٹوں مذکور پر جمع ہوئے ہیں یعنی مذکر لا یعقل میں یہ قاعدہ ہے کہ اس کی جمع جمع مؤنث سالم کے وزن پر ہوگی۔ **هو اى المرفوع الدال عليه المرفوعات لان التعريف انما يكون للماهية لا للافراد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ ھو کی ضمیر مرفوع دو حالتوں سے خالی نہیں مرفوعات کی طرف لوٹے گی یا مرفوع کی طرف اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ مرفوعات مؤنث ہے اور ھو مذکر ہے درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہ ہوگی اور ثانی اس لئے کہ اس سے اظہار قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ھو کی ضمیر مرفوع کی طرف راجع ہے اور اظہار قبل الذکر لازم نہیں آتا کیونکہ مذکور عام ہے خواہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مطابقتاً ہو خواہ ضمناً اور یہاں اگرچہ مطابقتاً مذکور نہیں لیکن تضمناً مذکور ہے کیونکہ مرفوع پر مرفوعات کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ جمع ہے اور جمع کے ضمن میں مفرد پایا جاتا ہے گویا اس میں دلالت جمع کی جنس پر ہے افراد پر نہیں کیونکہ تعریف صرف شے کی ماہیت کی ہوئی ہے افراد کی نہیں۔ **ما اشتمل** ای اسم ان اشتمل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا جس کی تشریح یہ ہے کہ مرفوع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں وہ حرف داخل ہوا جو اعراب کا محل ہو کیونکہ ہو بھی لفظ ہے یا شے ہے جو قابلیت کے علامت پر مشتمل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما کا کلمہ عبارت اسم سے ہے لفظ اور شے سے نہیں کیونکہ بحث اسم کی ہے **علی علم الفاعلیۃ** ای علامتہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حروف اور حرکات پر علم کا اطلاق درست نہیں کیونکہ علم اسم کے اقسام میں سے ہے اور اسم کلمہ کے اقسام میں سے اور کلمہ کے مفہوم میں وضع معتبر ہے اور حرکات اور حروف میں وضع نہیں ہوتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ علم سے یہاں مراد علامت ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے حروف اور حرکات پر علامت کا اطلاق ثابت ہوا۔ **کون الاسم فاعلا وھی الضمۃ و الواو و الالف.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کون الاسم فاعلًا کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رفع کا علامت فاعل ہونا مسلم نہیں کیونکہ علامت شے وہ ہوتی ہے جو شے سے منفک نہیں ہوتی اور رفع فاعل سے منفک ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ رفع سے مراد وہ ہے جو اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہو نہ اس کی ذات کی علامت اور اس میں شک نہیں ہے کہ رفع اسم کے فاعل ہونے سے منفک نہیں ہوگا اور اسم کے فاعل ہونے کی علامت تین ہیں مفردات میں ضمہ اور جمع میں واؤ اور تثنیہ میں الف **فالمراد باشتمال الاسم علیھا ان یکون موصوفا بھا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مراد اشتمال سے اشتمال کل کا جزء پر ہے پس اس تقدیر پر مرفوع کی تعریف اس مرفوع پر صادق آتی ہے جو مرفوع بالحروف ہو نہ مرفوع بالحرکت پر کیونکہ وہ کلمہ کا جز نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اشتمال کل کا جزء پر مراد نہیں اور یہ معلوم ہے کہ اسم فاعلیت کے لئے موصوف ہوتا ہے اور فاعلیت اس کی صفت ہوتی۔ **لفظا او تقدیرا او محلا و لا شک ان الاسم موصوف بالرفع المحلی اذ معنی الرفع المحلی انہ فی محل لو کان ثمہ معرف لکان مرفوعا لفظا او تقدیرا لکیف یخص الرفع بما عد الرفع المحلی و ھو یبحث مثلا عن احوال الفاعل اذا کان مضمر متصلا** کما سیجیئ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مرفوع کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے جاءنی موسیٰ اور جاءنی ھولاء مرفوع خارج ہوا کیونکہ ان امثال میں مرفوع فاعلیت کی علامت پر مشتمل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل کی علامت عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے جاءنی زید میں ہے خواہ تقدیری ہو جیسے جاءنی موسیٰ میں ہے خواہ محلی ہو جیسے جاءنی ھولاء میں ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اسم رفع محلی سے بھی موصوف ہوتا ہے کیونکہ رفع محلی کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسم ایسے محل میں واقع ہو کہ اگر وہاں معرب ہوتو وہ لفظاً یا تقدیراً مرفوع ہو جائے پس رفع کیونکر رفع محلی کی مادہ سے مختص ہو سکتا ہے حالانکہ نحوی مثلاً اس فاعل کے احوال سے بحث کرتے ہیں جو ضمیر متصل ہو جیسے آگے آئے گا۔ **فھذہ ای من المرفوع او مما اشتمل علی علم الفاعلیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ھذہ کی ضمیر مرفوع کی طرف یا ما اشتمل کی طرف راجع ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الفاعل:.....

و انما قدمه لانه اصل المرفوعات عند الجمهور و لانه جزء الجملة الفعلية التي هي اصل الجمل و لان عامله اقوى من عامل المبتداء و قيل اصل المرفوعات المبتداء لانه باق على ما هو الاصل في المسند اليه و هو التقدم بخلاف الفاعل و لانه يحكم عليه بكل حكم جامدٍ او مشتق فكان اقوى بخلاف الفاعل فانه لا يحكم عليه الا بالمشتق.

یعنی مرفوع میں سے ایک فاعل ہے اور مرفوع کے اصل میں دو مذہب ہیں ایک مذہب جمہور کا دوسرا مذہب علامہ زمخشری کا ہے جمہور کے مذہب میں اصل مرفوعات ہے اور زمخشری کے نزدیک اصل مرفوعات مبتداء ہے چونکہ جمہور کا مذہب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قوی تھا اس لئے فاعل کو مقدم ذکر کر کے یہ کہ دیا یہ جمہور کے نزدیک اصل مرفوعات فاعل ہے کیونکہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہوتا ہے اور فعل باعتبار عمل کے اصل ہوا ہے دوسری یہ کہ عامل فاعل کا لفظی ہوتا ہے اور مبتداء کا عامل معنوی ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ عامل لفظی عامل معنوی سے قوی ہوتا ہے۔ یہ فاعل کے اصل مرفوعات ہونے کی دلیلیں ہوئیں اور زمخشری کا مذہب یہ ہے کہ اصل مرفوعات میں مبتداء ہے کیونکہ مبتداء مسند الیہ کے اصل پر باقی رہتا ہے اور اصل مسند الیہ میں تقدم ہے۔ اس لئے سب سے مقدم اصل مبتداء ہے بخلاف فاعل کے کہ اس کا رتبہ تأخر ہی دوسرے سے یہ کہ مبتداء کی خبر جامد اور مشتق دونوں ہو سکتی ہے بخلاف فاعل کے کہ اس کا مسند صرف مشتق ہی ہوتا ہے اس لئے مبتداء باعتبار مسند کے فاعل سے زیادہ قوی ثابت ہوا یہ علامہ زمخشری کی دلیل ہوئی۔ **و هو اى الفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہو ضمیر مرفوع فاعل کی طرف راجع ہے۔ **ما اى اسم حقيقة او حكما ليدخل فيه مثل قولهم اعجبني ان ضربت زيدًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اعجبنی ان ضربت زیدًا کی ترکیب کا فاعل خارج ہوا کیونکہ وہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقۃ او حکما کی قید بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ اسم عام ہے خواہ صریحی ہو یا تاویلی اور فاعل اس مثال مذکورہ میں اگرچہ صریحی حقیقی نہیں لیکن تاویلی اور تقدیری ہے اس لئے فاعل کی تعریف جامع ہوئی اور مثال مذکورہ کا فاعل اس میں داخل ہوا۔ **اسند اليه الفعل بالاصالة لا بالتبعية ليخرج عن الحد توابع الفاعل و كذا المراد في جميع حدود المرفوعات و المنصوبات و المجرورات غير التابع** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں جاء نی زیدٌ و عمرٌ کی ترکیب کا عمر داخل ہوا کیونکہ وہ بھی مما اسند الیہ الفعل ہے حالانکہ یہ فاعل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مراد اسناد سے اسناد بالاصالہ ہے اور ترکیب مذکور میں اگرچہ اسناد فعل کا عمر کی طرف بھی ہے لیکن وہ بالاصل نہیں بلکہ بالتبع ہے لہٰذا فاعل کی تعریف مانع ثابت ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لا بالتبعیۃ کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ فاعل کی تعریف سے فاعل کے توابع خارج ہو جائیں اور اسی طرح مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کی تعریف میں مراد مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات سے بالاصل ہیں نہ توابع بقرینۃ ذکر التوابع بعدها اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی تعریف میں اسناد مطلق ہے اور یہاں اسناد بالاصالہ مقید مراد لیا گیا اور یہ تعریف میں مجاز کا لینا ہے اور تعریفات میں مجاز کا لینا درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن تعریفات میں مجاز لینا بغیر قرینہ کی درست

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہوتا اور یہاں قرینہ موجود ہے اور وہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے بعد توابع کا ذکر کرنا ہے لہٰذا یہ اخذ مجاز تعریف میں درست ہے۔
او شبهة اى ما شبهه فى العمل و انما قال ذالک ليتناول فاعل اسم الفاعل و الصفة المشبهة و المصدر و اسم الفعل و افعل التفضيل و الظرف یہ اوپر ما اسند الیہ الفعل پر عطف ہے یعنی فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی نسبت ہو اور شبہ وہ فعل ہے جو عمل میں فعل کے مشابہ ہو اور وہ عام ہے خواہ اسم فاعل ہو خواہ صفت مشبہ خواہ مصدر خواہ اسم فعل خواہ اسم تفضیل خواہ ظرف ہو کیونکہ یہ سب عمل میں فعل کے مشابہ ہیں جو عمل فعل کرے گا وہ ہی عمل یہ کریں گے عمل کی قید بڑھانے سے شبہ فعل ان سب کو شامل ہوا **و قدم اى الفعل او شبهه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا ہے کہ قدم کا فاعل فعل ہے یا شبہ فعل **عليه اى على ذالک الاسم** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر مجرورہ اسم کی طرف راجع ہے۔ **و احترز به عن نحو زيد فى زيد ضرب لانه مما اسند اليه الفعل لان الاسناد الى ضمير شىء اسناد اليه فى الحقيقة لكنه موخر عنه.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قدم علیہ کا قول احترازی ہے اس سے زید ضرب کی ترکیب کے زید لفظ سے احتراز کیا کیونکہ یہ زید بھی وہ اسم ہے جس کی طرف فعل کی نسبت ہوئی ہے کیونکہ ضرب کے فعل میں جو ضمیر ہو وہ زید کی طرف لوٹتی ہے ظاہر میں اس ضرب کی نسبت اگرچہ ضمیر کی طرف ہے لیکن شے کی ضمیر کی طرف اسناد حقیقت میں اس شے کی طرف مانا جاتا ہے پس اس قدم کی قید سے زید فاعلیت کی تعریف سے خارج ہو کیونکہ فعل فاعل سے مقدم ہوتا ہے اور یہاں موخر ہے اس لئے یہاں زید ترکیب میں مبتداء اور ضرب کا جملہ اس کی خبر واقع ہوئی ہے۔ **و المراد تقديمه عليه وجوبا ليخرج عنه المبتداء المقدم على خبره نحو كريم من يكرمک** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں کریم من یکرمک کی مثال کا مبتداء داخل ہوا کیونکہ وہ بھی مما اسند الیہ الفعل الخ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں فعل اور شبہ فعل کی تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور خبر کی تقدیم مبتداء پر جائز ہے واجب نہیں لہٰذا فاعل کی تعریف سے مثال مذکورہ کا مبتداء خارج ہوا اور تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **فان قلت قد يجب تقديمه اذا كان المبتدأ نكرة و الخبر ظرفًا نحو فى الدار رجل.** یہ اوپر والے سوال کے جواب پر ایک اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مبتداء جب نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو جیسے فی الدار رجل میں ہے تو اس صورت میں مبتداء کے خبر کی تقدیم واجب ہوتی ہے۔ **قلت المراد وجوب تقديم نوعه و ليس نوع الخبر ما يجب تقديمه بخلاف نوع ما اسند الى الفاعل** یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مراد تقدیم وجوبی سے تقدیم وجوبی نوعی ہے اور مثال مذکورہ میں تقدیم وجوبی فردی ہے اس لئے خبر کی نوع تقدیم وجوبی کے افراد میں سے نہیں بخلاف نوع فعل یا شبہ فعل کے جس کا اسناد فاعل کی طرف ہوتا ہے کہ اس کی تقدیم فاعل پر واجب ہے **على جهة قيامه اى اسنادًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ علی جہۃ قیامہ کا قول ترکیب میں جار مجرور واقع ہوا ہے اور جار مجرور میں قاعدہ یہ ہے کہ جب یہ کسی عبارت میں واقع ہو تو اس میں اعراب محلی کی ضرورت ہوتی ہے پس اس کا اعراب محلی کونسا ہوگا؟

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں اس کا اعراب محلی بناء پر مصدریت نصب ہے واقعا علی طریقۃ قیام الفعل او شبہہ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واقعا کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصدر میں شرط یہ ہے کہ فعل کے معنی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس پر مشتمل ہوں جیسا اشتمال کل کا جزء پر ہوتا ہے اور اسند کے معنی اسناد پر مشتمل ہیں علی جہۃ قیامہ پر مشتمل نہیں لہٰذا اس کی مصدریت صحیح نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی مصدریت مجازاً باعتبار موصوف محذوف اسنادا کے ہے اور واقعا کے بڑھانے سے اس سوال کا جواب بھی دیا جو کہ اس طرح وارد ہوتا تھا کہ جار مجرور کی ظرفیت اور مصدریت اور حالیت باعتبار متعلق کے ہوتی ہے اور علی جہۃ قیامہ کا متعلق اسند مذکور ہوا یا یہ اسنادا محذوف کا لفظ ہوگا بناء بر اول تقدیم صفت موصوف پر لازم آتی ہے اور بناء ثانی اتصاف شے بنفسہ لازم آتا ہے اور یہ دونوں باطل ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ واقعا کا لفظ بڑھا کر اس سوال مذکورہ کا جواب اس طرح دیا کہ علی جہۃ قیامہ کا متعلق نہ اسند مذکور ہے نہ اسناد مذکور ہے اسناد محذوف بلکہ اس کا متعلق واقعا ہے یعنی فاعل وہ اسم ہے جس پر بطریق قیام فعل اور شبہ فعل مقدم ہو بہ ای بالفاعل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بہ کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے۔ فطریق قیامہ بہ ان یکون علی صیغۃ المعلوم او علی ما فی حکمھا کالاسم الفعل و الصفۃ المشبھۃ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ فاعل کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے سات زید اور طال زید کی ترکیبوں کا فاعل خارج ہوا اس لئے کہ قیام سے متبادر یہ ہے کہ اس کے حدوث کے معنی ہوں اور موت وطول ترکیب مذکورہ میں فاعل سے حادث اور صادر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل اور شبہ فعل کے قیام کا طریقہ یہ ہے کہ بصیغۂ معلوم یا اس کے حکم میں ہو جیسے اسم فاعل اور صفت مشبہ میں ہے اور یہ اس تقدیر پر عام ہے خواہ فاعل سے حادث اور صادر ہو یا اس کے ساتھ قائم ہو۔

مثال مذکورہ میں اگرچہ فاعل سے صادر نہیں لیکن اس کے ساتھ قائم لہٰذا اب فاعل کی تعریف جامع ثابت ہوئی و احترز بھذا القید عن مفعول ما لم یسم فاعلہ کزید فی ضرب زید علی صیغۃ المجھول اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مصنف کا یہ کا قول علی جہۃ قیامہ احترازی ہے اس قید سے ضرب زید کی ترکیب کے زید مفعول مالم یسم فاعلہ سے احتراز کیا کیونکہ یہ بصیغۂ مجہول ہے بصیغۂ معلوم نہیں۔ و الاحتیاج الی ھذا القید انما ھو علی مذھب من لم یجعلہ داخلا فی الفاعل کا لمصنف و اما علی مذھب من جعلہ داخلا فیہ کصاحب المفصل فلا حاجۃ الی ھذا القید بل یجب ان لا یقید بہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ نحاۃ کی سرگروہ اور رئیس صاحب مفصل ہیں اور انہوں نے علی جہۃ قیامہ کے قول کو اپنے مفصل میں ذکر نہیں کیا ہے پس مصنف کا یہ نے اس کی مخالفت کیونکر کی حالانکہ کا یہ مفصل سے ماخوذ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قید مذکور بڑھانے کی حاجت اور ضرورت بناء بر مذہب اس کے ہے جو مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کی تعریف میں داخل نہیں مانتے ہیں جیسے مصنف کا یہ اس کے قائل ہیں اور بناء بر مذہب اس کے جو اس مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کی تعریف میں داخل مانتے ہیں جیسے صاحب مفصل اس کے قائل ہیں بنا بر اس مذہب بڑھانے کی حاجت اور ضرورت نہیں بلکہ اس قید کا چھوڑ دینا واجب اور ضروری ہے۔ مثل زید فی قام زید فھذا مثال لما اسند الیہ الفعل، یہ اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل کا اسناد ہو جیسے زید قائم ابوہ کی مثل میں ابوہ فاعل اور قائم شبہ فعل اس کی طرف مسند ہے۔

و مثل ابو فی زید قائم ابوہ فھذا مثال لما اسند الیہ شبہ الفعل

اس میں فاعل کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل کا اسناد ہو جیسے زید قائم ابوہ کی مثال میں ابوہ فاعل اور قائم شبہ فعل اس کی طرف مسند ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں مثل کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ مثال اوپر کی مثال پر عطف ہے و الاصل فی الفاعل ای ما

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ینبغی ان یکون الفاعل علیه اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اصل کے معنی قاعدہ کے ہیں اور قاعدہ فاعل میں یہ ہے کہ فعل کے قریب ہو پس اس تقدیر پر ضرب زید کی ترکیب جائز نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہاں درمیان فعل اور فاعل کے ک ضمیر مفعول کے ساتھ فصل واقع ہوئی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصل تین معنی ہیں اول قاعدہ دوم ما یبتنی علیه الشیء سوم راجح یہاں اصل کے معنی بھی مراد ہیں قاعدہ کے معنی مراد نہیں یعنی فاعل قاعدہ راجح جس پر فاعل کا ہونا ضروری ہو یہ ہے کہ وہ فعل کے قریب ہو ان لم یمنع مانع اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ راجحہ مذکورہ فاعل میں مسلم نہیں بلکہ ممنوع ہے جیسے ما ضرب زیدٌ الا عمرٌ میں ہے کہ یہاں فاعل فعل کے قریب نہیں بلکہ مفعول فعل کے قریب واقع ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل میں یہ قاعدہ راجحہ مذکورہ بالا جب ہے جب اس کا کوئی مانع نہ ہو اور یہاں مثال مذکور میں مانع موجود ہے اور وہ فاعل کا الا کے بعد میں واقع ہونا ہے اس مانع کی وجہ سے اس قاعدہ راجحہ کی مخالفت ہوئی ہے۔

ان یلی الفعل:.....

المسند الیه ای یکون بعده من غیر ان یتقدم علیه شیء اخر من معمولات لانه کالجزء من الفعل لشدة احتیاج الفعل الیه و یدل علی ذالک اسکان اللام فی ضربت لانه لتلقع توالی اربع حرکات فیما هو بمنزلة کلمة واحدة.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب فاعل میں قاعدہ راجحہ یہ ہے کہ فعل کے قریب ہو تو اس تقدیر پر چاہئے کہ جاء الرجل کی ترکیب ضعیف مانی جائے کیونکہ اس میں درمیان فعل اور فاعل کے الف لام کے ساتھ فصل واقع ہوئی ہے جو مضر قرب کے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں قرب کے معنی یہ ہیں کہ درمیان فعل اور فاعل کے فعل کے معمولات میں سے کوئی معمول واقع نہ ہوا ہو بلکہ فاعل فعل کے بعد میں اس طرح واقع ہو کہ فعل کے معمولات میں سے کوئی معمول اس پر مقدم نہ آئے کیونکہ فاعل بمنزلہ فعل کے جز کے ہے کیونکہ فعل کی فاعل کی طرف اشد ضرورت اور احتیاج ہوتا ہے اس فاعل کے جز ہونے پر ضربت کے لام کلمہ کا سکون دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ لام کلمہ اس لئے ساکن کر دیا گیا ہے کہ ایک کلمہ میں پے در پے لگاتار چار حرکات نہ آ گئیں اور مثال مذکورہ میں الف لام فعل کا معمول نہیں ہے۔ فلذلک للاصل الذی یقتضی تقدم الفاعل علی سائر معمولات الفعل یہ اوپر کے قول پر تفریع ہے اور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ذلک کا مشار الیہ اصل ہے یعنی بسبب اس اصل جو فاعل کے تقدم فعل کے تمام معمولات پر جاری ہے ضرب غلامه زید کی ترکیب جائز ہے۔ جاز ضرب غلامه زید لتقدم مرجع الضمیر و هو زید رتبه فلا یلزم الاضمار قبل الذکر مطلقا بل لفظا فلذلک جائز یہ ترکیب مذکور اس لئے جائز ہے کہ اس میں غلامہ کی ضمیر کا مرجع جو زید ہے رتبہ میں مقدم ہے اگرچہ باضمار لفظ کے مؤخر ہے کیونکہ فعل کے بعد رتبہ فاعل ہی کا ہوتا ہے پس اس تقدیر پر اضمار قبل الذکر مطلق لازم نہیں آیا بلکہ صرف لفظ میں اضمار قبل الذکر معلوم ہوتا ہے اور رتبہ فاعل ہی کا ہوتا ہے پس اس تقدیر پر اضمار قبل الذکر مطلق لازم نہیں آیا بلکہ صرف لفظ میں اضمار قبل الذکر معلوم ہوتا ہے اور یہ جائز ہے۔ و امتنع ضرب غلامه زیدًا لتاخر مرجع الضمیر و هو زید لفظا رتبة فیلزم الاضمار قبل الذکر لفظا و رتبة و ذلک غیر جائز خلافًا لما نقله و ابن جنی و مستندهما فی ذلک قول الشاعر شعر جزی ربه عنی عدی بن حاتم جزاء الکلاب العاویات و قد فعل یہ ترکیب مذکور ممنوع ہے اس لئے کہ اس میں غلامہ کے لفظاً ضرب کا فاعل اور زید کو اس کا مفعول ٹھہرایا ہے اور مفعول کا رتبہ فاعل کے بعد ہوتا ہے ابتدا یہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

زید لفظا اور رتبہ دونوں میں مؤخر ہو اور یہ ہی غلام کی ضمیر کا مرجع ہے لہٰذا اس تقدیر پر اس ترکیب میں اضمار قبل الذکر لفظا اور معنی دونوں لازم آیا اور یہ ناجائز ہے اس لئے یہ ترکیب ممنوع ٹھہرائی گئی ہے لیکن اس میں اخفش اور ابن جنی اختلاف کرتے ہیں یعنی یہ لوگ اضمار قبل الذکر لفظا اور معنا کو بھی جائز ٹھہراتے ہیں اور ان کا استدلال اس شاعر کے قول سے ہے جو اوپر عبارت عربی میں مذکور ہو چکا ہے جس کے معنی یہ ہیں عدی ابن حاتم کو اس کے رب نے کتوں کی سی سزا دی۔ اس شعر میں رب کی ضمیر عدی ابن حاتم کی طرف راجع ہے اور یہ ترکیب میں جزا کا مفعول ہے اور مفعول کا رتبہ مؤخر ہوتا ہے چونکہ یہ باعتبار لفظ اور رتبہ کے مؤخر ہوا لہٰذا رب کی ضمیر میں اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً لازم آیا اگر یہ ناجائز ہوتا تو شاعر اپنے قول میں کیونکر ذکر کرتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے یہ ابن جنی اور اخفش کا استدلال ہے **واجب عنه بان هذا الضرورة الشعر و المراد عدم جوازه فی سعة الکلام** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اخفش اور ابن جنی کے استدلال کا جواب بتایا ہے کہ اس شعر میں یہ اضمار قبل الذکر لفظ اور معنی بوجہ ضرورت شعری کے واقع ہوا ہے اور مقصود عدم جواز سعۂ کلام یعنی نثر میں ہے۔ **و بانه لا نسلم ان الضمیر یرجع الی العدی بل الی لا المصدر الذی یدل علیه الفعل ای جزی ربه الجزاء** یہ اخفش اور ابن جنی کے استدلال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ کہنا کہ ضمیر کا عدی ابن حاتم کی طرف راجع کر دینا مسلم نہیں ہے بلکہ یہ ضمیر اس فعل کے مصدر کی طرف راجع ہے جس پر وہ فعل دلالت کرے جس کی تقدیر جزاء رب الجزاء ہے یعنی یہ ضمیر جزاء فعل میں جو مصدر ہے اس کی طرف راجع ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔ **و اذا انتفی الاعراب الدال علی فاعلیة الفاعل و مفعولیة المفعول بالوضع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعراب کے معنی بتائے ہیں کہ اعراب اس حرف حرکت کو کہتے ہیں جو فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر بالوضع دلالت کرے۔ **لفظا فیهما ای فی الفاعل المتقدم ذکره صریحا و فی ضمن الامثلة و المفعول المتقدم ذکره فی ضمن الامثلة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فیہما کی ضمیر مجرورہ فاعل اور مفعول کی طرف راجع ہے اور فاعل مذکور ہے اور مفعول غیر مذکور لہٰذا یہاں اضمار قبل الذکر لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل اوپر صریحاً اور مثالوں کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے اور مفعول اگرچہ کلام میں صریحاً مذکور نہیں ہے لیکن مثالوں کے ضمن میں مذکورہ ہے لہٰذا اب اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔ یعنی جب اعراب فاعل اور مفعول کے لفظوں میں منتفی ہو اور اس پر قرینہ بھی نہ ہو یا فاعل ضمیر متصل ہو یا فاعل کا مفعول اتصالاً کے یا اس کے معنی کے واقع ہو تو ان سب صورتوں میں فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

و القرینة:.....

ای الامر الدال علیهما لا بالوضع اذ لا یعهدان یطلق علی ما وضع بازاء شیء انه قرینه علیه فلا یرد علیه ان ذکر الاعراب مستغنی عنه اذا القرینة شاملة له و هی اما لفظیة نحو ضربت موسیٰ حبلی و معنویة نحو اکل کمثری یحیٰ

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قرینہ کے ساتھ ہوتے اعراب کا ذکر کرنا متدرک اور بے کار ہے کیونکہ قرینہ امر دال علی تعین شے کو کہتے ہیں اور یہ ہی معنی اعراب کے درمیان میں فرق ہے وہ یہ کہ اعراب اس کو کہتے ہیں جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر بالوضع دلالت کرے بخلاف قرینہ کے یہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرتا ہے لیکن بالوضع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں پس اس سے یہ لازم نہیں ہوگا کہ عموماً ہر جگہ یہ قاعدہ ہو جو چیز کسی شے کے مقابلہ میں موضوع ہو وہ قرینہ ہی ہوگا کیونکہ قرینہ میں وضع نہیں ہوتی ہے جب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعرداں کے ساتھ وضع کی قید بڑھائی تو اس تقدیم پر اوپر والا سوال اعراب کے ذکر کے بے کاری کا دفع ہوا کیونکہ اعراب کا ذکر قرینہ کو شامل نہیں ہوتا اور قرینہ کی دو قسمیں ہیں لفظی جیسے ضربت موسیٰ خلی میں تائے تانیث خلی کے فاعل ہونے کا قرینہ لفظی ہے اور دوسرے معنوی جیسے اکل الکمثری کی میں کی کے فاعل ہونے کا قرینہ معنوی ہے کیونکہ اکل کمثری سے صادر نہیں ہو سکتا ہے اور کمثری کے معنی امرود یا ناشپاتی کے ہیں۔ **او کان الفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ کان کا اسم یہ فاعل کا لفظ ہے **مضمرًا متصلًا بالفعل بارزًا کضربت زیدًا او مستکنا کزید ضرب غلامہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ متصلا کا لفظ فعل سے متعلق ہے یعنی فاعل ضمیر بارز فعل سے متصل ہوگا جیسے ضربت زیدًا میں ہے یا مستتر ہوگا جیسے ضرب غلامہ میں ہے۔

بشرط ان یکون المفعول متاخرًا عن الفعل لئلا ینتقض بمثل زیدًا ضربت.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقتضا ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ زیدًا ضربت سے منقوض ہے کیونکہ اس میں فاعل ضمیر متصل بالفعل ہے اور باوجود اس کے یہاں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس تقدیم فاعل میں یہ شرط ہے کہ مفعول بہ فعل سے مؤخر ہو اور مثال مذکور میں مفعول فعل سے مقدم ہو گیا ہے اس لئے قاعدہ مذکورہ بالا اس سے منقوض نہیں اور وہ درست اور صحیح ٹھہرا **او وقع مفعولہ لہ ای مفعول الفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مفعولہ کی ضمیر مجرور فاعل کی طرف راجع ہے اور مفعول کے معنی یہاں لغوی لئے جائیں گے تاکہ اس کی اضافت فاعل کی طرف صحیح ہو سکے **بعد الا بشرط توسطها بینهما فی صورتی التقدیم و التاخیر نحو ما ضرب زید الا عمرًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ بالا ما ضرب الا عمرًا زیدٌ سے منقوض ہے کیونکہ یہاں مفعول بعد الا کے واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس حکم میں یہ شرط ہے کہ الا کا لفظ درمیان فاعل اور مفعول کے تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں واقع ہو جیسے ما ضرب زیدٌ الا عمرًا میں ہے اور مثال مذکور میں الا کا توسط درمیان فاعل اور نہ مفعول کے نہیں ہے اس لئے قاعدہ مذکورہ بالا کا نقض دفع ہوا۔ **او بعد معناها نحو انما ضرب زیدٌ عمرًا** یہ الا کے معنی کی مثال ہے۔

وجب تقدیمه:.....

ای تقدیم الفاعل علی المفعول فی جمیع هذه الصور اما فی صورة انتفاء الاعراب فیهما و القرینة فلتحرز من التباس و اما فی صورة کون الفاعل ضمیرًا متصلا فلمنا فاة الاتصال الانفعال اما فی صورة و قوع المفعول بعد الا لکن بشرط توسطها بینهما فی صورتی التقدیم و التاخیر لئلا ینقلب الحصر المطلوب فان المفهوم من قوله ما ضرب زید الا عمرا انحصار ضاربته زید فی عمر و مع جواز ان یکون عمرو مضروبا لشخص اخر المفهوم من قوله ما ضرب عمرًا الا زیدا انحصار مضروبته عمر و فی زید مع جوازان یکون زید ضاربا بالشخ اخر فلو انقلب احدهما بالأخر لانقلب الحصر المطلوب.

یعنی فاعل کا مفعول پر مقدم ہونا ان تمام صورتوں میں واجب ہے اور اعراب اور قرینہ کے انتفاء کی صورت میں فاعل کی تقدیم اس لئے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

واجب ہے کہ درمیان فاعل اور مفعول کے التباس سے احتراز ہو جائے کیونکہ اگر یہاں تقدیم واجب نہ مانی جائے تو یہ نہ معلوم ہوگا کہ فاعل اول لفظ ہے یا ثانی اور فاعل کے ضمیر متصل ہونے کی صورت میں تقدیم اس لئے واجب ہے کہ درمیان اتصال الفعال کے منافات ہے اگر فاعل مفعول سے مؤخر کیا جائے تو اس صورت میں فعل سے فصل لازم آجائے گی حالانکہ فصل نہیں بلکہ اتصال ہے اور مفعول کے بعد الا کے واقع ہونے کی صورت میں بشرط توسط الا کے درمیان فاعل اور مفعول کے تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں تقدیم فاعل اس لئے واجب ہے کہ حصر مطلوب منقلب نہ ہو کیونکہ ماضرب زیدٌ الا عمرا کے قول کا مفہوم زید کی ضاربت کا انحصار ہے جس کی تقدیر پر یہ معنی ہیں کہ زید ہی نے عمر کو مارا باوجود اس کے جائز ہے کہ عمر مضروب شخص آخر کا بھی ہوا اور ماضرب عمرٌ الا زید کے قول کا مفہوم عمر کے مضروبیت کا انحصار ہے یعنی زید نے عمر ہی کو مارا باوجود اس کے جائز ہے کہ زید شخص آخر کا بھی ضارب ہو پس اگر ان دو ترکیبوں میں سے ایک ترکیب دوسرے کے ساتھ پلٹے تو حصر مطلوب مذکور بھی پلٹ جائے گا اور خلاف مقصود متکلم ہو جائے گا اس لئے یہاں تقدیم فاعل کی مفعول پر واجب ٹھہری۔

و انما قلنا بشرط توسطها بينهما في صورتي التقديم و التاخير لانه لو قدم المفعول على الفاعل مع الا فيقال ما ضرب الا عمرًا زيد فالظاهر ان معناه انحصار ضياء بيته زيد في عمر و ذا لحصر انما في ما يلي الا فلا ينقلب الحصر المطلوب فلا يجب تقديم الفاعل لا كن لم يستحسن بعضهم لانه من قبيل قصر الصفة قبل تمامها.

اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بشرط توسطها بينهما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا جس کی تشریح ہو چکی ہے اب یہاں اس قید کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں بشرط توسطها بينهما کی قید اس لئے بڑھائی ہے اگر مفعول کو الا کے ساتھ فاعل پر مقدم کیا جائے اور ما ضرب الا عمرًا زيدًا بڑھا جائے تو اس تقدیر پر ظاہر یہ ہے کہ اس کے معنی زید کی ضاربیت کے انحصار کے ہوں گے کیونکہ حصر اس میں ہوتا ہے جو کلمہ الا کے قریب ہو پس یہاں چونکہ حصر مطلوب کا انقلاب نہیں ہوتا اس لئے فاعل کی تقدیم واجب نہیں لیکن بعضے نے اس کو بھی مستحسن نہیں سمجھا ہے کیونکہ اس میں صفت کے تمام ہونے سے پیشتر صفت کا قصر لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ **و انما قلنا الظاهر ان معناه كذا الاحتمال ان يكون معناه ما ضرب احدًا احدٌ الا عمرًا زيدٌ فيفيد انحصار صفته كل واحد منهما في الأخر و هو ايضا خلاف المقصود** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فالظاهر ان معناه انحصار ضاربيته زيد في عمر کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اوپر فالظاهر ان معناه كذا اس لئے بڑھا کر کہا ہے کہ احتمال ہے کہ اس کے معنی ماضرب احدًا احدٌ الا عمرا زيد کے ہوں پس اس تقدیر پر فاعل اور مفعول ہر ایک کے انحصار کا فائدہ مقصود ہوگا اور یہ بھی خلاف مقصود ہے اس لئے فالظاهر ان معناه الخ کی قید کے بڑھانے کی ضرورت واقع ہوئی۔ **و اما وجوب تقديمه على في صورة وقوع المفعول بعد معنى الا لان الحصر ههنا في الجزء الا خير فلو اخر الفاعل لا تقلب المعنى قطعا** یعنی مفعول کے بعد معنی الا کے واقع ہونے کی صورت میں فاعل کی تقدیم مفعول پر اس لئے واجب ہے کہ حصر یہاں جزء آخر میں ہے پس اگر فاعل کو مفعول سے مؤخر کیا جائے تو صورت میں یقیناً معنی کلام کے منقلب ہو جاویں گے اور خلاف مقصود لازم آئے گا۔ اس لئے فاعل کی تقدیم اس صورت میں بھی ضروری اور لازمی ہے۔ **و اذا اتصل به اى بالفاعل ضمير مفعول نحو ضرب زيدًا غلامه او وقع اى بالفاعل بعد الا المتوسطة بينهما في صورتي التقديم**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و التاخیر نحو ما ضرب عمرًا الا زید و فائدة هذا القید مثل ما عرفت ایضا او وقع الفاعل بعد معناها ای معنی الا نحو انما ضرب عمرًا الا زید او اتصل مفعوله به بان یکون المفعول ضمیرا متصلاً بالفعل۔ یعنی جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو جیسے ضرب زیدًا غلامہ میں ہے یا فاعل بعد اس الا کے واقع ہو جو تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں درمیان فاعل اور مفعول کے متوسط آیا ہو جیسے ما ضرب زیدًا الا عمر کی مثال میں ہے اور اس توسط کی قید کا فائدہ اوپر معلوم ہو چکا وہاں ملاحظہ ہو یا فاعل الا کے معنی کے بعد واقع ہو جیسے ضرب عمرًا زید کی مثال میں ہے یا فاعل کا مفعول فعل سے متصل ہو اس طرح کہ مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو۔

و هو ای الفاعل غیر ضمیر متصل به نحو ضربک زید وجب تاخیره ای تاخیر الفاعل عن المفعول فی جمیع هذاه الصور اما فی صورة اتصال ضمیر المفعول به لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر لفظًا و رتبةً و اما فی صورة وقوعه بعد الا او معناها لئلا ینقلب الحصر المطلوب و اما فی صورة کون المفعول ضمیرًا متصلاً و الفاعل غیر متصل لمنافاة الاتصال الانفصال بتوسط الفاعل الغیر المتصل بنیه و بین الفعل بخلاف و اذا کان الفاعل ایضًا ضمیرًا متصلاً فانه حینئذ یجب تقدیم الفاعل نحو ضربتک.

اور فاعل غیر ضمیر متصل بالفعل ہو جیسے ضربک زید میں ہے تو ان تمام صورتوں میں فاعل کی تاخیر مفعول سے واجب ہے مفعول کی ضمیر متصل ہونے کی صورت میں اس لئے تاخیر فاعل واجب ہے کہ اضمار قبل الذکر لفظًا اور رتبۃً لازم نہ ہو اور الا یا اس کے معنی کے بعد واقع ہونے کی صورت میں اس لئے تاخیر فاعل واجب ہے کہ حصر مطلوب انقلاب لازم نہ ہو اور مفعول کے ضمیر متصل اور فاعل کے غیر متصل ہونے کی صورت میں تاخیر فاعل اس لئے ضروری ہے کہ اگر فاعل غیر متصل درمیان مفعول اور فعل کے متوسط واقع ہو تو اس صورت میں درمیان اتصال اور انفصال کے منافات ہوگی بخلاف اس کے کہ فاعل بھی ضمیر متصل ہو اس صورت میں فاعل کی تقدیم واجب ہے جیسے ضربتک میں ہے و قد یحذف الفعل الرافع للفاعل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح فعل محذوف ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل بھی محذوف ہوتا ہے پس مصنف نے فعل کے حذف کا خاص کر کے کیوں ذکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل سے یہاں مراد رافع فاعل ہے اور وہ عام ہے خواہ فعل ہو خواہ شبہ فعل۔ لقیام قرینة دالة علی تعین المحذوف جوازًا ای حذف جائزًا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوازًا کا قول یحذف کے قول کا مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق میں شرط یہ ہے کہ فعل مذکور کے معنی اس پر ایسے مشتمل ہوں کہ جیسا اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے اور یہاں فعل مذکور کے معنی حذف پر مشتمل ہیں نہ جوازًا پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جوازًا مفعول مطلق ہے باعتبار موصوف محذوف حذفًا کے اب اس پر ایک سوال مقدر کا وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ یہ حمل مصدر علی المصدر ہے یہ اور یہ باطل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جائزًا کا لفظ بڑھا کر جواب دیا کہ جوازًا مصدر بمعنی للفاعل بمعنی جائزًا کے ہے لہٰذا اب حمل درست ثابت ہوا۔ فی مثل زید ای فی ما کان جوابًا لسوالٍ محققٍ لمن قال من قام سائلًا عمن یقوم به القیام فیجوز ان تقول زید بحذف قام ای قام زید و یجوز ان تقول قام زید

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بذکرہ. یعنی عامل رافع فاعل کا حذف وہاں جائز ہے جہاں فاعل سوال محقق کا جواب واقع ہو جیسے زید کہیں اسی شخص کے سوال کے جواب میں جو اس شخص کے متعلق سوال کرے جس سے قیام صادر ہو پس قام عامل رافع کو حذف کر کے صرف زید کہہ سکتے ہیں اور قام کو ذکر کے قام زید کہنا بھی جائز ہے۔ **و انما قدر الفعل دون الجز لان تقدیر الجز یوجب حذف الجملة و تقدیر الفعل حذف احد جزئیهما و التقلیل فی الحذف اولٰی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ترکیب کو فعل کے حذف کے باب سے مانا ہے خبر کے حذف کے باب سے نہیں ٹھہرایا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس ترکیب مذکور میں فعل اس لئے مقدر مانا ہے کہ خبر کی تقدیر سے جملہ کا حذف ہونا لازم ہوتا ہے اور فعل کی تقدیر سے صرف جملہ کے ایک ہی جزء کا حذف لازم آتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ حذف میں تقلیل اولیٰ ہے خبر کی تقدیر کو چھوڑ کر فعل کی تقدیر کی خصوصیت کی یہی وجہ ہے۔

و کذا یحذف جوازًا فی ما کان جوابًا لسوال مقدر نحو قول الشاعر فی مرثیة یزید بن هنشل لبیك علی البناء للمفعول یزید مرفوع علی انه مفعول ما لم یسم فاعله ضارع ای عاجز ذلیل و هو فاعل الفعل المحذوف الی یبکیه ضارع بقرینته السوال المقدر و هو من یبکیه و اما علی روایته لبیک یزید علی البناء للفاعل و نصب یزید فلیس مما نحن فیه.

یعنی جس طرح فاعل کے سوال محقق کے جواب واقع ہونے کی صورت میں عامل کا حذف جائز ہے اسی طرح وہاں بھی یہ حذف درست ہے جہاں فاعل سوال مقدر کا جواب واقع ہو جیسے شاعر کے قول میں ہے جس کو یزید بن ہنشل کے مرثیہ میں لکھا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ لبیک بصیغۂ مجہول ہے اور یزید بناء بر مفعول مالم یسم فاعلہ ہونے کے مرفوع ہے اور ضارع کے معنی عاجز اور ذلیل کے ہیں اور یہی فعل محذوف یعنی یبکیہ کا فاعل ہے اور اس حذف کا قرینہ سوال مقدر ہے یعنی من یبکیہ اور بناء بر روایت مبنی للفاعل کے یعنی بصیغہ لبیک یزید اور یزید کے نصب کی بناء پر یہ مما نحن فیہ سے نہیں ہے یعنی یہاں عامل محذوف نہیں بلکہ یہی ضارع لبیک کا فاعل ہوگا۔

لخصوصة متعلق بضارع ای یبکیه من یذل و یعجز عن مقاومة الخصماء لانه کان ظهیرا للعجزة والازلاء و اخر البیت و مختبط مما تطیح الطوائح و المختبط السائل من غیر وسیلة و الاطاحة الاهلاک و الطوائح جمع مطحیة علی غیر القیاس کلوا قح جمع ملقحة و مما یتعلق بمختبط و ما مصدریة یعنی و یبکیه ایضًا من لئیل بغیر وسیلة من رجل اهلاک المهلکات ماله و ما یتوسل به الی تحصیل المال لانه کان معطی السائلین بغیر وسیلة.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متعلق بضارع کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لخصومۃ کا لام جارہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یبکیہ مقدر سے متعلق ہوگا یا ضارع مذکور سے اگر یبکیہ مقدر سے متعلق مانیں تو اس تقدیر پر لخصومۃ کا لام اجلیہ مانا جائے گا اور لام اجلیہ وہ ہے جو اپنے مدخول کو ماقبل کے لئے علت ٹھہرائے اور خصومت یہاں ماقبل کی علت نہیں بلکہ بکاء کی علت یزید کا فوت ہونا ہے اور اگر ضارع سے متعلق ٹھہرائیں تو اس تقدیر پر اسم فاعل کا عمل بلا اعتماد لازم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ضارع سے متعلق ہے اور یہ ضارع کا لفظ اصل میں موصوف محذوف شخص کی صفت ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ یزید کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فوت ہونے پر وہ شخص روئے جو اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز اور ذلیل ہو چکا ہو کیونکہ یزید عاجزوں اور ذلیلوں کا مددگار اور معاون تھا اور مصرعہ آخیر شعر کا ومختبط مما تطیح الطوائح ہے اور مختبط کے معنی سائل بلا وسیلہ کے ہیں اور اطاحت کے معنی اہلاک کے ہیں اور طوائح خلاف قیاس جمع مطیحہ کی ہے جیسے لوح خلاف قیاس جمع ملقحہ کی ہے اور مما میں جار اور مجرور مختبط سے متعلق ہے اور ما مصدری ہے جس کی تقدیر پر معنی مصرع کے یہ ہوں گے کہ یزید کے مرنے پر وہ شخص بھی روئے جو جس کے مال اور مال کے تحصیل کے ذرائع کو زمانہ کے حوادث اور مہلکات نے تباہ اور برباد کیا ہو اور وہ سوال بلا وسیلہ کرتا ہو کیونکہ یزید سائلین بلا وسیلہ کو مال دیا کرتا تھا۔

و قد یحذف الفعل الرافع للفاعل لقرینة دالة علی تعینه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ جملہ اوپر کے جملہ و قد یحذف الفعل پر عطف ہے یعنی کبھی بنا بر موجودگی قرینہ دالہ علی تعین المحذوف عامل رافع فاعل کا وجوبًا بھی محذوف ہوتا ہے۔ **وجوبًا ای حذفا واجبًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد وہی سوال و جواب ہیں جن کی تشریح اوپر جوازًا کی شرح میں نحوی بیان ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

فی مثل قوله تعالیٰ و ان احد من المشرکین استجارك ای فی کل موضع حذف الفعل ثم فسر لرفع الابهام الناشی فی الحذف فانه لو ذکر المفسر لم یبق المفسر مفسرًا بل صار حشوا.

یعنی قرینہ کی موجودگی میں عامل رافع فاعل کا حذف وجوبا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں ہے اور اس سے مراد ہر وہ موضع ہے جہاں فعل محذوف ہوا ہو پھر حذف میں جو ابہام پیدا ہوا ہو اس کی رفع کے لئے تفسیر کی گئی ہو اس سے قول اللہ تعالیٰ مذکور کی خصوصیت مراد نہیں ہے اور ایسے مواضع میں عامل کا حذف اس لئے واجب اور ضروری ہے کہ اگر مفسر کو ذکر کرتے ہیں تو اس صورت میں مفسر مفسر نہیں رہتا بلکہ حشو اور بیکار ثابت ہوتا ہے۔

بخلاف المفسر الذی فیه ابهام بدون حذف فانه یجوز الجمع بینه و بین مفسره و کقولک جاء نی رجل ای زید فتقدیر الأیة و ان استجارک احد من المشرکین استجارک فاحد فیها فاعل فعل محذوف و جوابًا و هو استجارک الاول المفسر باستجارک الثانی.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع درمیان مفسر اور مفسر کے جائز ہے جیسے جاءنی رجل الی زید کی مثال میں موجود ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا کہ جمع درمیان مفسر اور مفسر کے اس وقت ممنوع ہے جس وقت مفسر کی تفسیر کی علت وہ ابہام ہو جو حذف عامل سے پیدا ہوا ہو اور یہاں ابہام حذف سے ناشی نہیں ہے بلکہ رجل کی نکارت سے ناشی ہوا ہے اس لئے یہاں جمع درمیان مفسر اور مفسر کے درست اور جائز ہے ممنوع نہیں ہے۔ پس آیت کریمہ مذکورہ کی تقریر ان استجارك احدٌ من المشرکین استجارك ہے اس میں احد کا لفظ فعل محذوف کا فاعل ہے جو وجوبًا محذوف ہوا ہے اور وہ استجارک اول ہے جس کی تفسر ثانی استجارک سے ہوئی ہے اب یہاں اگر دونوں کو جمع کرتے ہیں تو اس سے جمع درمیان مفسر اور مفسر کے لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے اول استجارک کا حذف واجب ہوا۔ **و انما وجب حذف لان مفسره قائم مقاما مغن عنه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حذف مذکور کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں حذف عامل اس لئے واجب ہے کہ اس کا مفسر اس کے قائم مقام ہے اور وہ اس کے ذکر سے مستغنی ہے۔ **و لا یجوز ان یکون احدٌ مرفوعا بالابتداء لامتناع دخول حرف الشرط علی الاسم بل لا بدله من الفعل** اس میں شارح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ احد کا ہمزہ ابتداء مرفوع ہونا اسلئے جائز نہیں کہ حرف شرط کا دخول اسم پر ممتنع ہے اس کا مدخول ہمیشہ فعل ہوا کرتا ہے۔ یہ قرینہ ہے عامل کے محذوف ہونے کا **وقد یحذفان ای الفعل و الفاعل** اسکے بڑھانے سے صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے یحذفان کا فاعل فعل اور فاعل ہے۔ **معًا دون الفاعل وحده فی مثل نعم جوابا لمن قال اقام زید ای نعم قام زید فحذفت الجملة الفعلية و ذكر نعم فی مقامها** یعنی کبھی فعل اور فاعل دونوں محذوف ہوتے ہیں تنہا فاعل محذوف نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص اقام زید کہے اور تم اس کے جواب میں نعم کہو فعل اور فاعل دونوں کو محذوف کر کے اس کی جگہ نعم رکھ دو کہ یہ اصل میں نعم قام زید ہوگا جملہ فعلیہ کو محذوف کر کے اس کی جگہ نعم رکھ دیا۔ **هذا الحذف جائز بقرينة السوال لا واجب لعدم قيام ما يؤدی جوازه فی مقامه كالمفسر فيلزم فی الكلام استدارک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ چاہئے کہ یہ حذف واجب ہو کیونکہ فعل اور فاعل محذوف کر کے اس کے قائم مقام نعم کو رکھا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حذف بقرینہ سوال جائز ہے واجب نہیں کیونکہ نعم حرف غیر مستقل ہے اور فعل اور فاعل دونوں مل کر جملہ ہے اور جملہ مستقل ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ غیر مستقل مستقل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا مثل مفسر کے جس کے ذکر کرنے سے کلام میں استدراک لازم آتا ہو **و انما قدرت الجملة الفعلية لا الاسمية بان يقال ای نعم زيد قام ليكون الجواب مطابقا للسوال فی كونه جملة فعلية** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس ترکیب مذکورہ میں جملہ فعلیہ کیوں محذوف مانا ہے جملہ اسمیہ کیونکر محذوف نہیں مانا جاتا ہے جس کی تقدیر ای نعم زید قام ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جملہ فعلیہ اس لئے مقدر مانا ہے کہ جواب جملہ فعلیہ ہونے میں اپنے سوال کے مطابق ہو جائے بخلاف جملہ اسمیہ کے کہ اس میں جواب اپنے سوال کے مطابق نہیں ہوگا۔ **اذا تنازع الفعلان بل العاملان** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع جس طرح درمیان دو فعلوں کے جاری ہوتا ہے اسی طرح غیر فعل میں بھی ہوتا ہے جیسے زید معطاد مکرم عمرا و بکرا کریم و شریف ابوہ میں موجود ہے پس فعلوں کو خاص کر کے کیونکر ذکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں فعلان سے مراد عاملان ہیں پس یہ عام ہے خواہ فعل ہو خواہ شبہ فعل اور یہ عموم اس لئے ضروری ہے اور لازمی ہے کہ تنازع غیر فعل میں بھی جاری ہو سکتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہے **و اقتصر علی الفعل لاصالته فی العمل** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مراد فعلان سے عاملان ہیں تو فعلان پر اختصار کر کے عاملان کو کیوں چھوڑا عاملان کیوں نہیں کہا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل پر اختصار اس لئے کیا کہ فعل عمل میں اصل ہوتا ہے اصل کا لحاظ کر کے خاص کر کے ذکر کیا **و انما قال الفعلان مع ان التنازع قد يقع فی اكثر من فعلين اقتصارًا علی اقل مراتب التنازع و هو الاثنان** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع جس طرح دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے اسی طرح دو فعلوں کے اکثر میں بھی جاری ہو سکتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک میں کہ اصلیت و سلمت الخ پس دو فعلوں پر اختصار کیونکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دو فعلوں کا ذکر حد کے لئے نہیں ہے بلکہ اقل مراتب متنازع کے لئے ہے کہ کم از کم تنازع دو فعلوں میں ہوتا ہے اس سے اکثر کے تنازع کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ تنازع کبھی دو فعلوں کے اکثر میں بھی ہوتا ہے جیسے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مذکور میں واقع ہے **ظاهرا ای اسماء ظاهر و اقعًا** اس کے بڑھانے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ظاہرا کا لفظ موصوف محذوف اسم کی صفت ہے۔

بعدهما ای بعد الفعلین اذا لمتقدم علیهما او المتوسط بینهما معمول للفعل الاول اذ هو یستحقه قبل الثانی فلا یکون فیه مجال التنازع.

یعنی جب درمیان دوفعلوں یا اکثر کے تنازع اس اسم ظاہر میں واقع ہو جائے جو ان دوفعلوں کے بعد میں واقع ہو کیونکہ دوفعلوں پر اگر متقدم ہو یا دوفعلوں کے درمیان میں واقع ہو تو اس صورت میں وہ اسم ظاہر صرف فعل اول کا معمول ہوگا کیونکہ بہ نسبت ثانی کے وہ زیادہ مستحق ہے پس اس میں تنازع متصور نہیں ہوگا۔

و معنٰی تنازعهما فیه انهما بحسب المعنٰی یترجهان الیه و یصح ان یکون هو مع وقوعه فی ذالک المواضع معمولا لکل واحد منهما علی البدل فحینئذ لا یتصور تنازعهما فی الضمیر المتصل لان المتصل الواقع بعد هما یکون متصلا بالفعل الثانی و هو مع کونه متصلا بالفعل الثانی لا یجوز ان یکون معمولا للفعل الاول کما لا یخفی.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع ذی الروح میں متصور ہوتا ہے افعال ذی الروح نہیں پس ان تنازع کی کیا صورت ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصطلاح میں تنازع کے معنٰی توجہ عوامل کے ہیں ایک اسم کی طرف یعنی اسم ظاہر میں دوفعلوں کے تنازع کے معنٰی یہ ہیں کہ وہ دونوں فعل بحسب المعنٰی اس اسم کی طرف عمل میں متوجہ ہوں اور باوجود اس کے کہ جن مواضع میں وہ اسم واقع ہو وہاں وہ بنا بر بدل ہر ایک فعل کے معمول بن سکے پس اس تقدیر پر دونوں فعلوں کا تنازع ضمیر متصل میں متصور نہیں ہوگا کیونکہ ضمیر متصل جو ان دونوں فعلوں کے بعد واقع ہوگی وہ فعل ثانی سے متصل مانی جائے گی اور باوجود اس کے کہ فعل ثانی سے متصل ہو، فعل اول کا معمول نہیں ہوگا جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں ہے۔

و اما الضمیر المنفصل الواقع بعدهما نحو ما ضرب و اکرم الا انا خفیه تنازع لا کن لا یمکن قطعه بما هو طریق القطع عندهم و هو اضمار الفاعل فی الاول عند البصریین و فی الثانی عند الکوفیین لانه لا یمکن اضمار لا مع الا لانه حرف لا یصح اضماره و لا بدونه نفساد المعنٰی لانه یفید نفی الفعل عن الفاعل و المقصور الباته له و مراد المصنف بالتنازع ههنا ما یکون طریق قطعه اضمار الفاعل فلهٰذا خصه باالاسم الظاهر و اما التنازع الواقع فی الضمیر المنفصل فعلی مذهب الکسائی یقطع بالحذف و اما علی مذهب الفراء فیملان معا و اما علی مذهب غیرهما فلا یمکن قطع لان طریق القطع عندهم الاضمار و هو ممتنع کما عرفت.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع جس طرح اسم ظاہر میں واقع ہوتا ہے اسی طرح ضمیر منفصل میں بھی جاری ہو سکتی ہے جیسے مثال مذکور میں ہے پس اسم ظاہر کو کیونکر خاص کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر منفصل جو دوفعلوں کے بعد واقع ہو جیسے ماضرب واکرم الا انا میں ہے اس میں اگرچہ تنازع موجود ہے لیکن یہاں اس تنازع کا قطع اس طریقہ سے ممکن نہیں جس کو نحات نے تنازع کے قطع کے لئے تجویز کیا ہے اور وہ بصریین کے نزدیک فعل اول میں اضمار فاعل اور کوفیین کے نزدیک

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فعل ثانی میں اضمار ہے جیسا کہ خود آگے تحقیق آئے گی اور یہاں الا کے ساتھ اضمار فاعل ممکن نہیں کیونکہ الا حرف ہے اس کا اضمار صحیح نہیں ہے اور بغیر الا کے اضمار کے بھی یہاں فاعل کا اضمار درست نہیں کیونکہ اس صورت میں معنٰی فاسد ہو جائیں گے کیونکہ یہ اضمار بدون الا فاعل سے فعل کی نفی کے مفید ہے اور مقصود اس کا فاعل کے لئے اثبات ہے نہ نفی اور مصنف کا مقصد اور تنازع سے یہاں وہ ہے جس کا طریق قطع اضمار فاعل ہو اور اسی وجہ سے اس تنازع میں اسم ظاہر کو خاص کیا ہے اور وہ تنازع جو ضمیر منفصل میں واقع ہو اس میں تین مذہب ہیں ایک مذہب کسائی دوم مذہب فراء سوم مذہب غیر کسائی و فراء بناء بر مذہب کسائی اس کا طریق قطع حذف ہے اور بنا بر مذہب فراء دونوں فعلوں کا عمل کرنا ہے اور بنا بر مذہب غیر ہما یہاں طریق قطع ممکن نہیں ہے کیونکہ طریق قطع ان کے نزدیک اضمار ہے اور وہ یہاں ممتنع ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ **فقد یکون ای تنازع الفعلین** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یکون کا فاعل متنازع الفعلین ہے۔ **فی الفاعلیة بان یقتضی کل منهما ان یکون الاسم الظاهر فاعلًا له فیکونان متفقین فی اقتضاء الفاعلیة مثل ضربنی و اکرمنی زید۔** یعنی یہ تنازع الفعلین کبھی اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے میں ہوتی ہے اس طرح کہ ہر ایک فعل یہ چاہے کہ وہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو پس اس صورت میں وہ دونوں افعال اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے کے اقتضاء میں متفق ہوں گے جیسے ضربنی و اکرمنی زید میں زید کے فاعل ہونے میں ضربنی اور اکرمنی دونوں افعال متفق ہیں **و قد یکون تنازعهما.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ اوپر کے جملہ پر عطف ہے۔ **فی المفعولیة بان یقتضی کل منهما ان یکون الاسم الظاهر مفعولا له فیکونان متفقین فی اقتضاء المفعولیة مثل ضربت و اکرمت زیدًا و قد یکون تنازعهما فی الفاعلیة و المفعولیة** یعنی کبھی تنازع الفعلین اس اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں ہوتی ہے اس طرح کہ ہر ایک فعل اس اسم ظاہر کے مفعول ہونے کو چاہے۔ پس اس صورت میں وہ دونوں افعال اس اسم ظاہر کے مفعول ہونے کے اقتضاء میں متفق ہوں گے جیسے ضربت و اکرمت زیدًا میں ضربت اور اکرمت دونوں افعال زید کے مفعول ہونے کے مقتضی ہیں اور کبھی یہ تنازع اس اسم کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے میں ہوتی ہے یعنی دونوں افعال اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے کی چاہت رکھیں **و ذلک یکون علی وجهین احدهما ان یقتضی کل منهما فاعلیة اسم ظاهر و مفعولیة اسم ظاهر اخر فیکونان متفقین فی ذلک الاقتضاء مثل ضرب واهان زید عمرًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تنازع بین الفعلین اسم ظاہر کے فاعل اور مفعول ہونے میں بنا بر اختلاف فعلین ہے تو اس صورت میں مختلفین کے قول کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تنازع فعلین فاعلیت اور مفعولیت میں دو طرح کے ہے اول یہ کہ ان دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اس اسم ظاہر کا فاعل ہونا چاہئے اس کے ساتھ دوسرے اسم ظاہر کا مفعول ہونا چاہیئے۔ پس اس صورت میں وہ اس اقتضاء میں متفق ہوں گے جیسے ضرب واهان زید عمرًا میں ہے۔ **و لیس هذا قسمًا ثالثا من التنازع بل هو اجتماع القسمین الاولین** اوپر والے سوال کے جواب پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تنازع بین الفعلین کی دو قسمیں ہوئیں تو اس تقدیر پر تنازع کا حصر اقسام ثلثہ میں باطل ہوا کیونکہ یہ ثالث قسم ملا کر چار قسمیں ہوتی ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اس کا جواب دیا کہ یہ تنازع کی قسم ثالث نہیں بلکہ یہ اول دو قسموں کا اجتماع ہے۔ **و ثانیها ان یقتضی احد الفعلین فاعلیة اسم ظاهر و الاٰخر مفعولیة ذلک الاسم الظاهر بعینه و لا شک فی اختلاف اقتضاء الفعلین فی هذه الصورة و هذا هو القسم الثالث المقابل للاولین**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فقوله اور وہ دوسری قسم تنازع کی یہ ہے کہ ان دو فعلوں میں سے ایک فعل اس اسم ظاہر کا فاعل ہونا چاہئے اور دوسرا فعل بعینہ اس اسم ظاہر کی مفعولیت کی خواہش رکھے اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں دونوں فعل اقتضاء میں مختلف ہیں اور یہی قسم ثالث مقابل اول دو قسموں کا ہے پس اس تقدیر پر مختلفین کا قول اسی وجہ ثانی کی صورت کی تخصیص کے لئے ہے بیکار اور تحصیل حاصل نہیں ہے۔ **مختلفین لتخصیص هذاه الصورة بالارادة يعني قد يكون تنازع الفعلين واقعا في الفاعلية و المفعولية حال كون الفعلين مختلفين في الاقتضاء و ذلك لا يتصور الا اذا كان الاسم الظاهر للتنازع فيه واحدًا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مختلفین کا قول فعلین سے ترکیب میں حال واقع ہوا ہے یعنی تنازع الفعلین کبھی اس اسم کے فاعل اور مفعول ہونے میں واقع ہوتی ہے درآنحالیکہ فعلین کا اقتضاء مختلف ہو اور یہ صرف اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جس میں وہ اسم ظاہر متنازع فیہ واحد ہو **و انما لم يورد و شالا للقسم الثالث لانه اذا اخذ فعل من المثال الاول و فعل من المثال الثاني حصل مثال للقسم الثالث و ذلك يتصور على وجوه كثيرة مثل ضربني و ضربت زيدًا و اكرمني و اكرمت زيدًا و ضربني و اكرمت زيدًا و اكرمني و ضربت زيدًا و غير ذلك مما يكون الاسم الظاهر مرفوعًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اول دو قسموں کی امثال ذکر کیں اور قسم ثالث کی مثال ذکر نہیں کی حالانکہ اہم بالمثال قسم ثالث ہی ہے اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قسم ثالث کے لئے کوئی علیحدہ مثال اس لیئے ذکر نہیں کی کہ جب ایک فعل مثال اول سے اور ایک فعل مثال ثانی سے لے کر جمع کریں گے تو قسم ثالث کی مثال حاصل ہو جائے گی اس لئے علیحدہ مثال کی ضرورت نہیں اور یہ قسم ثالث کی مثال کا اخذ بہت سے وجوہ سے متصور ہو سکتا ہے اور وہ وجوہ کثیرہ شرح میں مذکور ہیں غور کر کے سمجھ لیں اور وہ وجوہ مذکور کے علاوہ بھی وجوہ ممکن ہیں جہاں وہ اسم ظاہر مرفوع ہو سکے وہاں وجوہ کثیرہ کا اخراج بھی ممکن ہوگا۔

فيختار البصريون:.....

اعمال الفعل الثاني لقربه مع تجويز اعمال الاول و يختار النحاة الكوفيون الاول اى اعمال الفعل الاول مع تجويز اعمال الثاني لسبقه و للاحتراز عن الاضمار قبل الذكر فان اعملت الفعل الثاني كما هو مذهب البصريين و يداء به لانه المذهب المختار الاكثر استعمالًا.

یعنی صور مذکورہ میں نحات بصرہ فعل ثانی کے اعمال کو بوجہ قرب مع تجویز اعمال فعل اول کے مختار کرتے ہیں اور نحات کوفہ اعمال فعل اول مع تجویز اعمال فعل ثانی مختار مانتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ فعل اول سابق ہے اس لیئے وہی مستحق ہے اعمال کا دوسرے یہ کہ اس میں اضمار قبل الذکر سے احتراز حاصل ہوتا ہے پس تم اگر مطابق مذہب بصری کے فعل ثانی کو اعمال دینا چاہو تو فعل اول میں فاعل کی ضمیر لاؤ اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بصری کے مذہب کو مقدم اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب مختار کثیر الاستعمال ہے۔ **اضمرت الفاعل في الفعل الاول اذا اقتضى الفاعل** یعنی فعل ثانی کے اعمال کی صورت میں فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی اگر فعل اول فاعل کے مقتضی ہو **بجواز الاضمار قبل الذكر في العمدة بشرط التفسير و لزوم التكرار باالذكر و امتناع الحذف على وفق الاسم.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تنازع بین الفعلین متحقق ہوتی ہے تو اس کے قطع کے تین طریقے ہیں حذف اضمار ذکر پس اگر اضمار کرتے ہیں تو اس سے اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ درست نہیں اور اگر ذکر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرتے ہیں تو اس صورت میں تکرار کا لزوم عائد ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اضمار عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے اس لئے یہاں اضمار قبل الذکر ضروری ہوا کہ ذکر کرنے سے تکرار اور حذف سے امتناع لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا بدرجہ ضرورت اس اسم ظاہر کے موافق اضمار فاعل ضروری اور لازمی ٹھہرایا جائے گا۔ **علی وفق الاسم الظاهر الواقع بعد الفعلين اى على موافقته افرادًا و تثنيةً و جمعا و تذكيرًا و تانيثًا لانه مرجع الضمير و الضمير يجب ان يكون موافقا للمرجع فى هذه الامور.** یعنی یہ اضمار فاعل اس اسم ظاہر کے موافق ہوگا جو بعد فعلین واقع ہو یعنی افراد اور تثنیہ وجمع تذکیر وتانیث ہیں یہ ضمیر فاعل اس اسم ظاہر کے موافق ہوگی کیونکہ یہی اسم ظاہر اس ضمیر کا مرجع ہے اور ضمیر کی اپنی مرجع کے ساتھ موافقت امور مذکورہ میں ضروری اور لازمی ہے۔ **دون الحذف لانه لا يجوز حذف الفاعل الا اذا سدشى مسده** یعنی اضمار فاعل ضروری ہے اور حذف درست نہیں کیونکہ فاعل کا حذف بدون سد مسد کے جائز نہیں ہے۔

خلافا لکسائی:.....

فانه لا يضمر الفاعل بل يحذفه تحرزًا عن الاضمار قبل الذكر و يظهر اثر الخلاف فى نحو ضربانى واكر منى الزيدان عند البصريين وضربنى واكر منى الزيدان ان عند الكسائى.

صورت مذکورہ میں کسائی اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ اضمار فاعل کے قائل نہیں بلکہ وہ اضمار قبل الذکر سے احتراز کر کے حذف کے قائل ہیں اور اس اختلاف کا ثمرہ امثال مذکورہ میں ظاہر ہے کہ بصریوں کے نزدیک ضربانی واکر منی الزیدان اور کسائی کے نزدیک ضربنی و اکرمنی الزیدان ہے **و جاز اى اعمال الفعل الثانى مع اقتضاء الفعل الاول الفاعل** یعنی اعمال فعل ثانی جائز ہے باوجود اس کے کہ فعل اول فاعل کے مقتضی ہو۔

خلا فالفراء:.....

فانه لايجوز اعمال الفعل الثانى عند اقتضاء الاول الفاعل لانه يلزم على تقدير اعماله اما الاضمار قبل الذكر كما هو مذهب الجمهور او حذف الفاعل كما هو مذهب الكسائى بل يحبب عنده اعمال الفعل الاول فان اقتضى الثانى الفاعل اضمرته وان اقتضى المفعول حذفة واضمرته تقول ضربنى واكر مانى الزيد ان ولا يلزم حينئذ محذور.

اوپر کے حکم میں فراء اختلاف کرتے ہیں کہ اعمال فعل ثانی اول کے اقتضاء فاعل کے وقت جائز نہیں مانتے کیونکہ یہ اس صورت میں اگر اعمال فعل ثانی فرض کرتے ہیں تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں اضمار قبل الذکر جیسے مذہب جمہور میں ہے یا حذف فاعل جیسے مذہب کسائی میں ہے لہٰذا ایسی صورت میں فراء کے نزدیک اعمال فعل اول واجب اور ضروری ہے پس اگر فعل ثانی فاعل کی مقتضی ہو تو اس صورت میں فاعل کی ضمیر لائی جائیگی اور مفعول کے مقتضی ہو تو اس صورت میں حذف کرنے اور ضمیر لانیکا اختیار ہے ضربنی واکر ما منی الزیدان پڑھیں گے اور اس تقدیر پر محذور مذکور بالا لازم نہیں آئیگا **و قيل روى عنه تشريك الرافعين او لضماره بعد الظاهر كمافى صورة تاخير الناصب تقول ضربنى واكر منى زيد هو ضربنى واكر مت زيدا هو ورواية المتن غير مشهورة عنه** اور فراء

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے تشریک رافعین اور بعد اسم ظاہر کے اضمار فاعل بھی مروی ہے جیسے ناصب کی تاخیر کی صورت میں ہے پس اس تقدیر پر ضربنی واکرمنی زید ھو وضربنی واکرمت زیدا ھو پڑھیں گے اور تین کی روایت فراء سے مشہور نہیں ہے **حذفت المفعول تحرزا عن التکرار لوذکر وعن الاضمار قبل الذکر فی الفضلة لو اضمران استغنی عنه والا ای وان لم یستغن عنه اظھرت ای المفعول نحو حسبنی منطلقا و حسبت زیداً منطلقا لا نه لا یجوز حذف احد مفعول باب حسبت ولایجوز اضماره لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر فی الفضلة** یعنی اگر دو فعلوں کا اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں تنازع ہو تو اس کو حذف کرینگے کیونکہ اگر ذکر کرتے ہیں تو اس سے تکرار کا لزوم ہوتا ہے اور اگر اضمار کرتے ہیں تو اس صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم ہو جاتا ہے اور یہ درست نہیں اسلئے حذف کرینگے تا کہ تکرار سے تحرز اور فضلہ کے اضمار قبل الذکر سے محفوظ رہیں لیکن یہ حذف جب ہے جب اس کے ذکر سے استغنی ہو اور اگر اسکے ذکر سے استغنی حاصل نہ ہو تو اس صورت میں مفعول کا اظہار ضروری اور لازمی ہے جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے کیونکہ افعال قلوب میں نہ مفعول کا حذف جائز ہے نہ اس کا اضمار کیونکہ اس سے فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے لہٰذا مفعول کا ذکر کرنا ضروری اور لازمی ہوگا۔

و ان اعملت الفعل الاول کما ھو مختار الکوفیین اضمرت الفاعل فی الفعل الثانی لو اقتضاه نحو ضربنی و اکرمنی زید اذا جعلت زیدًا فاعل ضربنی و اضمرت فی اکرمنی ضمیرا راجعًا الی زید لتقدمه رتبةً فلا محذور فیه حینئذٍ لا حذف الفاعل ولا الاضمار قبل الذکر لفظاً و رتبةً بل لفظاً فقط ھو جائزا و اضمرت المفعول فی الفعل الثانی لو اقتضاه علی المذھب المختار و لم تحذفه و ان جاز حذفه لئلا یتوھم ان المفعول الفعل الثانی مغائیر للمذکور فیکون الضمیر حینئذٍ راجعًا الی لفظه متقدم رتبة کما تقول ضربنی و اکرمته زید.

یعنی اگر کوفیین کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیں یعنی فعل ثانی اگر فاعل کے مقتضی ہو تو اس میں فاعل کی ضمیر لائی جائیگی جیسے ضربنی و اکرمنی زید میں زید کو ضربنی کا فاعل ٹھہرایا گیا ہے اور اکرمنی میں فاعل کی ضمیر زید کی طرف راجع مانی گئی ہے اور یہاں چونکہ زید رتبۃً مقدم ہے اس لئے محذور مذکور وارد نہیں ہوتا جو کہ حذف فاعل اور اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً ہے بلکہ یہاں صرف اضمار قبل الذکر لفظاً ہے اور یہ جائز ہے اور اگر فعل ثانی مفعول کے مقتضی ہو تو بنا بر مذہب مختار اس میں مفعول کی ضمیر لائی جائیگی اور اس کو محذوف نہیں کرینگے اگر چہ اسکا حذف جائز بھی ہے کیونکہ کوئی شخص یہ وہم پیدا کرے کہ مفعول فعل ثانی مذکور کے مغائر ہے اور اس وقت یہ ضمیر مفعول کی لفظ زید کی طرف راجع ہوگی جو رتبۃً مقدم ہے جیسے ضربنی واکرمتہ کی مثال میں اکرمتہ میں مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے جو زید مقدم رتبۃً کی طرف راجع ہے۔

الا ان یمنع مانع من الاضمار کما ھو القول المختار و من الحذوف کما ھو القول الغیر المختار فتظھر المفعول خانه اذا امتنع الاضمار و الحذف لا سبیل الا الی الاظھر نحو حسبتی و حسبتھما منطلقین الزیدان منطلقًا حیث اعمل حسبنی فجعل الزیدان فاعلا له و منطلقه مفعولاً له اضمر المفعول الاول فی حسبت و یظھر المفعول الثانی و ھو منطلقین لمانع و ھو انه لو اضمر مفردًا خالف المفعول الاول و لو اضمر مثنیً خالف المرجع و ھو قوله منطلقاً.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی اگر اضمار فاعل کا مانع موجود ہو جیسے قول مختار میں ہے یا حذف کا مانع ہو جیسے قول غیر مختار میں ہے تو اس صورت میں مفعول کو ظاہر کیا جائے گا اضمار اور حذف درست نہیں ہوگا کیونکہ جب اضمار اور حذف دونوں ممتنع ہو گئے تو اب سوائے اظہار کے اور کوئی سبیل اور چارہ نہیں رہا جیسے مثال مذکور میں حسبنی کو عمل دیکر الزیدان کو اسکا فاعل ٹھہرایا اور منطلقا اس کا مفعول مانا گیا اور حسبتهما میں مفعول اول کی ضمیر لائی گئی اور ثانی مفعول کو ظاہر کر کے لایا گیا ہے اور وہ متطلقین ہے یہ بوجہ ایک مانع کے اور وہ مانع یہ ہے کہ یہاں اگر مفرد کی ضمیر لائی جاتی ہے تو اس میں مفعول اول کی مخالفت ہوتی ہے اور اگر مثنی کی ضمیر مانی جاتی ہے تو اس صورت میں مرجع کے خلاف ہوتا ہے اور مرجع مطلقاً کا قول ہے لہٰذا بدرجہ ضرورت مفعول کو اسم ظاہر کر کے لایا جائے گا جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے۔ **و لا یخفی انه لا یتصور التنازع فی هذه الصورة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ فرمائی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں تنازع نہیں کیونکہ تنازع میں یہ شرط ہے کہ فعلین کا اقتضاء واحد ہو اور اس صورت میں فعلین کا اقتضاء واحد نہیں کیونکہ فعل مفرد چاہتا ہے اور فعل ثانی مفعول مثنی کے مقتضی ہے **الا اذا لاحظتَ المفعول الثانی اسما دالًا علی اتصاف ذات ما بالانطلاق من غیر ملاحظه تثنیة و افراده و الا فالظاهر انه لا تنازع بین الفعلین فی المفعول الثانی لان الاول یقتضی مفعولاً مفردًا و الثانی مفعولًا مثنیٰ فلا یتوجهان الی امرٍ واحدٍ فلا تنازع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ فعلین کا اقتضاء یہاں اس صورت میں واحد ہے کہ جب مفعول ثانی کو ایسا اسم لحاظ کریں جو صرف ذات موصوف با لانطلاق پر دلالت کرے بغیر اس کے تثنیہ اور افراد کے ملاحظہ کے کیونکہ اگر لحاظ نکریں گے تو اس صورت میں یہ ظاہر ہے کہ مفعول ثانی فعلین کا تنازع نہیں کیونکہ اول فعل مفعول مفرد کو چاہتا ہے اور ثانی فعل مفعول مثنیٰ کے مقتضی ہے پس اس صورت میں فعلین امر واحد کی طرف متوجہ نہیں ہوئے جو تنازع کی ایک شرط ضروری ہے لہٰذا تنازع نہیں ہوگا۔

و لما استدل الکوفیون علی اولویته اعمال الفعل الاول بقول امری القیس شعر و لوانما اسعیٰ لادنیٰ معیشةٍ "،، کفانی و لم اطلب قلیل من المال "،، حیث قالوا قد توجه الفعلان اعنی کفانی و لم اطلب الی اسم و احد و هو قلیل من المال فاقتضی الاول رفعه بالفاعلیة و الثانی نصبه بالمفعولیة و امرئ القیس الذی هو افصح شعراء العرب اعمل الاول فلو لم یکن اعمال الاول اولیٰ لما اختاره اذ لا قائل ﴿اس میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے شاعر کے اعمال اول کے اختیار کرنے سے اعمال اولویت ثانی لازم نہیں آتی کیونکہ اگر دونوں کا اعمال متساوی ہو تو اس صورت میں بھی اعمال اول ہے شارح نے اس کا جواب دیا متساوی اعمالین کوئی بھی قائل نہیں ہے.....۱۲ منہ﴾ **متسادی الاعمالین فاجاب المصنف رحمة الله علیه عن طرف البصریین و قال.**

یہ ایک سوال مقدر کی تمہید ہے جو بصریوں پر کوفیوں کی طرف سے وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح اس طرح کرتے ہیں کہ جب کوفیوں نے فعل اول کے اعمال کی اولویت پر امرء القیس کے شعر و لو انما اسعیٰ .....الخ..... سے دلیل اور استمساک لے کر کہا کہ اس شعر میں دو فعل یعنی کفانی اور لم اطلب قلیل من المال ایک ہی اسم یعنی قلیل من المال کی طرف متوجہ ہوئے ہیں فعل اول یعنی کفانی بنا بر فاعلیت اس کے رفع کے مقتضی ہے اور فعل ثانی یعنی لم اطلب بنا بر مفعولیت اس کے نصب کا خواہاں ہے اور امرائ القیس نے جو شعرائے عرب میں افصح مانا گیا ہے فعل اول یعنی کفانی کو عمل دیکر قلیل کو مرفوع پڑھا ہے پس اگر فعل اول اعمال اولی نہ ہوتا تو یہ شاعر فصیح اس کو اختیار نہ کرتے کیونکہ اعمالین کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تساوی کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اعمال فعل اول اولیٰ ہے اور مذہب کوفی بصری کے مذہب سے زیادہ عمدہ ہے آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بصریوں کی طرف سے کوفیوں کو اس کا جواب دیتے ہیں:

و قول امرئ القیس کفانی ولم اطلب قلیل من المال "،، لیس منه ای من باب التنازع لفساد المعنٰی علی تقدیر تقدیر توجه کل من کفا و لم اطلب الی قلیل من المال لاستلزامه عدم السعی لادنی معیشة و انتفاء کفایة قلیل من المال و ثبوت طلبه المنافی لکل منها و ذلک لان لو تجعل مدخولها المثبت شرطاً کان او جزاءً او معطوفاً علی احد هما منفیاً و المنفی ذلک من مثبتًا فعلی هذا ینبغی ان یکون مفعول لم اطلب محذوفاً ای لم اطلب العزّ و المجد کما یدل علیه البیت المتاخر اعنی قوله شعر و لکنما اسعیٰ لمجد مؤثل "،، و قد یدرک و المجد المؤثل امثالی "،، و حینئذٍ یستقیم المعنیٰ یعنی انا لا اسعی لادنیٰ معیشة و لا یکفینی قلیل من المال و لکنی اطلب المجد الاثیل الثابت و اسعیٰ له.

یہ کوفیوں کے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ امرئ القیس کا قول کفانی و لم اطلب من قلیل المال باب التنازع سے نہیں کیونکہ اگر کفانی اور لم اطلب دونوں فعل قلیل من المال کی طرف متوجہ فرض کرتے ہیں تو اس صورت میں شعر کے معنٰی فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ اس سے معمولی معاش کیلئے عدم سعی اور قلیل مال کی کفایت کے انتفاء کا لزوم ثابت ہوتا ہے اور ہر ایک کے منافی کے طلب کا ثبوت لازم آجاتا ہے اور یہ معنٰی فاسد ہیں اور یہ استلزام اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ لو کا کلمہ اپنی مدخول مثبت کو خواہ شرط ہو خواہ جزاء خواہ شرط یا جزاء پر معطوف ہو منفی کر دیتا ہے اور منفی کو مثبت پس بنا بر عدم تنازع مناسب ہے کہ لم اطلب کا مفعول محذوف ہو یعنی اس کا مفعول العز والمجد محذوف ٹھہرایا جائے چنانچہ اس پر بیت آخیر و لکنما اسعیٰ لمجد مؤثل .....الخ..... بھی دلالت کرتا ہے اور اس وقت شعر کے معنٰی مستقیم ثابت ہونگے اور اس تقدیر پر دونوں شعروں کے خلاصہ معنٰی یہ ہوں گے کہ میں معمولی معاش کا طالب نہیں ہوں اور قلیل مال مجھے کفایت نہیں کرتا لیکن میں بزرگی دائمی ثابت کا طالب ہوں اور اس کی کوشش بھی کرتا رہتا ہوں کیونکہ میرے ساتھیوں نے کوشش کر کے بزرگی دائمی حاصل کی ہے پس میری بھی یہی خواہش ہے۔

مفعول ما لم یسم فاعل:.....

ای مفعول فعل او شبه فعل لم یذکر فاعله.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں تناقض ہے۔ کیونکہ لم یسم فاعلہ کے قول سے فاعل کا عدم وجود معلوم ہوتا ہے اور حذف فاعلہ کے قول سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں لم یسم فاعلہ کے قول میں لم یسم کے معنٰی لم یذکر کے ہیں۔ لہٰذا اب اس تقدیر پر تناقض دفع ہوا یعنی مرفوعات میں سے وہ مفعول فعل یا شبہ فعل کا ہے جسکا فاعل مذکور نہ ہو۔ **و انما لم یفصله من الفاعل ولم یقل وضه .کما فصل المبتداء حیث قال ومنها المبتداء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات کے اقسام میں سے ایک علیحدہ قسم ہے پس مصنف نے اسکو فاعل سے ومنہ کہہ کر علیحدہ کیوں نہیں کیا جیسا کہ مبتداء کو ومنہا المبتداء کہکر ایک علیحدہ قسم ٹھہرایا تھا **لشدۃ اتصاله بالفاعل متی سماه بعض النحاۃ فاعلا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل سے علیحدہ اسلئے ذکر نہیں کیا کہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل کے ساتھ شدت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اتصال رکھتا ہے یہاں تک کہ بعضے نحات نے اسکو فاعل ہی قرار دیا ہے لہٰذا علیحدہ لانا اسکا ضروری نہیں ہے بخلاف مبتداء کے کہ اسکا علیحدہ ذکر کرنا ضروری ہے **کل مفعول حذف فاعله ای فاعل ذلک المفعول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فاعلہ کی ضمیر مجرورہ مفعول کی طرف راجع ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جسکا فاعل محذوف کیا گیا ہو اور اسکی جگہ یہ مفعول قائم مقام کیا گیا ہو **وانما اضیف الی المفعول لملا بسته کو نه فاعلا لفعل متعلق به** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی اضافت مفعول کی طرف درست نہیں کیونکہ فاعل فعل کا فاعل ہوا کرتا ہے مفعول کا نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ فاعل کی اضافت مفعول کی طرف بوجہ ایک ادنیٰ مناسبت کے ہے اور وہ مناسبت اسکا فعل متعلق بہ کیلئے فاعل ہوتا ہے یعنی چونکہ فعل کا مفعول سے وقوع کا تعلق ہوتا ہے اور فاعل کا اس سے صدور کا تعلق ہوتا ہے اسی تعلق کی مناسبت کی بنا پر فاعل کی مفعول کی طرف اضافت کی ہے۔ **و اقیم هو ای المفعول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ہو کی ضمیر مفعول کی طرف راجع ہے اور اس سے ضمیر مستتر کی تاکید اسلئے کی ہے کہ یہ جملہ اوپر کے جملہ پر معطوف ہے اور ہو معطوف علیہ میں مفعول کی ضمیر ہے اگر یہاں ہو کی ضمیر سے اسکی تاکید نکریں تو معطوف کا ضمیر مفعول سے خالی ہونا لازم آئیگا جو خلاف محاورہ ہے۔ **مقامه ای مقام الفاعل فی اسناد الفعل اوشبه الیه** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مفعول کا فاعل کے قائم قام ہونا درست نہیں کیونکہ فعل فاعل سے صادر ہوتا ہے اور مفعول پر واقع ہوتا ہے اور ان دونوں میں تناقض ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مفعول کا فاعل کے قائم مقام ہونا فعل یا شبہ فعل کے اسناد میں مقصود ہے صدور اور وقوع میں مراد نہیں ہے۔

و شرطه:.....

ای شرط مفعول مالم یسم فاعله فی حذف فاعله و اقامة مقام الفاعل اذا کان عامله فعلا.

اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ شرط مطلقاً صحیح نہیں کیونکہ فعل کا تغیر فعل یا یفعل کی طرف شبہ فعل میں مستقیم نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ شرط اس صورتمیں ہے جسمیں عامل مفعول کا فعل ہو یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ کی شرط فاعل کے حذف ہونے اور اسکے فاعل کے قائم مقام ہونے میں جب ہے جب اسکا عامل فعل ہو اور اگر اس کا عامل شبہ فعل ہو تو اس صورتمیں اسکی شرط اسکا تغیر مفعول کی طرف ہونا ہے **ان تغیر صیغة الفعل الی فعل ای الی الماضی المجهول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کا مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف افتعل اور استفعل اور یفتعل اور یستفعل وغیرہا افعال مزید فیہ پر صادق نہیں آتی حالانکہ صادق آنا چاہیئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ فعل سے مراد ماضی مجہول اور یفعل سے مراد فعل مضارع مجہول ہے بحکم ذکر علم اور ارادہ وصف مشہور کے اور یہ عام ہے خواہ فعل ماضی مجرد ہو خواہ مزید فیہ اسی طرح مضارع عام ہے خواہ مجرد ہو خواہ مزید فیہ لہٰذا اب یہ تعریف سب پر صادق ہوئی **او یفعل ای الی المضارع المجهول فیتناول مثل افتعل و استفعل و یفتعل و یستفعل و غیرها من الافعال المجهولة المزید فیها** یعنی یفعل سے مراد مضارع مجہول ہے وہ عام ہے خواہ مجرد ہو خواہ مزید فیہ پس جب فعل سے مراد ماضی مجہول اور یفعل سے مراد مضارع مجہول عام مراد ہوا تو اب یہ تعریف مذکورہ بالا افتعل و استفعل و یفتعل و یستفعل وغیرہا تمام افعال مجہولہ مزید فیہا کو شامل ثابت ہوئی اور اعتراض مذکورۂ بالا بالکل دفع ہوا۔

و لا یقع موقع الفاعل المفعول الثانی من مفعولی باب علمت لا نه مسندا الی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المفعول الاول اسنادًا تاماً فلو اسند الفعل اليه و لا يكون اسناده الا تاماً لزم كو نه مسندًا و مسندا اليه معامع كون كل من الا سنا دين تاماً.

یعنی باب علمت کا مفعول ثانی فاعل کی جگہ واقع نہیں ہوگا کیونکہ وہ مفعول اول کی طرف مسند ہے اور یہ اسناد تامہ ہے پس اگر اسکی طرف فعل مسند ہو جائے اور یہ اسناد تام ہی ہوا کرتا ہے تو اس صورت اس کا مسند اور مسند الیہ ہونا معا لازم ہو جائیگا۔ باوجود اس کے یہ دونوں اسناد تام ہو دینگے اور یہ معلوم ہے کہ ایک شے کا مسند اور مسند الیہ ہونا معا باطل ہے لہٰذا باب علمیت کے مفعول ثانی کا فاعل کے مقام واقع ہو کر نائب فاعل ٹھہرانا باطل ثابت ہوا۔

بخلاف اعجبني ضرب زيدٍ عمرًا لان احد الاسنادين هو اسناد المصدر غير تام.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ ایک شے کا مسند اور مسند الیہ معا واقع ہونا جائز ہے جیسے اعجبنی ضرب زید عمرًا میں واقع ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مقصود ایک شے کے مسند اور مسند الیہ واقع ہونے سے یہ ہے کہ دونوں اسناد تام ہوں اور مثال مذکور میں ایسا نہیں کیونکہ اس میں ایک اسناد یعنی مصدر کا اسناد تام نہیں ہے۔

و المفعول الثالث من مفاعيل باب اعلمت اذ حكمه حكم المفعول الثاني من باب علمت في كو نه مسندًا یعنی باب علمت کے مفعول ثالث بھی فاعل کے مقام پر واقع نہیں ہوتا کیونکہ وہ مسند ہونے میں باب علمت کے مفعول ثانی کا حکم رکھتا ہے اور عدم وقوع کی دلیل اوپر بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔

و المفعول له:.....

بلا لام لان النصب فيه مشعر بالعلية فلو اسند اليه لفات النصب والاشعار بخلاف مااذا كان مع اللام نحو ضرب للتاديب.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ضرب للتادیب کے قول سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں مفعول لہ فاعل کے قائم مقام ہوا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ مفعول لہ سے یہاں مراد وہ مفعول لہ ہے جو بلا لام ہو اور مثال مذکور میں مع لام ہے یعنی مفعول لہ بلا لام فاعل کے مقام واقع ہو کر نائب فاعل نہیں ہوگا کیونکہ مفعول لہ کا نصب مشعر بالعلیت ہوتا ہے پس اگر فعل اس کی طرف مسند ہو جائے تو اس صورت میں اس کا نصب اور اشعار فوت ہو جائے گا بخلاف اس مفعول لہ کے جو مع لام ہو جیسے ضرب للتادیب میں ہے کہ یہاں باوجود لام کے علیت کے اشعار موجود ہے۔

و المفعول معه:.....

كذالك اى كل من المفعول له و المفعول معه كذالك اى كالمفعول الثاني والثالث من باب علمت واعلمت في انهما لايقعان موقع الفاعل اما المفعول له فلما عرفت واما المفعول معه فلانه لايجوز اقامة مقام الفاعل مع الوا والتي اصلها العطف وهي دليل الانفصال والفاعل كالجزء من الفعل ولابدون الواوفانه لم يعرف حينئذ كو نه مفعولا معه.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی جس طرح باب علمیت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث فاعل کے موقع واقع نہیں ہوتے اسی طرح مفعول لہ اور مفعول معہ بھی فاعل کے مقام واقع نہیں ہوں گے مفعول لہ کے نہ واقع ہونے کی دلیل اور وجہ اوپر معلوم ہو چکی ہے اور مفعول معہ فاعل کے مقام اس لئے واقع نہیں ہوگا کہ اس کا فاعل کے مقام واقع ہونا واؤ کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ یہ واؤ اصل میں عاطفہ ہے اور عطف انفصال اور تغیر کی دلیل ہے اور فاعل فعل سے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے اور بدون واؤ کے بھی مفعول معہ فاعل کے مقام واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکا مفعول معہ ہونا بذریعہ واؤ ہے اگر اسکے ساتھ واؤ نہ ہو تو اس صورت میں اسکا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا لہٰذا مفعول معہ کا فاعل کے مقام کسی صورت میں قائم ہونا درست نہیں ہے۔

و اذا وجد المفعول به فيه الكلام مع غيره من الفاعل التي يجوز وقوعها موقع الفاعل. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ جب کلام میں صرف مفعول بہ پایا جائے تو اسکا فاعل کے مقام واقع ہونا متعین ہوتا ہے پس اس تقدیر پر تعین لہ کے قول کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مفعول بہ سے صرف مفعول بہ مقصود نہیں بلکہ وہ مفعول بہ مراد ہے جو کلام میں ان مفاعیل کے ساتھ واقع ہو جن کا فاعل کے مقام واقع ہونا جائز ہو **تَعَيَّن اى المفعول به له اى لوقوعه موقع الفاعل لشدة شبه بالفاعل فى توقف تعقل الفعل عليها فان الضرب مثلا كما انه لايمكن تعقله بلا ضا رب كذلك لايمكن تعقله بلامضروب بخلاف سائر المفاعيل فانها ليست بهذه الصفة** یعنی جب کلام میں مفعول بہ موجود ہو تو وہی فاعل کے مقام واقع ہوگا کیونکہ وہ فاعل کے ساتھ تعقل فعل میں سخت مشابہت رکھتا ہے کیونکہ ضرب کا مثلاً جس طرح بغیر ضارب کے تعقل ممکن نہیں اسی طرح اسکا تعقل بغیر مضروب کے بھی ممکن نہیں ہے بخلاف دیگر مفاعیل کے کہ وہ اس صفت پر موصوف نہیں ہیں۔

تقول ضرب زيد باقامته **المفعول به مقام الفاعل يوم الجمعة ظرف زمان امام الامير ظرف مكان ضربا شديدا مفعول مطلق للتنوع باعتبار الصفة.**

یعنی مثال مذکور میں فاعل کے مقام زید مفعول بہ کو قائم کر کے پڑھیں گے۔ یوم جمعہ ظرف زمان کی مثال امام الامیر ظرف مکان کی تمثیل ہے ضرباً شدیداً باعتبار صفت شدت کے مفعول مطلق ہے جو یہاں نوع کے لئے مستعمل ہوا ہے وفائدۃ وصف الضرب **بالشدة التنبيه على ان المصدر لا يقوم مقام الفاعل بلا قيد مخصص اذلافائدة فيه لدلالته الفعل عليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی مثال ضرباً پر تمام ہوئی ہے۔ پس شدت کی صفت کے بڑھانے میں کیا فائدہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اسکے بڑھانے میں فائدہ یہ ہے کہ مصدر جب تک کسی قید مخصص سے مقید نہ ہو فاعل کے قائم مقام نہیں ہوگا کیونکہ اسمیں بوجہ دلالت فعل کے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فى داره جار و مجرور شبيه بالمفاعيل اقيم مقام الفاعل مثلها.

یہ جار اور مجرور مشابہ بالمفاعیل کی مثال ہے یہ جار و مجرور بھی مثل دیگر مفاعیل کے فاعل کے قائم مقام ہو کر نائب فاعل ہوتے ہیں فتعین زید یعنی یہاں زید فاعل کے مقام واقع ہونے کے لئے متعین ہے **و ان لم يكن اى فان لم يوجد فى الكلام المفعول به فالجميع اى جميع ماسوئ المفعول به سواء فى جواز وقوعها موقع الفاعل** یعنی اگر کلام میں مفعول بہ نہ پایا جائے تو اس صورت میں سوائے مفعول بہ کے تمام مفاعیل فاعل کے مقام واقع ہونے کے جواز میں مستوی ہوں گے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لم یکن

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی تفسیر لم یوجد سے کی ہے اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں کان تامہ ہے ناقص نہیں۔ **و المفعول الاول من باب اعطیت ای الفعل المتعدی الی مفعولین ثانیهما غیر الاول اولی بان یقام مقامل الفاعل من المفعول الثانی لان فیه معنی الفاعلیة با النسبة الی الثانی لانه عاطٍ ای اخذ نحو اعطی زید و رهما مع جواز اعطی درهم زیدًا.** یعنی باب اعطیت کا مفعول اول یعنی فعل متعدی الی مفعولین کا مفعول اول فاعل کے مقام قائم کرنے میں ثانی مفعول سے زیادہ اولی ہے کیونکہ اس کے مفعول اول میں بہ نسبت ثانی کی فاعلیت کے معنٰی پائے جاتے ہیں اس لئے کہ مفعول اول حقیقت میں اخذ ہے جیسے اعطی زیدٌ درہما میں زید درہم کا اخذ ہے باوجود اس کے اعطی درہم زیدًا بھی جائز ہے **و ذلک عند الا من من اللبس و اما عندعدمه فیجب اقامة المفعول الاول نحو اعطی زید عمرًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ اعطی زید عمرًا سے منقوض ہے کیونکہ یہاں فاعل کے مقام مفعول اول کا قائم کرنا متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ قاعدہ وہاں ہے جہاں التباس سے امن ہو اور جہاں التباس سے امن حاصل نہ ہو وہاں فاعل کے مقام مفعول اول کا قائم کرنا واجب اور ضروری ہے جیسے اعطی زید عمرًا میں ہے۔

و منها المبتداء و الخبر و فی بعض النسخ و منه یعنی من جملة المرفوعات او من جملة المرفوع المبتداء و الخبر.

یعنی بعضے نسخوں میں ومنہ ہے بجائے منہا کے بنابر تقدیر منہا معنٰی یہ ہیں کہ بعضے مرفوعات میں سے مبتداء وخبر ہیں اور بنابر نسخہ ومنہ کے معنٰی یہ ہونگے کہ جنس مرفوع کے جملہ میں سے مبتداء وخبر ہیں۔ **جمعهما فی فصلٍ واحدٍ للتلازم الواقع بینهما علی ماهو الاصل فیهما و اشترا کهما فی العامل المعنوی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں سے ہر ایک مرفوعات کے اقسام میں سے علیحدہ علیحدہ قسم ہے پس مصنف کافیہ نے مبتداء اور خبر کو ایک ہی فصل میں کیونکر جمع کر دیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان کو ایک فصل میں دو وجہوں سے جمع کیا ہے ایک یہ کہ ان کے درمیان میں تلازم اتصالی واقع ہے یعنی ایک کے ذکر کرنے سے دوسرے کا ذکر لازم آجاتا ہے کیونکہ مبتداء بغیر خبر اور بغیر مبتداء کے نہیں ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مبتداء و خبر عامل معنوی میں شریک ہیں اس شرکت اور تلازمی تعلق کی بناء پر مبتداء وخبر کو ایک فصل میں جمع کر دیا ہے۔

فا المبتداء:.....

هو الاسم لفظاً او تقدیرًا لیتناول نحو ان تصوم خیر لکم.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ان تصوم خیر لکم کے قول کا مبتداء خارج ہوا کیونکہ وہ اسم نہیں ہے بلکہ فعل شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اسم عام ہے خواہ اسم صریحی ہو خواہ تاویلی قول مذکور میں مبتداء اگرچہ اسم صریحی نہیں لیکن اسم تاویلی ہے یعنی ان مصدریہ کے داخل ہونے سے بتاویل صیام ہو گیا ہے۔ جب اسم عام مانا تو اب اس تقدیر پر مبتداء کی تعریف ان تصوم خیر لکم کے مبتداء کی تعریف کو بھی شامل ہوئی لہٰذا اب مبتداء کی تعریف جامع ثابت ہوئی۔ **المجرد عن العوامل اللفظیة ای الذی لم یوجد فیه عامل لفظی اصلاً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ تجرید سبق وجود کو چاہتی ہے اس تقدیر پر یہ معنٰی ہوں گے کہ مبتداء میں عوامل

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لفظیہ ہوتے ہیں لیکن مبتداءان سے مجرد کیا جاتا ہے حالانکہ مبتداء میں عوامل لفظی بالکل ہی نہیں ہوتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تجرید کے معنیٰ یہاں عدم وجدان کے ہیں یعنی مبتداء وہ اسم ہے جس میں عوامل لفظیہ بالکل ہی نہیں پائے جاتے ہوں۔ و احتراز به عن الاسم الذی فیه عامل لفظی کاسمی اَنَّ و کَاَنَّ. یعنی المجرد من العوامل اللفظیۃ کا قول احترازی ہے اس میں اس اسم سے احتراز کیا جس میں عامل لفظی ہو جیسے اسم اَنَّ و کَاَنَّ ہے۔ و کانه اراد بالعامل اللفظی مایکون مؤثرًا فی المعنٰی لئلا یخرج عنه مثل بحسبک درهم. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے بحسبک درہم کے قول کا مبتداء خارج ہوا کیونکہ وہ عوامل لفظی سے مجرد نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عوامل لفظی سے وہ عوامل مراد ہیں جو معنیٰ میں مؤثر ہوں اور مثال مذکورہ میں کلمہ باز ائدہ ہے اس کا معنیٰ میں کوئی اثر نہیں ہے اور عوامل لفظی کا معنیٰ میں مؤثر ہونا اس لئے ضروری ہے کہ مبتداء کی تعریف سے مثال مذکورہ کا مبتداء خارج نہ ہو۔ مسند الیه احترز به عن الخبر و ثانی قسمی المبتدی الخارج عن هذا القسم فانها لا یکونان الا مسندین یعنی مسند الیہ کا لفظ بھی قید احترازی ہے اس میں خبر اور مبتداء کی ثانی قسم سے احتراز کیا کیونکہ وہ دونوں اس قسم کے مبتداء سے خارج ہیں کیونکہ وہ صرف مسند ہی ہوتے ہیں مبتداء نہیں ہوتے۔ او الصفة سواء کانت مشتقه کضارب و مضروب و حسن او جاریةً مجرها کقریشی. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس قسم ثانی مبتداء کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اقریشی زید کا مبتداء خارج ہوا اس لئے کہ یہ صفت نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا کہ صفت عام ہے خواہ حقیقی مشتقی ہو جیسے ضارب اور مضروب وحسن میں ہے خواہ حکمی قائمقام حقیقی ہو جیسے اقریشی ہے کہ یہ اگرچہ صفت مشتقی حقیقی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ اس کے آخر میں یائے نسبتی ہے اور منسوب حکماً مشتقی ہوتا ہے۔

الواقعة بعد حرف النفی کما و لاو الف الاستفهام:.....

و نحوه کهل و ما من و عن سیبویه جواز الابتداء بها من غیر استفهام و نفی مع قبح و الا خفش یری ذلک حسنا وعلیه قول الشاعر ع۔ فیخر نحن عندالناس منکم فیخر مبتداء و نحن فاعله.

یعنی دوسری قسم مبتداء کی وہ صفت ہے جو حرف النفی اور الف استفہام کے بعد واقع ہو حرف النفی جیسے ما اور لا ہے اور الف استفہام اور اسکے مثل جیسے ہل وما ومن کے حروف ہیں ان جملہ حروف کے بعد جو صفت واقع ہوگی وہ اگرچہ مسند الیہ نہو لیکن مبتداء مانی جائیگی اور سیبویہ سے جواز ابتدائیت صفت مذکورہ بغیر استفہام ونفی کے بھی مع قبح منقول ہے اور اخفش اسکو قبیح نہیں مانتے بلکہ حسن تصور کرتے ہیں اور اسی کے مطابق شاعر کا قول مذکور فی الشرح ہے کہ اسمیں خیر کا لفظ ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور نحن اسکا فاعل ہے اور باوجود اسکے یہ صفت بعد حرف النفی اور الف استفہام کے واقع نہیں ہے۔ ولو جعل خیر خبرا عن نحن لفصل بین اسم التفضیل ومعموله الذی هو من باجنبی وهو غیر جائز لضعف عمله بخلاف مالو کان فاعلا لکونه کالجزء اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ نحن کا کلمہ ترکیب میں مبتداء اور مسند الیہ ہو اور خبر اسکی خبر مقدم ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ نحن کا مبتداء ٹھہرانا اور خبر کو اس کی خبر مقدم ماننا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے درمیان اسم تفضیل اور اسکے معمول یعنی منکم کے اجنبی یعنی نحن سے فصل لازم آئیگی اور یہ بوجہ ضعیف ہونے عمل اسم تفضیل کے درست نہیں ہے بخلاف اسکے جو فاعل ہو کہ وہ فعل کے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ خبر ترکیب میں مبتداء مسند ہے اور نحن اسکا فاعل ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رافعةً لظاهرٍ و ما يجرى مجراه و هو الضمير المنفصل لئلا يخرج عنه قوله تعالىٰ اراغبٌ انت عن الهتى يآ ابراهيم عليه السلام. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس ثانی قسم مبتداء کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے **اراغب انت عن الهتى يا ابراهيم** کے قول اللہ تعالیٰ کا مبتداء خارج ہوا کیونکہ یہ اگر چہ صفت ہے لیکن رافع اسم ظاہر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اسم ظاہر عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور وہ ضمیر منفصل ہے اور ضمیر منفصل اگر چہ اسم ظاہر حقیقی نہیں لیکن حکمی ہے۔ لہٰذا اب اس تقدیر پر تعریف جامع ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے قول مذکور کا مبتداء اس سے خارج نہیں بلکہ داخل ہے۔ **واحترز به عن اقائمان الزيد ان لان اقائمآن رافع يضمر عائد الى الزيد ان ولو كان رافعا لهذا الظاهر لم يجز تثنية** یعنی رافعۃً بظاہر کا قول قید کا احترازی ہے اسمیں اقائمان الزیدان سے احتراز کیا کیونکہ اقائمان اس ضمیر کا رافع ہے جو الزیدان کی طرف راجع ہے اگر وہ اس ظاہر کا رافع ہوتا تو اسکا تثنیہ ہونا جائز نہ ہوتا کیونکہ صفت مثل فعل کے ہوتی ہے اور فعل میں یہ قاعدہ ہے کہ **اذا اسند الى الظاهر وحدا بدا مثل زيد قائم مثال القسم الاول من المبتداء.** یعنی اول قسم مبتداء کی مثال زید قائم ہے۔ **و اقائم الزيدان مثال للصفة الواقعة بعد حرف النفى** یعنی یہ اس صفت کی مثال ہے جو بعد صرف نفی کے واقع ہو۔ **و ما قائم الزيدان مثل للصفة الواقعة بعد حرف الاستفهام.** یہ اس صفت کی مثال ہے جو بعد حرف استفہام کے واقع ہو۔ **فان طابقت الصفة الواقعة بعد حرف النفى و الاستفهام** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ طابقت کی ضمیر مرفوع دو حالتوں کے خالی نہیں مطلق صفت کی طرف راجع ہوگی یا صفت مذکورہ کی طرف بنا بر اول قائم زید میں جواز امران ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ یہاں زید کا مبتداء ہونا متعین ہے اور قائم اسکی خبر مقدم ہے اور بنا بر ثانی چاہیئے کہ اقام زید میں جواز امران ہو کیونکہ اسمیں صفت بعد صرف استفہام کے واقع اور رافع اسم ظاہر ہے حالانکہ یہاں ایسا نہیں بلکہ صفت کا مبتداء ہونا متعین ہے اور زید اسکا فاعل قائمقام خبر کے ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ طابقت کی ضمیر مرفوع نہ مطلق صفت کی طرف راجع ہے اور نہ صفت مذکور کی طرف بلکہ اس صفت کی طرف راجع ہے جو بعد حرف الٰہی یا حرف استفہام کے واقع ہو۔ **اسما مفردا مذكورابعدها نحو ما قائم زيدوقائم احترز به عما اذا طابقت مثنى نحو اقائمان الزيدان او مجموعا نحو اقائمون الزيدون فانها حينئذ خبر ليس الا.** یعنی صفت مذکورہ اگر اس اسم مفرد کے مطابق ہو جو اس کے بعد مذکور ہو جیسے ما قائم زید اور اقائم زید کی امثال میں ہے تو اس صورت میں اس صفت کا مبتداء اور جز دونوں ٹھہرانا جائز ہوگا اور مفرداً کی قید میں اس صفت سے احتراز کیا جو اسم مثنی کے مطابق ہو جیسے اقائمان الزیدان میں ہے اور اس صفت سے بھی احتراز کیا جو جمع کے مطابق ہو جیسے اقائمون الزیدون میں ہے کیونکہ یہ صفت اسوقت صرف خبر ہی ہے مبتداء نہیں یعنی امثال مذکورہ میں صفت خبر مقدم الزیدان اور الزیدون مبتداء مؤخر ہے۔

جاز الامران:.....

كون الصفته مبتداء وما بعدها فاعله يسد مسد الجزوكون ما بعد ها مبتداء والصفته جزا مقدما عليه فهنا ثلاث صور احد ها قائمان الزيدان وتبعيين حينئذ ان يكون الزيدان مبتداء واقائمان مقدما عليه وثانيتها اقائم الزيدان وتبعيين حينئذ ان يكون الزيدان فاعلا للصفته قائما مقام الحيزوثالثتها اقائم زيد ويجوز فيه الامران كما عرفت.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی اگر صفت مذکورہ اسم مفرد کے مطابق ہو تو اسمیں دونوں امر جائز ہیں یعنی صفت کا مبتداء ہونا اور اسکے مابعد کا فاعل قائمقام جز اور ما بعد صفت کا مبتداء ہونا اور صفت کا جز مقدم ہونا یہ دونوں امر جائز ہیں پس یہاں تین صورتیں متصور ہوسکتی ہیں اول اقائمان الزیدان اور اس صورت میں الزیدان کا مبتداء ہونا اور اقائمان کا خبر مقدم ہونا متعین ہوگا دوم اقائم الزیدان اور اس صورت میں الزیدان کا فاعل ہونا اور اقائم صفت کا قائم مقام خبر ہونا متعین ہوگا سوم اقائم زید اور اس صورت میں دونوں امر جائز ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ **و الجز هو المجرد ای هو الاسم المجرد عن العوامل اللفظية لان الكلام فی مرفوعات الاسم فلايصدق علی يضرب زيد انه المجرد المسند به المغائر المصفة المذكورة لانه ليس باسم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ جز کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اسمیں یضرب زید کی ترکیب کا فعل مضارع داخل ہوا کیونکہ وہ بھی عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند بہ صفت مذکورہ کے مغائر ہے حالانکہ وہ داخل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ مراد مجرد سے اسم مجرد ہے کیونکہ کلام مرفوعات اسم میں ہے اور وہ فعل مضارع مرفوعات فعل سے ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر جز کی تعریف یضرب زید کے فعل مضارع پر صادق نہیں ہوگی کیونکہ اگرچہ وہ مجرد مسند بہ مغائر صفت مذکورہ کے ہے لیکن اسم نہیں ہے اور ہمارا کلام اسم میں ہے۔ **المسند به ای مايوقع به الاسناد واحترز به عن القسم الاول من المبتداء لانه مسند اليه لامسند به.** یعنی المسند بہ کا قول احترازی ہے اسمیں اول قسم مبتداء سے احتراز کیا کیونکہ وہ مسند الیہ ہے مسند نہیں اور مسند بہ وہ اسم ہے جس پر اسناد واقع ہوتا ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے المسند بہ کے بعد مایوقع بہ کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ المسند اسناد سے ماخوذ ہے اور وہ متعدی بنفسہ ہے پس اسکے باء سے متعدی کرنیکی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ اسکا باء سے متعدی کرنا بنابر تضمین ہے یعنی اس میں وقوع کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اس کا لحاظ کر کے متعدی بباء کردیا ہے۔ **المغائر للصفة المذكورة فی تعريف المبتداء واحتراز به عن القسم الثانی من المبتداء ذلک ان تقول المراد المسند به الی المبتداء وتجعل الباء فی به بمعنیٰ الی والضمير المجرور راجعًا الی المبتداء وعلی التقدير ين يخرج به القسم الثانی من المبتداء ويكون قوله المغائر للصفة المذكورة تاكيداً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب المغائر للصفة المذكورة کی قید سے مبتداء کی ثانی قسم خارج ہوئی تو اب اسکا ذکر کرنا بلا فائدہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ مراد مسند بہ سے مسند بہ الی المبتداء ہے یا بہ کا باء بمعنیٰ الی ہے اور ضمیر مجرورہ مبتداء کی طرف راجع ہے اور ان دونوں تقدیروں کی بنابر قید مذکور سے قسم ثانی مبتداء خارج ہوئی اور المغائر للصفة المذكورة کا قول احتراز کی تاکید کیلئے ہے بیکار نہیں ہے۔

و اعلم:.....

ان العامل فی المبتداء والخبر هو الابتداء ای تجريد الاسم عن العوامل اللفظية ليسند الی شئ اوليسند اليه شئ فمعنیٰ الابتداء عامل فی المبتداء والخبر رافع لهما عندالبصريين واما عندغير هم فقال بعضهم الابتداء عامل فی المبتداء والمبتداء فی الجز وقال الاخرون ان كل واحد من المبتداء والخبر عامل فی الاخر وعلی هذا لايكونان مجردين عن العوامل اللفظية.

اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء خبر میں عامل اور خبر مبتداء میں عامل ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس المبتداء والخبر اسمان مجردان عن العوامل اللفظية کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اس مقام میں تین مذاہب ہیں اول یہ کہ عامل مبتداء وخبر میں ابتداء ہے یعنی اسم کی تجرید عوامل لفظیہ سے تا کہ کسی شے کی طرف اسکا اسناد ہو یا اسکی طرف کسی دوسری شے کا اسناد ہو جیسے کہ مبتداء وخبر میں ہوتا ہے پس مبتداء وخبر میں عامل معنوی ابتداء ہے اور یہی مبتداء وخبر کا رافع ہے اور یہ بصریوں کا مذہب ہے دوم مذہب بصریوں کے غیر کا ہے پس بعضوں نے کہا ہے کہ عامل مبتداء میں ابتداء ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہے سوم مذہب آخروں کا ہے وہ یہ کہ ہر ایک مبتداء وخبر میں سے ایکدوسرے میں عامل ہے اور بنا بریں مذہب مبتداء وخبر مجرد عوامل لفظیہ سے نہیں بلکہ دونوں میں عامل لفظی ہوا اور چونکہ مصنف کافیہ کے نزدیک مذہب بصری کا مختار تھا اسلئے اسکو اختیار کیا۔ **واصل المبتداء ای ما ینبغی ان یکون المبتداء علیه.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متبادر اصل سے قاعدہ ہے پس اس تقدیر پر یہ معنیٰ ہونگے کہ مبتداء میں قاعدہ تقدیم ہے پس چاہیے کہ فی دارہ زید کی ترکیب جائز نہ ہو کیونکہ اس میں مبتداء خبر سے مؤخر ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصل کے معنیٰ یہاں راجح کے ہیں یعنی جس پر مبتداء کا ہونا ضروری ہے **اذا لم یمنع مانع** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جوب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مبتداء میں تقدیم کا راجح ہونا مسلم نہیں بلکہ ممتنع ہے جیسے فی الدار رجل میں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبتداء میں تقدیم کا راجح ہونا جب ہے جب تقدیم کا مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ مبتداء کی نکارت ہے۔ **التقدیم علی الجز لفظاً لان المبتداء ذات و الجز حال من احوالها و الذات مقدمة علی احوالها .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبتداء کی تقدیم کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ مبتداء خبر پر لفظ میں اس لئے مقدم ہوتا ہے کہ مبتداء ذات کے درجہ میں ہے اور جز اس کے احوال میں سے ایک حال ہے اور یہ معلوم ہے کہ ذات احوال پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ **و من ثم ای من رجل ان الاصل فی المبتداء التقدیم لفظاً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کلمہ من ثم اجلیہ مفید علت کے ہے یعنی اس وجہ سے کہ اصل مبتداء میں تقدیم لفظی ہے فی دارہ زید کی ترکیب جائز ہے۔ **جاز قولهم فی داره زید مع کون الضمیر عائلا الی زید المتاخر لفظاً لتقدمه رتبةً لا صالته التقدیم** فی دارہ زید کی ترکیب میں اگرچہ ضمیر زید متاخر کی طرف راجع ہے لیکن چونکہ اصل میں زید کا رتبہ تقدیم ہے اس لئے یہ ترکیب جائز ہے کیونکہ اس میں اضمار قبل الذکر صرف لفظی پایا جاتا ہے اور یہ جائز ہے۔ **و امتنع قولهم صاحبها فی الدار لعود الضمیر الی الدار و هو فی حیز الجز الذی اصله التاخیر فیلزم عود الضمیر الی المتاخر لفظاً و رتبه و هو غیر جائز اور صاحبها فی الدار** کی ترکیب ممنوع ہے کیونکہ اس میں ضمیر دار کی طرف راجع ہے اور وہ خبر خبر میں ہے اور خبر میں اصل تاخیر ہے پس اس سے متاخر لفظی اور حقیقی کی طرف عائد ہونا ضمیر کا لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں کیونکہ اس سے اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا ترکیب مذکور ممنوع ٹھہری۔

و قد یکون المبتداء نکرة و ان کان الاصل فیه ان یکون معرفة لان المعرفة معنیً معیناً و المطلوب الکثیر الوقوع فی الکلام انما هو الحکم علی الامور المعنیة و لا کنه لایقع نکرة علی اطلاق بل.

یعنی کبھی مبتداء نکرہ بھی واقع ہوتا ہے اگرچہ مبتداء میں اصل اس کا معرفہ ہونا ہے کیونکہ معرفہ کے معنیٰ معین ہوتے ہیں اور مطلوب کثیر الوقوع کلام عرب میں امور معلومہ اور معینہ پر حکم لگانا ہے لاکن مبتداء نکرہ مطلق واقع نہیں ہوگا بلکہ نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہوگا۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اذا تخصصت تلک النکرة بوجه ما من وجوه التخصیص اذ با التخصیص یقل اشتراکها فتقرب من المعرفته مثل قوله تعالیٰ و لعبد مومن خیر من مشرک فان البعد متناول للمؤمن و الکافر و حیث و صف بالمومن تخصص باالصفة فجعل مبتداء وخیر جزه.

یعنی جب نکرہ کی تخصیص کی وجوہ سے کسی وجہ سے تخصیص کی جاتی ہے تو وہ نکرہ مبتداء واقع ہوسکتا ہے کیونکہ تخصیص سے نکرہ کے اشتراک اور عموم میں تقلیل ہوجاتی ہے پس وہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے نکرہ محض نہیں رہتا جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں عبد مومن اور کافر دونوں کو شامل تھا ۔جب مومن سے موصوف ہوا تو ایمان کی صفت کی وجہ سے اسکی کافر سے تخصیص ہوگئی پس اس تخصیص صفتی کی بناء پر اسکو مبتداء ٹھہرایا اور خیر اسکی خبر ٹھہرائی گئی۔**و مثل قولک ارجل فی الدار امرأة فان المتکلم بهذا الکلام یعلم ان احد هما فی الدار فیسأل المخاطب عن تعینه.** اسمیں نکرہ متصفہ بعلم متکلم کی مثال ہے کیونکہ اس کلام کا متکلم یہ جانتا ہے کہ رجل اور امرۃ میں سے ایک ضرور دار میں ہے لیکن اسکا تعین معلوم نہیں ہے اسلئے مخاطب سے اسکے تعین کا سوال کر رہا ہے۔**فکانه قال ای من الامرین المعلوم کون احد هما فی الدار کائن فیها فکل فاحد منها تخصص بهذه الصفة فجعل رجل مبتداءً وفی الدار خبره** اسمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء ایک امر لفظی ہے اور علم متکلم امر ذہنی ہے پس تخصیص لفظی کی امر ذہنی سے کس طرح درست ہوسکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکا جواب دیا ہے کہ متکلم کا علم اگرچہ امر ذہنی ہے لیکن یہ یہاں مؤول بلفظی ہے پس گویا یہ کہدیا کہ امرین معلومین میں سے کونسا امر معلوم دار میں کائن ہے پس بنا بر اس صفت علم متکلم کے رجل اور امرۃ میں سے ہر ایک کی تخصیص ہوگئی لہٰذا رجل وامرۃ کو مبتداء ٹھہرایا اور فی الدار اس کی خبر ہوگئی۔**و مثل قولک ما احد خیر منك فان النکرة فیها وقعت فی خیر النفی فافادت عموم الافراد وشمولها فتعینت وتخصصت فانه لا تعد د فی جمیع الافراد بل هو امر واحد.** اسمیں اس نکرہ کی مثال ہے جسکی تخصیص عموم اور شمول افراد کی وجہ سے ہوئی ہے جیسے ما احد خیر منك میں ہے۔نکرہ نفی کے خیر میں واقع ہوکر مفید عموم اور شمول افراد ہوگیا ہے پس اس عموم کی بنا پر وہ نکرہ مخصص اور متعین ہوگیا کیونکہ جمیع افراد میں تعدد نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک امر واحد مانا جاتا ہے جیسے دس کا عدد ہے کہ یہ مجموعہ امر واحد مانا جاتا ہے افراد کے تعدد کا لحاظ اسمیں نہیں ہوتا۔**و کذا کل نکرة فی الاثبات قصد بها العموم نحو تمره خیر من جرادةٍ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ حضرت خلیفۃ المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول تمرة خیر من جرادة سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں نکرہ کلام مثبت میں واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے وہ نکرہ یہاں ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نکرہ سے مراد مطلق نکرہ نہیں بلکہ وہ نکرہ مراد ہے جس سے مقصود عموم اور شمول افراد ہو خواہ کلام منفی میں ہو خواہ کلام مثبت میں لہٰذا مثال مذکور سے قاعدہ مذکور کا انتقاض ثابت نہیں ہوا۔**و مثل قولهم شرّاهر ذاناب لتخصصه بما یتخصیص به الفاعل لشبهه به اذ یستعمل فی موضع ماهر ذاناب الاشر و ما یتخصص به الفاعل قبل ذکره هو صحته کو نه محکو ما علیه بما السند الیه فانک اذا قلت قام علم منه ان مایذکر بعده امره یصح ان یحکم علیه باللقیام فاذا قلت رجل هو فی قوة رجل موصوف بصحة الحکم علیه بالقیام** یہ اس نکرہ کی مثال ہے جس کی تخصیص شبہ فاعل ہونے سے ہوئی ہو اور عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ شرا ہر ذاناب کی ترکیب

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مفید تخصیص نہیں کیونکہ اس میں حروف حصر نہیں ہے جس سے خصوصیت نکرہ حاصل ہو سکے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکا جواب دیا کہ حروف حصر اگر چہ لفظ میں نہیں لیکن معنٰی میں موجود ہیں کیونکہ یہ اصل میں ما اھر ذناب الاشر سے پس مثال مذکور کا نکرہ اس چیز سے خاص ہوا جس سے فاعل خاص ہوتا ہے کیونکہ یہ شر کا لفظ مذکور فی المثال فاعل کے مشابہ ہے۔ کیونکہ حصر کے مقام میں ما اھر ذاناب الاشر استعمال کرتے ہیں اور وہ چیز جس سے فاعل کی خصوصیت فاعل کے ذکر کرنے سے پیشتر حاصل ہوتی ہے وہ فاعل کا محکوم علیہ ہوتا ہے پس جب قام کہیں گے تو اس سے یہ معلوم ہو جاویگا کہ اس قام کے بعد جو امر مذکور ہوگا اسکا قیام کیلئے محکوم علیہ ہونا صحیح ہوگا پس جب رجل کہیں گے تو یہ رجل موصوف بصحته الحکم علیه بالقیام کے حکم اور قوت میں ہوگا یعنی وہ رجل کھڑا ہوا قیام کا محکوم علیہ ہے لہٰذا ترکیب مذکور میں چونکہ شر کا لفظ فاعل حکمی ہے اور فاعل خاص ہوتا ہے اس لیئے مبتداء واقع ہوا ہے اور اسکے مابعد خبر ہے۔

و اعلم:.....

ان المهر للكلب بالنباح المعتاد قديكون خيرا كما اذا كان لمجئ حبيب مثلاً وقد يكون شرا كما اذا كان مجئ عدو والمهر لهم بنباح غير معتاد يتشاأم به فيكون شرالاخيراً فعلى الاول يصح القصر بالنسبة الى الخير ومعناه شرلاخيرا هر ذاناب وعلى الثانى لايصح.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلم سے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ کلب کا مہر کبھی نباح معتاد سے ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ اچھا ہوگا جیسے مثلاً دوست کا آنا ہے اور کبھی غیر معتاد سے ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ شر ہوگا جیسے دشمن کا آنا ہے اور مہر لہ نباح غیر معتاد سے بدفالی لیتے ہیں پس وہ شر ہی ہوگا نہ خیر لہٰذا بنا بر اول بہ نسبت خیر کے حصر درست ہے جسکی تقدیر پر یہ معنٰی ہوں گے شر ہی ہے خیر نہیں جس نے ذاناب کو بھونکا یا اور بنا بر ثانی حصر درست نہیں ہے۔ **فيقدر وصف حتى يصح القصر فيكون المعنى شر عظيم لاحقير اهر ذاناب وهذا مثل يضرب الرجل قوى ادركه العجز فى حادثة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مہر کلب کا جب نباح غیر متعاد سے ہو تو اس صورت میں نکرہ کی تخصیص وصف مقدر سے کیجائیگی جس کی تقدیر شر عظیم اھر ذاناب ہے لہٰذا وصف مقدر سے شر کی خصوصیت حاصل ہوگی اس لئے وہ مبتداء واقع ہو سکتا ہے اور یہ مثال اس شخص کے متعلق بیان کی جاتی ہے جو نہایت قوی با اقتدار آدمی ہو لیکن کسی حادثہ میں گرفتار ہو کر عاجز اور کمزور ہو جائے۔ **و مثل قولك فى الدار رجل لتخصصه بتقديم الجز لانه اذ قيل فى الدار علم ان ما يذكر بعده موصوف بصحة استقراره فى الدار فهو فى قوة التخصيص بالصفة.** یہ اس نکرہ کی مثال ہے جس کی تخصیص تقدیم خبر سے ہوئی ہو رجل فی الدار کے مقدم کرنے سے خاص ہوا ہے کیونکہ جب فی الدار کہیں گے تو اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کے بعد جو مذکور ہوگا۔ وہ دار میں استقرار کی صفت پر موصوف ہوگا پس یہ صفت کی تخصیص کے حکم اور قوت میں ہوا لہٰذا اس کا مبتداء واقع ہونا درست ہوگا **و مثل قولك سلام عليك لتخصصه بالنسبة الى المتكلم اذا صله سلمت سلاما عليك فحذف الفعل و عدل الى الرفع لقصد الدوام و الاستمرار فكانه قال سلامى اى سلام من قبلى عليك هذا هو المشهور فيما بين النحاة.**

اس میں اس نکرہ کی مثال ہے جس کی تخصیص نسبت متکلم سے ہوئی ہے یعنی مثال مذکور میں سلام کا لفظ باعتبار نسبت متکلم کے خاص ہو گیا ہے کیونکہ یہ اصل میں سلمت سلاما علیك تھا پس سلمت کا فعل محذوف کیا گیا اور اسمیہ کی طرف عدول کیا گیا۔ جس سے مقصد دوام اور استمرار ہوتا ہے پس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گویا سلام من قبلی علیك کہد یا یہ وجوہات خصوصیت جواوپر بیان ہوئیں نحات کے درمیان مشہور اور مروج ہیں۔ **و قال البعض المحققین منهم مدار صحة الاخبار عن النكرة على الفائدة لا على ما ذكروه من الخصيصات التي يحتاج في توجيهها تها الىٰ هذاه التكلفات الركيكة الراهية فعلى هذا يجوزان يقال كوكب انقض الساعة لحصول الفائدة ولا ليجوزان يقال رجل قائم بعد مه و هذا لقول اقرب الى الصواب.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بسا اوقات نکرہ غیر مخصوصہ بھی مبتداء واقع ہوتا ہے جیسے کوکب انقض الساعتہ میں کوکب نکرہ غیر مخصوصہ مبتداء واقع ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کے جواب میں بعضے محققین یعنی ابن الدیان نے کہا ہے کہ نکرہ کے مبتداء واقع ہونیکا دارومدار مبنی بر فائدہ ہے مذکورہ تخصیصات پر مبنی نہیں جنکی توجیہات میں ان واہی اور ضعیف تکلفات کی حاجت اور ضرورت پڑتی ہے چونکہ کوکب انقض الساعۃ کی مثال میں ایک جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کا بغیر تخصیص کے مبتداء واقع ہونا درست اور جائز ہے اور رجل قائم میں چونکہ مخاطب کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لیئے یہاں رجل کا مبتداء واقع ہونا درست نہیں ہے اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے کیونکہ اسی پر استعمال قرآن ہے جیسے **و وجوه يومئذ ناظرة، وبل من مزيد** وغیرہ میں ہے۔ **و لما كان الجز المعرف فيها سبق مختصا باالمفر دلكرنه قسما من الاسم فلم يكن الجملة داخلة فيه ارادان يشير الى ان جز المبتداء قد يقع جملة ايضا فقال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خبر جس کی ماسبق میں تعریف ہو چکی ہے وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے مجرد ہو اور یہ مفرد سے مخصوص ہے کیونکہ یہ اسم کی اقسام میں سے ایک قسم ہے پس اس کی تعریف میں جملہ داخل نہیں ہوا کیونکہ وہ مرکب ہے حالانکہ جملہ بھی خبر واقع ہوتا ہے آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس کے جواب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کبھی مبتداء کی خبر جملہ بھی واقع ہوتا ہے **و الجز قد يكون جملة اسمية مثل زيد ابوه قائم و فعلية مثل زيد قام ابوه.** یعنی مبتداء کی خبر کبھی جملہ بھی واقع ہوتا ہے خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے زید ابوہ قائم میں ہے خواہ فعلیہ ہو جیسے زید قام ابوہ میں ہے۔ **و لم يذكر الظرفية لانهما راجعة الى الفعلية** اس میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جملہ ظرفیہ بھی خبر واقع ہوتا ہے اس کو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیونکر ذکر نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جملہ ظرفیہ چونکہ مقدر بفعل ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ راجع فعلیہ کی طرف ہے اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا **و اذا كان الجز جملة و الحملية مشقلمية بنفسها لا تقتضى الارتباط بغيرها** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فلابد من عاید کا قول اس شرط مقدر کی جزا ہے یعنی مبتداء کی خبر جب جملہ ہو اور جملہ مستقلہ بنفسہا ہوتا ہے غیر کے ساتھ ارتباط اور تعلق کے محتاج نہیں ہوتا اس لئے اس میں عائد کی ضرورت ہے جس سے اس کا مبتداء سے تعلق حاصل ہو سکے۔ **فلا بد فى الجمله الواقعة جزًاعن المبتداء من عائد يربطها به وذلك العائد اما ضمير كما فى المثالين المذكورين اوغيره كاللام فى نعم الرجل زيداووضع المظهر موضع المضمر فى نحو الحاقته والحاقته و كون الجز تفسيرًا اللمبتداء نحو قل هو الله احد.** یعنی اصل جملہ میں جو مبتداء کی خبر واقع ہو عائد کی سخت ضرورت ہے جس سے اسکا مبتداء سے ارتباط اور تعلق حاصل ہو اور وہ عائد عام ہے خواہ ضمیر ہو جیسے امثال مذکورہ میں ہے خواہ غیر ضمیر ہو جیسے الف ولام نعم الرجل زید کے یا وضع مظہر موضع مضمر میں جیسے الحاقتہ میں ہے یا خبر کا مبتداء کیلئے تفسیر ہونا جیسے قل ھو اللہ احد میں ہے یہ سب عائد کے حکم میں ہے انمیں اس قاعدہ کلیہ پر ایک

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اعتراض وارد ہوا جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ البر الکر بستین درھمًا والسمن منوان بدرھم کی امثال کے منقوض ہے کیونکہ یہاں خبر جملہ ہے اور باوجود اسکے یہاں عائد نہیں ہے آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اسکا جواب دیتے ہیں کہ کبھی یہ عائد محذوف بھی ہوتا ہے۔

وقد یحذف العائد اذا کان ضمیر القیام قرینة نحو البر الکر ستین درھما والسمن منوان بدرھم ای الکر منه بقرینةاین بائع البر والسمن لایسعیر غیرھما یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ اگر وہ عاید ضمیر ہو تو وہ قرینہ کے موجودگی میں محذوف ہوگا جیسے البر الکر ستین درھما اور والسمن منوان بدرھم میں ضمیر منہ محذوف ہے اور اسکا قرینہ ہے کہ براور سمن کا خریدار سوائے براور سمن کے کسی دوسری چیز کا نرخ نہیں کرتا یہی نرخ اس کا قرینہ ہے کہ یہاں منہ محذوف ہے **وما وقع ظرفا ای الجز الذی وقع ظرف زمان او مکان او جاراومجرورًا** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ما موصولہ سے خبر کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ خبر جو ظرف زمان یا ظرف مکان یا جار و مجرور واقع ہو وہ مقدر بجملہ ہوگی۔ **فالاکثر من النحاة وھم البصریون علیٰ** اسکے بڑھانے سے مقصد یہ ہے کہ یہاں اکثر سے مراد بصریین ہیں۔ **انه ای الجز الواقع ظرفا** اسکے بڑھانے سے اشارہ کیا کہ انہ کی ضمیر اس جز کی طرف راجع ہے جو ترکیب میں ظرف واقع ہو **مقدر ای مؤول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ باء کا صلہ تقدیر ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ تقدیر کا صلہ فی کا کلمہ آتا ہے باء نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ تقدیر کے معنٰی یہاں تاویل کے ہیں اور معلوم ہے کہ تاویل کا صلہ کلمہ باء مستعمل ہوتا ہے۔

بجملة بتقدیر الفعل فیه لانه اذا قدر فیه الفعل یصیر جملة بخلاف مااذا قدر فیه اسم الفاعل کماھو مذھب الاقل وھم الکوفیون فانه یصیر حینئذ مفرداووجه الاکثران الظرف لابدله من متعلق عامل فیه والاصل فی العمل ھو الفعل فاذا وجب التقدیر فالاصل اولیٰ ووجه الاقل انه جزوالاصل فی الجز الافراد.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے تشریح یہ ہے کہ مقدر صرف فعل ہی ہوتا ہے جملہ مقدر نہیں ہوتا پس مقدر بجملہ کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہاں جملہ سے مجازا مراد فعل ہے بحکم ذکر کل مراد جز یعنی جب ظرف خبر واقع ہو تو اس میں فعل کا مقدر ہونا ضروری ہے کیونکہ جب اس میں فعل مقدر کیا جائے گا تو اس صورت میں وہ جملہ بن جاویگا بخلاف اس کے کہ جب اس میں اسم فاعل مقدر کیا جائے جیسے یہ مذہب اقل یعنی کوفیین کا ہے کہ اس صورت میں وہ مفرد مانا جائیگا اور دلیل اکثر یعنی بصریین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف میں متعلق عامل کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور عمل میں اصل فعل ہے پس جب تقدیر ضروری ٹھہری تو اصل کی تقدیر اولیٰ ہوگی اور دلیل اقل یعنی کوفیین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل افراد ہے اور مفرد صرف اسم ہی ہوتا ہے لہٰذا ظرف میں اسم فاعل مقدر مانا جائے گا۔ **ثم ان الاصل فی المبتداء التقدیم و جاز تا خیره لکن قد یجب لعارض کما اشار الیه بقوله** پھر اصل مبتداء میں تقدیم ہے خبر پر اور اس کی تاخیر بھی جائز ہے لیکن کبھی عارض کی وجہ سے اس کی تقدیم واجب بھی ہو جاتی ہے جیسے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اذا کان المبتداء .....الخ..... کے قول میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے **و اذ کان المبتداء مشتملا علیٰ ماله صدر الکلام ای علی معنٰی وجب له صدر الکلام کا الاستفھام فانه یجیب حینئذٍ تقدیم حفظا لصدا رتبه مثل من ابوك فان من مبتداء مشتمل علی ماله صدر الکلام و ھو الاستفھام.** یعنی جب مبتداء اس معنٰی پر مشتمل ہو جس کے لئے صدارت کلام واجب ہو جیسے استفہام ہے تو اس صورت میں بغرض حفظ صدرت اس کی تقدیم خبر پر واجب ہے جیسے من

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوك میں من کا کلمہ مبتداء ہے کیونکہ یہ استفہام کے معنٰی پر مشتمل ہے جو صدرت کلام کو چاہتا ہے اور اگر موخر کرتے ہیں تو صدرت فوت ہوتی ہے اسلئے اسکا مقدم کرنا واجب ہوا۔ **فان معناه اهذا ابوك ام ذالك وابوك خيره وهذا مذهب سيبويه وذهب بعض النحاة الى ان ابوك مبتداء لكونه معرفته ومن خبره الواجب تقديمه على المبتداء لتضمنه معنى الاستفهام** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ من ابوك کی ترکیب میں کلمہ من نکرہ ہے پس اسکا مبتداء ہونا کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ من کا کلمہ ظاہری صورت میں اگرچہ نکرہ ہے لیکن معنٰی میں معرفہ ہے کیونکہ اسکے معنٰی اهذا ابوك ام ذاك کے ہیں پس اشارہ کرنے سے معرفہ ہوا اور ابوك من کی خبر ہے اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور بعضے نحات اسطرف گئے ہیں کہ ابوك مبتداء ہے کیونکہ وہ معرفہ بالاضافت ہے اور من اسکی خبر ہے بوجہ شامل ہونے معنٰی استفہام کے مبتداء پر وجوباً مقدم ہوگئی ہے چونکہ مصنف کے نزدیک سیبویہ کا مذہب مختار تھا اسلئے اس کو ذکر کیا اور دوسرے مذہب کا ذکر چھوڑ دیا۔ **او كان اى المبتداء والخبر معرفتين متساوين فى التعريف او غير متساوين** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مبتداء اور خبر کا معرفہ ہونا عام ہے خواہ تعریف میں تساوی ہوں خواہ غیر تساوی **و لاقرينته على كون احد هما مبتداء والاخر خبرًا نحو زيد المنطلق** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ مبتداء اور خبر دونوں یہاں معرفے ہیں باوجود اسکے یہاں تقدیم مبتداء خبر پر واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں ایک کے مبتداء ہونے اور دوسرے کے خبر ہونیکا قرینہ نہ ہو اور یہاں ابو یوسف کے مبتداء ہونے اور ابوحنیفہ کے خبر ہونیکا قرینہ موجود ہے اور وہ تشبیہ ہے اور مبتداء خبر معرفتین کی مثال زیداً المنطلق ہے۔ **او كانا متساوين فى الاصل التخصيص لافى قدره حتى لوقيل غلام رجل صالح خبر منك لوجب تقديمه ايضًا** مثل اسمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ غلام رجل صالح خیر منك کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ یہاں درمیان مبتداء اور خبر کے تعریف میں مساوات نہیں اور باجود اسکے یہاں مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مراد مساوات سے مساوات اصل تخصیص میں ہے قدر میں مساوات مقصود نہیں ہے اسی وجہ سے مثال مذکور میں بھی تقدیم مبتداء خبر پر واجب ہے۔ **افضل منى افضل منك رفعاً للاشتباه** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ فعل مقدر یجب کا مفعول لہ ہے جس کی تقدیر یجب تقديم المبتداء فى الصورتين رفعا للاشتباه ہوگی۔ **او كان الخبر فعلا له اى المبتداء احتراز عما لايكون فعلًا له كما فى قولك زيد قائم ابوه فانه لا يجب فيه تقديم المبتداء لجواز قام ابوه زيد لعدم الالتباس.** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ لہ کی ضمیر مجرور مبتداء کی طرف راجع ہے اور یہ قول احتراز ہے اسمیں اس خبر سے احتراز کیا جو مبتداء کا فعل نہ ہو جیسے زید قام ابوہ کے قول میں قیام زید کا فعل نہیں ہے یہاں مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب نہیں کیونکہ یہاں قام ابوزید بھی جائز ہے اسلئے یہاں التباس کا اندیشہ نہیں ہے۔

مثل زيد قام وجب تقديمه اى تقديم المبتداء على الخبر فى هذه الصور اما فى الصور الاول فلما ذكرنا واما فى الصورة الاخيرة فلئلا يلتبس المبتداء بالفاعل اذا كان الفعل مفردًا مثل زيد قائم فانه اذا قيل قام زيد التبس المبتداء بالفاعل.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس خبر کی مثال جو مبتداء کا فعل ہو زید قام ہے یعنی جب مبتداء اس معنٰی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کی مقتضی ہوں یا مبتداء اور خبر دونوں معرفے ہوں یا مبتداء اور خبر دونوں اصل تخصیص میں مساوی ہوں یا خبر مبتداء کا فعل ہو تو ان جملہ صورتوں میں مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب اور ضروری ہے صورتِ ثلاثہ اول میں تقدیم کی دلیل اور وجہ بیان ہو چکی ہے اور صورت آخر میں مبتداء کی تقدیم اسلئے ضروری ہے کہ مبتداء کا فاعل سے التباس نہ ہو اس صورت میں جس میں فعل مفرد ہوتا ہے جیسے زید قام میں ہے کہ اس میں اگر زید قام کہیں گے تو اس صورت میں مبتداء کا فاعل سے التباس ہو جائیگا نہ معلوم ہوگا کہ زید فاعل ہے۔

بالمبتداء او بالبدل عن الفاعل اذا کان مثنی او مجموعًا فانه اذا قیل فی مثل الزیدان قاما والزیدون قامو اقاما الزیدان وقاموا الزیدون یحتمل ان یکون الزیدان والزیدون بدلاعن الفاعل فالتبس المبتداء به.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء کے فاعل سے ملتبس ہونے کی صورت میں وہاں درست ہے جہاں فعل مفرد ہو جیسے زید قام میں ہے لیکن جہاں فعل مثنی یا جمع ہو وہاں یہ صورت درست نہیں ہے جیسے الزیدان قاما اور الزیدون قامو اکی مثال میں ہے کیونکہ یہاں مبتداء کا فاعل سے التباس نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ یہاں اگرچہ مبتداء کا فاعل سے التباس نہیں لیکن فاعل کے بدل سے التباس ضرور ہے کیونکہ اگر بجائے الزیدان قاما والزیدون قاموا کے قاما الزیدان و قاموا الزیدون پڑھیں گے تو اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ الزیدان اور الزیدون فاعل سے بدل واقع ہوں پس اس صورت میں مبتداء فاعل کے بدل سے ملتبس ہو جائے گا اسلئے تقدیم مبتداء ضروری ٹھہری۔ **او باالفاعل علی هذا التقدیر ایضا علی قول من یجوز کون الالف والواؤ حرفًا دالًا علی تثنیته الفاعل وجمعه کالتاء فی ضربت هند** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے اعتراض کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جسکی تشریح اسطرح کرتی ہیں کہ یا مبتداء عین فاعل سے ملتبس ہوگا اس تقدیر پر بھی اس شخص کے قول کی بناء پر جو الف اور واؤ کے فاعل کے تثنیہ اور جمع پر حروف دالہ کے جواز کا قائل ہے جیسے ضربت ہند میں کلمہ تا ہے یعنی جس شخص کے نزدیک الف اور واؤ علامت تثنیہ اور جمع فاعل ہے اسکے نزدیک یہاں مبتداء کا عین فاعل سے التباس لازم آئیگا اسکے نزدیک ہر حال میں تقدیم ابتدا ضروری اور لازمی ثابت ہوئی۔ **و اذا تضمن الجز المفرد** ای **الذی لیس بجملة صورة سواء کان یحسب الحقیقة جملة او خیر جملة** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ الجز کے الف ولام عہدی ہے اس سے اس جز کی طرف اشارہ ہے جو صورت میں جملہ نہ ہو خواہ بحسب حقیقت جملہ ہو یا غیر جملہ۔

ماله صدر الکلام:.....

ای معنٰی وجب له صدر الکلام کالاستفهام مثل این زید فزید مبتداء واین اسم متضمن للاستفهام جزه وهو ظرف فان قدر یفعل کان الجز جملة حقیقه مفردًا صورة وان قدر باسم الفاعل کان الجز مفردًا صورة وحقیقة وعلی التقدیر ین لیس بجملة صورة واحترز به عن نحو زید این ابوه اذلاتبطل تباخیره صدرته ماله صدر الکلام لتصدره فی جملة.

یعنی جب خبر معنٰی استفہام کے متضمن ہو جیسے این زید میں زید مبتداء ہے اور این اسم یعنی استفہام کی متضمن ہے اور یہ ظرف ہے پس اگر اسمیں فعل مقدر مانا جائے تو اس صورت میں یہ خبر حقیقت میں جملہ ہوگا اور صورت میں مفرد اور اگر اس میں اسم فاعل مقدر کیا جائے تو اس صورت میں خبر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حیثیت اور صورۃً مفرد مانا جائے گا اور دونوں تقدیروں کی بناپر صورتمیں یہ خبر جملہ نہیں ہے اور اسمیں زیدابن ابوہ کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ اسمیں خبر کی تاخیر سے ما له صدر الکلام کی صدارت باطل نہیں ہوتی کیونکہ یہ جملہ کے صدر میں واقع ہے۔ **او کان الجز بتقدیمه مصححا له ای للمبتداء من حیث انه مبتداء فتقدیمه یصح وقوعه مبتداء نحو فی الدار رجل فان الدار جز تخصص المبتداء بتقدیمه کما عرفت فلو احز بقی المبتداء** نکرۃ غیر مخصوصۃ یا جز کی تقدیم سے مبتداء کا مبتداء واقع ہونا صحیح ہو جیسے فی الدار رجل میں فی الدار خبر ہے جس کی تقدیم سے مبتداء یعنی رجل کی خصوصیت ہوگئی جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے پس اگر فی الدار کے لفظ کو رجل سے مؤخر کریں گے تو اس صورت میں مبتداء نکرہ غیر مخصوصہ باقی رہ جائے گا جس کی بناپر اسکی ابتدائیت درست نہیں ہوگی۔ **او کان لمتعلقه بکسر اللام ای کان لمتعلق الجز التابع له بتبعیة یمتنع معها تقدیمه علی الجز فلا یرد نحو علی اللّٰه عبده متو کل** متعلق کا لفظ مکسور اللام ہے یعنی یا خبر کے متعلق کی ضمیر ہو مبتداء میں اور خبر کا متعلق خبر کا تابع ہو جس کے ساتھ تقدیم اس متعلق کی خبر پر ممتنع ہو پس اس تقدیر کی بناء پر علی اللّٰه عبده متو کل کا اعتراض وارد نہیں ہوگا کیونکہ اسمیں عبدہ کا لفظ اگرچہ مبتداء ہے اور متوکل اسکی خبر ہے اور علی اللہ خبر کا متعلق ہے اور مبتداء میں خبر کے متعلق کی ضمیر ہے اور باوجود اسکے یہاں تقدیم خبر مبتداء پر واجب نہیں لیکن یہاں متعلق خبر ایسا تابع نہیں جس کی متابعت کی بناء پر مبتداء کی تقدیم خبر پر ممتنع ہو کیونکہ یہاں علی اللّٰه عبده متو کل بھی جائز ہے اسلئے کہ متابعت سے یہاں وہ متابعت مراد ہے جسکی بناپر تقدیم مبتداء سے اضمار قبل الذکر لفظا او معنًی لازم آتا ہو اور وہ یہاں مثال مذکور میں مفقود ہے۔ **ضمیر کائن فی جانب المبتداء راجع الی ذلک المتعلق اذ لو اخر لزم الاضمار قبل الذکر لفظا ومعنا مثل علی التمرة مثلها زبدا مثلها ای مثل التمرة مبتداء وفیه ضمیر لمتعلق الجز وهو التمرة لان الجز هو قوله علی التمرة والتمرة متعلق به مثل تعلق الجزء بالکل.** یعنی مبتداء میں جو ضمیر ہو وہ اسی متعلق خبر کی طرف راجع ہو تو اس صورت میں بھی خبر مبتداء پر مقدم ہوگی کیونکہ اگر موخر کریں گے تو اضمار قبل الذکر لفظا او معنًی لازم آئیگا اور یہ باطل ہے مثال اس خبر کی جو مبتداء پر مقدم ہو اور مبتداء میں متعلق کی ضمیر ہو علیٰ التمرة مثلها زبدا ہے پس مثلها کا قول ترکیب میں مبتداء ہے اور اسمیں متعلق خبر کی ضمیر ہے اور متعلق جز التمرة ہے کیونکہ جز علی التمرة مجموعہ ہے اور تمرۃ اسکا متعلق ہے اور یہ تعلق ایسا ہے جیسا کہ تعلق جز کا کل سے ہوتا ہے۔ **او کان الجز جزاً عن اَنَّ المفتوحة الواقعة مع اسمها وخبرها الموؤل بالمفرد مبتداء اذفی تاخیره خوف لبس ان المفتوحة بالمکسورة فی التلفظ لامکان الذهول عن الفتحة لخفائهما اوفی الکتابة مثل عندی انك قائم وجب تقدیمه ای تقدیم الجز علی المبتداء فی جمیع هذا الصور لما ذکرنا.** یعنی یا جز ان مفتوحہ سے خبر واقع ہو یعنی ان حرف مشبہ بفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتداء ہوا اور خبر مذکور اسکی خبر ہو تو اس صورت میں بھی تقدیم خبر واجب ہے کیونکہ تاخیر کی صورت میں ان مفتوحہ کے ان مکسورہ سے التباس کا خوف ہے کیونکہ ممکن ہے کہ فتحہ ذہن سے نکل گیا ہو یا کتابت میں رہ گیا ہو اسلئے تقدیم خبر واجب ہے اور اس خبر کی مثال جو ان کی خبر واقع ہو عندی انك قائم ہے کہ اس میں عندی کی تقدیم انك قائم پر واجب ہے کیونکہ انك قائم بتاویل مفرد ہو کر عندی کا مبتداء ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ان درمیان کلام میں واقع ہو تو وہ مفتوح ہوتا ہے پس اگر یہاں عندی کو مؤخر کریں گے تو اس صورت میں ان مفتوحہ کا ان مکسورہ سے التباس واقع ہوگا لہٰذا ان تمام مذکور صورتوں میں خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب اور ضروری ثابت ہوئی۔

و قد یتعد و الجز من غیر تعدو الجز عنه فیکون اثنین فصاعدا وذلک المتعدد اما بحسب

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللفظ والمعنٰی جمیعا و یستعمل ذلک علی وجهین بالعطف مثل زید عالم وعاقل وبغیر العطف مثل زید عالم عاقل واما یحسب اللفظ فقط نحو هذا حلو حامض فانهمافی الحقیقة خبر واحد ای امر واحد فی هذه الصورة ترک العطف اولیٰ ونظر بعض النحاة الی صورة التعدد وجوز العطف.

یعنی کبھی خبریں متعدد ہوتی ہیں اور مخبر عنہ یعنی مبتداء متعدد نہیں ہوتا پس جزء دو یا اس سے زیادہ بھی ہوتی ہیں اور یہ متعدد بحسب لفظ اور معنٰی دونوں کے ہوگا اور اسکا استعمال دو طرح کا ہے عطف کیساتھ جیسے زید عالم وعاقل میں ہے اور بغیر عطف کے جیسے زید عالم عاقل میں ہے اور یا یہ متعدد صرف فقط بحسب لفظ کے ہوگا جیسے ہذا حلو حامض میں ہے کہ یہ دونوں الفاظ حقیقت میں خبر واحد یعنی مفرد کے معنٰی میں نہیں ہیں اور اس صورت میں ترک عطف اولیٰ ہے اور بعضے نحات نے صوری تعدد کیطرف نظر کرکے عطف کو یہاں بھی جائز مانا ہے۔ و لا یعدان یقال مراد المصنف بتعدد الجز ما یکون بغیر عاطف لان التعدادبالعطف لاخفاء به لافی الجز ولافی المبتداء ولافی غیرهما اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اس متعدد کی بحسب لفظ اور معنٰی دونوں کے دو قسمیں ہوئیں ایک مع عاطف ثانی بغیر عاطف کے پس مصنف کافیہ نے اول قسم کی مثال ذکر نہیں کی اور ثانی کی مثال ذکر کردی ہے اسکی کیا وجہ ہوسکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ تعدد خبر سے مصنف کی مراد وہ تعدد ہے جو بغیر عاطف کی ہو کیونکہ تعدد بعاطف میں کوئی خفا نہیں ہے نہ خبر میں نہ مبتداء اور نہ غیر ہما میں بخلاف تعدد کے بغیر عاطف کہ اسمیں خفاء ہے کیونکہ وہ جانب مبتداء میں جائز نہیں ہے پس اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ جانب خبر میں بھی جائز نہ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے اسی وجہ سے مصنف نے تعدد جز کی مثال لاکر جواز پر تنبیہ کی ہے۔ و ایضا المتعدد بالعطف لیس بجز بل هو فی توابعه ولهذا اورد فی المثال الجز المتعدد بغیر عاطف ولوجعل التعدادعم فالاختصارعلیه لذالک اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متعدد بالعاطف حقیقت میں خبر نہیں بلکہ وہ خبر کے توابع میں سے ایک تابع ہے اور اسی وجہ سے مصنف نے جز متعدد کی مثال بغیر عاطف کے ذکر کی ہے اور اگر تعدد عام ٹھہرایا جائے خواہ بالعاطف ہو خواہ بغیر عطف کے تو اس صورت میں خبر متعدد کی مثال میں ترک عطف پر اختصار کرنا اسی عدم خفاء کی وجہ سے ہوگا کیونکہ خبر متعدد بالعطف میں خفاء نہیں اسلئے اسکی مثال لانے کی بھی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ وقد یتضمن المبتداء معنٰی الشرط و هو سببیة الاول للثانی اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرط کے معنٰی بتائے ہیں کہ شرط کے معنٰی سببیت اول ثانی کیلئے ہیں یعنی شرط جزا کیلئے سبب ہوتا ہے او للحکم به فلایرد علیه نحو ما بکم من نعمة فمن الله فیشبه المبتداء الشرط فی السببیة للجز کسببیة الشرط للجزاء اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ شرط سبب اور جزا مسبب ہوتا ہے حالانکہ نعمت کا الصاق من اللہ ہونا سبب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ شرط کا سبب ہونا عام ہے خواہ الصاق کا سبب ہو خواہ من اللہ ہونے کے حکم کیلئے سبب ہو یہاں یہ ثانی معنٰی مقصود ہیں جسکی تقدیر پر آیۂ شریفہ کے معنٰی ہونگے کہ جو کچھ نعمتیں تم کو ملتی ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے ہیں یعنی جب مبتداء میں شرط کے معنٰی پائے جائیں تو اس صورت میں مبتداء اپنے خبر کیلئے سببیت میں شرط کے مشابہ ہوگا۔ یعنی جس طرح شرط جزا کے لئے سبب ہوتا ہے اسی طرح مبتداء اپنے خبر کے لئے سبب ہوگا۔

فیصح دخول الفاء فی الجز ویصح عدم دخوله فیه نظرا الی وجود تضمن المبتداء معنٰی الشرط وما اذا قصد ولالم علیٰ ذلک المعنٰی فی اللفظ فیجب دخول الفاء فیه واما اذا لم یقصد فلم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یجب دخول فیه بل یجب عدمه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ شرط کے معنیٰ پر دلالت کرنا متکلم کا مقصود ہے یا نہیں بنا بر اول جز میں فاء کا لانا واجب اور ضروری ہے بنا بر ثانی ممنوع ہے پس یصح دخول الفاء فی الجز کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ خبر میں فاء کا لانا بہ نظر مجرد تضمن مبتداء کے معنیٰ شرط کے ہے قطع نظر از دلالت وعدم دلالت بہر حال اگر متکلم کا مقصود معنیٰ شرط پر لفظ میں دلالت کرنا ہے تو اس وقت خبر میں فاء کا لانا ضروری ہے اور اگر دلالت مقصود نہیں تو اس صورت میں خبر میں فاء کا لانا واجب نہیں بلکہ اس کا لانا عدم واجب ہے۔

و ذالك المبتداء المتضمن معنى الشرط اما الاسم الموصول بفعل او ظرف اى الذى جعلت صلة جملة فعلية او ظرفية موؤلة بجملة فعلية ههنا بالاتفاق وانما الشرط ان تكون صلة فعلاً اور ظرفًا موؤلاً بالفعل ليتاكد مشابة الشرط لان الشرط لايكون الا فعلاً.

یعنی وہ مبتداء جو متضمن معنیٰ شرط کے ہو وہ یا تو وہ اسم موصول ہے جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو یا وہ ظرف ہے جو موؤل بجملہ فعلیہ ہو اور یہاں ظرف کا موؤل بجملہ فعلیہ ہونا بالاتفاق ہے اور صلہ کا جملہ فعلیہ ہونا یا ظرف کا موؤل بجملہ فعلیہ ہونا اسلئے شرط کر دیا ہے کہ شرط کی مشابہت کی تاکید ثابت ہو جائے کیونکہ شرط ہمیشہ جملہ فعلیہ ہی ہوتی ہے۔ **و فى حكم الاسم الموصول المذكور الاسم الموصوف به.** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں موت کا لفظ ترکیب میں مبتداء متضمن معنیٰ شرط کے ہے اور باوجود اسکے یہ نہ موصول بفعل ہے اور نہ موصول بظرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ مصنف کافیہ کی عبارت میں معطوف مقدر ہے جسکی تقدیر و ذلك الاسم الموصول بفعل اوظرف اوالاسم الموصوف بالموصول المذكور ہے یعنی اس اسم موصول مذکور کے حکم میں وہ اسم بھی ہے جو اسم موصول مذکور سے موصوف ہو لہٰذا اب نقض مذکور آیت کا دفع ہوا کیونکہ اسمیں موت اسم موصول سے موصوف ہے۔ **او النكرة الموصوفة بهما اى باحدهما** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ او النكرة الموصوفة به کہنا مناسب ہے کیونکہ یہ عائد معطوف اور معطوف علیہ کی طرف راجع ہے اور اسمیں یہ قاعدہ ہے کہ اگر عطف بکلمہ او ہو تو اس صورت میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں مفرد کے حکم میں ہوتے ہیں دیکھئے زید او عمر قائم بولتے ہیں قائمان نہیں بولتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ مصنف کی عبارت میں مضاف یعنی احدہما مقدر ہے **و فى حكما الاسم المضاف اليها.** اسکے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ کل غلام رجل یاتنی او فی الدار فله درهم کی مثال کے منقوض ہے کیونکہ اسمیں غلام کا لفظ مبتداء متضمن معنیٰ شرط کے ہے اور باوجود اسکے یہ موصول بفعل یا موصول بظرف نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت میں یہاں بھی معطوف مقدر ہے جسکی تقدیر او النكرة الموصوفة بهما او الاسم المضاف اليهما ہے یعنی اس نکرہ موصوف کے حکم میں وہ اسم بھی ہے جو نکرہ کی طرف مضاف ہو لہٰذا نقض مذکور مندفع ہوا۔ **مثل الذى ياليتنى بهذا مثال للاسم الموصول بفعل** یعنی یہ اسم موصول کی مثال ہے جس کا صلہ جملہ فعلیہ واقع ہوا ہو۔ **او الذى فى الدار هذا مثال للاسم الموصول بظرف** یعنی یہ اس موصول کی مثال ہے جس کا صلہ ظرف موؤل بجملہ فعلیہ واقع ہو۔ **فله درهم اما مثال الاسم**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الموصوف بالاسم الموصول المذکور فقوله تعالیٰ قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم اوراس اسم کی مثال جو اسم موصول سے موصوف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قول قل ان الموت الذی .....الخ..... ہے و مثل کل رجل یاعبتنی هذا مثال للاسم الموصوف بفعل یہ اس اسم کی مثال ہے جسکی صفت جملہ فعلیہ واقع ہوا ہو او کل رجل فی الدار هذا مثال للاسم الموصوف بظرف. یہ اس اسم کی مثال ہے جسکی صفت ظرف مؤول بجملہ فعلیہ ہو۔ فله درهم و اما مثال الاسم المضاف الی النکرة الموصوفة باحدهما فقولک کل غلام رجل یاتنی او فی الدار فله درهم اور اس اسم کی مثال جو نکرہ موصوفہ باحدہما کی طرف مضاف ہو کل غلام رجل یاتنی او فی الدار ہے مثالوں کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص میرے پاس آئے گا جو شخص گھر میں ہوگا اسکو ایک درہم ملے گا اب یہاں قاعدہ کلیہ مذکور بالا پر ایک نقص وارد ہوا جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ لیت اور لعل کے مبتداء سے منقوض ہے کیونکہ یہ مبتداء متضمن معنی شرط کے ہے اور باجود اسکے اسکی خبر میں فا کا لانا درست نہیں ہے آگے چلکر مصنف خود ہی اسکا جواب دیتے ہیں۔

لیت و لعل:.....

من الحروف المشبهة با لفعل اذا دخل علی المبتداء الذی یصح دخول الفاء علی جزه مانعان عن دخوله علیه لان صحته دخوله علیه انما کانت لمشابهة المبتداء والخبر للشرط والجزاء ولیت ولعل تزیلان تلک المشابهة کانهما تخر جان الکلام من الخبریته الی الانشائیة والشرط والجزاء من قبیل الاخبار وذلک المنع انما هوبالاتفاق من النحاة فلا یقال لیت او لعل الذی یأتنی اوفی الدار فله درهم.

اس میں اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لیت اور لعل جو حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں جب اس مبتداء پر داخل ہوں جسکی خبر میں فا کا لانا درست اور صحیح ہو تو یہ حروف خبر پر فاء کے داخل ہونے کو منع کرتے ہیں کیونکہ خبر پر فاء کا داخل ہونا اسلئے ضروری تھا کے مبتداء شرط کے مشابہ ہو اور خبر جزاء کے مشابہ اور یہ لیت و لعل اس مشابہت کو زائل کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں حروف کلام کو خبریت سے خارج کر کے انشا بنا دیتے ہیں اور شرط و جزاء اخبار کے قبیل سے ہوتے ہیں اور یہ منع دخول فا یہاں باتفاق نحات ہے پس لیت او لعل الذی یاتنی او فی الدار فله درهم خبر پر فا داخل کر کے نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ فان قیل باب کان و باب علمت ایضا مانعان باتفاق فماوجه تخصیص لیت و لعل یہ اوپر والے قاعدہ مذکورہ پر ایک سوال ہے جسکی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کان اور علمت بھی خبر پر فا کے داخل ہونے کو بالاتفاق منع کرتے ہیں پس لیت و لعل کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے۔ قیل تخصیصهما ببیان الاتفاق انما هو بین الحروف المشبهة لامطلقا ووجه ذلک التخصیص الاهتمام ببیان الاختلاف الواقع فیهما اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جسکی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ لیت اور لعل کی تخصیص اتفاق کے بیان میں صرف بہ نسبت حروف شبہ بالفعل کے ہے مطلقاً نہیں اور اس تخصیص کی وجہ اس اختلاف کے بیان کا اہتمام ہے جو حروف شبہ بالفعل میں واقع ہے۔ و الحق بعضهم قیل هو سیبویه اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ یہاں بعض سے مراد سیبویہ ہیں۔

ان المکسورة بهما ای بلیت و لعل فی المنع عن دخول الفاء علی الجز والاصح انهالاتمنع عنه لانها لاتخرج الکلام عن الجزیة الی الانشالیة یوئده قوله تعالیٰ:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا و ما تواوهم کُفَّارٌ فلن یقبل توبَتهمْo

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی سیبویہ نے ان مکسورہ کو بھی لیت ولعل سے ملحق کرکے خبر پر دخول فاء سے مانع قرار دیا ہے لیکن اصح یہی ہے کہ ان مکسورہ دخول فاء کا مانع نہیں کیونکہ یہ ان مکسورہ کلام کو خبریت سے خارج کرکے انشاء نہیں بناتا اور اسکی تائید اللہ تعالیٰ کا قول ان الذین کفروا .....الخ..... کرتا ہے کہ اسمیں ان مکسورہ کی خبر پر فاء کا کلمہ داخل ہوا ہے اگر منع ہوتا تو کلام خدا میں مستعمل نہ ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ منع نہیں ہے آیت شریفہ کے معنٰی یہ ہیں کہ بیشک جو لوگ کافر ہوگئے اور حالت کفر پر مر گئے ہیں انکی توبہ خدا کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ **فان قیل قدالحق بعضهم ان المفتوحة ولكن بليت ولعل فماوجه تخصيص ان المكسورة بالالحاق.** یہ ایک سوال ہے جو اوپر الحق بعضهم ان .....الخ..... کے قول پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ بعضے نحات نے ان مفتوحہ اور لکن کو بھی لیت ولعل سے ملحق کرکے دخول فا کے مانع قرار دیا ہے پس الحاق مذکور میں ان مکسورہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔

قيل بعضهم الذى الحق ان بهما هو سيبويه فاعتد بقوله وذكره ولم يعتد بقول من سواه فلم يذكره مع ان كلا بقولين لايساعدهما القران وكلام الفصحاء فما يدل على عدم منع ان المكسورة عن دخول الفاء على الجز ما سبق وما يدل على عدم منع ان المفتوحة ولكن عن دخول الفاء قوله تعالىٰ واعلمو انما غنتم من شيئى فان لله خمسه وقول الشاعر شعر

فوالله ما فارقتكم قاليا لكم

و لكن ما يقضٰى فسوف يكون

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ بعض سے مراد سیبویہ ہیں جنہوں نے ان مکسورہ کو لیت ولعل سے ملحق کرکے مانع دخول فا قرار دیا ہے کہ چونکہ مصنف کے نزدیک انکا قول معتبر تھا اسلئے اسکو ذکر کیا اور ان کے غیر کے قول کا اعتبار نہیں کیا اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا باوجود اسکے یہ دونوں قول قرآن شریف اور کلام فصحا کے موافق نہیں پس وہ جو ان مکسورہ کے دخول فاء کی عدم ممانعت پر دلالت کرتا ہے وہ ما سبق میں بیان ہو چکا اور وہ جو ان مفتوحہ اور لکن کے دخول فاء کی عدم ممانعت پر دلالت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قول و اعلموا انما عنتم .....الخ..... اور شاعر کا قول مذکور فی الشرح ہے شعر کے معنٰی یہ ہیں کہ بخدا تم سے دشمنی کرکے میں جدا نہیں ہوا ہوں لیکن جو حکم خدا میں منظور ہوتا ہے وہی سامنے آجاتا ہے۔ یعنی یہ فرقت خدا کو منظور تھی۔ **و قد يحذف المبتداء لقيام قرينة لفظية او عقلية.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ قرینہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ عقلی۔ **جوازاً اى حذفًا جائزًا لا واجباً** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ جوازا کا لفظ منصوب بنا بر مفعول مطلق ہونے کے ہے لیکن اسکی مصدریت باعتبار موصوف ہے اور اسمیں جو سوال جواب کی صورت ہے اسکی تشریح بار بار بیان ہو چکی ہے اسلئے یہاں اس سلسلہ کو بغرض اختصار چھوڑ دیا گیا ہے۔ **و قد يجب حذفه اذا قطع النعت بالرفع نحو الحمدلله اهل الحمد الى هو اهل الحمد.** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قد کا کلمہ سے ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء کے حذف کی دو قسمیں ہیں جائز، واجب جیسے الحمد للہ اہل الحمد میں مبتداء کا حذف واجب ہے پس مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اول کو ذکر کیا اور ثانی کو چھوڑ دیا اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ ثانی چونکہ قلیل ہے اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا بخلاف اول کے کہ وہ کثیر ہے اسلئے اسکو ذکر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کردیا یعنی قرینہ لفظیہ یا عقلیہ کی موجودگی میں مبتداء کا حذف کرنا جائز ہے اور کبھی قلت کے ساتھ یہ حذف واجب ہوتا ہے جیسے الحمدللّٰہ اھل الحمد میں ہے جسکی تقدیر ہوا اھل الحمد ہے یہ قاعدہ ہے کہ جب لغت کو منصوب سے منقطع کرتے ہیں تو اس صورتمیں اس کو مرفوع پڑھتے ہیں جیسے اھل الحمد کو اللّٰہ کے کلمہ سے منقطع کرکے بنابر خبریت مبتداء محذوف ہو یکے مرفوع پڑھ رہا ہے۔ و انما وجب حذفه ليعلم انه كان فى الاصل صفته نقطع لقصد المدح اولزم اوغير ذلک فلوظهر المبتداء لم يتبين ذلک. اسمیں مبتدا کے حذف کے وجوب کی دلیل ہے یعنی الحمدللّٰہ اھل الحمد میں ہوکا حذف اسلئے واجب اور ضروری ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوسکے کہ یہ اصل میں اللّٰہ کا وصف تھا پس بغرض قصد مدح کے وصفیت سے قطع ہوکر ابتداء محذوف کی خبر ٹھہری ہے اور اس طرح بغرض ذم کے بھی خبر مبتداء محذوف ٹھہرتی ہے جیسے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم میں رجیم کے لفظ کو بنابر خبریت مبتداء محذوف کے مرفوع بھی پڑھتے ہیں اور اسی طرح مقام ترحم میں بھی پڑھتے ہیں جیسے بزید المسکین میں مسکین کے لفظ کو بنابر خبریت مبتداء محذوف کے مرفوع پڑھتے ہیں پس اگر مبتداء کو ظاہر کیا جائے تو اس صورت میں مقصود مدح یا ذم یا ترحم معلوم نہیں ہوگا لہٰذا مبتداء کا حذف واجب اور ضروری ثابت ہوا۔ و يجب حذفه ايضا عند من قال فى نعم الرجل زيد ان تقديره هو زيد اور اس طرح نعم الرجل زید میں بھی مبتداء کا حذف اس شخص کے نزدیک واجب ہے جو مخصوص بالمدح کو خبر مبتداء محذوف کے مانتا ہے جس کی تقدیر ہو زید ہوگی اور جس شخص کے نزدیک بالمدح مبتداء مؤخر اور نعم الرجل کا جملہ اسکی خبر مقدم ہے اسکے نزدیک یہ ترکیب ممانحن فیہ کے باب سے نہیں ہے خوب سمجھو۔ كقول المستهل اى المبتداء المحذوف جوازا مثل مبتداء المحذوف فى مقول المستهل المبصر للهلال الرافع صوته ابصاره الهلال واللّٰه واللّٰه الهلال بالقرنية الحالية یعنی اس مبتداء محذوف کی مثال اس مستہل کے مقولہ میں ہے جو ہلال کے دیکھنے کے وقت بلند آواز کے الہلال واللّٰہ کہے جسکی تقدیر ہذا الہلال واللّٰہ ہے اور اسکے حذف کا قرینہ حال مستہل ہے کیونکہ اشارہ سے مقصود تعین شے ہوتا اور اس شے معین پر حکم لگانا مدنظر ہوتا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اول ہلال کو اشارہ سے معلوم کرکے بعدہ اس پر ہلالیت کا حکم لگایا ہے۔ و ليس من باب حذف الجز بتقدير الهلال هذا لان لمقصود المستهل تعين شئى بالاشارة والحكم عليه بالهلالية ليتوجه اليه الناظرون ويروده كما يراه اسمیں شارح رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مذکور میں جائز ہے کہ ہلال کا لفظ مبتداء خبر محذوف کے ہو جسکی تقدیر الہلال ہذا ہوگی شارح رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ خبر کے حذف کے باب سے نہیں ہے کیونکہ مستہل کا مقصود اشارہ سے تعین شے اور اسپر ہلالیت سے حکم لگانا ہے تاکہ اسکی طرف ناظرین متوجہ ہوکر جس طرح وہ خود ہلال کو دیکھ رہا ہے اسی طرح وہ بھی دیکھیں لہٰذا اس صورت میں مبتداء کا محذوف ہونا زیادہ موزوں ہے۔ و انما اتى بالقسم جريا على عادة المستهلين غالبا اسمیں شارح رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب قسم مثال سے زائد ہے پس اس کو بلاضرورت کیونکر ذکر کیا ہے شارح رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ قسم کا ذکر کرنا بنابر اس ضرورت کے ہے کہ چاند دیکھنے والوں کا قاعدہ ہے کہ وہ جب چاند کو دیکھتے ہیں تو اکثر اور اغلب یقین دلانے کے لئے قسمیں کھایا کرتے ہیں مصنف کافیہ نے اس قاعدہ کا لحاظ کرکے قسم کو ذکر کیا ہے بلاضرورت نہیں ہے۔ و لئلا يتوهم نصب الهلال عند الوقف یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ قسم کا لانا ضروری ہے کیونکہ اگر قسم مذکور نہ ہوتو اس صورت میں یہ وہم پیدا ہوگا کہ یہ لفظ الہلال بنابر وقف منصوب ہے کیونکہ کلمہ واحد میں اصل وقف ہے اور جب اسمیں وقف کا ارادہ مدنظر رکھیں تو اس میں یہ وہم ضرور پیدا ہوگا کہ یہ اصل میں رأیت الہلال بمقابلہ کی وقت فعل کو محذوف کرکے منصوب پڑھ رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس سے معلوم ہوا کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ و قد یحذف الجز جواز ای حذفا جائزا لقیام قرینة من غیر اقامته شئی مقامه یعنی کبھی خبر قرینہ کی موجودگی میں بغیر اقامت کسی شے اس کے مقام جواز امحذوف ہوتی ہے اور حذفا جائزا کے منصب ہونے کے متعلق اوپر تشریح ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔

مثل الجز المحذوف جوازا فی قولک خرجت فاذا السبع فان تقدیره علی المذهب الصحیح کما نص علیه صاحب اللباب خرجت فاذا لسبع واقف علی ان یکون اذا ظرف زمان للخبر المحذوف من غیر سادٍ مسده ای ففی وقت خروجی السبع واقف.

یعنی اس جز کی مثال جو جوازا محذوف ہو خرجت فاذا لسبع کے قول میں ہے جسکی تقدیر بنا بر مذہب صحیح جس پر صاحب لباب نے تصریح کی ہے خرجت فاذا لسبع واقف ہے یہ بنا برین کہ اذا خبر محذوف کا ظرف زماں ہو بغیر سد مسد کے جس کی تقدیر ففی وقت خروجی السبع واقف ہے یہاں واقف خبر محذوف ہے۔ و قد یحذف الخبر لقیام لقرینة وجوبًا ای حذفًا واجبًا اسکے بڑھانے کی وجہ اور دلیل اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ فی ما التزم ای فی ترکیب التزام اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ فیما میں کلمہ ما عبارت ترکیب سے ہے۔

فی موضوعه ای موضع الخبر غیره ای غیر الخبر وذالک فی اربعةابواب علی ماذکره المصنف اولها المبتداء الذی بعد لو لا مثل اولازیدلکان کذا ای لولازید موجود لان لولا لامتناع الشئی لوجود غیره فیدل علی الوجود وقد التزم فی موضع الخبر جواب لولا فیجب حذفه لقیام قرینیة والتزام قائم مقامه.

یعنی کبھی قرینہ کے موجودگی میں خبر کا حذف کرنا اس مقام میں واجب ہوتا ہے جہاں خبر کی جگہ خبر کے غیر کو قائم مقام کیا ہو اور یہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذکر کے مطابق چار مقامات میں ہوگا اول مقام وہ مبتداء ہے جو لو لا کے بعد واقع ہو جیسے لو لا زید لکان کذا میں ہے۔ جس کی تقدیر لو لا زید موجود ہے یہاں خبر محذوف موجود ہے کیونکہ کلمہ لو لا امتناع شے کے لئے مستعمل ہوتا ہے بوجہ وجود غیر کے پس یہ کلمہ وجود پر دلالت کرتا ہے اور حالانکہ جز کے موضع میں لو لا کا جواب یعنی لکان کذا رکھا گیا ہے پس یہاں بوجہ پائے جانے قرینہ اور سد مسد کے حذف واجب ہے قرینہ دخول لو لا ہے اور سد مسد اقامت جواب لو لا ہے مقام خبر میں۔

هذا اذا کان الخبر عاما واما اذا کان خاصا فلایجیب حذفه کما فی قوله

شعر ولولا الشعر باالعلما ایزدی
لکنت الیوم اشعر من لبید

هذا علی مذهب البصریین وقال الکسائی الاسم الواقع عبد ها فاعل لفعل مقدر ای لولا وجد زید وقال اللفراء لولا هی الرافعة للاسم الذی بعدها.

اوپر والے قاعدہ کلیہ پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ شاعر کے شعر مذکور فی الشرح سے منقوض ہے کیونکہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسمیں مبتداء بعد لولا کے واقع ہے اور باوجود اسکے اسکی خبر محذوف نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اسکا جواب دیا ہے کہ یہ وجوب محذوف جب ہے جب خبر افعال عامہ میں سے اور اگر افعال خاصہ میں سے ہو تو وہاں خبر کا حذف واجب نہیں ہے جیسے شعر مذکور میں یزری کا فعل خاصہ ہے اور یہ وجوب حذف خبر جز کے افعال عامہ ہونے کی صورت میں بصریوں کا مذہب ہے اور کسائی نے کہا ہے کہ لو لا کے بعد جو اسم واقع ہوگا وہ فعل مقدر کا فاعل ہوگا جس کی تقدیر لو لا وجد زید ہے اور فراء نے کہا ہے کہ یہی کلمہ لولا اسم کا رافع ہے جو اس کے بعد واقع ہوتا ہے۔

فائدہ:.....

افعال عامہ چار ہیں:

(۱).....کون، (۲).....حصول، (۳).....ثبوت، (۴).....وجود جیسا کہ کسی شاعر نے نظم کیا ہے ۔

افعال عموم نزد ارباب عقول

کون است وثبوت است وجود است وحصول

و ثانیها کل مبتداء کان مصدرا صورة او بتاویله منسوبا الی الفاعل اوالمفعول او کلیهما وبعد ه حال او کان اسم تفضیل مضافا الی ذلک المصدر وذلک مثل ذهابی راجلا وضرب زید قائما اذا کان زید مفعولا به مثل ضربی زیداقائما او قائمین وان ضربت زیدا قائما واکثر شربی السویق ملتوتا واخطب ما یکون الامیر قائما فذهب البصریون الی ان تقدیر ضربی زیدًا حاصل اذا کان قائمًا فحذف حاصل کما تحذف متعلقات الظروف نحو زید عندک فبقی اذا کان قائمًا ثم حذف اذمع شرطه العامل فی الحال واقیم الحال مقام الظرف لان فی الحال معنی الظرفیة فا لحال قائم مقام الظرف القائم مقام الخبر فیکون الحال قائم مقام الخبر قال الرضی هذا ما قیل فیه وفیه تکلفات کثیرةوالذی یظهر لی ان تقدیره نحو ضربی زیدا یلابسه قائما اذا ردت الحال عن المفعول وضربی زیدا یلا بسنی قائما اذا کانت عن الفاعل اولی ثم تقول حذف المفعول الذی هو ذوالحال فبقی اضربی زیدا یلابس قائما ویجوز حذف ذلی الحال مع قیام القرینة کما تقول الذی ضربت قائما زید الی ضربته ثم حذف یلابس الذی هو خبر المبتداء والعامل فی الحال وقائم الحال مقامه کما تقول راشدا مهدیا ای سد راشد مهدیا فعلی هذا یکونون مستر یحین من تلک التکلفات البعیدة.

یعنی مقام ثانی جہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے وہ مبتداء ہے جو حقیقۃً مصدر ہو یا تاویلی مصدر ہو اور فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف منسوب ہو اور اسکے بعد حال واقع ہو یا وہ مبتداء اسم تفضیل ہو جو اسی مصدر کی طرف مضاف ہو اس کی مثال ذهابی راجلا وضرب زیدا قائما ہے یہ جبکہ زید مفعول بہ ہو اول مثال اس مصدر کی ہے جو فاعل کی ضمیر کی طرف مضاف ہو اور ثانی مثال اس مصدر کی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہو یا مفعول کی طرف اور ضربی زیدا قائما اور قائمین اس مصدر کی مثال ہے جو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو اور ان ضربت زیدا قائما اس مصدر تاویلی کی مثال ہے اور اکثر شربی السبویق اس مبتداء کی مثال ہے جو اسم تفضیل ہو اور اسی مصدر کی طرف مضاف ہو اور اخطب مایکون الامیر قائما اس اسم کی تفضیل مثال ہے جو مصدر تاویلی کی طرف مضاف ہو کیونکہ اسمیں ما مصدریہ ہے پس اس میں بصریوں کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذہب یہ ہے کہ امثال مذکورہ کی تقدیر ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما ہے پس حاصل کا لفظ حذف کر دیا گیا جیسے زید عندک میں ظرف کے متعلق کو حذف کرتے ہیں پس اذا کان قائما کا جملہ باقی رہا۔ پھر اذا کو مع اپنے شرط کے حذف کیا جو کہ کان ہے اور یہی کان حال کا عامل ہے اور حال یعنی قائما کو ظرف کے مقام یعنی اذا کے قائم مقام کر دیا گیا کیونکہ حال میں ظرفیت کے معنٰی پائے جاتے ہیں پس حال قائم مقام ظرف کے ہوا اور ظرف قائم مقام جز کے ٹھہرا پس حال قائم مقام خبر ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ یہ توجیہ بصریوں کے مذہب کی بنا پر ہے لیکن اسمیں بہت سے تکلفات بعیدہ ہیں اور وہ تقریر جو مجھے ظاہر ہوئی ہے وہ ضربی زیدا بلا بسہ قائما ہے جبکہ مفعول سے حال ٹھہرانا منظور ہو اور ضربی زیدًا بلابسی قائما ہے جبکہ فاعل سے حال لانا منظور ہو اور یہ تقدیر بہ نسبت اول تقدیر کے اولیٰ ہے بنا بریں تقدیر وہ مفعول محذوف ہوا جو ذوالحال تھا پس ضربی زیدا بلابس قائما باقی رہا ذوالحال کا حذف کرنا قرینہ کے قیام کے وقت جائز ہے جیسے الذی ضربت قائما میں ذوالحال کو محذوف کر کے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ اصل میں ضربتہ تھا پھر یا بلابس کو محذوف کر دیا جو مبتداء کی خبر محذوف ہے اور یہی یا بلابس حال میں عامل ہے اور اسی کے مقام حال کو قائم مقام کر دیا گیا ہے جیسے راشد مہدیا میں سر عامل ہے جو محذوف کیا گیا ہے پس بنا بریں تقدیر مذکور ان تکلفات بعیدہ سے راحت پائیں گے کیونکہ بنا بریں تقدیر کلام میں حذف کثیرہ سے امن ممکن ہے بخلاف تقدیر اول کے کہ اس میں حذف کثیر کا ماننا پڑتا ہے۔ **وقال الکوفیون تقدیرہ ضربی زیدا قائما حاصل بجعل قائما من متعلقات المبتداء ویلزم حذف الخبر من غیر سد شئی مسدہ وتقید المبتداء المقصود عمومہ بدلیل الاستعمال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حکم مذکور میں کوفیون کا مذہب بتاتے ہیں کہ کوفیین کہتے ہیں کہ مثال مذکورہ کی تقدیر ضربی زیدا قائما حاصل ہے یہ لوگ قائما کو مبتداء کے متعلقات میں سے ٹھہراتے ہیں پس حاصل کو حذف کر کے ضربی زیدا قائما پڑھتے ہیں لیکن کوفیوں کا مذہب دو وجہوں سے ضعیف ہے ایک یہ کہ اس سے خبر کا حذف کرنا بغیر سد مسد کے لازم آتا ہے ثانی یہ کہ اس سے مبتداء کی تقدیر جس کا عموم مقصود ہے لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے لہٰذا کوفیوں کا مذہب ضعیف ثابت ہوا **وذھب الاخفش الی ان الخبر الذی سدت الحال محلہ مصدر مضاف الی صاحب الحال ای ضربی زیدا ضربہ قائما** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئلہ مذکور میں اخفش کا مذہب بتاتے ہیں کہ اخفش کہتے ہیں وہ خبر جس کے مقام حال قائم ہوا وہ وہی مصدر ہے جو ذوالحال کی طرف مضاف ہے جس کی تقدیر ضربی زیدا قائما ضربہ ہے۔ **و ذھب بعضھم الی ان ھذا المبتداء لاخبر لہ لکونہ بمعنٰی الفعل اذالمعنٰی ما ضرب زیدا الاقائما** اور بعضے نحات اس طرف گئے ہیں کہ اس مبتداء کی کوئی خبر نہیں ہے کیونکہ یہ مؤول اور بمعنٰی فعل کے ہے کیونکہ اسکے معنٰی ماضرب زیدا الاقائما کے ہیں لیکن یہ مذہب بھی ضعیف ہے کیونکہ درمیان کلام مختصر اور مطول کے مناسبت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہاں کلام مطول ادات حصر پر مشتمل ہے اور کلام مختصر ادات حصر پر مشتمل نہیں ہے۔ **و ثالثھا کل مبتداء اشتمل خبرہ علی معنٰی المقارنتہ وعطف شئی باالواو التی بمعنٰی مع وذلک مثل کل رجل وضعیۃ ای کل رجل مقرون مع وضعیۃ فھذا الخبر واجب حذفہ لان الواو یدل علی الخبر الذی ھو مقرون والیم المعطوف فی موضعہ.** اور ثالث مقام جہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے ہر وہ مبتداء ہے جسکی خبر مقارنت کے معنٰی پر مشتمل ہو اور اس پر کسی شے کا عطف اس واؤ سے کیا گیا ہو جسکے معنٰی مع کے ہوتے ہیں اور اسکی مثل کل رجل وضعیۃ ہے جسکی تقدیر کل رجل مقرون مع صیغۃ پس یہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے کیونکہ وضعیہ کے کلمہ کا واؤ خبر محذوف پر دلالت کرتا ہے اور وہ خبر محذوف مقرون کا لفظ ہے اس کو حذف کر کے اسکی جگہ معطوف کو قائم کیا گیا ہے یہ اس کے حذف کے وجوب کا قرینہ ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و رابعها کل مبتداء یکون مقسما به وخبره القسم وذلک مثل لعمرك لافعلن کذا ای لعمرک وبقاء ک قسمی ای ما اقسم به فلاشک ان لعمرک یدل علی القسم المحذوف وجواب القسم قائم مقامه یجب حذفه والعمر والعمر بمعنیٰ واحدولایستعمل مع اللام الاالمفتوح لان القسم موضع التخفیف لکثرة استعماله.

اور مقام رابع جہاں خبر کا محذوف کرنا واجب ہے ہر وہ مبتداء ہے جو مقسم بہ ہو اور خبر اس کی قسم ہو اور اس کی مثال لعمرك لافعلن کذا میں جس کی تقدیر لعمرك وبقاء ك قسمی ہے یعنی عمر اور بقا مقسم بہ مبتداء ہے اور قسمی اسکی خبر قسم ہے پس اسمیں شک نہیں کہ لعمرك کا کلمہ قسم محذوف پر دلالت کرتا ہے اور قسم کا جواب اس کے مقام قائم کیا گیا ہے پس یہاں خبر یعنی قسمی کا حذف کرنا واجب ہے کیونکہ یہاں قرینہ اور سد مسد دونوں موجود ہیں قرینہ مقسم بہ کا ذکر کرنا اور سد مسدا قامت جواب قسم ہے خبر کے مقام پر اور العمر کا لفظ مفتوح اور مضموم دونوں معنیٰ واحد میں مستعمل ہوتا ہے۔ لیکن لام کے ساتھ صرف مفتوح ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ قسم تخفیف کا مقام ہے بوجہ کثرت استعمال کے اس لئے اس میں فتحہ زیادہ مناسب ہوگا۔

خبر انّ و اخواتها:.....

ای من المرفوعات جز ان و اخواتها.

یعنی مرفوعات میں سے ہے خبر ان اور اسکے اخوات کی۔ای اشباهها من الحروف الخمسة الباقية وهی ان و کان ولکن ولیت ولعل. اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ ان و کان و لکن و لیت و لعل پر اخوت کا اطلاق درست نہیں کیونکہ اخت وہ ہے جو تولدی مناسبت میں شریک ہو اور ان الفاظ میں یہ تولدی صورت جاری نہیں ہوسکتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اخوت کے یہاں حقیقی معنیٰ مقصود نہیں بلکہ مجازی معنیٰ مشابہت کے مراد ہیں یعنی وہ حروف خمسہ باقیہ ان وکان ولکن ولیت ولعل جو ان کے ساتھ عمل میں مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ سب حروف مشبہ بفعل اسم منصوب جز مرفوع چاہتے ہیں۔ و هو مرفوع بهذا الحروف لابالابتداء علی المذهب الاصح لانها لما لشابهت الفعل المتعدی کما یجی عملت رفعا ونصبا مثله. اور یہ خبر ان حروف مشبہ بفعل کے داخل ہونے سے بنا بر مذہب اصح مرفوع ہوتی ہے بنا بر ابتداء مرفوع نہیں ہے کیونکہ جب یہ حروف فعل متعدی کے مشابہ ہیں جیسا اس کی تحقیق آویگی۔ پس یہ مثل فعل متعدی کے عمل کرینگے۔ هو ای خبر ان و اخواتها المسند الی شئی اخر بعد دخول احد اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا منظور ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروف مشبہ بفعل سب ایک دم اسم اور خبر پر داخل ہوتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان حروف میں سے صرف ایک حرف داخل ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ عبارت کافیہ میں مضاف احد محذوف ہے۔

هذه الحروف علیها فقوله المسند شامل بخبر کان وخبر المبتداء خبر لاالتی لنفی الجنس وغیرها وبقوله بعد دخول لهذه الحروف خرج جمیعا.

یعنی المسند کا لفظ جنس ہے کان کی خبر اور مبتداء کی اور لائے نفی جنس کی خبر وغیرہا تمام اخبار کو شامل ہے اور بعد دخول ہذاہ الحروف کا لفظ قید احترازی ہے اس سے جمیع اخبار تعریف سے خارج ہوگئے۔

و المراد بدخول لهذه الحروف علیها ورودها علیها لابراث اثر فیها لفظا او معنیٰ فلا تنقض التعریف بمثل یقوم فی قولنا ان زیدا یقوم ابوه فان یقوم ههنا من حیث اسناده الی ابوه لیس مما یدخل علیه

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان بهذالمعنٰی بل انما دخل علی جملة یقوم ابوه فلا یحتاج الی ان یجاب عنه بان المراد بالمسندالمسند الی اسماء هذه الحروف ویلزم منه استدراک قوله بعد دخول هذه الحروف ولاالی ان یجاب بان المراد بالمسند الاسم المسند فیحتاج الی تاویل الجملة بالاسم حیث یکون خبرها جملة مثل ان زیدا یقوم.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے تین جواب دیئے ہیں دو جوابوں کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے بلاتشریح چھوڑ دیئے ہیں اور تیسرے جواب قوی کی خوب تشریح بیان کی ہے سوال کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف ان زیدا یقوم ابوہ کی ترکیب کے یقوم کے جملہ پر صادق آتی ہے اور باوجود اس کے وہ خبر نہیں بلکہ جملہ ہے اسکے جواب میں لکھا ہے کہ مسند سے مراد وہ مسند ہے جو ان حروف کے اسماء کی طرف مسند ہو لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ اس سے بعد دخول هذه الحروف کے قول کا استدراک لازم آتا ہے اور دوسرا جواب یہ دیا کہ مراد مسند سے اسم مسند ہے اور یقوم فعل مسند لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ جہاں خبر جملہ فعلیہ واقع ہو تو اس کو وہاں اسم سے مؤول کرنا پڑے گا لہٰذا اولیٰ اور قوی جواب یہی ہے کہ ان حروف کے داخل ہونے سے مراد اسم وخبر پر وارد ہوتا ہے جس سے اسم وخبر میں عمل کا اثر پیدا ہو اور وہ اثر عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ معنوی پس اعتراض مذکور دفع ہوا کیونکہ ان زیدا یقوم ابوہ کے قول میں یقوم کا جملہ اگرچہ اس حیثیت سے کہ ابوہ کی طرف مسند ہے اسی معنٰی کا لحاظ کر کے ممایدل علیہ ان میں سے نہیں بلکہ ان یقوم ابوہ کے جملہ پر داخل ہے لیکن معنٰی میں یہ جملہ مذکورہ بتاویل مفرد ہو کر ان کا مدخول ہے۔ جس میں کلمہ ان نے عمل معنوی کیا ہے لہٰذا جواب اول و دوم کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایک کی بناء پر بعد دخول ہذاہ الحروف کے قول کا استدراک لازم آتا ہے۔ اور دوسرے کی بناء پر جملہ میں تاویل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو لاحاصل ہے۔ **مثل قائم فی ان زید قائم فانه المسند بعد دخول هذاه الحروف** یعنی اس خبر کی مثال جو حروف مذکورہ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو ان زیدا قائم کی ترکیب کا قائم کا لفظ ہے کہ یہ ان کے داخل ہونے کے بعد زید کی طرف مسند واقع ہوا ہے۔ **و امره کامر خبر المبتداء ای حکمه کحکم خبرالمبتداء فی اقسامه من کونه مفردًا وجملة ونکرة ومعرفة وفی احکامه من کونه واحدا ومتعددًا ومثبتا ومحذوفا وفی شرائیط من انه اذا کان جملة فلابد من عائد و لا یحذف الا اذا علم.** یعنی ان اور اس کے اخوات کی خبر کا حکم مثل حکم خبر مبتداء کے ہے اقسام میں جو کہ اس کا مفرد اور جملہ اور نکرہ اور معرفہ ہوتا ہے یعنی جس طرح مبتداء کی خبر مفرد اور جملہ ونکرہ اور معرف ہوتا ہے اسی طرح ان کی خبر بھی ہوگی اور احکام میں جو کہ واحد اور متعدد اور مثبت اور محذوف ہوتا ہے یعنی ان کی خبر مبتداء کی خبر کے ساتھ ان احکام میں بھی شریک ہے اور شرائط میں جو کہ خبر کا جملہ ہوتا ہے اور جب خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ عائد بغیر وجود قرینہ کے محذوف نہیں ہوتا۔ ان کی خبر مبتداء کی خبر کے ساتھ ان شرائط میں بھی شریک ہے۔

و المراد ان امره کامره بعد ان یصح کونه خبرًا لوجود شرائیط وانتفاء موانعه فلایلزم من ذلک ان کل ما یصح ان یکون خبرا للمبتداء یصح ان یقع خبرا لباب ان حتی یرد انه یجوز ان یقال این زید ومن ابوک ولایجوز ان یقال ان زیدا وان من اباک.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جس کا مبتداء کے لئے خبر واقع ہونا صحیح ہو اس کا باب ان کیلئے بھی خبر واقع ہونا درست ہوگا پس بنابریں تقدیر چاہیئے کہ این زید و من ابوک پڑھنا درست ہو جس طرح این زید ومن ابوک درست ہے اور حالانکہ این زید ومن ابوک جائز ہے اور ان این زیداً وان من اباک درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان کی خبر کا حکم مثل خبر مبتداء کے ہے لیکن یہ جب ہے جب کہ شرائط

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موجود ہوں اور مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ یہ کہ ان کا کلمہ تحقیق کے لئے آتا ہے اور این و من کے الفاظ استفہام کے لیئے مستعمل ہوتے ہیں اور درمیان تحقیق اور استفہام کے منافات ہے اسلئے این زید و من ابوك جائز اور ان این زیدا وان من اباك کی ترکیب ناجائز ٹھہری۔

الافی تقدیمه ای لیس امره کامر جز المبتداء فی تقدیمه فانه لایجوز تقدیمه علی الاسم وقد جاز تقدیم الخبر علی المبتداء وذلک لان هذه الحروف فروع علی الفعل فی العمل فاريد ان یکون عملها فرعیًا ایضًا والعمل الفرعی للفعل ان یتقدم المنصوب علی المرفوع والاصل ان یتقدم المرفوع علی المنصوب فلما اعملت العمل الفرعی لم یتصرف فی معمولیها بتقدیم ثانیها علی الاول کما یتصرف فی معمول الفعل لنقصا نهما عن درجته الفعل.

یہ جملہ اوپر وامرہ کا مرخبر المبتداء کے جملہ سے استثناء ہے یعنی انکی خبر کا حکم تقدیم میں مثل حکم خبر مبتداء کے نہیں ہے کیونکہ ان کی خبر کی تقدیم اسم پر جائز نہیں بخلاف خبر مبتداء کے اسکی تقدیم مبتداء پر جائز ہے کیونکہ یہ حروف مذکورہ عمل میں فعل کے فروع ہیں پس انکا عمل بھی فرعی ہونا چاہیے اور فعل کے عمل فرعی منصوب کا مرفوع پر مقدم ہوتا ہے اور فعل کا اصلی عمل مرفوع کا منصوب پر مقدم ہونا ہے چونکہ یہ حروف عمل فرعی کرتے ہیں اسلئے ان کے معمولوں میں ثانی معمول کے اول پر مقدم کرنے کا تصرف اور تغیر جائز نہیں ہے جیسا کہ فعل کے معمولوں میں یہ تصرف کیا جاتا ہے کیونکہ یہ حروف مذکورہ عمل میں فعل کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ فعل عامل قوی ہے پس یہ معمول مقدم اور مؤخر دونوں میں علی السوی عمل کرسکتا ہے بخلاف ان حروف کے کہ یہ معمول مقدم میں عمل نہیں کرسکتے ہیں اسلئے انکی خبر کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

الا ان یکون الخبر ظرفا ای لیس امره کامر خبر المبتداء فی تقدیمه الااذا کان ظرفًا فان حکمه اذا حکمه فی جواز التقدیم اذا کان الاسم معرفة نحو قوله تعالیٰ انا الینا ایا بهم وفی وجوبه اذاکان الاسم نکرة نحو ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمة وذلک لتو سعهم فی الظروف ما لایتو سع فی غیرها.

یہ اوپر الا فی تقدیمہ کے جملہ سے استثناء ہے یعنی انکی خبر کا حکم تقدیم میں مثل حکم خبر مبتداء کے نہیں ہے لیکن اگر خبر ان ظرف ہو تو اس وقت جواز تقدیم میں اسکا حکم مثل حکم خبر مبتداء کے ہوگا۔ مگر یہ جب ہے جبکہ ان کا اسم معرفہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قول:

انا الینا ایابهمo

میں اسم ان معرفہ بالاضافت ہے اسلئے پھر اس پر خبر الینا مقدم ہوگئی ہے اور اگر اسم نکرہ ہو تو اس صورت میں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے جیسے ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمة لسحرا اور لحکمته کے الفاظ نکرہ ہیں اس لئے یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے اور یہ تقدیم خبر مذکور صورت میں اسلئے جائز یا واجب ہے کہ نحات ظروف میں گنجائش دیتے ہیں جو غیر ظروف میں نہیں دیتے۔ **خبر لا التی** الکائنته **لنفی الجنس ای لنفی صفته اذ لا رجل قائم مثلا لنفی القیام عن الرجل لالنفی الرجل نفسه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کا قول لنفی الجنس درست نہیں کیونکہ لائے نفی جنس کی نفی کیلئے نہیں بلکہ جنس کی صفت کی نفی کے لئے موضوع ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت میں مضاف یعنی صفت کا لفظ مقدر ہے جس کی تقدیر لنفی صفته الجنس ہے اور مضاف کا مقدر ماننا ضروری ہے کیونکہ لا رجل قائم فی الدار کی ترکیب میں نفی قیام رجل مقصود ہے نفس رجل کی رجولیت کی نفی مطلوب نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف واقعہ ہے **المسند الی شئی اخر هذا شامل لخبر المبتداء وخبر ان**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و کان غیرھا یعنی مرفوعات میں سے خبر لائے نفی جنس بھی ہے اور یہ خبر لائے نفی جنس مسند ہوا کرتی ہے دوسری شے کی طرف اور مسند جنس ہے مبتداء کی خبر اور ان کی خبر اور کان کی خبر وغیرہا جملہ اخبار کو شامل ہے **بعد دخولھا ای بعد دخول لا فخرج به سائر الاخبار** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ بعد دخولہا کا لفظ قید احترازی ہے اسمیں باقی جملہ اخبار سے احتراز ہوا اور تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **و المراد بدخولھا ما عرفت فی خبر ان فلایرد نحو یضرب فی لارجل یضرب ابوہ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے سوال کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف لا رجل یضرب ابوہ کی مثال میں یضرب ابوہ پر صادق آتی ہے اور باوجود اسکے یہ خبر نہیں بلکہ جملہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ دخول سے مراد ورود ہے جسکی تشریح ان کی خبر کی تشریح میں بخوبی معلوم ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔ **نحو لا غلام رجل ظریف و انما عدل عن المثال المشھور و ھو قولھم لا رجل فی الدار لاحتمال حذف الخبر وجعل فی الدار صفته بخلاف ماذکرہ لان غلام رجل معرب المنصوب لایجوز ارتفاع صفته علی ماھو الظاھر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مشہور لائے نفی جنس کی لا رجل فی الدار ہے مصنف نے اس سے عدول کر کے لا غلام رجل ظریف فیھا کیوں اختیار کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مصنف نے لا رجل فی الدار مثال مشہور سے اسلئے عدول کیا ہے کہ بنا بر مثال مشہور خبر کے لغت سے التباس کا توہم ہے کیونکہ احتمال ہے کہ جز محذوف ہو اور فی الدار جار و مجرور صفت ہو بخلاف مثال مذکور مصنف کے کہ اس میں غلام رجل معرب منصوب ہے اس کی صفت کا مرفوع ہونا جائز نہیں کیونکہ معرب کا تابع لفظ کا تابع ہوتا ہے محل کا نہیں جیسا کہ یہی ظاہر ہے۔ **فیھا ای فی الدار خبر لاظرف ظریف ولاحال لان الظرافة لا یتقید بالظرف ونحوہ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ فیہا ترکیب میں خبر بعد خبر واقع ہے ظریف کا ظرف نہیں اور نہ حال ہے کیونکہ حال مقید ہوتا ہے اور ظرافت یہاں ظرف سے مقید نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ظرافت جسکے معنیٰ کیاست کے ہیں دار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ **و انما لاتی به لئلایلزم الکذب بنفی ظرافته کل غلام رجل ولیکون مثالا لنوعی جزھا الظرف وغیرہ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مثل کی توضیح کیلئے لائی جاتی ہے اور توضیح ایک ہی مثال سے بھی حاصل ہو سکتی ہے پس دو امثال لانے کی کیا ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دو امثال اسلئے لائے ہیں کہ جنس غلام رجل کی ظرافت کی نفی میں کذب لازم نہ ہو اور یہ خبر کے دونوعوں کی مثال ہو جائے یعنی لائے نفی جنس کی خبر کی دو قسمیں ہیں۔ ظرف اور غیر ظرف اول مثال غیر ظرف کی ہے اور ثانی ظرف کی ہے۔

فائدہ:.....

الظرف وغیرہ کے الفاظ کو ترکیب میں منصوب اور مرفوع اور مجرور تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں منصوب بنا بر تقدیر اعنی اور مرفوع بنا بر تقدیر ہما اور مجرور بنا بر بدل لنوعی ہوں گے۔

و یحذف خبر لاھذاہ حذفا کثیرا اذا کان الخبر عاما کالموجود والمحاصل لدلالته النفی علیه نحو لااله الا اللّٰه ای لااله موجود الا اللّٰه.

یعنی لائے نفی جنس کی خبر جب افعال عامہ میں سے ہو جیسے موجود اور حاصل ہے تو اس وقت اس کا حذف کرنا بہت کثیر ہوگا کیونکہ نفی اس پر دلالت کرتی ہے جیسے لااله الا اللّٰه میں موجود خبر محذوف ہے جس پر کلمہ لائے نفی دلالت کرتا ہے۔ **و بنو تمیم لایثبتونه ای لا**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یظهرون الخبر فی اللفظ لان الحذف عندهم واجب او المراد انهم لا یثبتونه اصلا لالفظا ولاتقدیرا فیقولون معنٰی قولهم لااهل ولامال انتفی لاهل والمال فلایحتاج الی تقدیر خبر اور بنوتمیم لا کی خبر کو لفظ میں ظاہر نہیں کرتے کیونکہ اسکا حذف ان کے نزدیک واجب ہے یا لا یثبتونہ سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ لا کی خبر کو بالکل ثابت نہیں کرتے نہ لفظ میں نہ تقدیر میں پس وہ لوگ لا اہل ولا مال کے معنٰی یہ بتاتے ہیں کہ اہل اور مال دونوں منتفی ہو گئے پس اس صورت میں خبر کے مقدر ماننے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ و علی التقدیرین یحملون ما یری خبرا فی مثل لارجل قائم علی الصفته دون الخبر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ لارجل قائم کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں خبر لا مذکور ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ لارجل قائم میں قائم بظاہر اگرچہ خبر معلوم ہوتی ہے لیکن بنوتمیم اس کو بنابر دونوں تقدیروں کے صفت پر محمول کرتے ہیں جز تسلیم نہیں کرتے یعنی رجل کی صفت مانتے ہیں اس کی جز نہیں ٹھہراتے۔ اسم ماولا المشبهتین بلیس فی معنٰی النفی والد خول علی المبتداء والخبر ولهذا تعملان عمله. یعنی مرفوعات میں سے ماولا مشابہ بلیس کا اسم ہے اور یہ ماولا نفی اور دخول علی المبتداء والخبر میں لیس کے مشابہ ہیں یعنی جس طرح لیس مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر نفی کے معنٰی پیدا کر دیتا ہے اسی طرح یہ ماولا بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مفید معنٰی نفی کے ہیں اور اسی مشابہت کی وجہ سے یہ ماولا لیس کا سا عمل کرتے ہیں۔ هو المسند الیه هذا شامل للمبتداء ولکل مسند الیه یعنی ماولا کا اسم مسند الیہ ہوا کرتا ہے اور مسند الیہ جنس ہے مبتداء اور ہر مسند الیہ کو شامل ہے۔ بعد دخولهما خرج به غیر اسم ما و لا یعنی بعد دخولہما قید احترازی ہے اس سے غیر اسم ماولا سے احتراز کیا۔ و بما عرفت من معنٰی الدخول لایرد مثل ابوه فی ما زید ابوه قائم اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف ما زید ابوہ قائم کی ترکیب کے ابوہ پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ بھی مسند الیہ ہے حالانکہ وہ ما کا اسم نہیں بلکہ جملہ خبر ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ دخول کے معنٰی ورود کے ہیں جس سے ایراث اثر ہو اور وہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ معنوی اور ابوہ قائم کا جملہ بتاویل مفرد ہو کر ما کی خبر ہے۔ مثل ما زید قائمًا ولارجل افضل منك و انما اتی بالنکرة بعده لان لالاتعمل الافی النکرة بخلاف مافانها تعمل فی النکرة والمعرفة هذا لغته اهل الحجاز وامابنو تمیم فلایثبتون لهما العمل ویقولون الاسم والخبر بعد دخولهما مرفوعان بالابتداء کما کان قبل دخولهما یعنی ماولا کی امثال ما زیدا قائما و لا رجل افضل منك ہیں اور مصنف بعد لا کے نکرہ اس لئے لائے ہیں کہ لا کا کلمہ صرف نکرہ ہی میں عمل کرتا ہے بخلاف کلمہ ما کے کہ وہ نکرہ اور معرفہ دونوں میں عمل کرتا ہے اور یہ ماولا کا عامل ہونا لغت حجاز میں ہے بخلاف لغت بنی تمیم کے وہ لوگ اپنی لغت میں ماولا کو غیر عاملہ استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں اسم وخبر دونوں جن پر ماولا کے الفاظ داخل ہوتے ہیں جس طرح ماولا کے داخل ہونے سے پیشتر مرفوع بنابر ابتداء وخبر تھے اسی طرح ماولا کے داخل ہونے کے بعد بھی مرفوع بنابر ابتداء ہو ینگے۔ و علی لغة اهل الحجاز ورود القران بنحو ما هذا بشرًا اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ جب ماولا کے عمل کے متعلق دو مذہب ہیں پس مصنف نے بنی تمیم کے مذہب کو چھوڑ کر حجازیین کے مذہب کو کیونکر مختار کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ چونکہ اہل حجاز کی لغت اور مذہب قرآن شریف کے موافق ہے کیونکہ انکی لغت میں قرآن مجید نازل ہوا ہے جیسے ما هذا بشرا ہے کہ اسمیں ما عامل ہے اسلئے قاری بشرا کے لفظ کو منصوب پڑھتے ہیں اسلئے مصنف کافیہ نے حجازین کے مذہب کو اختیار کر لیا ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و هو ای عمل لیس فی لا دون ما شاذ قلیل لنقصان مشابهة لابلیس لان لیس لنفی الحال ولالیس کذالک فانه النفی مطلقا بخلاف ما فانه ایضا لنفی الحال فیقتصر عمل لا علی مورد السماع نحو قوله شعر۔

من صدّ عن ینرانها
فانا ابن قیس لابراح

ای لا براح لی.

یعنی لیس کا عمل لا میں شاذ ہے یعنی قلیل ہے کیونکہ لا کی مشابہت لیس کے ساتھ کم ہے کیونکہ کلمہ لیس نفی حال کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور کلمہ لا ایسا نہیں کیونکہ یہ نفی مطلق کیلئے مستعمل ہوتا ہے خواہ ماضی ہو خواہ حال خواہ مستقبل ہو بخلاف کلمہ ما کے اس میں لیس کا عمل شاذ نہیں کیونکہ جس طرح کلمہ لیس نفی حال کیلئے مستعمل ہوتا ہے اسی طرح یہ کلمہ ما بھی نفی حال کیلئے استعمال میں آتا ہے پس لا کے عمل کا مورد سماع پر اقتصار کیا جائیگا جیسے شاعر کے شعر لابراح میں شاعر نے لا کو عمل لیس کا دیکر مرفوع پڑھا ہے شعر کے معنی یہ ہیں کہ جس کا دل چاہے آتش حرب سے اعراض کرے گا مگر میں قبیلہ کا بڑا ہوں لڑائی سے ہرگز گریز نہیں کروں گا۔ و لا یجوز ان تکون لنفی الجنس لا نها اذا کانت لنفی الجنس لا یجوز فیما بعدها الرفع مالم یتکرر ولا تکرار فی البیت آنمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ شعر مذکور میں کلمہ لا نفی جنس کا ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ لا کا نفی جنس کیلئے ہونا جائز نہیں کیونکہ لائے نفی جنس کے مابعد میں جب تک تکرار و لا و دیگر اسم نہ ہو رفع جائز نہیں ہے۔ اور شعر مذکور میں تکرار نہیں اس سے معلوم ہوا کہ لائے نفی جنس نہیں بلکہ لائے مشابہ بلیس ہے جس کو عمل لیس دیا گیا ہے۔

اعلم ان المراد بالمسند و المسند الیه فی هذه التعریفات ما یکون مسندا او مسندا الیه بالاصالة لا با التبعیة بقرینة ذکر التوابع فیما بعد فلا التقض بالتوابع.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلم سے ایک سوال مقدر کا جواب پر تنبیہ کی ہے جسکی تشریح فاعل کی تعریف میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی مسند اور مسند الیہ کی تعریفات میں مسند اور مسند الیہ بالاصالہ مقصود ہیں مسند اور مسند الیہ بالتبع مراد نہیں کیونکہ مابعد میں توابع کا ذکر کرنا قرینہ ہے اس کا کہ مسند اور مسند الیہ بالاصل مراد ہیں پس اس تقدیر پر مسند اور مسند الیہ کی تعریفات توابع سے منتقض نہیں ہونگی۔

و لما فرغ من المرفوعات شرع فی المنصوبات و قدمها علی المجرورات لکثرتها و لخفة النصب فقال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منصوبات کی تمہید کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب مصنف کا لیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرفوعات کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب منصوبات کی بحث کو شروع کیا اور منصوبات کو مجرورات پر مقدم اس لئے ذکر کیا کہ منصوبات بہ نسبت مجرورات کے کثیر ہیں اور چونکہ نصب جو اثر ہے منصوبات کا بہ نسبت جر کے جو مجرورات کا اثر ہے خفیف ہے اسلئے بلحاظ اثر کے منصوبات کو مجرورات پر مقدم ذکر کیا یہ گویا منصوبات کی تقدیم کی دوسری وجہ ہوئی۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المنصوبات

فائدہ.....

منصوبات بحکم استقراء بارہ ہیں اور حصر کی وجہ یہ ہے کہ اسم منصوب کا عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف ہوگا پس اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو اس کا معمول مفاعیل میں سے ہوگا یا ملحقات مفاعیل میں سے اول فعل کے مفہوم کا جز ہوگا یا نہیں اول مفعول مطلق ہے اور ثانی فعل اس پر واقع ہوگا یا اس میں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہوگا اول مفعول بہ ثانی مفعول فیہ ثالث مفعول لہ رابع مفعول معہ ہے اور اگر معمول ملحقات مفاعیل میں سے ہو تو مبین ہوگا یا نہیں ثانی مستثنیٰ ہے اول مبین ذات ہوگا یا مبین صفت اول تمیز ثانی حال ہے اور اگر اسم منصوب کا عامل حرف ہو تو اس صورت میں یا اسم مسند الیہ ہوگا یا مسند بہ اول دو حالتوں سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا کلام غیر موجب میں اول حرف مشبہ بالفعل کا اسم اور ثانی لائے نفی جنس کا اسم ہے اور اگر مسند بہ نہ ہو تو یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اول افعال ناقصہ کی خبر اور ثانی خبر لیس اور ما ولا مشابہ لیس کی خبر ہوئی۔

هو ما اشتمل على علم المفعولية قد تبين شرحه بما ذكر في المرفوعات.

اس کی تشریح بعینہ وہی ہے جو بحث مرفوعات میں بیان ہو چکی ہے ملاحظہ کریں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ہو کی ضمیر مرفوع اس منصوب کی طرف راجع ہے جو منصوبات کے ضمن میں پایا جاتا ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم نہیں ہوگا۔ **و المراد بعلم المفعولية علامته كون الاسم مفعولا حقيقة او حكما.** اس کے پڑھانے سے شارح کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے ملحقات مفاعیل خارج ہو گئے حالانکہ وہ مشتمل بر علامہ مفعولیت ہیں اور باوجود اسکے وہ مفاعیل نہیں ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مفعول عام ہے خواہ حقیقی ہو جیسے مفاعیل خمسہ ہیں خواہ حکمی ہو جیسے ملحقات مفاعیل ہیں اگر زیادہ سوال و جواب کی تشریح مطلوب ہو تو بحث مرفوعات میں جو سوال و جواب کی تشریح ہو چکی بعینہ وہی تشریح یہاں بھی سمجھنا چاہیئے وہاں ملاحظہ کر کے اس کو یہاں بھی چسپاں کر سکتے ہیں۔ **و هي اربع الفتحة و الكسرة و الالف و الياء نحو رايت زيدا و مسلمات و اياك و مسلمين و مسلمين.** اور وہ علامہ مفعول چار ہیں فتحہ، کسرہ اور الف اور یاء جیسے رایت زیدا اور مسلمات و ایاک مسلمین اور مسلمین کے امثال میں ہے اول مثال فتحہ کی ثانی کسرہ کی ثالث الف کی رابع یاء کی ہے۔ **فهذه اى من المنصوب او مما اشتمل على علم المفعولية** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ منہ کی ضمیر مجرور منصوب یا مما اشتمل کے مما موصول کی طرف راجع ہے۔

المفعول المطلق:.....

سمي به لصحته اطلاق صيغة المفعول عليه من غيره تقيده بالباء اولفي اومع او اللام بخلاف المفاعيل الاربعة الباقية فانه لايصح اطلاق صيغة المفعول عليها الابعد تقيدها بواحدة منها فيقال المفعول به اوفيه اومعه اوله.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفعول مطلق کی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں کہ اس کو مفعول مطلق سے اسلئے مسمی کیا کہ اس پر مفعول کے صیغہ کا اطلاق بغیر تقید باء اولی اومع اولام کے صحیح ہوتا ہے بخلاف باقی مفاعیل اربعہ کے کہ ان پر مفعول کے صیغہ کا اطلاق بغیر تقید باء اولی اور مع لام کے صحیح نہیں۔ پس یہاں المفعول به اوفیه اومعه اوله مفعول کو بہ سے یافیہ یامعہ یالہ سے مقید کرکے پڑھیں گے۔ **و هو ای المفعول المطلق اسم ما فعله فاعل فعل** یعنی منصوبات میں سے ایک مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق وہ اسم ہے جس کو فاعل فعل مذکور کرے۔ **و المراد بفعل الفاعل ایاه قیامه بحیث یصح** ﴿قوله یصح اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے تعریف جامع کیونکہ اس سے ضربا کا مفعول ہوا کیونکہ یہ فعل فاعل فعل کا منفی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ فعل مذکور سے اسناد کا صحیح ہوخواہ وہ ایجاب سلبی ہو،۱۲﴾ **اسناده الیه لا ان یکون موثراً فیه موجدًا له فلایرد علیه مثل مات موتا وجسم جسامته وشرف شرفا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے مات موتا وجسم جسامته وشرف شرفا کی امثال کا مفعول مطلق خارج ہوا کیونکہ فعل مذکور کے فاعل کا فعل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ مراد فعل فاعل سے فعل کا قیام ہے فاعل کے ساتھ اس طرح کہ فاعل کی طرف اس فعل کا اسناد صحیح ہو یہ مقصود نہیں کہ فاعل اسکا مؤثر یا موجد ہو پس امثال مذکورہ کا سوال رفع ہوا کیونکہ ان میں فعل اپنے فاعل کی طرف مسند ہے لہٰذا اب تعریف جامع ثابت ہوئی۔ **و انما زید لفظ الاسم لان ما فعله الفاعل هو المعنٰی هو المعنٰی و المفعول المطلق من اقسام اللفظ و یدخل فیه المصادر کلها.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف میں اسم کا لفظ کیوں زیادہ کیا حالانکہ تعریف بدون اس کے بھی تمام ہوسکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کا لفظ یہاں اس لئے زیادہ کیا ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف معنٰی پر صادق نہ ہو کیونکہ مافعلہ فاعل فعل مذکور حقیقت میں معنٰی ہیں اور مفعول مطلق الفاظ کے اقسام میں سے ہے اور اس تعریف میں کل مصادر داخل ہوتے ہیں۔ **مذکور صفة للفعل هو اعم من ان یکون مذکورًا حقیقة کما اذا کان مذکورًا بعینه نحو ضربًا او حکما کما اذا کان مقدرًا نحو فضرب الرقاب.** یعنی یہ مذکور کا لفظ فعل کی صفت ہے اور عبارت عربی میں حقیقۃ اوحکمًا کے الفاظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے فضرب الرقاب کا مفعول مطلق خارج ہوا کیونکہ یہاں فعل مذکور نہیں ہے اور باوجود اس کے یہ مفعول مطلق ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل مذکور عام ہے خواہ مذکور لفظی حقیقی ہو جیسے ضربت ضربًا میں ہے کہ اس میں فعل ضربۃ مذکور ہے خواہ مذکور حکمًا ہو جیسے فضرب الرقاب میں ہے کہ اس میں فاضربوا فعل مقدر ہے۔ **او اسمًا فیه معنی الفعل نحو ضارب ضربًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضارب ضربًا کی ترکیب کا مفعول مطلق ہے خارج ہوا کیونکہ اس میں فعل نہ حقیقۃً مذکور ہے نہ حکمًا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل مذکور عام ہے خواہ فعل حقیقی ہو خواہ شبہ فعل ہو جس میں فعل کے معنٰی پائے جاتے ہیں مذکورہ مثال میں فعل اگرچہ حقیقی نہیں لیکن شبہ فعل مذکور ہے۔ **و خرج به المصادر التی لم یذکر فعلها لا حقیقةً و لا حکما نحو الضرب واقع علی زید.** یعنی مذکور کی قید سے مفعول مطلق کی تعریف سے وہ مصادر خارج ہو گئے جن کا فعل نہ حقیقۃً مذکور ہو اور نہ حکمًا جیسے الضرب واقع علی زید میں ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بمعناه صفة ثانية للفعل یعنی یہ فعل کی ثانی صفت ہے۔ و ليس المراد به ان الفعل كائن بمعنى ذالک الاسم فان معنى الاسم جز معناه بل المراد ان معنى الفعل مشتمل عليه اشتمال الكل على الجزء فخرج به مثل تاديبًا في قولک ضربته تاديبًا فانه و ان كان مما فعله فاعل فعل مذكور لكنه ليس مما يشتمل عليه معنى الفعل. اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعل مذکور کا بمعنیٰ مفعول مطلق کے ہونا محال ہے کیونکہ فعل کل ہے اور مفعول مطلق اس کا جز ہے اور درمیان کل اور جز کے مغائرت ہوتی ہے پس کیونکر ایک دوسرے کے معنیٰ میں ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل مذکور کے مفعول مطلق کے ہم معنیٰ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہ فعل حقیقت میں اس اسم مفعول مطلق کے ہم معنیٰ ہو کیونکہ مفعول مطلق کے معنیٰ فعل کے معنیٰ کے جز ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ فعل کے معنیٰ اس پر ایسے مشتمل ہوں جیسا کہ اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے۔ پس بنابر اس تقدیر کے مفعول مطلق کی تعریف سے ضربته تاديبًا کا مفعول مطلق خارج ہوا کیونکہ یہ اگرچہ مما فعلہ فاعل فعل مذکور ہے لیکن اس پر فعل کے معنیٰ مشتمل نہیں ہے لہٰذا مفعول مطلق کی تعریف جامع ثابت ہوئی۔

و كذا خرج به مثل كراهتي في نحو كرهت كراهتي فان الكراهة اعتبارين احدهما كونها بحيث قامت بفاعل الفعل المذكور و اشتق منها فعل المسند اليه و لا شک ان معنى الفعل مشتمل عليها حينئذ و ثانيهما كونها بحيث وقع عليها فعل الكراهة فاذا ذكرت بعد الفعل بالاعتبار الاول كما في قولک كراهة فهو مفعول مطلق و اذا ذكرت بعده بالاعتبار الثاني كما في قولک كرهت كراهتي فهو مفعول به لا مفعول مطلق اذ ليس ذالک الفعل مشتملاً عليه بهذا لاعتبار بل هو واقع عليه وقوع الفعل على المفعول به فخرج بهذا لاعتبار عن الحد و النطبق الحد على المحدود جامعًا و مانعًا.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں کرہت کراہتی کی ترکیب کا مفعول بہ داخل ہوا کیونکہ وہ بھی مما فعلہ فاعل فعل مذکور ہے اور فعل مذکور کے معنیٰ اس پر مشتمل ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بمعناہ کے قول میں اس مفعول بہ سے بھی احتراز کیا کیونکہ اس مفعول بہ کے دو اعتبار ہیں ایک اس کا اس حیثیت سے ہونا کہ فعل مذکور کے ساتھ قائم ہو اور اس سے ایک فعل مشتق مانا جائے جس کا اس فاعل کی طرف اسناد ہو اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں اس پر فعل کے معنیٰ مشتمل ہوتے ہیں اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ اس کو ایسی حیثیت میں مانیں کہ فعل کراہت اس پر واقع ہو پس جب یہ مفعول فعل کے بعد بنابر اعتبار اول مذکور ہوگا جیسے کرہت کراہتہ کے قول میں ہے تو اس صورت میں یہ مفعول مطلق ہوگا اور جب کہ اس کو فعل کے بعد بنابر اعتبار ثانی مذکور مانیں گے جیسے کرہت کراہتی کے قول میں ہے تو اس تقدیر پر مفعول بہ ہوگا مفعول مطلق نہیں مانا جائے گا کیونکہ بنابر اس اعتبار کے فعل کے معنیٰ اس اعتبار کی بنا پر مفعول مطلق کی تعریف سے کراہتی مفعول بہ خارج ہوا اور مفعول مطلق کی تعریف جامع اور مانع ثابت ہوئی۔

و قد يكون المفعول المطلق للتاكيد ان لم يكن في مفهومه زيادة على ما يفهم من الفعل و النوع ان دل على بعض الفاعه و العدد ان دل على عدده مثل **جلست جلوسا** للتاكيد و **جلسة** بكسر الجيم للنوع بفتحا للعدد **فالاول** الى الذى للتاكيد لا يثنى **و لا يجمع** لانه دال على الماهية المعراة عن الدلالة على التعدد و التثنية و الجمع ستيلزمان التعدد فلا يقال جلست جلوسين او

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جلوسات الا اذا قصد به النوع او العدد بخلاف اخويه اللذين هما للنوع و العدد نحو جلست جلستين و جلسات بكسر الجيم و فتحها.

یعنی مفعول مطلق کا استعمال تین معنوں کے لئے ہوتا ہے اول تاکید اگر اس کے مفہوم میں فعل کے اصلی معنی سے زیادت ماخوذ ہو دوئم نوع اگر اپنے بعض انواع پر دال ہو سوئم عدد اگر عدد پر دلالت کرے اول کی مثال اول اور ثانی کی مثال ثانی اور سوئم کی مثال ثالث ہے جو متن کافیہ میں مذکور ہے پس اول یعنی وہ مفعول مطلق جو تاکید پر دلالت کرے وہ نہ تثنیہ ہوگا اور نہ جمع کیونکہ وہ اس صورت میں صرف اس ماہیت پر دلالت کرے گا جو تعدد سے بالکل خالی اور معرا ہو اور جمع اور تثنیہ دونوں تعدد کے مستلزم ہیں پس جلست جلوسین یا جلوسات اس صورت میں نہیں پڑھ سکتے ہیں البتہ اگر اس سے مقصود نوع یا عدد ہو تو اس صورت میں تثنیہ یا جمع کر کے پڑھ سکیں گے بخلاف اس کے اخوات کے جو کہ نوع اور عدد ہے جیسے جلست جلستین و جلسات بکسر جیم یا بفتح جیم میں ہے کہ یہاں تثنیہ اور جمع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ و قد يكون المفعول المطلق بغير لفظه اى مغائر اللفظ فعله اما بحسب المادة مثل قعدت جلوسًا و اما بحسب الباب نحو انبهة الله نباتًا و سبوبه يقدر له عاملا من بابه اى قعدت و جلست جلوسا و انبهة الله فنبت نباتًا. یعنی مفعول مطلق کبھی اپنے فعل کے لفظ کے مغائر آتا ہے اور وہ مغائرت عام ہے خواہ باعتبار مادہ کے ہو جیسے قعدت جلوسًا میں ہے خواہ باعتبار باب کے ہو جیسے انبہ الله نباتًا میں ہے کہ نباتًا کا مادہ نبت ہے انبہ نہیں ہے اور سیبویہ امثال مذکورہ میں مفعول مطلق کا عامل مقدر مانتے ہیں جس کی تقدیر قعدت و جلست جلوسًا و انبة الله فنبت نباتا ہے اس تقدیر پر مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مطابق ہے مغائر نہیں۔ و قد يحذف الفعل الناصب للمفعول المطلق اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فعل عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ شبہ فعل تاکہ اس میں شبہ فعل بھی داخل ہو جائے لقيام قرينة جوازًا كقولك لمن قدم من سفر خير مقدم اى قدمت قدومًا خير مقدم فخير اسم تفضيل و مصدرية باعتبار الموصوف او مضاف اليه لان اسم التفضيل له حكم ما اضيف اليه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ خیر مقدم کا مفعول مطلق ہونا مسلم نہیں کیونکہ مفعول مطلق میں شرط یہ ہے کہ فعل مذکور کی معنی اس پر اپنے مشتمل ہوں جیسا اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے قدمت کے معنی قدومًا پر مشتمل ہیں خیر پر مشتمل نہیں ہے علاوہ ازیں مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے اور خیر اسم تفضیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خیر اگرچہ اسم تفضیل ہے لیکن اس کا مصدر ہونا باعتبار موصوف محذوف قدوما کے ہے یا باعتبار مضاف الیہ مقدم کے ہے کیونکہ اسم تفضیل کا حکم بعینہ وہی ہے جو اس کے مضاف الیہ کا ہے اور اس کا مضاف الیہ مصدر بھی ہے لہٰذا یہ بھی اس کے حکم میں ہوگا یعنی کبھی مفعول مطلق کا عامل جملہ فعلیہ ناصب محذوف بھی ہوتا ہے جب قرینہ حذف کا موجود ہو جیسے خیر مقدم میں قرینہ حذف کا قادم کا حال ہے اس لئے یہاں اس کا عامل ناصب قدمت مقدر ہے و وجوبا اى حذفا واجبا اس کے بڑھانے کی وجہ بات بار بار تشریح کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور مگر کے خود سمجھ لیں۔ سماعًا اى سماعيا موقوفا على السماع لا قاعدة له يعرف بها سماعًا چونکہ سماعًا وجوبًا کی صفت ہے اور صفت اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے اس لئے جس طرح اس کو مؤول بوجوبًا کر کے سوال مقدر کا جواب دیا تھا اس طرح اس کو بھی مؤول بہ سماعیا کیا تا کہ حمل درست ہو اور صفت اپنے موصوف کے مطابق ہو جائے یعنی کبھی مفعول مطلق کا عامل ناصب واجبًا بھی محذوف ہوتا ہے جس کا حذف سماعی ہوگا یعنی موقوف علی السمع ہوگا اس کے لئے سوائے سمع کے اور کوئی قاعدہ نہیں ہوگا جس سے وہ حذف معلوم ہو۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نحو سقیًا ای سقاک اللّٰہ سقیًا و رعیًا ای رعاک اللّٰہ رعیًا خیبۃً ای خاب جنیۃً من خاب الرجل خیبۃً اذا لم ینل ما طلب وجدعًا ای جدع و الجدع قطع الانف و الاذن و الشفتین و الید و حمدًا ای حمدت حمدًا و شکرًا ای شکرت شکرًا و عجبًا ای عجبت عجبا فانه لم یوجد فی کلام استعمال الافعال العاملة فی هذه المصادر و هذا ففی وجوب الحذف سماعًا.

یہ اس مفعول مطلق کی امثال ہیں جس کا عامل ناصب واجبا محذوف ہو سقیًا کا عامل ناصب سقاک اللہ مقدر ہے اور رعیا کا عامل ناصب راعاک اللہ محذوف ہے اور خیبۃ کا عامل ناصب خاب خاب مقدر ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جس وقت آدمی اپنے مطلوب کے حاصل کرنے سے ناامید ہو کر رہ جاتا ہے اور جدعًا کا عامل ناصب جدع مقدر ہے جدع کے معنی ناک اور کان اور ہاتھ اور ہونٹ قطع کرنے کے ہیں اور حمدًا کا عامل ناصب حمدت مقدر ہے اور شکرًا کا عامل ناصب شکرت مقدر ہے اور عجبًا کا عامل ناصب عجبت مقدر ہے اور یہاں عامل ناصب کا حذف اس لئے واجب ہے کہ کلام عرب میں ان افعال عاملہ کا مصادر مذکورہ کے ساتھ استعمال نہیں پایا جاتا ہے اور حذف سماعی کے وجوب کے یہی معنی ہیں اور یہی حذف کا قرینہ بھی ہے قیل علیه قد قالوا حمدت اللّٰہ حمدًا و شکرته شکرًا و عجبت عجبًا یہ ایک سوال ہے جو لم یوجد فی کلامهم استعمال .....الخ..... کے قول پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ افعال عاملہ کا اپنے مصادر کے ساتھ نہ پائے جانے کا دعوی مسلم نہیں کیونکہ وہ اپنے لفظی مصادر کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں جیسے حمدت اللّٰہ حمدًا شکرته شکرًا اور عجبت عجبًا میں ہے فاجاب بعضهم بان ذلک لیس من کلام الفصحاء اس میں شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مذکورہ بالا کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مراد عدم وجود سے عدم وجود کلام فصحا میں ہے اور یہ لغت غیر فصیحہ ہے کلام فصحاء میں سے نہیں ہے۔ و بعضهم بان وجوب الحذف انما هو فی ما ستعمل باللام نحو حمدًا له و شکرا له و عجبا له یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مراد عدم وجود سے عدم وجود مع اللام ہے اور یہ مصادر مذکورہ بدون لام کے ہیں یعنی بعضوں نے اس طرح جواب دیا ہے کہ وجوب حذف اس میں ہے جو مستعمل باللام ہو جیسے حمدًا له و شکرا له و عجبا له اور یہ مصادر بدون لام مستعمل ہیں لہٰذا عامل استعمال کا دعوی ثابت ہوا۔ و قد یحذف الفعل الناصب للمفعول المطلق حذفا واجبًا قیاسا ای حذفا قیاسا یعلم له ضابطة کلی یحذف معه الفعل لزوما یہ اوپر یحذف کے جملہ پر عطف ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کا عامل ناصب وجوبًا محذوف ہوتا ہے لیکن اس کا حذف قیاسی ہوتا ہے اس کے حذف کا کوئی قاعدہ کلی ہوگا جس کے ساتھ عامل کا حذف کرنا لازمی ہوگا اور قیاسا سے قیاسیا مراد لے کر وہی سوال و جواب کی تلمیح ہے جس کی تشریح بار بار ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فی مواضع متعددة کے لفظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مواضع سے متبادر وہ مواضع ہیں جو متن میں مذکور ہوں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ جس طرح ان مواضع مذکورہ فی المتن میں عامل ناصب کا حذف قیاسی ہے اسی طرح ان مواضع کے علاوہ مواضع میں بھی حذف قیاسی ہے جیسے انت قیامًا و الناس قعودًا میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد مواضع سے مواضع متعددہ ہیں محصورہ نہیں لیکن ان مواضع مذکورہ فی المتن کی خصوصیت کثرت مباحث کی وجہ سے ہے۔ منها ای من هذا المواضع موضع ما وقع ای مفعول مطلق وقع مبینًا اردت الشائه لا لنفیه فانه لو اردت لنفیه نحو ما زید یسر یسرًا لا یجب حذفه شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما وقع کے جملہ سے مقدم موضع کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ما کلمہ دو حالتوں سے خالی نہیں مواضع سے عبارت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوگی یا مفعول مطلق ہے اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ مبتدا کے قول کا عمل کلمہ یا پر صحیح نہیں کیونکہ مثبت اور محذوف مفعول مطلق ہوتا ہے نہ مواضع اور ثانی اس لئے کہ اس صورت میں کلمہ ما کا عمل منہا پلا لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ ما عبارت مفعول مطلق سے ہے اور عبارت میں مضاف یعنی موضع محذوف ہے جس کی تقدیر پر معنی کلام کے یہ ہوں گے ان مواضع میں سے جہاں عامل کا حذف قیاساً واجب ہوتا ہے وہ موضع مفعول مطلق کا ہے جہاں مفعول مطلق بعد نفی کے مثبت واقع ہو یعنی جہاں اس کا اثبات مقصود ہو نہ نفی کیونکہ اگر نفی مراد ہو جیسے ما زید یسیر سیرًا کی مثال میں ہے تو اس صورت میں عامل کا حذف واجب نہیں ہوگا۔ **بعد نفي داخل على اسم لا يكون المفعول المطلق خبرًا عنه او بعد معنى نفي داخل على اسم لايكون المفعول المطلق خبرًا عنه اى عن ذلك الاسم.** یعنی عامل کا حذف قیاساً وہاں واجب ہے جہاں مفعول مطلق بعد نفی یا بعد معنی نفی کے مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہو جس سے یہ مفعول مطلق خبر نہ ہو سکے یعنی وہ اسم مبتداء اور یہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکے۔ **و انما قال على اسم لانه دخل على فعل نحو ما سرت الا سيراً و انما سيرت سيرًا لا يكون منه** اوپر مصنف نے یہ کہا تھا کہ وہ نفی اسم پر داخل نہ ہو یہاں شارح اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ علی اسم کہا اور علی فعل نہیں کہا یہ اس لئے کہ اگر وہ نفی فعل پر داخل ہو جیسے ما سرت الا سیرًا اور انما سرت سیرًا میں ہے تو اس صورت میں یہ حمار وجب حذف عاملہ قیاساً کے باب سے نہیں ہوگا۔ **و انما وصف الا بان لا يكون المفعول المطلق خبرًا عنه لانه لو كان خبرًا عنه نحو ما يسري الا سير شديد لكان مرفوعًا على الخبرية** یعنی اس اسم کی صفت اس طرح کی کہ مفعول مطلق اس کی خبر بن سکے یہ اس لئے کہ اگر مفعول مطلق اس کی خبر بن سکے جیسے ما یسری الا سیر شدید میں ہے تو اس صورت میں وہ مرفوع بنا بر خبریت ہوگا منصوب نہیں مانا جائے گا **او وقع المفعول المطلق مكررًا اى فى موضع الخبر عن اسم لا يصح وقوعه خبرًا عنه فلا يرد نحو دكت الارض دكًا دكًا** اس میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ دکت الارض دکًا دکًا سے منقوض ہے کیونکہ اس میں مفعول مطلق مکرر واقع ہے اور باوجود اس کے عامل ناصب محذوف نہیں ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر کی جگہ مکرر واقع ہوا اور مفعول مطلق کا خبر واقع ہونا درست نہ ہو پس اس تقدیر پر آیت مذکورہ کے مفعول مطلق کا اعتراض دفع ہوا کیونکہ یہاں مفعول مطلق اگرچہ مکرر ہے لیکن موضع خبر نہیں ہے **و انما جمع بين الظابطين لاشعارهما في الوقوع بعد اسم لا يكون خبر عنه** یعنی مصنف نے اوپر کے دو قاعدے ایک منہا میں اس لئے جمع کئے ہیں کہ یہ دونوں قاعدے اس اسم کے بعد واقع ہونے میں مشترک ہیں اور دونوں قاعدوں میں مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہیں بن سکتا اس مناسبت سے دونوں کا ایک منہا میں جمع کرنا زیادہ موزوں معلوم ہوا نحو ما انت الا سيرًا اى تسير سيرًا یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جس کا عامل محذوف کیا جائے اور نفی اس اسم پر داخل ہو جس کی خبر مفعول مطلق نہیں بن سکتا ہو کہ یہاں سیرًا انت کی خبر نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم ہوگا اور یہاں عامل محذوف تسیر ہے جو سیرًا کا عامل ناصب ہے و ما انت الا انت سير البريد اى تسير سيرًا البريد ہذا ان مثالان لما وقع مثبتًا بعد نفی یعنی یہ دونوں مثالیں اس مفعول مطلق کی ہیں جو بعد نفی کے کلام میں مثبت واقع ہو اور اسم مذکور کی خبر نہ بن سکے **و انما اورد مثالين تنبيهًا على ان الاسم الواقع موقع الخبر ينقسم الى النكرة و المعرفة او الى ما هو فعل للمبتداء و الى ما يشبهه به فعله او الى مفرد و مضاف.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال مثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور توضیح ایک مثال سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس دو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امثال لانے کی کیا حاجت اور ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دو امثال لانے سے مقصود اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ اسم جو موضع خبر میں واقع ہو اس کی دو قسمیں ہیں نکرہ معرفہ اول مثال نکرہ کی ہے ثانی معرفہ کی مثال ہے یا ایک اس کی مثال ہے جو فعل ہو مبتداء کا اور ثانی اس کی مثال ہے جو مبتداء کے فعل کے مشابہ ہو کیونکہ برید کا فعل عمرو کے فعل کے مشابہ ہوتا ہے یا اول مفرد کی مثال ہے اور ثانی مضاف کی چونکہ ممثلات متعدد ہوئے اس لئے امثال بھی متعدد لائے ہیں۔ **و انا انت سیرا ای تسیر سیرا مثال لما وقع بعد معنی نفی** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو بعد معنی نفی کے واقع ہو جس کا عامل ناصب تسیر مقدر ہے۔ **و زید سیرًا سیرٌ الی بسر بسرًا مثال لما وقع مکررًا.** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو کلام میں واقع ہو جس کا عامل ناصب یسر محذوف ہے اور یہاں حذف واجب ہے کیونکہ سد مسد اور قرینہ موجود ہے قرینہ نصب معمول اور سد مسد اقامت مفعول مقام عامل کے ہے۔ **و منها ای من المواضع التی یجب حذف الفعل الناصب للمفعول المطلق فیها.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں فعل ناصب مفعول مطلق کا حذف کرنا واجب ہے ایک وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو **ما وقع ای موضع مفعول مطلق وقع** اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر سوال و جواب کی صورت میں تشریح کے ساتھ بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ **تفصیلاً لاثر مضمون جملة متقدمة و المراد بمضمون الجملة مصدرها المضاف الی الفاعل او المفعول و باثره غرضه المطلوب منه و بتفصیل الاثر بیان انواعه المحتملة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مضمون جملہ اور تفصیل کے معنی بتاتے ہیں کہ جملہ کے مضمون سے مراد وہ مصدر ہے جو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو اور اثر سے مراد وہ غرض ہے جو متکلم کا مطلوب ہو اور اثر کی تفصیل سے مقصود انواع محتملہ ہے۔ مثل قولہ تعالیٰ **فشدوا الوثاق فاما منا بعد ای بعد شد الوثاق و اما فدآءً فقوله فشدوا الوثاق جملة مضمونها شد الوثاق و الغرض المطلوب من شد الوثاق اما المن او الفدآء فصل الله سبحانه هذا الغرض المطلوب بقوله فاما منا بعد و اما فدآء ای تمنون منا بعد الشد و اما تفدون فدآءً** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے کہ جو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو کہ اس میں فشد الوثاق کا قول ایک جملہ ہے جس کا مضمون شد الوثاق ہے اور غرض مطلوب شد الوثاق سے احسان کرنا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا ہے پس اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس غرض مطلوب کی تفصیل فاما منًا و اما فداءً کے قول میں فرمائی ہے جس کی تقدیر تمنون منا بعد اشد و اما تفدون فدآء ہے یعنی شد الوثاق کے بعد قیدیوں پر احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر آزاد کر دو۔ ان دو باتوں کا اختیار ہے۔ **منها ای من تلک المواضع ما وقع ای موضع مفعولٍ مطلق وقع** اس کے بڑھانے کی وجہ بھی اوپر سوال و جواب کی صورت میں تشریح کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ **للتشبیه ای لان یشبه به امر آخر.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں عامل کا حذف قیاساً واجب ہے ایک وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو یعنی اس کے ساتھ کسی دوسرے امر کی تشبیہ دی جائے۔ **و احترز به عن نحو لزید صوت صوت حسن لانه لم یقع للتشبیه** یعنی للتشبیہ کے قول سے لزید صوت صوت حسن کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ یہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع نہیں ہے۔ **علاجًا ای حال کونه و الاّ علی فعل من افعال الجوارح** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ علاجًا کا لفظ ترکیب میں مفعول مطلق سے حال واقع ہوا ہے۔ جس کی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو درآں حالیکہ جوارح کے افعال میں سے کسی فعل پر دال بھی ہو **و احترز به عن نحو لزید زهد زهد الصلحاء لان**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الزهد ليس من افعال الجوارح. یعنی علاجًا کا لفظ بھی قید احترازی ہے۔اس میں لزید زهد زهد الصلحا سے احتراز کیا کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں بلکہ فعل قلب ہے۔ بعد جملة و احتراز به عن نحو صوت زيد صوت حمار. یعنی بعد جملہ کے قول میں صوت زید صوت حمار کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ یہ جملہ کے بعد واقع نہیں ہے۔مشتملة تلك الجملة على اسم كائن بمعناه اى بمعنى المفعول المطلق. یعنی وہ جملہ اس اسم پر مشتمل ہو جو بمعنی مفعول مطلق کے ہو و احترز به عن نحو مررت بزيد فاذا له ضرب صوت حمار یعنی بمعناہ کا قول بھی احترازی ہے۔اس میں مررت بزید فاذا له ضرب صوت حمار کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ یہاں وہ اسم جس پر جملہ مشتمل ہے بمعنی مفعول مطلق کی نہیں ہے۔و على صاحبه اى صاحبه ذالك الاسم الذى قام به معناه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ صاحبہ کی ضمیر اس اسم کی طرف راجع ہے یعنی وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو جس کے ساتھ مفعول مطلق کے معنی قائم ہو و احترز به عن نحو مررت بالبلد فاذا به صوت صوت حمار یعنی وصاحبہ کے قول میں مررت بالبلد کے قول سے احتراز کیا۔

نحو مررت به فاذا له صوت صوت احمارٍ اى يصوت صوت حمارٍ من صات الشئى صوتًا بمعنى صوت تصويتًا فصوت حمارٍ مصدر واقع للتشبيه علاجًا بعد جملة هى قوله له صوت و هى مشتملة على اسم بمعنى المفعول المطلق و هو صوت و مشتملة على صاحب ذالك الاسم وهو الضمير المجرور فى قوله له.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صوت حمار کا مفعول مطلق ہونا مسلم نہیں کیونکہ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے اور صوت مصدر نہیں کیونکہ مصدر وہ ہے جس کے معنی فارسی کے اخیر میں دال ونون ہوں جیسے ضرب کے معنی میں زدن ہے یا تاونون ہوں جیسے قتل کے معنی ہیں کشتن ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مجرد بمعنی مزید کے ہے یعنی صوت بمعنی تصویت کے ہے پس صوت حمار مصدر ہے جو تشبیہ کے لئے علاجًا بعد جملہ کے واقع ہوا ہے اور وہ جملہ لہ صوت کا قول ہے اور یہ جملہ اس اسم پر مشتمل ہے جو بمعنی مفعول مطلق کے ہے اور وہ اسم صوت کا لفظ ہے اور یہ جملہ اس اسم کے صاحب پر بھی مشتمل ہے۔اور وہ صاحب لہ کے قول میں ضمیر مجرور ہے جو زید کی طرف راجع ہے و نحو مررت به فاذا له صراخ صراخ الثكلى اى يصرخ صراخ الثكلى و هى امراة مات ولدها. یہ دونوں مثالیں اس مفعول مطلق کی ہیں جس کا عامل قیاسًا وجوبًا محذوف ہو مثال اول میں صوت حمار کا عامل محذوف یصوت اور ثانی مثال میں یصرخ ہے اور یہاں یہ حذف واجب ہے بوجہ وجود قرینہ اور سد مسد کے قرینہ نصب معمول اور سد مسدا قامت جملہ حقدمہ مقام عامل کے ہے اور مثال اول نکرہ کی اور ثانی مثال معرفہ بالاضافت کی ہے اور ثکلی اس عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ فوت ہو جائے۔و منها اى من تلك المواضع ما وقع اى موضع مفعول مطلق وقع اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ مضمون جملة لا متحمل لها اى لهذاه الجملة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لہا کی ضمیر مجرور جملہ کی طرف راجع ہے۔غيره اى المفعول المطلق اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرور مفعول مطلق کی طرف راجع ہے۔نحو على الف درهم اعترافًا اى اعترفت اعترافًا فاعترافًا مصدر وقع مضمون جملة وهى له على الف درهم لان مضمونه الاعتراف و لا محتمل له سواه یعنی ان

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مواضع میں سے جہاں عامل مفعول مطلق کا حذف کرنا ساواجب ہووہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق جملہ کا مضمون واقع ہواور اس جملہ سوائے مفعول مطلق کے کسی دوسرے مضمون کا احتمال نہ ہو جیسے لہ علی الف درہم اعترافا میں ہے جس کی تقدیر اعترافت اعترافا ہے پس اعترافا مصدر ہے جولہ علی الف درہم اعترافا کے جملہ کا مضمون واقع ہوا ہے کیونکہ اس کا مضمون اعتراف ہے سوائے اعتراف کے اور احتمال اس میں نہیں ہے اور یہاں عامل ناصب اعترفت مقدر ہے۔ **و یسمی هذا النوع من المفعول المطلق تاکید النفسه ای لنفس المفعول المطلق لانه یؤکد نفسه و ذاته لا امرا یغایره و لو بالاعتبار** یعنی اس قسم کے مفعول مطلق تاکید لنفسہ سے موسوم ہے کیونکہ یہ اپنے نفس اور ذات کی تاکید کرتا ہے کسی دوسرے امر مغائر کی تاکید اس میں مقصود نہیں ہوتی اگر چہ مغائرت بالاعتبار ہو یعنی درمیان لہ علی الف درہم کے قول اور اعترافا کے قول کے تغایر اعتباری بھی نہیں کیونکہ جملہ کا مضمون اسی اعتبار سے گویہ وہ منصوص علیہ ہے لفظ مصدر سے عین منصوص علیہ بہ لفظ جملہ ہے پس یہاں تغائر اعتباری بھی نہیں ہے۔ **و منها ما وقع مضمون جملة لها ای لهذاه الجملة محتمل غیره ای غیر المفعول المطلق نحو زید قائم حقا ای احق حقا من حق یحق اذا ثبت و وجب فحقا مصدر وقع مضمون جملة و هی قوله زید قائم و لها محتمل غیره لانها تحتمل الصدق و الکذب و الحق و الباطل.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں عامل مصدر کا محذوف کرنا قیاساً واجب ہو ایک وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق جملہ متقدمہ کا مضمون واقع ہو اور اس جملہ میں سوائے مفعول مطلق کے غیر کا بھی احتمال ہو جیسے زید قائم حقا میں احق عامل مقدر اور احق اس وقت استعمال کرتے ہیں جس وقت کسی شے کا ثبوت اور وجوب مقصود ہوتا ہے پس حقا کا لفظ مصدر ہے جو زید قائم کے جملہ کا مضمون واقع ہوا ہے جس میں سوائے مفعول مطلق کے غیر کا بھی احتمال ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں صدق اور کذب اور حق اور باطل سب کا احتمال ہوتا ہے۔ **و یسمی هذا النوع من المفعول المطلق تاکید الغیره** یعنی اس قسم کے مفعول مطلق تاکید لغیرہ سے موسوم ہے **لانه من حیث هو منصوص علیه اللفظ المصدر یؤکد نفسه من حیث هو محتمل الجملة فالمؤکد اسم مفعول من حیث اعتبار وصف الاحتمال فیه یغائر المؤکد اسم فاعل من حیث انه منصوص علیه بالمصدر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تاکید لغیرہ محال ہے کیونکہ تاکید کے معنی تلفظ بلفظ واحد مرتین ہے اور یہ معنی مغایرت کے ساتھ حاصل نہیں ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جوب دیا کہ یہاں مغایرت سے مراد مغایرت اعتباری ہے نہ واقعی کیونکہ حقا کا لفظ اس اعتبار سے کہ منصوص علیہ بلفظ مصدر ہے حق کا مؤکد ہے جس کا جملہ بھی محتمل ہوتا ہے پس گویا یہ اپنے نفس کا مؤکد ہوا کیونکہ اس صورت میں یہ مصدر جملہ کا بھی محتمل ہے۔ پس مؤکد بصیغہ اسم مفعول باعتبار وصف احتمال کے مؤکد بصیغہ اسم فاعل سے مغائر ہے کیونکہ وہ منصوص علیہ بالمصدر ہے لہٰذا تاکید لغیرہ کی محالیت باطل ہوگئی۔ **و یحتمل ان یکون المراد انه تاکید لاجل غیره لیندفع و علی هذا ینبغی ان یکون المراد بالتاکید لنفسه انه تاکید لاجل نفسه لیتکرر و یتقرر حتی یحسن التقابل.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ تاکید لغیرہ میں احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ مفعول مطلق تاکید اپنے نفس ہی کی کرے لیکن یہ اس غرض سے کہ اس سے غیر کو دفع کرے اور بنا بریں تقدیر مناسب ہے کہ مراد تاکید لنفسہ سے تاکید لاجل غیرہ ہو تا کہ وہ مفعول مطلق مکرر اور مقرر ہو سکے اور عبارت میں تقابل کا حسن بھی ثابت ہو جائے اور مغائرت اس تقدیر پر بھی ثابت ہوگی کیونکہ مفعول مطلق قاعدہ اول میں صرف مؤکد لنفسہ تھا اور اس قاعدہ میں مؤکد لنفسہ مع دفع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غیرہ ہے۔ **و منها ما وقع مثنّی ای علی صیغة التثنیة و ان لم یکن للتثنیة بل لتکریر و التکثیر.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں عامل مصدر کا حذف کرنا واجب ہے وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق مثنی واقع ہو یعنی تثنیہ کے صیغہ اور صورت پر واقع ہوا گرچہ حقیقت میں تثنیہ کے لئے نہ ہو بلکہ تکریر اور تکثیر کے لئے ہو۔ **و لا بد فی تمیتم هذه لقاعدة من قید الاضافة ای مثنی مضافاً الی الفاعل او المفعول لئلا یرد مثل قوله تعالیٰ ثم ارجع البصر کرتین ای رجعًا مکرراً کثیرًا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ اللہ تعالیٰ کے قول ثم ارجع البصر کرتین سے منقوض ہے کیونکہ کرتین مفعول مطلق تثنیہ کی صورت پر واقع ہے اور باوجود اس کے اس کا فعل ناصب مذکور ہے مقدر نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اس قاعدہ کلیہ کے تمیتم کے لئے قید اضافت کی ضرورت ہے یعنی مثنی سے مراد وہ مثنی ہے جو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہے اور یہ مثنی جو آیت شریفہ میں مذکور ہے غیر مضاف ہے اور یہاں تکریر اور تکثیر کے معنیٰ میں ہے جس کی تقدیر رجع مکررًا و متکثراً ہے **وفی جعل المثال من تتمة التعریف لافادة هذه القید تکلف** یہ ایک سوال مقدر ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مثال بعد تمام ہونے ممثل کے توضیح کے لیئے لائی جاتی ہے اور یہاں اس قید اضافت کے افادہ کی بنا پر مثال کو تعریف کے تتمیہ سے ٹھہرا کر ممثل کو اس سے تمام کیا ہے اور یہ محض تکلف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال کو ظاہر کر کے جواب نہیں دیا اس کا جواب یہ فقیر حقیر دیتا ہے اس طرح کہ مثال کے تتمیہ تعریف سے ٹھہرانے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک قسم تعظیم ہے اور اشارہ ہے مثال کی مقصودیت کی طرف کیونکہ اس کو ممثل کا جزء ٹھہرایا ہے۔

مثل لبیک اصله البُّ لک البابین ای اقیم لخدمتک و امتثال امرک و لا ابرح عن مکانی اقامة کثیرة متثالیة فحذف الفعل و اقیم بالمصدر مقامه ورد الی الثلاثی بحذف روائدة ثم حذف حرف الجر من المفعول و اضیف المصدر الیه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لبیک اور سعدیک کے الفاظ دو حالتوں سے خالی نہیں مجرد کے مصادر ہوں گے یا مزید کے اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں اول مسلم ہے لیکن اس سے تکریر اور تکثیر معلوم نہیں ہوتی اور مقصود یہاں تکریر اور تکثیر ہے اور ثانی صورت ممنوع ہے کیونکہ اس میں کذب لازم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ زوائد سے مجرد ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مزید کے مصادر ہیں کیونکہ لبیک کی اصل الب لك البابین ہے جس کے معنیٰ اقیم تخدمتك .....الخ..... ہیں یعنی تیری خدمت اور امتثال حکم کے لیئے ہر وقت مقیم اور حاضر ہوں اور اپنے مکان خدمت میں متواتر بہت دیر تک قائم رہوں گا خدمت کے مقام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا پس فعل اُلٹ کو محذوف کیا اور اس مقام میں مصدر کو رکھا گیا اور مزید سے زوائد کو محذوف کر کے ثلاثی مجرد کی طرف رد کیا پھر لک کا حرف جر مفعول سے محذوف کیا اور اس مفعول کی طرف مصدر کی اضافت کی وجہ سے نون کی کلمہ ساقط ہو کر لبیک باقی رہا۔ **و یجوز ان یکون من لب بالمکان بمعنیٰ الب فلا یکون محذوف الزوائد** یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ مصادر مجرد کے مصادر ہیں لیکن مزید کے معنیٰ میں ہیں یعنی جائز ہے کہ لبیک لب بالمکان سے ماخوذ ہو جس کے معنیٰ الب کے ہیں پس اس صورت میں یہ لبیک کا لفظ محذوف الزوائد نہیں ہوگا۔ **و علی هذا القیاس سعدیك ای اسعدک اسعادًا بعد اسعادٍ بمعنیٰ اعینک الا ان اسعد یتعدی بنفسه بخلاف الب فانه یتعدی باللام** یعنی اس لبیک کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تحقیق پر سعد یک کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے کہ سعد یک اصل میں اسعدک اسعادین اسعادًا ابعد اسعاد تھا جس کے معنٰی اعینک کے ہیں زوائد کو حذف کر کے سعد یک کر دیا ہے البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ اسعد متعدی بنفسہ ہے۔ بخلاف الب کے وہ متعدی باللام المجارہ ہے۔

المفعول به:.....

هو ما وقع ای اسم ما وقع علیه فعل الفاعل.

یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ **و لم یذکر الاسم اکتفاء بما سبق فی المفعول المطلق.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کے ساتھ اسم کا لفظ کیوں نہیں بڑھایا جیسا کہ مفعول مطلق میں بڑھایا تھا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول مطلق پر اکتفاء کر کے بخوف طوالت یہاں لفظ اسم کو ذکر نہیں کیا ہے۔

و المراد بوقوع فعل الفاعل علیه تعلقه به بلا واسطة حرف الجر فانهم یقولون فی ضربت زیدا ان الضرب واقع علی زید و لا یقولون فی مررت بزید ان المرور واقع علیه بل تلبس به فخرج به المفاعیل الثلاثة الباقیة فانه لا یقال فی واحد منها ان الفعل واقع علیه بل فیه اوله او معه و المفعول المطلق بما یفهم من مغائرته بفعل الفاعل فان المفعول المطلق عین فعله.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف جامع و مانع نہیں کیونکہ اس سے ایاك نعبد کا مفعول بہ خارج ہوا کیونکہ اس پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہے اور مررت بزید کی ترکیب کا زید داخل ہوا کیونکہ اس سے بھی فاعل کے فعل کا تعلق ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد تعلق سے تعلق ذاتی ہے اور فاعل کے فعل کے مفعول بہ پر واقع ہونے سے مراد اس کا تعلق بلا واسطہ حرف جر ہے اور مررت بزید میں تعلق بواسطہ حرف جر ہے بلا واسطہ حرف جر نہیں کیونکہ ضربت زیدًا کے متعلق نحات کہتے ہیں کہ یہاں ضرب زید پر واقع ہے اور مررت بزید کی مثال میں یہ نہیں کہتے کہ مرور زید پر واقع ہے بلکہ کہتے ہیں کہ یہاں مرور کا زید سے تلبس ہے۔ پس وقوع کی قید کی بناء پر مفاعیل ثلاثہ باقی یعنی مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ یہاں یہ نہیں کہتے کہ فعل فاعل کا واقع ہے بلکہ کہتے ہیں کہ فعل فاعل کا اس میں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہے لہٰذا تعریف جامع مانع ثابت ہو گئی باقی رہ گیا مفعول مطلق وہ مغائرت کی قید سے خارج ہوا کیونکہ مفعول بہ فاعل کے فعل کے مغائر ہوتا ہے اور مفعول مطلق عین فعل فاعل کا ہوتا ہے۔ **و المراد بفعل الفاعل فعل اعتبر اسناده الی ما هو فاعل حقیقة او حکمًا فخرج به زبد فی ضرب زید علی صیغة المجهول فانه لم یعتبر اسناده الی فاعله** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں ضرب زید کا مفعول مالم یسم فاعلہ داخل ہوا کیونکہ اس سے فاعل کے فعل کا تعلق بالذات ہے حالانکہ وہ مفعول بہ نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل فاعل سے مراد وہ فعل ہے جس کا اسناد فاعل حقیقی یا حکمی کی طرف معتبر ہو اور یہاں یہ اسناد معتبر نہیں ہے پس ضرب زید صیغہ مجہول کا مفعول مالم یسم فاعلہ زید مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہوا کیونکہ یہاں فاعل کی طرف اسناد معتبر نہیں ہے لہٰذا تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **و لا یشکل بمثل اعطی زید درهما فانه یصدق علی درهما انه واقع علیه فعل الفاعل الحکمی المعتبر اسناد الفعل الیه فان مفعول ما لم یسم فاعله فی حکم الفاعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جامع نہیں کیونکہ اس سے اعطی زید درہما کی مثال کا مفعول بہ خارج ہوا کیونکہ اس میں فاعل کی طرف فعل کا اسناد معتبر نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی یہاں اگر چہ فاعل حقیقی کی طرف فعل کا اسناد معتبر نہیں لیکن فاعل حکمی کی طرف معتبر ہے کیونکہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل حکمی ہوتا ہے۔لہٰذا اعطی زید درہما کی مثال کا اعتراض اور اشکال مندفع ہوا کیونکہ یہاں درہما پر فاعل حکمی کا فعل واقع ہوا ہے جس کا اسناد معتبر ہے لہٰذا تعریف جامع ہوئی **و بما ذکرنا ظهر فائدة ذکر الفاعل فلا یرد انه لو قال ما وقع علیه الفعل لکان اخصر.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف اگر ماوقع علیہ الفعل کہتے تو یہ زیادہ بہتر تھا کیونکہ اس میں اختصار ہے فاعل کے بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ ماذکرنا سے فاعل کے ذکر کا فائدہ ظاہر ہے۔لہٰذا اعتراض مذکورہ بالا وارد نہیں ہوگا۔**نحو ضربت زیدًا فان زیدًا قد وقع علیه بلا واسطة حرف الجر فعل اعتبر اسناده الی الفاعل الذی هو ضمیر المتکلم.** یہ اس مفعول بہ کی مثال ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے کہ اس میں زید پر بلا واسطہ حرف جر فعل فاعل کا واقع ہوا ہے جو کہ ضمیر متکلم ہے اور اس ضمیر متکلم کی طرف فعل کا اسناد معتبر بھی ہے۔**و قد یتقدم المفعول علی الفعل العامل فیه لقوة الفعل فی العمل فیعمل فیه متقدمًا و متاخرًا اما جوازًا مثل اللّٰه اعبد ووجه الجیب اتمنی و اما وجوبًا فی ما تضمن معنی الاستفهام او الشرط نحو من رأیت و من تکرم یکرمک.** یعنی کبھی مفعول بہ اپنے فعل عامل پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ فعل عامل قوی العمل ہے پس اپنے معمول متقدم اور متاخر میں عمل کر سکتا ہے اور یہ تقدیم جائز ہوگی جیسے اللہ اعبد میں یا وجہ الجیب اتمنی میں ہے یا واجب ہوگی اور یہ وہاں جہاں مفعول بہ متضمن معنی استفہام یا تضمن معنی شرط کے ہوگا جیسے من رأیت اس و من تکریم یکرمک کی امثال میں ہے اول مثال استفہام اور ثانی مثال شرط کی ہے۔**هذا اذا لم یکن مانع من التقدیم کوقوعه فی حیز ان نحو من البران تکف لسانک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مزکورہ بالا من البر ان تکف لسانک کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ یہاں مفعول بہ یعنی لسانک کی تقدیم فعل تکف پر جائز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول بہ کی تقدیم کا جواز اس وقت ہے جس وقت مانع تقدیم نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ مفعول بہ کا ان کے حیز میں واقع ہونا ہے یعنی اَنْ موصول حرفی ہے اور تکف اس کا صلہ ہے اور تقدیم صله علی الموصول ممنوع ہے پس اسی طرح معمول کی تقدیم علی الموصول بھی جائز نہیں کیونکہ اَنْ مصدری ہے اور یہ جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو بتاویل مصدر کے کر دیتا ہے پس فعل کی فعلیت ضعیف ہو جاتی ہے۔لہٰذا متقدم معمول میں عمل نہیں کر سکے گا۔**و قد یحذف الفعل العامل فی المفعول به.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فعل سے مراد عامل مفعول بہ ہے وہ عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ شبہ فعل۔**لقیام قرینة مقالیةً او حالیةً.** اس کے بڑھانے سے مقصود شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قرینہ کا عموم ہے کہ خواہ وہ مقالیہ ہو خواہ حالیہ۔**جوازًا نحو زیدًا لمن قال من اضرب ای اضرب زیدًا فحذف الفعل للقرینة المقالیة التی هی السوال او نحو مکة للمتوجه الیها ای اتریدمکة فحذف الفعل للقرینة الحالیة.**

یعنی کبھی مفعول بہ کا فعل عامل جوازاً محذوف بھی ہوتا ہے جیسے زید کہے اس شخص کے جواب میں جو کہے کہ میں کس کو ماروں جس کی تقدیر اضرب زیدًا ہے پس فعل اضرب بہ سبب پائے جانے قرینہ مقالیہ کے جو کہ سوال سائل ہے محذوف ہوا یا جیسے مکۃ کہیں اس شخص سے جو مکہ معظمہ کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طرف متوجہ ہو جس کی تقدیر تزید مکۃ ہے پس بوجہ پائے جانے قرینہ حالیہ کے ہے یہاں فعل عامل تزید مکۃ ہے پس بوجہ پائے جانے قرینہ حالیہ کے یہاں فعل عامل تزید محذوف کیا گیا جو مکۃ کا عامل ناصب ہے یہاں قرینہ حالیہ مخاطب کا ارادہ اور قصد ہے۔ **و جریانی اربعة مواضع تخصیصها بالذکر لیس للحصر لوجوب الحذف فی باب الانحراء و المنصوب علی المدح او الذم او الترحم بل لکثرة مباحثها بالنسبة الی هذا لابواب.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حذف وجوبی کا حصر مواضع اربعہ میں درست نہیں کیونکہ جس طرح ان مواضع اربعہ مذکورہ میں حذف فعل واجب ہے اسی طرح اغرار اور منصوب علی المدح یا منصوب علی الذم یا منصوب علی الترحم میں بھی حذف فعل واجب ہے اعزاء کی مثال اخاک اخاک ہے جس کی تقدیر خذ اخاک ہے اور منصوب علی المدح کی مثال الحمد للّٰہ الحمید ہے جس کی تقدیر اعنی الحمید ہے اور منصوب علی الذم کی مثال اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیمo ہے۔ جس کی تقدیر اعنی الرجیم ہے اور منصوب علی الترحم کی مثال مررت بزید المسکین ہے جس کی تقدیر اعنی المسکین ہے۔ شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ان مواضع اربعہ مذکورہ کی تخصیص بالذکر حصر کے لئے مقصود نہیں ہے بلکہ کثرت مباحث کے لئے ہے بہ نسبت ان ابواب کے یعنی مواضع اربعہ کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی مباحث بہ نسبت ابواب اعزاء وغیرہ کے کثیر ہیں حصر مقصود نہیں ہے۔

الاوّل من تلک المواضع الاربعة سماعی مقصور علی السماع لا یتجاوز عن امثلة محدودة مسموعة بان لقیاس علیها امثلة اخری. یعنی ان مواضع اربعہ میں سے جہاں حذف فعل واجب ہوتا ہے اول موضع سماعی ہے۔ یعنی مقصور علی السماع ہے امثلہ محدودہ مسموعہ سے نہیں ہے۔ اس طرح کہ ان امثلہ محدودہ پر دوسری امثلہ قیاس کر سکے یہ سماعی ہونے کے معنٰی ہیں۔ **نحو امرًا و نفسه ای اترک امرا و نفسه و انتهوا خیرًا لکم ای انتهوا عن التثلیث و اقصدوا خیرًا لکم و هو التوحید و اهلاً و سهلاً ای اتیت اهلاً.** یہ اس مفعول بہ کی مثال ہیں کہ جس کا عامل ناصب سماعًا محذوف ہوا ہو اول مثال میں اترک اور ثانی میں و اقصدوا ثالث میں آتیت عامل ناصب محذوف ہے اور خیرا کا عامل و اقصدوا مقدر ہے نہ و انتهوا کیونکہ اگر و انتهوا کو عامل مانیں گے تو اس صورت میں آیت کے معنٰی فاسد ہو جاویں گے کیونکہ اس وقت تقدیر یہ ہوگی و انتهوا عن الخیر حالانکہ یہ مقصود نہیں بلکہ مقصود نفی تثلیث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فعل ناصب مفعول بہ کا واقصدوا مقدر ہے جس کی تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے کہ تثلیث کو چھوڑ کر توحید کو اختیار کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ **ای مکاناً ما هو لاً معمورًا لاخرابًا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل کے دو معنٰی ہیں اول اقارب، دوم عمارت مخصوص۔ اگر بمعنٰی اقارب منظور ہو تو اس صورت میں اس کا مفعول ہونا درست ہوگا اور اگر بمعنٰی عمارت ہو تو اس تقدیر پر اس کی مفعولیت درست نہیں ہوگی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر اہل بمعنٰی عمارت ہو تو اس صورت میں اس کا مفعول بہ ہونا باعتبار موصوف محذوف مکان کے ہوگا۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ صفت موصوف پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ اس سے حمل صرف وصف علی الذات لازم آیا ہے اور یہ باطل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما هو لاً کا لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ اگر اہل بمعنٰی عمارت ہو تو اس صورت میں اہل مصدر بمعنٰی ماہول ہوگا جس کے معنٰی ابنت مکانا ما هولاً و لا خراباً ہوں گے۔ **او اهلا لا اجانب و وطیب سهلا من البلاد و لاخونا.** یہ اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل بمعنٰی اقارب کے ہے اس صورت میں اس کا مفعول بہ ہونا بلاشک درست ہے جس کی تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گی۔اتیت اهلا لا اجانب و اتیت سهلاً من البلاد و لا حزنا اور سہل کے معنی زمین نرم کے ہیں اور حزن کے معنی زمین درشت کے ہیں۔

والموضع الثانی من تلك المواضع الاربعة المنادی و هو المطلوب اقباله. یعنی ان مواضع اربعہ میں سے جہاں عامل کو حذف سماعاً واجب ہو ایک موضع منادی ہے اور منادی اس اسم کو کہتے ہیں جس کا اقبال اور متوجہ کر دینا مقصود ہو۔ای **توجه الیک بوجه او بقلبا کما اذا نادیت مقبلا علیک بوجه حقیقة مثل یا زید.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادی کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ منادی خارج ہوا جس کے سامنے حائل ہو کیونکہ اس وقت اقبال ممکن نہیں۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلب توجہ اور اقبال عام ہے خواہ بوجہ ہو جیسے بلا حائل کی صورت میں ہے خواہ بقلبہ ہو جیسے حائل کی صورت میں ہوتا ہے اور حقیقی توجہ کی صورت یہ ہے کہ زید مقبل اور متوجہ ہو اور اس کو متکلم یا زید سے ندا کر کے بلائے۔

او حکما مثل یا سماء و یا جبال و یاارض فانها نزلت اولا منزلة من له صلاحیة النداء ثم ادخل علیها حرف النداء و قصد نداؤها فهی فی حکم من یطلب اقباله.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادی کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے یا سماء یا جبال و یا ارض کی مثل کا منادی خارج ہوا کیونکہ یہ الفاظ نہ ذات وجہ ہیں اور نہ ذات قلب لہٰذا یہاں نہ توجہ بوجہ متصور ہے اور نہ اقبال بقلبہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلب توجہ بوجہ اور بقلبہ عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور یہاں اگرچہ حقیقی نہیں لیکن حکمی موجود ہے اس طرح کہ الفاظ مذکورہ کو اول بمنزلہ اس شخص کے ٹھہرائے جس کو صلاحیت نداء ہوتی ہے اس کے بعد ان پر حرف نداء داخل کر کے منادی مانے ہیں پس یہ الفاظ حکمی منادی میں داخل ہوئے جس کا اقبال مطلوب ہوتا ہے۔**بخلاف المندوب لانه المتفجع ادخل علیه حرف النداء لمجرد التفجع لا تنزله منزلة المنادی و قصد ندائه فخرج لهٰذا لقید عن تعریف المنادی و لهٰذا افراد المصنف رحمة للّٰه تعالیٰ علیه احکامه بالذکر فیما بعد.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ پس بنا بر تقدیر مذکورۂ بالا چاہیے کہ مندوب منادیٰ میں داخل ہو اس طرح کہ اس کو اول بمنزلہ اس شخص کے ٹھہرائے جس کو صلاحیت نداء ہو اس کے بعد اس پر حرف نداء داخل کر کے منادی مانا جائے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یا سماء اور یا جبال و یا ارض کے الفاظ حکمی منادی ہیں بخلاف مندوب کہ وہ متفجع علیہ ہے اس پر حرف نداء کا دخول مجرد تفجع کے لئے ہے اس کے لیے نہیں کہ اس کو بمنزلہ منادی ٹھہرا کر حکمی منادی مانیں پس المطلوب اقبالہ کی قید بڑھا کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندوب کو منادی کی تعریف سے خارج کر دیا ہے اور اسی وجہ سے مابعد میں اس کے احکام منادی سے علیحدہ ذکر کیے ہیں۔

و فیه تحکم فان المندوب ایضا کما قال بعضهم منادی مطلوب اقباله حکما علی وجه التفجع فاذا قلت یا محمداه فکانک تناویه و تقول له تعال فانا مشتاق الیک فالاولی ادخاله تحت المنادی کما فعله صاحب المفصل و قیل الظاهر من کلام سیبویه ایضا انه داخل فی المنادی.

اس میں گویا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کا ضعف ثابت کیا ہے اس طرح کہ مندوب کے منادی کی تعریف سے خارج کر دینے میں تحکم یعنی دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ جس طرح الفاظ مذکورہ بالا حکمی منادی میں داخل ہیں اسی طرح مندوب بھی حکمی منادی میں داخل ہے جیسا کہ بعضے نحات نے کہا ہے کیونکہ اس کا بھی اقبال حکما بنا پر وجہ تفجع مطلوب ہے پس جب یا محمداہ کہو تو گویا تم نے اس کو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آواز دی اور اس سے کہا کہ ادھر آ میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں پس مندوب کا منادی میں داخل کر دینا اولیٰ ہے جیسا کہ صاحب مفصل نے داخل کیا ہے اور سیبویہ کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مندوب منادی میں داخل ہے۔ اس کا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ تحکم نہیں بلکہ درمیان منادی اور مندوب کے فرق کا اثبات ہے اس طرح کہ چونکہ مندوب السنہ پر کثیر الدوران ہے اس لئے اس کا منادی کے ملحقات میں سے ٹھہرانا بعید ہے۔ بخلاف یا سماء و یا جبال و یا ارض کے الفاظ کے کہ یہ کثیر الدوران نہیں اس لئے ان کا منادی کے ملحقات میں سے ٹھہرانا بعید نہیں ہے۔ **بحرف نائب مناب ادعو من الحروف الخمسة و هی یا و ایا وهیا و ای و الهمزه و احترز به عن نحو لیقبل زید.** یعنی منادی کا اقبال اس حرف ندا کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو قائم مقام ادعوا کے ہو اور ایسے حروف پانچ ہیں یا اور ایا و هیا والے اور ہمزہ مفتوحہ اور بحرف نائب مناب ادعوا کے قول میں لیقبل زید سے احتراز کیا کیونکہ یہ منادی نہیں اگرچہ اس کا اقبال مطلوب ہے کیونکہ یہ اقبال حرف نداء قائم مقام ادعوا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ لیقبل امر کے واسطہ سے ہوا ہے۔

لفظاً او تقدیراً تفصیل للطلب ای طلبا لفظیاً.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظاً اور تقدیراً کے الفاظ کا نصب دو حالتوں سے خالی نہیں اس بناء پر ہوگا کہ یہ الفاظ مطلوب یا نائب مصادر کے ہیں یا اقبالہ کی ضمیر مجرورہ سے حال واقع ہوئے ہیں اس لئے منصوب ہیں اور یہ دونوں حالتیں درست نہیں اول و ثانی اس لئے کہ مصدر میں یہ شرط ہے کہ فعل مذکور کے معنیٰ اس پر ایسے مشتمل ہوں جیسے اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے اور مطلوب کے معنیٰ طلب پر مشتمل ہیں اور نائب کے معنیٰ نیابتہ پر مشتمل ہیں نہ لفظاً اور تقدیراً پر اور ثالث صورت اس لئے درست نہیں کہ حال اپنے ذوالحال پر محمول ہوا کرتا ہے اور یہاں حمل صحیح نہیں کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ مذکورہ بنا بر مصدریت مطلوب کے منصوب ہیں لیکن ان کی مصدریت مجازاً باعتبار موصوف محذوف طلباً کے ہے۔ **بان تکون الة الطلب لفظیةً نحو یا زید او تقدیریًا بان تکون الته مقدرة نحو یوسف اعرض هذا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ توصیف طلب لفظی اور تقدیری سے درست نہیں کیونکہ طلب درمیان طالب اور مطلوب کے ایک نسبت کا نام ہے اور نسبت ایک امر معنوی ہے۔ لفظی اور تقدیری سے اتصاف کے قابل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلب کی توصیف لفظی اور تقدیری سے توصیف بحالہ نہیں بلکہ یہ توصیف بحال متعلقہ ہے جو کہ آلہ طلب ہے یعنی آلہ طلب عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے یا زید میں ہے خواہ تقدیری ہو جیسے یوسف اعرض میں آلہ طلب یا مقدر ہے۔ **او للنیابته ای نیابته لفظیة بان یکون النائب ملفوظا او تقدیرًا بان یکون النائب مقدراً کما فی المثالین المذکورین.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ لفظاً اور تقدیراً کے الفاظ منصوب بنا بر مصدریت نائب کے ہیں لیکن ان کی مصدریت باعتبار موصوف محذوف نیابتہ کے ہے جس کی تقدیر نیابتہ لفظیہ ہے جب نائب ملفوظ ہو یا اس کی تقدیر نیابتہ تقدیریہ ہوگی جب نائب مقدر ہو جیسے امثال مذکورہ بالا میں ہے۔ **او للمنادیٰ و المنادی الملفوظ مثل یا زید و المقدر مثل الا یا اسجدو ای الایا قوم اسجدوا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں یا یہ لفظاً اور تقدیراً کے الفاظ منصوب بنا بر حال از منادی ہیں لیکن یہ الفاظ مؤول بملفوظاً و مقدر کئے جائیں گے تاکہ حمل درست ہو سکے اور منادی ملفوظ کی مثال یا زید ہے اور منادی مقدر کی مثال الا یا اسجدوا میں ہے کہ اس میں منادی مقدر قوم ہے اس قرینہ سے کہ یا کا کلمہ اسم پر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل پر داخل ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا منادیٰ مقدر ہے۔

و انتصاب المنادی عند سیبویه علی انه مفعول به و ناصبه الفعل المقدر و اصل یا زید ادعوا زیدًا فحذف الفعل حذفًا لازمًا لکثرة استعماله و لدلالته حرف النداء علیه و افادته فائدته و عند المبرد بحرف النداء لسده مسد الفعل و قال ابو علی فی بعض کلامه ان یا و اخواتها اسماء الافعال فعلی هذین المذهبین لا یکون من هذا الباب ای مما انتصب المفعول به بعامل واجب الحزف و علی المذاهب کلها مثل یا زید جملة و لیس المنادی احد جزائی الجملة فعند سیبویه جزاء الجملة ای الفعل و الفاعل مقدران و عند المبرد حرف النداء قائم مقام احدا جزائی الجملة ای الفعل و الفاعل مقدر و عند ابی علیّ احد جزائیها اسم الفعل و الأخر ضمیر مستتر فیه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادیٰ اس حرف نداء سے منصوب ہے جو فعل ادعوا کے قائم مقام ہے جیسا کہ یہ مبرد کا مذہب ہے یا اس حرف ندا سے منصوب ہوگا جو اسم فعل ہو جیسا کہ یہ مذہب ابوعلی کا ہے اور بنا بریں مذہب منادیٰ کا منصوب ہونا بنا بر مفعول بہ ہونے فعل محذوف کے درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس مقام میں تین مذاہب ہیں (۱)..... مذہب سیبویہ، (۲)..... مذہب مبرد، (۳)..... مذہب ابوعلی۔ پس سیبویہ کے مذہب میں منادیٰ فعل مقدر ادعو سے منصوب ہے بنا بر مفعول بہ ہونے کے اور یا زید کی اصل ادعو زیدًا ہے۔ پس ادعو کا فعل محذوف کیا اور اس کا حذف یہاں بوجہ کثرت استعمال اور بوجہ دلالت کرنے حرف ندا کے اس پر اور بوجہ فائدہ دینے ادعو کے لازم ہے اور مبرد کے مذہب میں منادیٰ اس حرف ندا سے منصوب ہے جو قائم مقام فعل ادعو کے ہے اور ابی علی کے مذہب میں منادیٰ اس حرف ندا سے منصوب ہے جو اسم فعل ہو چونکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مذہب سیبویہ مختار ہے اس لئے منادیٰ کو منصوب بنا بر مفعول بہ ہونے کے مانا ہے اور کل مذاہب میں یا زید جملہ ہے اور منادیٰ جملہ کے دو جزوں میں سے ایک جز نہیں بلکہ یہ فضلہ ہے پس سیبویہ کے نزدیک جملہ کے دونوں جز یعنی فعل اور فاعل دونوں مقدر ہیں اور مبرد کے نزدیک حرف ندا جملہ کے ایک جز یعنی فعل کے قائم مقام ہے اور فاعل مقدر ہے اور ابوعلی کے نزدیک جملہ کا ایک جز اسم فعل ہے اور دوسرا جز ہ اس میں ضمیر فاعل مستتر ہے اور ان دو آخری مذہبوں کی بناء پر منادیٰ بنا بر مفعول بہ ہونے عامل مقدر کے جس کا حرف واجب ہو منصوب نہیں ہے بلکہ صرف سیبویہ کے مذہب میں بنا بر عامل مقدر منصوب مانا گیا ہے۔ **و یبنی الی المنادی قدم بیان البناء و الخفض و الفتح علی النصب لقلتها بالنسبة الی النصب و لطلب الاختصار فی بیان النصب بقوله و ینصب ما سواهما.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یبنی میں ضمیر مرفوع منادیٰ کی طرف راجع ہے اور اسی طرح یرفع میں بھی منادیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور اس تقدیر پر ایک اسم کا معرب اور مبنی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یبنی میں ضمیر مرفوع منادیٰ کی طرف راجع ہے اور یرفع میں اسم کی طرف راجع ہے پس ایک اسم کا معرب و مبنی ہونا لازم نہیں آیا اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بناء اور خفض اور فتح کا بیان نصب پر مقدم اس لئے ذکر کیا کہ بناء و خفض و فتحہ بہ نسبت نصب کے قلیل ہیں پس یہ بمنزلہ جز کے ہوئے اور نصب بمنزلہ کل کے اور یہ معلوم ہے کہ جز کل پر مقدم ہوا کرتا ہے، دوسرے یہ کہ و ینصب ما سواهما کے قول میں نصب کے بیان کا اختصار مطلوب ہے۔ **علی ما یرفع به ای علی الضمة او الالف او الواؤ التی یرفع بها المنادی فی غیر صورة النداء.**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ جو ہے سوال مقدر کا جواب ہے جو کہ مناسب تھا کیونکہ یہ سیاق کلام کے موافق تھا کیونکہ کلام منادی کے احکام کے بیان میں ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ سوال شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ یہاں ضمیر مرفوع بھی حذف کی جانی چاہئے تھی ... اس تقریر پر یہ کہ ہم کا جواب یہ ہے کہ ... مرفوع حرف جر کے ساتھ ہوگا اور علامہ نے ... فعل مجہول اور جار مجرور میں ... اور یہ جو ہے

او الفعل مسند الی الجار و المجرور اعنی به و لا ضمیر فیه و ارجاع الضمیر الی الاسم غیر ملائم لسوق الکلام اور شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تمام ضمیر مرفوع ہم نے حرف جار کا سوال کا جواب دیا ہے ... کیونکہ ضمیر مرفوع حرف جار کے ساتھ ہے اس لئے کہ یہ سیاق کلام کے خلاف ہے کیونکہ کلام منادی کے احکام کے بیان میں ہے اس لئے کہ شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال کا تیسرا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ یہاں ضمیر مرفوع محذوف کی جگہ ... اور یہ جو جار مجرور جو حرف جر ہے اور اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں بھی ایک ہم کا جواب یہ ہے کہ یہ ... کلی کل المسائل ... اس کو معرفہ ہونا مفردا ای لا یکون مضافا و لا شبه مضاف و هو کل اسم لا یتم معناه الا بانضمام امر آخر الیه معرفة قبل النداء و بعده اس میں شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ... منادی مفرد معرفہ ... حرف ... اس صورت میں ... یا اللہ ... اور ... جس کے معنی بغیر انضمام امر آخر کے تام نہیں ہوتے ہیں۔

و انما بنی المفرد المعرفة لوقوعه موقع الکاف الاسمیة المشابهة لفظا و معنی لکاف الخطاب الحرفیة و کونه مثلها افرادا و تعریفا و ذلک لان یا زید بمنزلة ادعوک و هذه الکاف ککاف ذلک لفظا و معنی و انما قلنا ذلک لان الاسم لا یبنی الا لمشابهة الحروف او الفعل و لا یبنی لمشابهة الاسم المبنی.

اس میں شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ ... منادی مفرد معرفہ مبنی کیوں ہے حالانکہ اصل ... شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منادی مفرد معرفہ اس لئے مبنی ہے کہ یہ کاف اسمی کے مقام پر واقع ہوتا ہے اور کاف اسمی لفظا اور معنی میں کاف حرفی خطاب کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ منادی مفرد معرفہ افراد اور تعریف میں مثل اس کاف اسمی کے ہے کیونکہ یا زید بمنزلہ ادعوک کے ہے اور یہ کاف مثل ذلک کے کاف کے ہے باعتبار لفظ کے بھی اور باعتبار معنی کے بھی باعتبار لفظ کے اس لئے کہ جس طرح ذلک کا کاف مفرد خطاب کے لئے ہے اسی طرح ادعوک کا کاف بھی مفرد ضمیر خطاب ہے اور باعتبار معنی کے اس لئے کہ جس طرح ذلک کا کاف مفید تعریف ہے اسی طرح ادعوک کا کاف بھی تعریف کا فائدہ دیتا ہے اور کاف اسمی ضمیر ہے اسی طرح یہ منادی مفرد معرفہ بھی مبنی ہو جائے گا کیونکہ شے کے مشابہ کا مشابہ ہوتا ہے اور ہم نے ادعوک کے کاف کو ذلک کے کاف لفظا اور معنی مشابہ اس لئے مانا ہے کہ اسم صرف حرف کی مشابہت یا فعل کی مشابہت کی بناء پر مبنی ہوتا ہے اسم کی مشابہت سے مبنی نہیں ہوتا لہٰذا اسم مبنی مشابہت حرفی کی بناء پر مبنی ہو جائے گا۔

مثل یا زید و یا رجل مثالان لما هو مبنی علی الضمة او لهما معرفة قبل النداء و ثانیهما معرفة بعد النداء جیسے یا زید اور یا رجل یہ دو مثالیں ہیں ... پہلا منادی معرفہ قبل النداء کی مثال ہے اور دوسرا معرفہ بعد النداء کی مثال

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔و یا زیدان مثال للمبنی علی الالف. یہ اس منادی کی مثال ہے جو مثنی برالف ہوتا ہے۔و یا زیدون مثال المبنی علی الواؤ. یہ اس منادی کی مثال ہے جو مثنی برواؤ ہوتا ہے۔و یخفض ای ینجر المنادیٰ. اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خفض خافض کی صفت ہے پس اس کی نسبت منادی کی طرف درست نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یخفض یہاں بمعنی ینجر کے ہے اور الجرار منادی کی صفت ہے اس لحاظ سے خفض کی نسبت منادی کی طرف ہے اور یہ درست ہے۔بلام الاستغاثة ای بلام تدخله وقت الاستغاثة وهی لام التخصیص ادخلت علی المستغاث دلالة علی انه مخصوص من بین امثاله بالدعاء. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باقی حروف استغاث سے لام کو کیونکر خاص کیا۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لام کو اس لئے خاص کیا کہ لام استغاثہ حقیقت میں لام جارہ ہے اور لام جارہ اختصاص کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور استغاثہ کے وقت جب یہ لام مستغاث پر داخل ہوگا تو اس کی خصوصیت پر دلالت کرے گا اس طرح کہ وہ اپنے امثال سے دعاء کے لئے مخصوص ہو گا۔پس درمیان لام استغاثہ اور لام جارہ کے مناسبت ثابت ہوئی اس مناسبت کی وجہ سے اس لام کو خاص کیا ہے۔مثل یا لزید و انما فتحت لئلا یلتبس بالمستغاث له اذا حذف المستغاث نحو یا للمظلوم ای یا لقوم فانه لو لم تفتح لام المستغاث لم یعلم ان المظلوم فی هذا المثال مستغاث او مستغاث له اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لام استغاثہ حقیقت میں لام جارہ ہے اور لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تو اس کو مکسور کر دیتا ہے۔پس یہاں مستغاث کے ساتھ لام مفتوح کیونکر ہوا ہے۔شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لام مستغاث اس لئے مفتوح کیا گیا ہے کہ مستغاث مستغاث لہ سے ملتبس نہ ہو اس صورت میں جس میں مستغاث محذوف کیا جائے اور اس کے مقام پر مستغاث لہ رکھا جائے جیسے یا للمظلوم میں ہے کہ یہاں مستغاث یعنی قوم کو محذوف کر کے اس کے مقام مستغاث لہ یعنی مظلوم رکھا گیا ہے پس اگر یہاں لام مستغاث مفتوح نہ پڑھا جائے تو اس صورت میں یہ معلوم نہ ہوگا کہ مظلوم اس مثال میں مستغاث ہے یا مستغاث لہ۔و لم یعکس الامر لان المنادی المستغاث واقع موقع کاف الضمیر التی تفتح لام الجر معها نحو لک بخلاف المستغاث له لعدم وقوعه موقع الضمیر. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ التباس عکس سے بھی رفع ہو سکتا ہے پس عکس کیوں نہیں کیا۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عکس اس لئے نہیں کیا کہ منادی مستغاث کاف اسمی ضمیر کے مقام واقع ہے اور لام جارہ کاف اسمی کے ساتھ مفتوح ہوتا ہے جیسے لک میں ہے بخلاف مستغاث لہ کے کہ یہ ضمیر کے مقام واقع نہیں ہوتا لہٰذا عکس امر مناسب نہیں ہے۔

فان عطفت علی المستغاث بغیر یا نحو یالزید و لعمر و کسرت لام المعطوف لان الفرق بینه و بین المستغاث له حاصل بعطف علی المستغاث و ان عطفت مع یا فلا بد من فتح لام المعطوف ایضا نحو لزید و یا لعمرو.

یہ بنا بر تقدیر کسرہ لام درمیان مستغاث اور استغاث لہ کے عدم فرق کی تفریع ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اگر مستغاث پر بغیر یا کے عطف کریں جیسے یا لزید و العمرو میں ہے تو اس صورت میں معطوف کا لام مکسور پڑھیں گے کیونکہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہاں فرق درمیان مستغاث اور مستغاث لہ کے عطف سے حاصل ہے التباس کی صورت میں متصور نہیں۔ **و انما اعرب المنادیٰ بعد دخول لام الاستغاثة لان علة بنائه كانت مشابهة للحرف و اللام الجارة من خواص الاسم فبدخولها ضعفت مشابهة للحرف فاعرب على ما هو الاصل فيه.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قسم کے منادیٰ کو معرب کیونکر ٹھہرایا باوجود اس کے کہ یہاں علت بناء موجود ہے اور وہ کاف اسی کے مقام واقع ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منادیٰ کو بعد داخل ہونے لام استغاثہ کے اس لئے معرب ٹھہرایا کہ اس کے مبنی ہونے کی علت حرف کے ساتھ مشابہت تھی اور لام جارہ خواص اسم میں سے ہے پس اس کے داخل ہونے سے حرف کے ساتھ مشابہت ضعیف ہوگئی اور جہت اسمیت قوی ہوئی پس معرب ٹھہرایا کیونکہ اصل اسماء میں اعراب ہے اور مجرور اس لئے مانا ہے کہ لام استغاثہ لام جارہ ہے اور لام جارہ کا عمل جر مدخول ہے۔

قيل قد يخفض المنادى بلامى التعجب و التهديد ايضًا فلام التعجب نحو يا للماء يالبد واهى و لام التهديد نحو يا لزيد لاقتلنك فلم اهمل المصنف رحمة الله تعالىٰ عليه ذكرهما و كيف يصدق قوله فى ما بعد و ينصب ما سواء هما كليًا.

یہ ایک سوال ہے جو یخفض بلام الاستغاثة کی کلیت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادیٰ جس طرح لام استغاثہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لام تعجب اور لام تہدید سے بھی مجرور ہوتا ہے۔ لام تعجب کی مثال یا للما و یا للدواہی ہے اور دواہی جمع داہیۃ کی ہے اور داہیۃ کے معنی بلاء کے ہیں اور لام تہدید کی مثال یا لزید لاقتلنك ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان دو لاموں کا ذکر کیوں چھوڑا اور و ینصب ما سواهما کا قول مابعد میں کلیًا کیونکر صادق ہوگا۔

اجيب بان كلا من هاتين اللامين لام الاستغاثة كان المهد واسم فاعل يستغيث باالمهد واسم مفعول ليحضر فينتقم منه ويستريح من الم خصوصته و كان المتعجب يستغيث بالمتعجب منه ليحضر فيقضىٰ منه العجب و يتخلص منه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ لام تعجب اور لام تہدید دونوں حقیقت میں لام استغاثہ ہیں کیونکہ مہدو بصیغہ اسم فاعل مہدد و بصیغہ اسم مفعول سے حضور کے لئے اور الم خصومت سے خلوص کی طلب استغاثہ کرتا ہے اور انتقام اور راحت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے اسی طرح متعجب بصیغہ اسم فاعل متعجب منہ سے حیرانی اور تعجب سے خلوص کی طلب استغاثہ کرتا ہے۔ **و اجيب عن لام التعجب لوجه اٰخر ذكره المصنف فى الايضاح و هو المنادىٰ فى قولهم يا للماء و يا للدواهى ليس الماء و لا الدواهى و انما المراد يا قوم اديا هولآء اعجبوا للماء و للدواهى.** لام تعجب کے سوال کا جواب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ایضاح شرح مفصل میں دوسرے پیرایہ میں دیا ہے یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تشریح کرتے ہیں کہ لام تعجب کے سوال کا جواب آخر سے بھی دیا گیا جس کو مصنف نے ایضاح شرح مفصل میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ منادیٰ یاللماء و یاللدواہی کے قول میں ماء اور دواہی نہیں بلکہ منادیٰ یہاں محذوف ہے اور وہ قوم یا ہولاء کا لفظ ہے جس کے تقدیر پر معنی کلام کے یہ ہوں گے کہ اے قوم ماء اور دواہی کا تعجب کرو پس یہاں قوم یا ہولاء منادی کو محذوف کرکے اس کے مقام پر مستغاث لہ کو قائم کیا گیا ہے۔

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

و لا یخفیٰ علیک ان القول بحذف المنادیٰ علی تقدیر کسر اللام ظاهر و اما علی تقدیر فتحرنا فمشکل الالتفاء ما یقتضی فتحها حینئذٍ کما هو الظاهر مما سبق. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کے ایضاح والے جواب کے ضعف پر تنبیہ کر کے سوال کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ قول بحذف المنادیٰ بنا بر تقدیر کسرہ لام ظاہر ہے لیکن بناء بر تقدیر فتحہ لام مشکل ہے کیونکہ فتحہ علامت مستغاث ہے اور اس وقت متقضی فتحہ لام منفی ہے جیسا کہ ماسبق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال پر تنبیہ کر کے جواب چھوڑ دیا ہے اس کا جواب یہ تقدیر دیتا ہے کہ چونکہ منادی محذوف نسیًا منسیًا تھا اور مستغاث لہ کو اس کے مقام پر رکھا ہے اس لئے اس کو منادی کا حکم دیا ہے۔ و یفتح ای یبنی المنادی اعلی الفتح. اس کے بڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ یفتح کی ضمیر فاعل منادیٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی الف استغاثہ کے الحاق کی وجہ سے منادیٰ مبنی پر فتح ہو جاتا ہے۔ لالحاق الفها ای الف الاستغاثة باخره لاقتضاء الالف فتح ما قبلها. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس قسم کے منادیٰ کو مبنی کیوں مانا حالانکہ اصل اسماء میں اعراب ہوتا ہے اور فتح پر کیوں مبنی ٹھہرا مبنی پر ضمہ و کسرہ کیوں نہیں مانا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مبنی اس لئے مانا ہے کہ یہ کاف اسی کے مقام واقع ہے اور مبنی پر فتحہ اس لئے ٹھہرا ہے کہ اس کے آخر میں الف ہے اور الف ماقبل کے فتحہ کا مقتضی ہے۔ ولا لام فیه حینئذ لان اللام یقتضی الجر والالف الفتح فبین اثریهما تناف فلا یحسن الجمع بینهما. یعنی الف استغاثہ کے ساتھ لام استغاثہ جمع نہیں ہوگا کیونکہ لام استغاثہ جر کا مقتضی ہے اور الف استغاثہ فتح کو چاہتا ہے چونکہ دونوں کے اثر کے درمیان منافات ہے اس لئے دونوں کا ایک مقام میں جمع ہونا اچھا نہیں ہے لہٰذا جس جگہ الف استغاثہ ہوگا وہاں لام استغاثہ نہیں لایا جائے گا۔ مثل یا زیداه بالحاق الهاء به للوقف یہ اس منادی کی مثال ہے جس کے آخر میں الف استغاثہ ملحق ہو کر مبنی پر فتح ہوا ہو اس کے آخر میں یہ کلمہ ہاء وقف کے لئے ملحق کر دیا گیا ہے۔ و ینصب ما سوانهما ای و ینصب بالمفعولیة ما سوی المنادیٰ المفرد المعرفة المستغاث مع اللام او الالف

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مذکور ماسبق میں تین اقسام ہیں اور سواہما میں ہما ضمیر تثنیہ ہے پس درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ہما کی ضمیر منادی مفرد معرفہ اور مطلق مستغاث کی طرف راجع ہے خواہ مستغاث باللام ہو خواہ مستغاث بالالف ہو لفظا او تقدیرًا ان الفاظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا فتی القوم سے منقوض ہے کیونکہ یہ قسمیں مذکورین کے ماسوا ہے اور باوجود اس کے منصوب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نصب عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری یہاں اگرچہ لفظی نہیں۔ لیکن تقدیری موجود ہے۔

ان کان معربا قبل دخول حرف النداء لان علة النصب و هی المفعولیة متحققة فیه و ما غیره مغیر عن حاله و ما سوای المفرد المعرفته و اما لا یکون مفردًا بان یکون مضافًا او شبه مضافٍ و اما ما یکون مفردًا لاکن لا یکون معرفته و اما ما لایکون مفردًا و لا معرفته فالقسم الاول و هو ما لا یکون مفردًا لکونه مضافًا.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یا خمسة عشرة سے منقوض

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کیونکہ یہ قسمیں مذکورین کے ماسواء ہے اور باجود اس کے یہ نہ لفظاً منصوب ہے اور نہ تقدیراً شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حکم اس منادیٰ میں ہے جو قبل دخول حرف ندا معرب ہو اور یا خمسة عشرة منادیٰ قبل دخول حرف ندا مبنی ہے اور ماسوائے قسمین مذکورین اس لئے منصوب ہوں گے کہ یہ علت نصب مفعولیت ہے اور وہ اس میں متحقق ہے اس کو کسی مغیر نے اپنی اصلی حالت سے مغیر نہیں کیا ہے اور ماسوائے منادیٰ مفرد معرفہ کی چار قسمیں ہیں اول یہ کہ مفرد نہ ہو بلکہ مضاف یا شبہ مضاف ہو دوم یہ کہ مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو بلکہ نکرہ ہو سوم یہ کہ مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو چہارم نہ مفرد ہو نہ معرفہ پس قسم اول یعنی اس منادیٰ کی مثال جو مفرد نہ ہو بلکہ مضاف ہو مثل یا عبداللہ ہے۔ **والقسم الثانی وھو مالا یکون مفردًا لکونه شبه مضافٍ مثل یا طالعًا جبلاً.** یعنی قسم ثانی کی مثال اور وہ وہ ہے جو مفرد نہ ہو بلکہ شبہ مضاف ہو یا طالعًا جبلا ہے۔ **و القسم الثالث و هو ما یکون مفردًا او لا کن لا یکون معرفة مثل** اور قسم ثالث کی مثال یا رجلاً ہے اور قسم ثالث وہ ہے جو مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو۔ یا رجلاً مقبلاً۔ اس کے بڑھانے سے مقصود شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ رجلاً کا لفظ ترکیب میں ذو الحال کہے اور مقبلاً اس کا حال ہے اور جار و مجرور اسی کے متعلق ہے۔ **لغیر معین ای لرجل غیر معین.** اس کے بڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ غیر معین لرجل کی صفت ہے۔ **و هذا توقیت لنصب رجلًا لا تقید له لانه منصوبًا لا یحتمل المعین.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تغیر معین کے قول کی معنوی تحقیق کرتے ہیں کہ غیر معین کا قول رجلاً کے نصب کے توقیت کے لئے ہے۔ اس کی تقید کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ رجلاً منصوب ہے تعین کا احتمال نہیں رکھتا یعنی رجلاً کا نصب موقت بمدہ مقبولیت غیر معین ہے یعنی اس کی منصوب ہونے کی مدت یہی ہے کہ غیر معین کے لئے کہا جائے اور جب یہ مدت ختم ہو یعنی معین کے لئے بولا جائے اس وقت منصوب نہیں ہوگا اور یہ غیر معین کا قول رجلاً کے نصب کے لئے تقیید اس لئے نہیں کہ رجلاً کے نصب کی دو حالتیں نہیں کہ ایک حالت میں معین مانا جائے اور دوسری حالت میں غیر معین تا کہ ایک حالت کو دوسری حالت سے مقید کر کے ایک کا دوسرے سے احتراز کریں۔ **و القسم الرابع و هو ما لا یکون مفردًا و لا معرفةً مثل یا حسنًا وجهه ظریفًا.** یعنی قسم رابع وہ ہے جو نہ مفرد ہو اور نہ معرفہ اور اس کی مثال یا حسنًا وجہہ ظریفًا ہے۔ **و لم یورد المصنف رحمةا للّٰه تعالیٰ علیه لهٰذا لقسم مثالًا اذ حیث الفتح انتفاء کل من القیدین بمثال سهل تصور انتفائهما معًا فلا حاجته الی یراد مثالٍ له علی انفراده.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اقسام ثلاثہ کی امثال ذکر کیں اور قسم رابع کی مثال چھوڑ دی ہے اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قسم رابع کے لئے علیحدہ مثال اس لئے ذکر نہیں کی جب مفرد اور معرفہ یعنی ان دونوں قیدوں کی نفی کے مثال کے ذریعہ سے واضح ہو چکی تو اب دونوں کے انتفاء کا تصور معًا آسان ہو گیا پس علیحدہ مثال لانے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔ **مع ان المثال الثانی یحمله فیمکن ان یراد بقوله یا طالعا جبلا هذاه العبادة اعم من ان یراد بها معین اوغیر معین فامثلة الاقسام بتمامها مذکورة وهذاه الامثلة کلها مثال لما سوی المستغاث ایضًا فلا حاجة الی ایراد مثال له علحدة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ قسم ثانی کی مثال قسم رابع کے لئے بھی مثال ہو سکتی ہے اس طرح کہ یا طالعًا جبلا کے قول سے مراد بھی عبارت ہو اور یہ عام ہے خواہ معین ہو خواہ غیر معین اگر اس سے مراد معین ہو تو اس صورت میں قسم ثانی کی مثال ہوگی اور اگر غیر معین مراد ہو تو اس تقدیر پر یہ قسم رابع کی مثال مانی جائے گی پس اقسام اربعہ کی امثال بتمامها مذکور ثابت ہوئیں اور یہی امثال کل کے کل سوائے منادی مستغاث کے لئے بھی امثال ہو سکتی ہیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اس کے لئے بھی علیحدہ مثال لانے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔

و توابع المنادى المبنى على ما يرفع به المفردة حقيقة او حكما انما قيد المنادىٰ بكونه مبنيا لان توابع المنادى المعرب تابعة للفظه فقط و قيدنا المبني بكونه على ما يرفع به و لان توابع المستغاث بالالف لا يجوز فيها الرفع نحو يا زيد او عمرا لا و عمرو لان المتبوع مبني على الفتح و قيد التوابع بكونها مفردة لانها لو لم تكن مفردة لا حقيقة و لا حكما كانت مضافة بالاضافة المعنوية و حينئذٍ لا يجوز فيها الا النصب و انما جعلنا المفردة اعم من ان تكون مفردة حقيقة بان لا تكون مضافة معنوية و لا لفظية و لا شبه مضاف او حكمًا بان تكونا مضافة لفظية او مشبهة بالمضاف فانهما لما انتفت فيهما الاضافة المعنوية كانتا في حكم المفردة لتدخل فيها المضافة بالاضافة اللفظية و الشبهة بالمضاف لانهما كالتوابع المفردة في جواز الرفع و النصب نحو يا زيد الحسن الوجه و يا زيد الحسن وجهه والحسن وجهه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توابع منادیٰ مفرد کی قیودات بیان کرتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منادیٰ کو مبنی ہونے کی قید سے اس لئے مقید کیا کہ منادیٰ معرب کے توابع فقط لفظ کے تابع ہوتے ہیں اور ہم نے مبنی کو علی ما یرفع بہ کی قید سے اس لئے مقید کر دیا کہ منادیٰ مستغاث بالف کے توابع میں رفع جائز نہیں جیسے یا زیدُ او عمرُ الا وعمرو میں ہے کیونکہ متبوع مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور مصنف نے توابع کو مفردۃ کی قید سے اس لئے مقید کر دیا ہے کہ اگر مفرد نہ ہوں نہ حقیقۃ اور نہ حکما تو اس صورت میں مضاف باضافت معنوی ہو دینگے اور اس وقت ان میں صرف نصب ہی جائز ہوگا اور ہم نے مفرد کو عام کر دیا ہے خواہ مفرد حقیقۃ ہوں اس طرح کہ نہ مضاف باضافت معنوی ہوں اور نہ مضاف باضافت لفظیہ ہوں اور نہ شبہ مضاف ہوں خواہ مفرد حکمًا ہوں اس طرح کہ مضاف باضافت لفظیہ ہوں یا شبہ مضاف ہوں کیونکہ جب مضاف باضافت لفظی یا مشابہ بالمضاف میں اضافت معنوی منتفی ہوئی تو یہ اس صورت میں توابع مفردہ کے حکم میں ہو گئے پس اس تقدیر پر ان توابع میں مضاف باضافت لفظیہ اور مشابہ بالمضاف دونوں داخل ہو گئے کیونکہ وہ رفع اور نصب کے جواز میں مثل توابع مفردہ کے ہیں جیسے یا زید الحسن الوجه و یا زید الحسن وجهه و الحسن وجهه میں ہے اول دو مثالیں اضافت لفظی کی ہیں اور ثانی دو مثالیں مشابہ بالمضاف کی ہیں۔ **و لما يجر الحكم الآتي في التوابع كلها بل في بعضها و لم يجر فيهما هو جار فيه مطلقًا بل لابد في لبعضها من قيد فصل التوابع الجاري هذا الحكم فيها و صرح بالقيد فيما هو محتاج اليه فقال.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ توابع منادیٰ مفرد معرفہ کے پانچ ہیں اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعضے کو ذکر کیا اور بعضے کو چھوڑ کر مقید کر دیا ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ حکم آتی کل توابع میں جاری نہیں بلکہ بعضے میں جاری ہے اور بعضے میں مطلقا جاری نہیں بلکہ مع قید معنوی وغیرہ کے جاری ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان توابع کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا جن میں یہ حکم جاری ہے اور اس قید کی تصریح کی جس کی طرف حاجت پڑتی ہے پس **كما من التاكيد اي المعنوي لان التاكيد اللفظي حكمه في الاغلب حكم الاول اعرابًا و بناءً نحو يا زيد زيد** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یا زید زید سے منقوض ہے کیونکہ یہاں زید ثانی تاکید ہے اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باوجود اس کے اس میں ضمہ متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے کیونکہ تاکید لفظی اعراب و بناء میں اغلب اور اکثر اول کا حکم رکھتی ہے جیسے یا زید زید میں زید ثانی اول کے حکم میں ہے **و قد یجوز اعرابه رفعا و نصبا و کان المختار عند المصنف رحمة الله تعالیٰ علیه ذالک ولذالک لم یقید التاکید بالمعنوی.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مراد تاکید سے تاکید معنوی ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاکید کو قید معنوی کے ساتھ کیوں مقید نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کبھی اس تاکید میں اعراب اور نصب کو بھی تجویز کرتے ہیں اور چونکہ یہی مذہب سیبویہ کا ہے کیونکہ وہ مطلق تاکید میں جواز وجہین کے قائل ہیں اور یہی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی مختار ہے اس لئے تاکید کو معنوی ہونے کی قید سے مقید نہیں کیا۔

و الصفة مطلقا و عطف البیان کذالک و المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه یعنی المعرف باللام بخلاف البدل و المعطوف الغیر الممتنع دخول یا علیه فان حکمهما غیر حکمهما کما سیجئی یعنی توابع منادی مبنی میں سے تاکید معنوی اور مطلق صفت اور اسی طرح مطلق عطف بیان خواہ باللام ہو خواہ بدون لام اور وہ معطوف بحرف جس پر دخول یا ممتنع ہو یعنی جو معرف باللام ہو سب توابع اربعہ مذکورہ لفظ پر حمل کر کے مرفوع اور محل پر حمل کر کے منصوب پڑھے جائیں گے بخلاف بدل اور اس بعض معطوف کے جس پر دخول یا ممتنع نہ ہو کہ ان کا حکم ان کے حکم کے غیر ہے جیسا کہ آویگا۔ **ترفع حمل علی لفظه الظاهر و القدر لان بناء المنادیٰ عرضی فیشبه المعرب فیجوز ان یکون تابعه تابعًا لفظه۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادیٰ مبنی کے توابع محل کے تابع ہوتے ہیں اور منادی کا محل نصب کا محل ہے بنا بر مفعول بہ ہونے کے پس مناسب ہے کہ اس کا تابع بھی منصوب ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منادیٰ کا مبنی ہونا عارضی ہے پس یہ معرب کے مشابہ ہوا اور تابع معرب کا لفظ کا تابع ہوتا ہے لہٰذا جس طرح منادیٰ معرب کے حکم میں ہے اسی طرح اس کا تابع بھی لفظ کے تابع ہو کر معرب مانا جائے گا اور حمل علی لفظ المنادیٰ عام ہے خواہ لفظ ظاہر پر ہو خواہ مقدر پر جیسے یا فتی میں ہے۔ **و تنصب حملًا علی محله لان حق تابع المنادی المبنی ان یکون تابعا لمحله و هو ههنا منصوب المحل بالمفعولیة** یعنی اگر توابع مذکورہ بالا کا حمل محل منادیٰ پر کریں گے تو اس صورت میں منصوب پڑھیں گے کیونکہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ محل منادی کا تابع ہوگا اور منادیٰ کا محل یہاں بنا بر مفعولیت نصب ہے اسی طرح اس کا تابع بھی منصوب المحل ہوگا مثل یا تیم او جمعون و اجمعین فی التاکید **و یا زید العاقل و العاقل فی الصفه** یعنی تاکید کی مثال یا تیم اجمعون واجمعین ہے یہاں اجمعون کو اگر تیم کے لفظ پر حمل کریں گے تو مرفوع بالواؤ اجمعون پڑھیں گے اور اگر اس کے محل پر حمل کریں گے تو اس صورت میں اجمعین منصوب المحل پڑھیں گے اور صفت کی مثال یا زید العاقل والعاقل ہے اس میں عاقل کا لفظ اگر زید کے لفظ پر حمل کریں تو مضموم پڑھیں اور اگر اس کے محل پر حمل کریں تو اس صورت میں مفتوح پڑھنا چاہیے۔ **و اقتصر علی مثالها لانها اکثر و اشهر.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ نے صفت کی مثال پر اختصار کیوں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ صفت کی مثال اکثر اور اشہر تھی اس لئے اس پر اختصار کر کے تاکید اور عطف بیان اور معطوف کی امثال کو متروک کیا یا غلام بشر وبشرا فی عطف البیان اور عطف بیان کی مثال یا غلام بشر وبشرا ہے بشر کا حمل اگر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غلام کے لفظ پر کریں تو مرفوع پڑھیں اور اس کے محل پر حمل کریں تو اس تقدیر پر منصوب پڑھنا چاہیئے **و یا زید والحارث والحارث فی المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه** اور اس معطوف کی مثال جس پر دخول یا ممتنع ہو یا زید والحارث والحارث ہے کہ اس میں حارث کے لفظ کا حمل اگر زید کے لفظ پر کریں تو مضموم پڑھیں اور اگر اس کے محل پر حمل کرنا چاہیں تو مفتوح پڑھیں **والخلیل بن احمد وهو استاذ سیبویه فی المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه یختار الرفع مع تجویزه النصب لان المعطوف بحرف فی الحقیقة منادیٰ مستقل فینبغی ان یکون علی حالته جاریته علیه علی تقدیر مباشرة حرف النداء له وهی الضمة او ما یقوم مقامها ولکن لما لم یباشرة حزف النداء جعلت تلک الحالت اعرابا فصارت رفعا** اور خلیل احمد جو کہ سیبویہ کے استاد ہیں اس معطوف میں جس پر دخول یا ممنوع ہو معہ تجویز نصب کے رفع مختار مانتے ہیں کیونکہ یہ معطوف مذکورہ حقیقت میں منادیٰ مستقل ہے پس مناسب ہے کہ یہ بہ تقدیر مباشرت حرف ندا کی اسی حالت میں رکھا جائے جس پر وہ حالت جاری ہے اور وہ حالت ضمہ ہے یا اس کے قائم مقام الف وواؤ ہیں لیکن چونکہ اس معطوف مذکورہ پر حرف ندا داخل نہیں ہوسکتا اس لئے وہ حالت اعرابی حالت ٹھہرائی گئی پس وہ حالت رفعی ہوئی نہ ضمی **وابو عمرو بن العلاء النحوی القاری المقدم علی الخلیل یختار فیه النصب مع تجویزه الرفع فانه لما فتنع فیه تقدیر حرف النداء بواسطة اللام لا یکون منادی مستقل رفله حکم التعبیة و تابع المبنی تابع لمحله و محله النصب** اور ابو عمرو بن علاء نحوی قاری جو خلیل پر مقدم ہیں معطوف مذکورہ میں نصب کو مختار اور رفع کو جائز مانتے ہیں کیونکہ جب معطوف مذکور میں حرف ندا کا مقدر ہونا بواسطہ لام کے ممتنع ہے کیونکہ اس سے اجتماع الیتی تعریف لازم آتا ہے پس وہ منادی مستقل نہیں ہوگا بلکہ وہ تابع کے حکم میں ہوگا اور منادی مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے اور اس کا محل بنابر مفعول بہ ہونے کے نصب ہے لہٰذا نصب مختار اور رفع جائز رہے گا **وابو العباس المبرد وان کان المعطوف المذکور کا الحسن** ای کاسم الحسن فی جواز نزع اللام عنه **فکا الخلیل** ای فابو العباس مثل الخلیل فی اختیار دفعه لا مکان جعله منادی مستقلا بنزع اللام عنه والا ای وا ن لم یکن المعطوف المذکور کاسم الحسن فی جواز بنزع اللام عنه مثل النجم والصعق فکابی عمرو ای فابو العباس مثل ابی عمرو فی اختیار النصب لا متناع جعله منادی مستقلا یعنی ابو العباس جو مبرد کی کنیت ہے اگر معطوف مذکور جواز نزع الف ولام میں مثل حسن کے اسم کے ہو یعنی جس طرح حسن کے اسم سے الف ولام کا انتزاع جائز ہے اسی طرح اگر معطوف مذکور بھی ہو تو اس صورت میں ابو العباس رفع کے اختیار کرنے میں مثل خلیل کے ہیں کیونکہ وہ الف ولام کے انتزاع کے جواز کے قائل ہیں اور اس معطوف مذکور کا منادیٰ مستقل ٹھہرانا ممکن مانتے ہیں اور اگر معطوف مذکور جواز نزع الف ولام مثل حسن کے اسم کے نہ ہو جیسے النجم والصعق میں ہے تو اس صورت میں ابوالعباس اختیار نصب میں مثل ابی عمرو کے ہیں کیونکہ وہ اس معطوف کا منادی مستقل ٹھہرانا ممتنع مانتے ہیں **او المضافته عطف علی المردة وتوابع المنادیٰ المبنی علیٰ ما یرفع به المضافة الحقیقة تنصب لانها اذا وقعت منادیٰ تنصب فنصبها اذا وقعت توابع اولیٰ لان حرف النداء لا یباشرها مثل یاتیم کلهم فی التاکید ویا زید ذوالمال فی الصفة ویا رجل ایا عبداللّٰه فی عطف البیان ولا یجئی المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه مضافا لان اللام یمتنع دحولها علی المضاف بالاضافة الحقیقة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ او المضافۃ کے قول کی ترکیبی حالت بتاتے ہیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ یہ المفردۃ کے قول پر عطف ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ منادی مبنی کے وہ توابع جو مضاف باضافت معنوی ہوں منصوب ہوں گے کیونکہ وہ جب منادی واقع ہوں تو اس صورت میں منصوب ہوتے ہیں پس جب توابع واقع ہوں تو اس تقدیر پر بطریق اولی منصوب مانے جائیں گے کیونکہ ان پر حرف نداء داخل نہیں ہوتا ہے جیسے یا تیم کلہم تاکید میں اور یا ذا المال صفت میں اور یا رجل ایا عبداللہ عطف بیان میں ہے اور وہ معطوف جس پر دخول یا ممتنع ہو مضاف نہیں ہوتا کیونکہ الف ولام کا داخل ہونا اس مضاف پر جو مضاف باضافت معنوی ہو ممتنع ہے کیونکہ اس سے تحصیل حاصل لازم ہوتی ہے اور یہ باطل ہے۔ **و البدل والمعطوف غیر ما ذکر ای غیر المعطوف الذی ذکر من قبل وھو الممتنع دخول یا علیه ففیره المعطوف الذی لا یمتنع دخول یا علیه.** یعنی بدل اور معطوف غیر ماذکر یعنی وہ معطوف جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور وہ وہ ہے جس پر دخول یا ممتنع ہو پس اس کا غیر وہ معطوف ہوگا جس پر دخول یا ممتنع نہ ہو یہاں تک کی عبارت ترکیب میں مبتداء ہے حکمه ای حکم کل واحد منها اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ کہ حکمہ کی ضمیر مجرورہ بدل اور معطوف کی طرف راجع ہے اور وہ تثنیہ ہے اور یہ مفرد ہے پس درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تثنیہ مؤول بکل واحد ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر درمیان راجع مرجع کے مطابقت حاصل ہوگئی۔

حکم المنادی المستقل الذی باشره حرف النداء وذلك لان البدل هو المقصود بالذکر والاول کالتوطیة لذکره والمعطوف المخصوص منادی مستقل فی الحقیقة ولا مانع من دخول حرف النداء علیه فیکون حرف النداء مقدرا فیه یعنی بدل اور معطوف غیر ماذکر میں سے ہر ایک کا حکم مثل اس منادی مستقل کے ہے جس پر حرف نداء داخل ہو اور یہ استقلال ضروری ہے کیونکہ مقصود بالذکر صرف بدل ہی ہوتا ہے اور اول یعنی مبدل منہ اس کے ذکر کرنے کے لئے توطیہ اور تمہید ہوتی ہے اور معطوف مخصوص حقیقت میں منادی مستقل ہے کیونکہ اس پر حرف نداء کا داخل ہونا ممنوع نہیں پس اس میں حرف نداء مقدر مانا جائے گا یہ عبارت عربی اوپر مبتداء مذکورہ کی خبر ہے **مطلقا ای حال کون کل واحد منهما مطلقا فی هذا الحکم غیر مقید بحال من الاحوال ای سواء کانا مفردین او مضافین او مضارعین للمضاف او نکرتین فالبدل مثل یا زید عمرو ویا زید اخا عمرو ویا زید طالعا جبلاً ویا زید ورجلا صالحا** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مطلقا کا قول حکمہ کی ضمیر مجرورہ سے ترکیب میں حال واقع ہوا ہے یعنی بدل اور معطوف مذکور میں سے ہر ایک اس حکم مذکور میں احوال میں سے کسی خاص حال سے مقید نہیں بلکہ مطلق ہے خواہ دونوں مفرد ہوں یا دونوں مضاف یا دونوں مشابہ بالمضاف ہوں یا خواہ دونوں نکرے ہوں پس بدل کی امثال یا زید عمرو ویا زید اخا عمرو ویا زید طالعا جبلاً ویازید ورجلا صالحا ہیں اول مثال بدل معرفہ کی ہے اور ثانی بدل مضاف کی ہے اور ثالث مشابہ بالمضاف کی مثال ہے اور رابع بدل نکرہ کی مثال ہے اور معطوف کی امثال بعینہا یہی امثال بدل کے ہیں مگر معطوف میں کلمہ واؤ اور بڑھایا جائے گا اوپر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ منادی مفرد معرفہ مبنی برضمہ ہوتا ہے یہاں اس قاعدہ پر ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا زید بن عمر سے منقوض ہے کیونکہ یہاں منادی مفرد معرفہ ہے اور باوجود اس کے یہاں فتحہ مختار ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس نقض کا جواب دیں گے **والعلم ای العلم المنادی المبنی علی الضم اما کونه منادی فلان الکلام فیه اما کونه مبنیا**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علی الضم فلما یفهم من اختار فتحه المبنی عن جواز ضمه فان جواز الضمة لایکون الافی المبنی علی الضم الموصوف بابن مجرد عن التاء او ملحوق بها اعنی انبة بلاتخلل واسطة بین الابن وموصوفه کما هو المتبادر الی الفهم فیخرج عنه مثل یا زید الظریف ابن عمرو **ومضافا** ای ﴿اس میں نے یہ مضافا کا برحال ہے نہ﴾ حال کون ذالک الابن مضافا **الی علم اخر** فکل علم یکون کذالک یجوز فیه الضم کما عرفت من قاعدة بناء المفرد علی مایرفع به لکن یختار فتحه لکثرة وقوع المنادی الجامع لهذاه الصفات والکثرة مناسبة للتخفیف خصفوه باللفتحته التی هی حرکة الاصلیة لکونه مفعولا به اس عبارت میں اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وہ علم جو منادیٰ مبنی برضمہ ہو بہرحال اس کا منادیٰ ہونا تو اس لئے ضروری ہے کہ کلام منادی ہی میں ہے اور اس کا مبنی برضمہ ہونا اس وجہ سے لازمی ہے کہ یہ اختیار فتحہ سے جو جواز ضمہ پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کیونکہ جواز ضمہ صرف منادی مبنی برضمہ میں ہی ہوتا ہے ایسا علم جب ابن مجرد عن التاء یا ملحق باالتاء سے موصوف ہو جائے اور ابن مجرد عن التاء سے مقصد یہ ہے کہ انثیت نہ ہو اور یہ موصفیت اس طرح ہو کہ درمیان ابن اور اس کے موصوف کے کوئی واسطہ آخر حائل نہ ہو جیسا کہ متبادر الی الفہم بھی یہی ہے پس اس تقدیر پر علم مذکور کی تعریف سے یا زید الظریف ابن عمرو کی مثل خارج ہو گئی کیونکہ اس میں درمیان ابن اور اس کے موصوف کے الظریف کا لفظ حائل ہو گیا ہے اور حال یہ ہو کہ وہ ابن کسی دوسرے علم کی طرف مضاف بھی ہو پس ہر وہ علم جو ایسی صفت سے موصوف ہو اس میں ضمہ جائز ہوگا جیسا کہ اوپر المبنی علی مایرفع بہ کے قاعدہ کلیہ سے مبنی برضمہ ہونا معلوم ہو چکا ہے لیکن اس کا مبنی برفتحہ ہونا مختار ہوگا کیونکہ کلام عرب میں ایسا منادی جو ان صفات مذکورہ بالا کو جامع ہو کثرت سے واقع ہوتا ہے اور کثرت مناسب تخفیف کی ہے۔ پس اس کی تخفیف فتحہ ہی اس کی اصلی حرکت ہے اس لئے کہ وہ علم منادی حقیقت میں مفعول بہ ہے اور مفعول بہ کی حرکت اصلی فتحہ ہی ہوتا ہے اوپر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ معرفہ باللام پر دخول حرف نداء ممتنع ہے یہاں اس قاعدہ کلیہ پر ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا ایہا الرجل ویاہذا الرجل سے منقوض ہے کیونکہ الرجل ان امثلہ میں معرفہ باللام ہے اور باوجود اس کے اس پر حرف نداء کا دخول درست ہے آگے چل کے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **واذ انودی المعرف باللام** ای اذا ارید نداؤہ قیل مثلا اس کے بڑھانے سے مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں شرط تمام نہیں کیونکہ اس پر جزاء کا ترتب نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ معرفہ باللام کے نداء کے لئے عام معرفہ باللام مقصود ہے یہ خاص معرفہ باللام مذکورہ فی المتن مقصود نہیں کیونکہ اس کی ہولاء الکرام ویا ہذاہ المرۃ ویا ہذ ان العالمان وغیرہا امثال بھی ہو سکتی ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ امثال مذکور فی المتن بنا بر شہرت لائے ہیں اس سے مقصود مثال دینی ہے حصر مقصود نہیں ہے **یا ایهاالرجل بتوسط** ای مع ها التنبیه **بین حرف النداء والمنادی المعرف باللام تحرزا عن اجتماع التی التعریف بلا فاصلة ویا هذا الرجل بتوسط هذا ویا ایهذا الرجل بتوسط الامرین معا** اس میں اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معرفہ باللام کو منادیٰ ٹھہرائیں یعنی اس کی طرف نداء کا قصد کریں گے تو مثلاً یا ایہا الرجل میں بتوسط لفظ ای معہ ہائے تنبیہ کے درمیان حرف نداء اور منادیٰ معرف باللام کے پڑھیں گے تا کہ الٰتی تعریف بلا فاصلہ جمع نہ ہوں اور یا ہذا الرجل میں بتوسط لفظ ہذا اور یا ایہذا الرجل میں بتوسط امرین یعنی بتوسط ای و ہذا پڑھیں گے خلاصہ مطلب جواب کا یہ ہوا کہ معرفہ باللام پر دخول حرف نداء بالذات ممنوع ہے بالواسطہ منع نہیں اور یہاں واسطہ موجود ہے لہٰذا یہاں دخول حرف نداء

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

درست ہے اوپر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تھا کہ منادیٰ مفرد معرفہ کے توابع میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں یہاں اس قاعدہ پر ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یا ایہا الرجل سے منقوض ہے کیونکہ یہاں کلمہ ای منادی مفرد معرفہ ہے اور الرجل اس کا تابع ہے اور باوجود اس کے الرجل میں جواز وجہین نہیں بلکہ یہاں رفع لازم ہے آگے چل کے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس نقض مذکور کا جواب دیں گے والتزموا یعنی العرب **رفع الرجل** مثلا اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر تشریح کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے۔ وان صفۃ وقصدا جواز الوجہین الرفع والنصب کما مر لانہ ای الرجل مثلاً **هو المقصود بالنداء فالتزم رفعه لتكون حركة الاعرابية موافقة للحركة البنائية التي هي علامة المنادى فتدل على انه هو المقصود بالنداء.** اس میں اوپر کے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل عرب نے الرجل میں رفع لازم کر دیا ہے اگر چہ یہ صفت ہے اور صفت کا حق جواز وجہین ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کیوں کہ یہاں الرجل مثلاً مقصود بالنداء ہے پس اس کا مرفوع ہونا لازم کیا گیا تا کہ اس کی حرکت اعرابی حرکت بنائی کے موافق ہو جائے اور حرکت بنائی منادی کی علامات ہے پس یہ منادی کے مقصود بالنداء ہونے پر دلالت کرے گی یعنی جواز وجہین منادیٰ کی اس صفت میں ہوتا ہے جو مقصود بالنداء نہ ہو اور یہاں چونکہ یہ مقصود بالنداء ہے اس لئے اس کا مرفوع ہونا لازمی ٹھہرا۔ **و هذا بمنزلة المستثنىٰ عن قاعدة جواز الوجهين في صفة المنادىٰ و لهٰذا لم يذكر هناك ما يخرج صفة الاسم المبهم عن تلك القاعدة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے الرجل میں رفع اور نصب دونوں جائز ہوں کیونکہ یہ منادیٰ مبنی کے توابع میں ہے اور توابع منادی مبنی کے بنا بر حمل علی اللفظ مرفوع اور بنا بر حمل علی المحل منصوب ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الرجل کا لفظ اگر چہ منادی مبنی کی صفت ہے لیکن یہ جواز وجہین کے قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ مقصود بالنداء ہے اور اسی وجہ سے یہاں کوئی ایسی قید ذکر نہیں کی جس کی بنا پر قاعدہ مذکور سے اس اسم مبہم کی صفت خارج ہو اوپر یہ قاعدہ باندھا تھا کہ الرجل مقصود بالنداء ہے اور منادیٰ مفرد معرفہ کے حکم میں ہے اس پر یہاں ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح منادیٰ مفرد معرفہ کے توابع میں جواز وجہین ہے اسی طرح الرجل کے توابع میں بھی جواز وجہین ہونا چاہئے حالانکہ امر ایسا نہیں ہے آگے چل کر مصنف خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **و توابعه بالجر عطف على الرجل و التزموا رفع توابع الرجل مضافة او مفردةً نحو يا ايها الرجل الظريف و يا ايها الرجل ذو المال لانها توابع منادىٰ معرب و جواز وجهين انما يكون في توابع المنادىٰ المبني.** اس میں اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح الرجل میں رفع لازم ہے اسی طرح اس کے توابع میں بھی رفع ضروری ہے خواہ وہ توابع مضاف ہوں خواہ مفرد جیسے ایا ایہا الرجل الظریف اور یا ایہا الرجل ذو المال میں ظریف اور ذو المال کا مرفوع ہونا لازم ہے کیونکہ یہ منادی معرب کے توابع ہیں اور جواز وجہین منادیٰ مبنی کے توابع میں ہوتا ہے اور توابعہ کا لفظ ترکیب میں بنا بر عطف علی الرجل مجرور ہے اوپر یہ قاعدہ باندھا تھا کہ معرفہ باللام پر دخول حرف نداء بالذات ممنوع ہے اس پر یہاں ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یا اللہ سے منقوض ہے کیونکہ یہ معرفہ باللام ہے اور باوجود اس کے اس پر حرف نداء بالذات داخل ہوا ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیں گے۔ **و قالوا بناءً على قاعدة تجويز اجتماع حرف النداء مع اللام و هي اجتماع امرين احدهما كون اللام عوضًا عن محذوفٍ و ثانيها لزومها للكلمة** یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لام کے ساتھ حرف نداء کے اجتماع کی تجویز کے قاعدہ کی بناء پر اہل عرب یا اللہ خاص کر کے بولتے ہیں اور اس قاعدہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ میں الف و لام

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محذوف کے عوض مانیں اور دوسری صورت یہ کہ اللہ کے کلمہ میں الف ولام کا لزوم ٹھہرائیں۔ **یا الله لان اصله الآله فحذفت الهمزة و عوّضت اللام عنها و لزمت الكلمة فلا يقال في سعة الكلام لاه و لما لم يجتمع هذان الامران في موضع اخر اختص هذا الاسم بذالک الجواز و لهٰذا قال.** اس میں اللہ کے الف ولام عوض ہونے کی دلیل ہے یعنی یہاں الف ولام اس لئے عوضی ہے کہ اس کی اصل الآلہ ہے پس ہمزہ محذوف کیا گیا اور اس کے عوض میں الف ولام لائے ہیں اور وہ کلمہ کے ساتھ لازم ہو گئے ہیں پس اسی وجہ سے سعت کلام میں لاہ نہیں بولا جاسکتا ہے اور چونکہ یہ دو امر سوائے لفظ اللہ کے کسی دوسے مقام میں جمع نہیں ہوئے ہیں اس لئے یہ اجتماع حرف ندا مع اللام کا جواز اللہ کے لفظ سے مخصوص ہوا اور اسی وجہ خاصۃ کہہ دیا۔ **خاصةً و اما مثل النجم و الصعق و ان كانت اللام لازمةً فيه لكن ليست عوضًا عن محذوف و اما الناس و ان كانت اللام فيه عوضًا عن الهمزة لان اصله الاناس لكن ليست لازمة للكلمة لانه يقال ناس في سعة الكلام فلا يجوز ان يقال يا النجم و يا الناس** یعنی النجم اور الصعق کے الفاظ میں اگرچہ الف ولام لازم ہو گئے ہیں لیکن یہ محذوف کے عوض میں نہیں لائے ہیں اور الناس میں اگرچہ الف ولام ہمزہ کے عوض میں لائے ہیں کیونکہ اس کی اصل الاناس ہے لیکن یہ کلمہ کے ساتھ لازم نہیں اس لئے کہ سعت کلام میں ناس بولا جاسکتا ہے پس یا النجم اور یا الناس نہیں بول سکتے ہیں خلاصہ مطلب جواب کا یہ ہے کہ دخول حرف ندا معرفہ باللام پر اس وقت ممنوع ہے جس وقت الف ولام عوضی نہ ہوں اور یہاں الف ولام عوضی ہیں۔ **و لعدم جريان هذاه القاعدة في التي قوله شعر: من اجلک يالتي تميت قلبي،، و انت نجيلة بالوصل عني،، لان لامها ليست عوضًا عن محذوف و ان كانت لازمة للكلمة حكموا عليه بالشذوذ.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ شاعر کے شعر مذکورۂ بالا سے منقوض ہے کیونکہ اس میں الف ولام التی کے لازم غیر عوضی ہیں اور باوجود اس کے اس پر حرف نداء داخل ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ یہ قاعدہ مذکورہ بالا التی میں جاری نہیں اس لئے کہ اس کے الف ولام محذوف کے عوض نہیں اگرچہ کلمہ کے ساتھ لازم ہیں اس وجہ سے نحات نے اس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے شعر کے معنی یہ ہیں اے میری محبوبہ تیری محبت میں تکلیف برداشت کر رہا ہوں کیونکہ میرے قلب میں تیری محبت ہے اور تو وصال دینے میں میرے اوپر بخیلی کر رہی ہے یہ کیا انصاف ہے **و في يا الفلامان في قولهم فيا الغلامان الذان،، لانتفاء الامرين كليهما حكموا بانه شذ شذوذا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ شاعر کے قول فیا الغلامان الخ سے منقوض ہے کیونکہ اس میں الف ولام نہ لازمی ہیں اور نہ عوضی اور باوجود اس کے اس پر حرف ندا داخل ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ اس میں دونوں امور منتفی ہیں اس لئے اس پر نحات نے اشذ شذوذ کا حکم لگایا ہے اور شاذ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا قاعدہ مذکورہ بالا ان نواقض سے محفوظ رہا اور پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ منادی مفرد معرفہ بنی برضمہ ہوتا ہے اس پر یہاں ایک نقض واقع ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ یا تیم تیم عدی سے منقوض ہے کیونکہ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے اور باوجود اس کے اس میں جواز وجہین ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس نقض کا جواب دیتے ہیں۔ **و لك اى وجاز لك في** اس کے بڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ لک جار و مجرور فعل مقدر جاز سے متعلق ہے یعنی یا تیم تیم عدی کی ترکیب میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں۔ **مثل يا تيم تيم عدى اى في تركيب تكرر فيه المنادى المفرد المعرفة صورةً و ولي الثاني اسم مجرور بالاضافة في الاول اس**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود مثال مذکور کا عموم ہے یعنی اس ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جس میں منادیٰ مفرد معرفہ صورۃ مکرر ہوا ہو اور ثانی اسم مجرور باضافت کے قریب ہو۔ **الضم و النصب و فی الثانی النصب فحسب اما الضم فی الاول فلانه منادیٰ مفردًا معرفة کما هو الظاهر و النصب علی انه مضاف الی عدیِ المذکور و تیم الثانی تاکید لفظی فاصل بین المضاف و المضاف الیه و ذٰلك مذهبِ سیبویه او مضاف الی عدیٰ المحذوف بقرینة المذکور و ذالك مذهب المبرد و الیسرانی اجاذ و الفتح مکان النصب علی ان یکون فی الاصل یاتیم بالضم تیم عدی ففتح اتباعا لنصب الثانی کما فی یا زید بن عمرو وتعین النصب فی الثانی لانه اماتابع مضاف او تابع مضاف وتمام البیت یاتیم تیم عدی لاابالکم لایلقینکم وفی سؤة عمرو والبیت لجریر حین اراد عمر التیمی الشاعران یهجوه فقال جریر خطایا بنی تیم لاترکو اعمران یهجونی فیلقینکم فی سؤة ای مکروه من قبلی یعنی مهاجاته ایاهم** یعنی ترکیب مذکور میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں اور ثانی تیم میں فقط نصب ہی ہے بہر حال اول کا ضمہ اس لئے جائز ہے کہ یہ منادی مفرد معرفہ ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور اس کا نصب اس لئے جائز ہے کہ وہ عدی مذکور کی طرف مضاف ہے اور تیم ثانی اس کی تاکید لفظی فاصل درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے ہے اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے یا عدی محذوف کی طرف مضاف ہے بقرینہ مذکور عدی کے اور یہ مذہب مبرد کا ہے اور سرانی بجائے نصب کے فتح کو جائز قرار دیتے ہیں اس بنا پر کہ یہ اصل میں یا تیم بضمہ تیم عدی ہے پس بنا بر متابعت نصب ثانی کے مفتوح کیا گیا جیسے یا زید بن عمرو میں ہے اور ثانی میں نصب اس لئے متعین ہے کہ یہ مضاف کا تابع ہے جیسا کہ یہ مذہب سیبویہ کا ہے یا تابع مضاف ہے جیسا کہ مذہب مبرد میں ہے اور پورا شعر یہ ہے یا تیم تیم عدی لاابا لکم لایلقنکم فی سؤة عمر اور یہ شعر جریر کا ہے جس وقت عمر تیمی شاعر نے اس کی مذمت کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت جریر نے بنی تیم سے خطاب کر کے کہا کہ عمر کو میری مذمت کرنے سے منع کرو ورنہ وہ تم کو میری طرف سے تکلیف میں مبتلا کرے گا یعنی میں تمہاری مذمت کرنا شروع کردوں گا **والمنادی المضاف الی یاء المتکلم یجوز فیه وجوه اربعة فتح الیاء مثل یا غلامی وسکونها مثل یا غلامی واسقاطا لیاء اکتفاء بالکسرة اذاکان قبلها کسرة احتراز عن نحو یا فتای مثل یا غلام وقبلها الفا نحو یا غلاما وهذان الوجهان یقعان غالبا فی النداء لان النداء موضع تخفیف لان المقصود غیره فیقصد الفراغ من النداء بسرعة لیتخلص الی المقصود من الکلام فیخفف یا غلامی بوجهین حذف الیاء وابقاء الکسرة دلیلا علیه وقلب الیاء الفالان الالف والفتحة اخف من الیاء والکسرة** یعنی وہ منادی جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجوہ جائز ہیں اول فتحہ یا جیسے غلامی میں ہے دوم سکون یاء جیسے یا غلامی میں ہے سوم اسقاط یا بنا بر اکتفاء بر کسرہ جب اس کا ماقبل مکسور ہو اس سے یا فتای کے قول سے احتراز کیا کیونکہ اس میں ماقبل یا مکسور نہیں ہے اسقاط یا کی مثال یا غلام ہے چہارم قلب یا بالف جیسے یا غلاما میں ہے اور یہ دو وجہات یعنی اسقاط اور قلب یا بالف غالبا نداء میں واقع ہوتے ہیں کیونکہ نداء موضع تخفیف ہے اس لئے کہ مقصود اس کا غیر ہوتا ہے پس نداء سے جلدی فارغ ہو کر کلام کے مقصود کی تحصیل کا قصد کیا جاتا ہے لہٰذا یا غلامی میں دو طریقوں سے تخفیف کی جاتی ہے اول حذف یا اور بنا بر دلیل حذف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ماقبل کا مکسور چھوڑ دینا اور دوم قلب یا بالف کیونکہ الف اور فتح میں یا کسرہ سے زیادہ تخفیف ہوتی ہے **وهما اى هذان الوجهان وان كانا واقعين فى المنادى المضاف الى ياء المتكلم لاكن لايقعان فى كل منادى كذالك بل فيما غلب عليه الاضافت الى ياء المتكلم واشتهر بهالتدل الشهرة على الياء المغيرة بالحذف او القلب فلا يقال يا عدو و يا عدوّا و قد جاء شاذًا فى المنادىٰ يا غلامَ بالفتح اكتفاءً بالفتحة عن الالف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا عددی کے قول سے منقوض ہے کیونکہ اس میں منادی مضاف بطرف یاء متکلم ہے اور باوجود اس کے اس میں وجہین آخرین جائز نہیں ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ وجہین آخرین اگرچہ اس منادی میں بھی واقع ہوتی ہیں جس کی اضافت یاء متکلم کی طرف ہو لیکن یہ ہر منادی مضاف علی یاء متکلم میں واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں واقع ہوتی ہیں جس میں اضافت یاء متکلم کی طرف غالب اور مشہور ہوتا کہ اس کی یہ شہرت یاء مغیرہ بالحذف یا بالقلب پر دلالت کرے لہٰذا یا عدو اور یا عدوا نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اور منادی مذکور میں ایک شاذ اور نادر روایت میں یا غلام مفتوح بنابر اکتفاء بر فتحہ از الف بھی آیا ہے گویا یہ پنجم وجہ ہوئی **ويكون المنادى المضاف الى ياء المتكلم بالهاء فى هذاه الوجوه كلها** یعنی وہ منادی جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو حالت وقف ہیں ہاء کے ساتھ کل وجوہات مذکورہ میں مستعمل ہوتا ہے **وقفا اى فى حالة الوقف تقول يا غلامية ويا غلاميه وغلامه ويا غلاماه فرقا بين الوقف والوصل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ وقفا کا لفظ منصوب بنابر ظرف ہے۔ لیکن اس کی ظرفیت باعتبار مضاف مقدر کے ہے جو کہ لفظ حالت ہے یعنی منادی مذکور میں حالت وقف میں بنابر فرق درمیان وقف اور وصل کے ہا کا کلمہ بھی بڑھا سکتے ہیں۔ پس یا غلامیہ اور یا غلامیہ وغلامہ اور یا غلاماہ پڑھ سکتے ہیں **وقالو اى العرب فى محاوراتهم يا ابى ويا امى على الوجوه الاربعة كسائر مااضيف الى ياء المتكلم مع وجوه اخر زايدةٍ عليها لكثرة استعمال نذائهما فى كلامهم كما اشار اليها بقوله** یعنی اہل عرب اپنے محاورات میں یا ابی اور یا امی کے الفاظ کو وجوہ اربعہ مذکورہ پر مثل تمام ان اسماء کے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں استعمال کرتے ہیں لیکن یہاں علاوہ وجوہ اربعہ مذکورہ کے چند وجوہات اور بھی زیادہ کرتے ہیں کیونکہ الفاظ مذکورہ کا کلام عرب میں منادی کا مستعمل ہونا کثرت سے آتا ہے اس لئے ان میں وجوہ آخر بھی بڑھاتے ہیں جیسا کہ وجوہ آخر کی طرف مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یا ابت اور یا امت کے قول میں اشارہ کیا ہے۔ **ويا ابت ويا امت اى قالوا يا ابت ويا امت ايضا بابدال الياء بالتاء** یعنی اہل عرب یاء کو تاء سے بدل کر کے یا ابت اور امت بھی استعمال کرتے ہیں **فتحا كسرا اى حال كون التاء مفتوحة على وفق حركة الياء اومكسورة لمناسبة الياء** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فتحا و کسرا کے الفاظ منصوب بنابر حال از تا ہیں یعنی یا ابت اور یا امت بھی پڑھ سکتے ہیں درآنحالیکہ تا موافق حرکت یاء کے مفتوح ہو یا یاء کی مناسبت کی بنا پر مکسور ہو یعنی مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں **وقد جاء الضم ايضا نحو يا ابت ويا امت لاجرائه مجرى المفرد المعرفة** یعنی الفاظ مذکورہ میں تا کا ضمہ بھی آیا ہے کیونکہ یہ الفاظ منادی مفرد معرفہ کے حکم میں ہیں اور منادی مفرد معرفہ مبنی پر ضمہ ہوتا ہے **ولم يذكره للقلته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب الفاظ مذکورہ میں ضمہ بھی آیا ہے تو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ ضمہ قلیل مستعمل ہوتا ہے اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا **وقالوا يا ابتا وامتا بالالف بعد التاء جمعا بين العوضين دون الياء فما**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قالوا یا ابتی ویا امتی احتراز عن الجمع بین العوض والمعوض عنه فانه غیر جائز اور اہل عرب یا ابتا اور یا امتا بعد تا کے الف بڑھا کر بھی مستعمل کرتے ہیں اور اس میں جمع ہے درمیان عوضین کے یعنی تاء اور الف دونوں کو یاء کے عوض میں لاتے ہیں اور یہ جائز ہے لیکن یا نہیں بڑھاتے یعنی یا ابتی اور یا امتی نہیں پڑھتے ہیں کیونکہ اس صورت میں درمیان عوض اور معوض عنہ کے جمع لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے **وقالوا یا ابن ام ویا ابن عم خاصة هذا الاختصاص بالنظر الی الابن ایضا فانهم یقولون یا بنت ام ویا بنت عم علی الوجوه الاربعة** یعنی عرب کے لوگ یا ابن ام اور یا ابن عم خصوصیت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور یہ اختصاص بہ نسبت ام اور عم کے ہے یعنی یا ابن اخ ویا ابن خال نہیں بولا جاسکتا ہے بلکہ یا ابن اخی اور یا ابن خالی بول سکتے ہیں اور یہ خصوصیت بہ نسبت ابن کے بھی نہیں ہے کیونکہ عرب کے لوگ یا بنت ام اور یا بنت عم وجوہ اربعہ مذکورہ بالا کے موافق مثل باب غلامی کے استعمال کرتے ہیں **مثل باب غلامی فقالوا یا ابن امی ویا ابن عمی بفتح الیاء وسکونها ویا ابن ام ویا ابن عم بحذف الیاء والاکتفاء بالکسرة ویا ابن اما ویا ابن عما بابدال الیاء ایضا** پس یا ابن امی اور یا ابن عمی بفتحہ اور بسکون یا دونوں طرح پڑھتے ہیں اور یا ابن ام اور یا ابن عم یاء کو حذف کر کے اکتفاء بالکسرہ بھی کرتے ہیں اور یا ابن اما اور یا ابن عما یاء کو الف سے بدل کر کے بھی استعمال کرتے ہیں **وقالوا بزیادة وجه اخر شد فی المضاف الی یاء المتکلم یا ابن ام ویا ابن عم بحذف الالف والاکتفاء بالفتحة لکثرة الاستعمال وطول اللفظ وثقل التضعیف** یعنی اس مضاف میں جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو ایک وجہ آخر بھی بڑھاتے ہیں یعنی الف کو حذف کرتے ہیں اور فتحہ پر اکتفاء کر کے یا ابن ام اور یا ابن عم پڑھتے ہیں لیکن یہ بوجہ کثرت استعمال اور طول لفظ اور ثقل تضعیف کے ہے اور یہ وجہ شاذ اور نادر ہے ولما کان من خصائص النداء الترخیم شرع فی بیانه فقال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نداء کے بعد ترخیم کا لانا بیجا معلوم ہوتا ہے کیونکہ درمیان ترخیم کے کوئی مناسبت ظاہر میں نہیں کیونکہ ترخیم کے معنی آخر شے سے حذف کرنے کے ہیں اور نداء کے معنی آواز دینے کے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترخیم منادی کی تمہید کی طرف اشارہ کر کے اس کا جواب دیا کہ چونکہ ندا کے خصائص میں سے ترخیم بھی ہے اس لئے اس کے بعد ترخیم کا لانا بیجا نہیں بلکہ موزوں ہے۔

وترخیم المنادی جائز ای واقع فی سعة الکلام من غیر ضرورة شعریة فان دعت الیه ضرورة فبا الطریق الاولیٰ یعنی ترخیم منادی ہر حالت میں جائز ہے سعۃ کلام میں بغیر ضرورت شعری کے جو اس کا داعی ہو اور اگر ضرورت شعری کلام میں واقع ہو تو اس وقت ترخیم منادی بطریق اولیٰ جائز ہوگی فائدہ ترخیم کے لغوی معنی دم بریدن کے ہیں اور اصطلاح لغات میں کلام کے آخر میں سے حرف کا حذف کرنا ہے جیسے خود مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **وهو فی غیره ای غیر المنادی** واقع اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرورہ منادی کی طرف راجع ہے **ضرورة ای ضرورة شعریة داعیة الیه لافی سعة الکلام** اس میں شارح علیہ الرحمۃ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ لفظ ترکیب میں فعل ترخیم کا مفعول لہ ہے یعنی منادی کے علاوہ کلام میں ترخیم منادی بوجہ ضرورت شعری واقع ہوگی بخلاف سعۃ کلام کے اس میں بغیر ضرورت شعری کے ترخیم منادی مانی جائے گی **وهو ای ترخیم المنادی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ضمیر مرفوع ترخیم منادی کی طرف راجع ہے **حذف اخره ای آخر المنادی** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آخرہ کی ضمیر مجرورہ منادی کی طرف راجع ہے **تخفیفا ای لمجرد التخفیف** ﴿اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا تخفیفا کا لفظ میں حذف مفعول لہ ہے﴾ **لابعة آخری مفضیة الی الحذف المستلزم**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

للتخفیف فعلیٰ هذا یکون ذالک التعریف مخصوصا بترخیم المنادی ویعلم منه ترخیم المنادی بالقاسیة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ترخیم کی تعریف جامع نہیں اس سے ترخیم غیر منادی کی تعریف خارج ہوگئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترخیم المنادی کی طرف ضمیر مرفوع ہو راجع مان کر یہ جواب دیا کہ یہ تعریف منادی کی ترخیم سے مخصوص ہے یعنی صرف بغرض تخفیف منادی کے اخیر میں سے حرف کے حذف کرنے کا نام ترخیم ہے کسی دوسری علت کا نام نہیں ہے جس سے حذف جو مستلزم تخفیف کا ہو معلوم ہو سکے پس اس تقدیر پر یہ تعریف منادی کی ترخیم سے مخصوص مانی جائے گی اور ترخیم غیر منادی کی اس سے تیا سا معلوم کرنا چاہیئے ویمکن حمله اعلی تعریف الترخیم مطلقا بارجاع الضمیر المرفوع الی الترخیم مطلقا وضمیر المجرور الی الاسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے طریقہ پر دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تعریف مطلق ترخیم کی مانی جائے اس طرح کہ ضمیر مرفوع ہوگی مطلق ترخیم کی طرف راجع کردی جائے اور ضمیر مجرور آخرہ کی اسم کی طرف ہو اب بصورت عموم تعریف تعریف منادی جامع ہوگی وشرط ای شرط ترخیم المنادی علی التقدیر الاول وشرط الترخیم اذا کان واقعا فی المنادی علی التقدیر الثانی اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ شرط کی ضمیر مجرور ہ ترخیم منادی کی طرف راجع ہے اگر یہ تعریف مخصوص مانی جائے یا مطلق ترخیم کی طرف ہے اگر یہ تعریف عام سمجھی جائے یعنی ترخیم منادی کی شرط بتقدیر اول یا ترخیم کی شرط جبکہ منادی میں واقع ہو یہ تقدیر ثانی چار امور ہیں امور اربعة ثلثة منها عدمیة وهی اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شرط کی عبارت ترکیب میں مبتداء ہے اور ان لایکون معه اپنے معطوفات کے اس کی خبر واقع ہوئی ہے اور یہ خبریت درست نہیں اس لئے کہ معطوفات اپنے معطوف علیہ سے مل کر یہ سب جمع ہو کر خبر واقع ہوئے ہیں اور ان میں کچھ عدمی ہیں اور کچھ وجودی اور یہ معلوم ہے کہ درمیان عدمی اور وجودی کے تضاد ہے لہٰذا اس سے اجتماع اضداد لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ولایکون الخ مجموعہ خبر نہیں بلکہ شرط کی خبر محذوف امور رابعة ہے یعنی ترخیم کے لئے چار چیزیں شرط ہیں تین ان میں سے عدمی ہیں اور ایک وجودی اب اس تقدیر پر اجتماع اضداد لازم نہیں آیا اس لئے کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عدمی کو وجودی سے علیحدہ کیا لہٰذا اب خبریت درست ہوگئی ان لایکون مضافا حقیقة او حکما فدخل فیه المشبه بالمضاف ایضا یعنی ان میں عدمی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس اسم میں ترخیم ہوئی ہو وہ اسم حقیقی یا حکمی مضاف نہ ہو اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان لا یکون مضافا کے حکم سے مشابہ بالمضاف خارج ہوا اس لئے کہ متبادر مضاف سے مضاف حقیقی ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مضاف عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی لہٰذا اس حکم میں مشابہ بالمضاف بھی داخل ہوا اذ لا یمکن الحذف من الاول لانه لیس اخر جزاء المنادی نظرا الی المعنیٰ ولا من الثانی لانه لیس اخر جزا له نظرا الی اللفظ فامتنع الترخیم فیهما بالکلیة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم مرخم کے مضاف نہ ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ترخیم منادی کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم مرخم مضاف نہ ہو اس لئے کہ مضاف ہونے کی صورت میں حذف اول یعنی مضاف سے ممکن نہیں ہے کیونکہ اگر وہ مرکب اضافی علم ہو تو اس صورت میں مضاف بہ نظر معنیٰ علمی کے منادی کا آخیری جز نہیں ہوا اور ثانی یعنی مضاف الیہ سے بھی حذف ممکن نہیں ہے اس لئے کہ بہ نظر لفظ کے مضاف الیہ مضاف کا آخر جز نہیں کیونکہ اعراب مضاف کے اخیر ہی حرف پر آتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ترخیم مضاف مضاف الیہ دونوں میں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بالکل منع ہے۔ **وان لا یکون مستغاثا لا مجرورا باللام لعدم ظهورا اثر النداء فیه من النصب او البناء فلم یرد علیه الترخیم الذی هو من خصائص المنادی ولا مفتوحا بزیادة الالف لان الزیادة تنافی الحذف** ۔یعنی دوسری شرط ترخیم منادی کی یہ ہے کہ وہ اسم مرخم مستغاث نہ ہو کیونکہ مستغاث یا تو مجرور باللام ہوتا ہے اور یا مفتوح ہوتا ہے اگر مجرور ہو تو اس صورت میں اس اسم مرخم میں ندا کا اثر جو کہ نصب یا ضمہ بنائی ہے نہیں پایا جائے گا پس اس میں وہ ترخیم جو خصوصیات منادی میں سے ہے جاری نہیں ہو سکے گی اور اگر وہ اسم مرخم مستغاث بوجہ زیادت الف آخر میں مفتوح ہو تو اس صورت میں درمیان زیادت الف اور حذف کے منافات ہو جائے گی کیونکہ مستغاث مفتوح زیادت الف کو چاہے گا اور ترخیم اس کے حذف کا مقتضی ہو گی لہٰذا ترخیم منادی میں یہ بھی ضروری شرط ہے کہ وہ اسم مرخم اسم مستغاث بھی نہ ہو **ولم یذکر المندوب لانه غیر داخل فی المنادی عنده وما وقع فی بعض النسخ فکانه من تصرف الناسخین مع ان وجه اشتراط عند دخوله فی المنادی ظاهر و هو ان الاغلب فیه زیادة الالف فی اخره لمد الصوت اظهارا للتفجع فلا یناسبه الترخیم للتخفیف** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح ترخیم منادی میں یہ شرط ہے کہ منادی اسم مستغاث نہ ہو اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ وہ اسم مندوب بھی نہ ہو پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لازم تھا کہ جس طرح مستغاث کی نفی کی مندوب کی بھی نفی کرتے حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندوب کی نفی کی طرف تعرض نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندوب کے نفی کی طرف تعرض اس لئے نہیں کیا کہ اسم مندوب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک منادی میں داخل نہیں ہے اور جو بعض نسخ میں اس کا دخول واقع ہوا ہے گویا وہ نسخہ لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھا ہے اور یہ تمام شروط ترخیم منادی کی شروط ہیں اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مندوب منادی میں داخل ہے پس وجہ اس کی اشتراط کی ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اغلب اسم مندوب کے آخر میں مدصوت کے لئے بغرض اظہار تفجع الف بڑھایا جاتا ہے اور حذف اس کی نفی کرتا ہے اسی وجہ سے اسم مندوب میں بھی ترخیم مناسب ہو گی **وان لا یکون جملة لان الجملة محکیة بحالها فلا تغیر** یعنی تیسری شرط منادی کی ترخیم کی یہ ہے کہ وہ منادی جملہ بھی نہ ہو اس لئے کہ جملہ جب علم ہو گا تو اس سے مقصود حالت کی حکایت ہو گی گویا یہ جملہ مثال کے مقام مستعمل ہو گا پس جس طرح امثال میں تغیر اور تبدل جائز نہیں اسی طرح اس جملہ میں بھی تغیر اور تبدل نہیں ہو گا تا کہ حکایت کا مقصد فوت نہ ہو **و الشرط الرابع احد الامرین الوجودیین وهو ان یکون المنادی ما علما زائد علی ثلثة احرف لانه لعلمیة ناسبه التخفیف بالترخیم لکثرة نداء العلم مع لشهرته فیما ابقی منه دلیل علی ما البقی والزیادة علی الثلثة لم یلزم نقص الاسم عن اقل ابنیة المعرب بلا علة موجبة** یعنی شرط رابع دو وجودی امروں میں سے ایک امر ہے اور وہ یہ ہے کہ ترخیم منادی کی ایک شرط وجودی یہ ہے کہ وہ منادی علم ہو اور اس کے حروف تین حرفوں سے زیادہ ہوں کیونکہ علم اکثر منادی واقع ہوتا ہو اس علمیت کی بنا پر اس کی ترخیم سے تخفیف زیادہ مناسب ہو گی اور علم کی شہرت کی وجہ سے علم میں جو کچھ حروف باقی ہوں وہ محذوف پر دلیل ہوتے ہیں اور منادی علمی کا زائد علی ثلاثہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اس کا نقصان اقل ابنیہ معرب سے بلا کسی علت موجبہ کے لازم نہ آئے اور اقل ابنیہ اسم معرب کی تین حروف ہیں واما اسما متلبسا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ بتاء التانیث کا متعلق محذوف متلبسا کا لفظ ہے **بتاء التانیث وان لم یکن علما ولا زائد اعلی الثلثة لان وضع التاء علی الزوال فیکفیه ادنی مقتض للسقوط فکیف اذا وقع موقعا یکثر فیه سقوط الحرف الاصلی** یعنی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دوسری شرط وجودی ترخیم منادی کی یہ ہے کہ وہ اسم منادی مرخم علمیں بتائے تانیث ہو یعنی مشتمل بتائے تانیث ہو اگر چہ علم یا زائد علی ثلاثہ نہ ہو کیونکہ تاء کی وضع زوال کے لئے ہے پس اس کے ساقط ہونے کے لئے معمولی مقتضی سقوط کافی ہے پس یہ تاء کیونکر ساقط نہ ہوگی جبکہ اسم منادی ایسے موقع میں واقع ہو کہ جہاں حرف اصلی کا ساقط ہونا بکثرت آتا ہو **ولم یُبالوا ابقاء نحو ثبة وشاة بعد الترخیم علی حرفین لان بقاء ہ کذالک لیس لاجل لاجل الترخیم بل مع التاء ایضا کان ناقصا من ثلثة اذا التاء کلمة اخری برأسها** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب لبنیہ اسم معرب تین حرفوں سے کم حروف نہیں ہوتے تو چاہیئے کہ ثبۃ اور شاۃ کے الفاظ میں ترخیم جائز نہ ہو کیونکہ ان الفاظ کے حروف ترخیم کے بعد تین سے کم رہ جاتے ہیں حالانکہ جائز ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ الفاظ مذکورہ میں ترخیم جائز ہے اور ترخیم کے بعد اگر ان الفاظ کے حروف تین سے کم ہو کر دو باقی رہ جائیں تو اس کی کوئی پروا نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ کا دونوں حرفوں پر باقی رہنا ترخیم کی وجہ سے نہیں بلکہ تاء کے ساتھ بھی ان الفاظ کا حروف تین سے کم ہیں اس لئے کہ تاء ایک علیحدہ کلمہ ہے اس کا اصلی حروف سے کوئی تعلق نہیں **ولا یرخم بغیر ضرورة منادی لم یستوف الشروط المذکورة الاماشذ نحو یا صاخ فی یا صاحب ومع شذوذه فالوجه فی ترخیمه کثرة استعماله** منادی اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یا صاخ سے منقوض ہے کیونکہ یہ لفظ نہ علم ہے نہ متعلمیں بتائے تانیث باوجود اس کے اس میں ترخیم واقع ہوئی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بغیر ضرورت کے کسی منادی میں ترخیم درست نہیں جب تک اس میں شروط مذکورہ پورے طور پر نہ پائی جائیں اور یا صاخ میں جو بغیر وجود شروط مذکورہ کے ترخیم واقع ہوئی ہے یہ شاذ ہے اور شاذ کا کوئی اعتبار نہیں اور باوجود شذوذ کے اس کی ترخیم کی وجہ کثرت استعمال منادی ہے لہٰذا مصنف کا قاعدہ کلیہ مذکورہ ٹھیک اور درست ثابت ہوا۔

ولما فرغ من بیان شرائط الترخیم شرع فی بیان کمیة المحذوف بسببه فقال اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد آگے عبارت کی تمہید کا بیان کرنا ہے یعنی جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترخیم کی شرائط کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب آگے چل کر محذوف کی مقداریت کا بیان کرنا چاہتے ہیں پس کہا **فان کان فی اخره ای اخر المنادی** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آخرہ کی ضمیر مجرورہ منادی کی طرف راجع ہے **زیادتان کائنتان فی حکم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کائنتان کا لفظ فی حکم سے مقدم بڑھا کر اشارہ کیا ہے کہ جار مجرور کا متعلق یہ کائنتان کا لفظ محذوف ہے **الزیادة الواحدة** اس میں واحدۃ کے لفظ سے مقدم جو زیادۃ کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے اس سے مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ واحدۃ کا لفظ ترکیب میں صفت واقع ہوئی ہے اور اس کا موصوف نہیں ہے لہٰذا عبارت میں نقص لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نقص لازم نہیں آتا صفت کا موصوف محذوف زیادۃ کا لفظ ہے **فی انهما زیدتا معا** یعنی اگر منادی کے آخر میں دو حروف معا زیادہ ہو گئے ہوں اور ان کا زیادہ ہونا زیادت واحدہ کے حکم میں ہو **واحترز به عن نحو ثمانیة دو مرجانة فان الیاء والنون فیهما زید تاء اولا ثم زیدت تاء التانیث فلم یحذف منها الاالاخیر** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زیادۃ کے ساتھ معا کی قید بڑھائی تھی اب یہاں یہ بتاتے ہیں کہ یہ قید احترزی ہے اس سے ثمانیۃ اور مرجانۃ سے احتراز مقصود ہے کیونکہ ان الفاظ مذکورہ میں اول یا دونوں بڑھے ہیں پھر تائے تانیث بڑھائی گئی ہے اس لئے ان الفاظ میں سے صرف آخری حرف محذوف ہوگا دونوں حروف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

محذوف نہیں ہوتے کاسماء اذاجعلتها فعلا من الوسامة الحسن کما هو مذهب سیبویه لاافعالا جمع اسم علی ماهو مذهب غیره لانه یکون حینئذٍ من باب عماریه اس منادی کی مثال ہے جس میں دوحروف معاز یادہ ہوگئے ہوں لیکن یہ جب کہ اس لفظ کو فعلا کے وزن پر وسامت سے جس کے معنٰی حسن کے ہیں مشتق مانا جائے جیسا کہ یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور افعال کے وزن پر جو جمع اسم کی ہے نہ مانا جائے جیسا کہ یہ سیبویہ کے علاوہ علماء کا مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لفظ جمع اسم کی مانی جائے تو اس وقت یہ عمار کے قاعدہ میں داخل ہوگا جس کا ذکر آگے خود آئے گا **ومروان** یہ بھی اس منادی کی مثال ہے جس میں دوحرف معاز یادہ ہوگئے ہوں **او کان فی اخره حرف صحیح** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ اشارہ کرنا ہے کہ یہ اوپر کی عبارت فان کان فی آخره .....الخ پر عطف ہے۔ **ای صحیح اصلی لتبادره الی الذهن لان الغالب فی الحرف الصحیح الاصالة فیخرج منه نحو سعلاة لا یحذف منه الا التاء** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ سعلات سے منقوض ہے کیونکہ اس کے آخر میں حرف صحیح قبلہ مدہ ہے اور باوجود اس کے اس میں دوحرف محذوف نہیں ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ صحیح سے مراد صحیح اصلی ہے کیونکہ ذہن کا تبادر اسی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ غالب حرف صحیح میں اصالت ہے پس اس قاعدہ کی بناء پر سعلات کا لفظ خارج ہوا کیونکہ اس میں تاء زیادہ ہے اصلی نہیں ہے اس لئے اس سے تاء ہی محذوف ہوگی **وهو اعم من ان یکون حقیقة او حکما فیشمل مثل مرمی ومدعو فان الحرف الاخیر منهما فی حکم الصحیح فی الاصالة** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مرمی اور مدعو سے منقوض ہے کیونکہ ان الفاظ کے آخر میں کوئی حرف صحیح نہیں ہے باوجود اس کے ان الفاظ میں سے دوحرف محذوف ہوگئے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ صحیح عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور ان الفاظ کا آخری حرف اگرچہ حقیقت میں صحیح نہیں لیکن اصالت میں صحیح کے حکم میں ہے پس اس تقدیر پر اس قاعدہ کلیہ میں یہ الفاظ بھی داخل ہوگئے **قبله ای الف او واؤ او یاء ساکنة حرکة ما قبلها من جنسها** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد مدہ کا بتانا ہے کہ مدہ الف یا واؤ یا یاء ساکنہ کو کہتے ہیں جس کے ماقبل کی حرکت اس کے جنس سے ہو یعنی الف ماقبل مفتوح اور واؤ ماقبل مضموم اور یاء ماقبل مکسور کو مدہ کہتے ہیں اور اس کے عکس کو لین بتاتے ہیں **و المراد بها المدة الزائدة لتبادرها ای الذهن لغلبتها و کثرتها فیخرج منه نحو مختار فانه لا یحذف منه الا الحرف الاخیر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار کے لفظ سے منقوض ہے کیونکہ اس کے آخر میں حرف صحیح ماقبل حرف مدہ ہے اور باوجود اس کے آخر میں سے دوحروف محذوف نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی حرف محذوف ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدہ سے مراد زائدہ ہے کیونکہ ذہن کا تبادر اسی طرف کو جاتا ہے اور غالبا استعمال میں اکثر مدہ زائدہ ہی آتا ہے پس جب مدہ سے مراد مدہ زائدہ ہوا تو اس تقدیر پر قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا سے مختار خارج ہوا کیونکہ اس کی ترخیم میں ایک حرف آخر میں سے محذوف ہوگا دوحرف محذوف نہیں ہوں گے۔ **وهو ای والحال ان مافی اخره حرف صحیح قبله مدة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ **وهو** کا جملہ حالیہ ہے اور ضمیر مجرورہ آخرہ کی اس کا ذوالحال ہے یعنی درآنحالیکہ جس اسم کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ آیا ہو اس کے حروف چار حروف سے زیادہ ہوں۔ **اکثر من اربعة من الحروف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اربعۃ کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف حروف کا لفظ ہے **کمنصور وعمارو مسکین**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لئلا یلزم من حذف حرفین منه عدم بقائه علی اقل انیة المعرب یہ اس مرخم کی مثالیں ہیں جس کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ ہو اسمائے مذکورہ میں سے دو حروف محذوف نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی حرف محذوف ہوگا کیونکہ اگر دو حروف محذوف کئے جائیں تو یہ الفاظ معرب کی اقل بنیۃ پر باقی نہیں رہیں گے بلکہ دو حروف باقی رہ جائیں گے اور معرب کی بنیۃ کے لئے کم از کم تین حروف ضروری ہیں وانما یاخذ هذا القید فی قوله زیادتان فی حکم الواحدة لانا نحو ثبون وقلون یرخم بحذف زیادیة لان بقاء الکلمة فیه علی حرفین لیس للترخیم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا ثبون اور قلون سے منقوض ہے کیونکہ ان الفاظ کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ ہے اور باوجود اس کے ان الفاظ کی ترخیم میں دو حروف محذوف ہوتے ہیں ایک نہیں لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لازم تھا کہ اکثر من اربعة کی قید کو زیادتان فی حکم الواحدة کے قول میں ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کرتے تاکہ ثبون اور قلون کے نقض سے احتراز ہو جاتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قید مذکور زیادتان فی حکم الواحدة کے قول میں اس لئے ملحوظ نہیں رکھا کہ ثبون اور قلون کی ترخیم میں اگرچہ دو حروف محذوف ہوتے ہیں اور یہ کلمے بعد ترخیم کے دو حروف پر باقی رہ جاتے ہیں لیکن ان کلموں کا دو حروف پر باقی رہ جانا ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے حذفتا ای الحرفان الاخیر ان فی کلا القسمین اما فی الاول فلما کانتا فی حکم الواحدة فکما زیدتا معا حذفتا معا واما فی الثانی فلانه لما حذف الاخیر مع صحة واسالة حذفت المدة الزائدة لئلا یردو المثل السائر صلت علی الاسله وبلت عن النقد یعنی اوپر مذکورہ دونوں قسموں میں اخیری دو حرف محذوف ہوں گے اول قسم میں اس لئے کہ جس طرح ایک دم زائدہ ہو گئے تھے اسی طرح معا محذوف بھی ہوں گے اور ثانی قسم میں اس لئے کہ جب آخیر حرف باوجود صحیح اور اصلی ہونے کے حذف ہو گیا تو مدہ زائدہ بطریق اولی محذوف ہوگا ورنہ مثال مشہورہ صلت علی الاسد وبلت من النقد وارد ہو جائے گی جس کے معنی یہ ہیں تو نے شیر پر تو حملہ کیا لیکن گو سفند سے خوف کھا کر پیشاب کیا وان کانا مرکبا ویعلم من بیان شرط الترخیم اولا یکون مضافا ولا جملة مثل بعلبک وخمسة عشر علمین اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مرکب میں ترخیم جائز نہیں کیونکہ پیشتر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تھا کہ وشرط ان لایکون مضافا ولا جملة شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ترخیم کی شرط کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اس مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو مضاف اور جملہ نہ ہو جیسے بعلبک اور خمسة عشر جن کو دو علم تسلیم کر لئے جائیں حذف الاسم الاخیر فیقال فی بعلبک یا بعل وفی خمسة عشر یا خمسة لنزوله منزله تاء التانیث فی کون کل منهما کلمة علی حدة صارت بمنزلة الجزء یعنی اگر وہ اسم مرخم مرکب ہو دو اسموں سے تو ترخیم میں آخری اسم محذوف ہوگا پس بعلبک میں ترخیم کر کے یا بعل بولا جائے گا اور خمسة عشر میں ترخیم کے وقت یا خمسة استعمال ہوگا کیونکہ اسم آخیر بمنزلہ تائے تانیث کے ہے عروض میں کیونکہ تاء تانیث بھی ایک علیحدہ کلمہ ہے اور یہ اسم اخیر بھی ایک جداگانہ کلمہ شمار کیا جاتا ہے لہٰذا یہ کلمہ بمنزلہ جزء کے ہو گیا وان کان غیر ذالك المذکور من الاقسام الثلثة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذکور کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ذالک کا مشار الیہ اقسام ثلاثہ ہیں اور وہ جمع ہیں اور ذالک اسم اشارہ مفرد کا ہے لہٰذا درمیان مشار الیہ اور اسم اشارہ کے مطابقت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ذالک کا مشار الیہ وہ اقسام ثلاثہ ہیں مگر وہ مؤل بمذکور ہیں اور مذکور کا لفظ مفرد ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر درمیان مشار الیہ اور اسم اشارہ کے مطابقت حاصل ہو گئی فحرف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

واحد ای فیحذف حرف واحد لحصول الفائدة المقصورة وعدم موجب حذف الاکثر اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف واحد کے لفظ سے مقدم فیحذف نکالا ہے اس میں اشارہ کیا کہ حرف واحد کا لفظ مرفوع ہے بنا بر فاعلیت اور بعل اس کا محذوف فیحذف ہے یعنی اگر وہ اسم مرخم اقسام ثلاثہ کے علاوہ ہو تو اس کی ترخیم میں ایک ہی حرف محذوف ہوگا کیونکہ فائدہ مقصودہ ترخیم سے تخفیف ہے اور وہ ایک ہی حرف کے حذف کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور چونکہ ایک حرف سے زیادہ کے حذف کرنے کا کوئی موجب نہیں ہے اس لئے ایک ہی حرف کے حذف کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا **نحو یا حارو یا مال فی یا حارث ویا مالك** اس میں اس اسم مرخم کی مثال ہے جس کے ترخیم میں ایک ہی حرف محذوف ہو گیا ہو دیکھئے یا حارث میں ترخیم کر کے یا حار اور یا مالک میں ترخیم جاری کر کے یا مال بولا جاتا ہے **وھو ای المنادی لمرخم** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ ہو کی ضمیر مرفوع منادی مرخم کی طرف راجع ہے **فی حکم المنادی الثابت بجمیع اجزائه فیسقی الحرف الذی صار اخر الکلمة بعد الترخیم علی ماکان علیه قبله علی الاستعمال الاکثر** یعنی وہ منادی جس میں ترخیم واقع ہوئی ہو وہ منادی ثابت بجمیع اجزائہ کے حکم میں ہوگا پس وہ حرف جو کلمہ کا آخر ٹھہرا ہے ترخیم کے بعد اسی حالت پر باقی رہے گا جس پر ترخیم کے قبل تھا اور اکثر استعمال اس کا ایسا ہی ہے **فیقال فی یا حارث بکسر الراء علی ماکان قبل الترخیم وفی یاثمود یا ثمو بو اد متطرفته بعد ضمة وفی یا کروان یاکرو بواد متحرکة بعد فتحة** پس یا حارث کی ترخیم میں یا حار بکسر راء بولا جائے گا جس طرح ترخیم سے قبل یہ راء مکسور تھی اسی طرح بعد ترخیم کے بھی مکسور رہے گی اور ثمود کو مرخم کر کے یا ثمو بواد متطرفہ بعد ضمہ کے اور کروان کی ترخیم میں یا کرو بواد متحرکہ بعد فتحہ کے مستعمل کیا جائے گا ان جملہ مثالوں میں آخری حرف اپنی اصلی حرکت پر باقی رہا ہے غور کر کے سمجھ لو **وقد یجعل قد للتقلیل ای ویجعل المنادی المرخم علی الا ستعمال الاقل** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں قد کا لفظ مفید تقلیل کا ہے کیونکہ یہ لفظ جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو فائدہ تقلیل کا کرتا ہے اور جب ماضی پر آتا ہے تو تحقیق کا فائدہ پیدا کرتا ہے چونکہ یہاں فعل مضارع پر داخل ہوا ہے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہاں قد تقلیل کے لئے ہے یعنی بہت کم استعمال میں منادی مرخم اسم برأسہ مانا جاتا ہے اسما بؤاسر کانه لم یحذف منه شئ فیکون له فی بنائه واعلاله وتصحیحه حکم نفسه لاحکم الاصل گویا اس منادی سے کوئی حرف محذوف ہی نہیں ہوا پس اس تقدیر پر اس کا حکم مبنی ہونے اور اعلال اور صحیح ہونے میں اپنے نفس کا ہوگا اصل کا نہیں ہوگا **فیقال یا حار بالضم کانه اسم مفرد معرفة براسه فیضم ویا ثمی لانه لما جعل ثمو اسمابرأسه صارت الواد طرفا بعد ضمة فلا جرم قلبت الواو یاء وکسرما قبلها کاول فی ادلوویا کوالانه لما جعل کرو اسما براسه ارتفع مانع الاعلال وهو وقوع الساکن بعد الواو فانقلبت الواو الفالتحر کها وانفتاح ماقبلها** پس یا حارث کو مرخم کر کے یا حار بضمہ راء بولا جائے گا گویا یہی لفظ اسم مفرد معرفہ براسہ ہے چونکہ منادی مفرد معرفہ مبنی پر ضمہ ہوتا ہے اس لئے راء کو ضمہ دے کر یا حار مستعمل کیا جائے گا اور یا ثمود کی ترخیم میں یا ثمی بولا جائے گا کیونکہ جب یا ثمو اسم برأسہ مانا گیا تو واو کلمہ کی طرف میں بعد ضمہ کے واقع ہوا پس اب صرفی قاعدہ ضروری لازم ہوا اور وہ یہ کہ واؤ یا سے بدلا جائے اور ماقبل یا کو مکسور کر دیا جائے پس ایسا ہی کر کے اول کا اعلال اس میں جاری کیا اور یا کروان کی ترخیم میں یا کرا بولا جائے گا کیونکہ جب یہ لفظ اسم برأسہ مانا گیا تو اب مانع اعلال مرتفع ہوا اور وہ ساکن کا بعد واو واقع ہوتا ہے پس واو الف سے بدلا جاتا ہے لہٰذا کرا بولا جائے گا **وقد استعملوا یعنی العرب** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کہ استعملوا کا فاعل لفظ عرب ہے یعنی عرب کے لوگ صیغہ ندا یعنی یاء کا لفظ خاص کر مندوب میں استعمال کرتے ہیں **صیغة النداء** یعنی یا خاصةً اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں صیغہ ندا سے مراد یا ہے اگرچہ یہ مطلق عام ہے لیکن خاص کر یا ہی کا لفظ مقصود ہے اور اس کی دلیل آگے چل کر بیان کریں گے **فی المندوب لانه لا یدخل علیه سواها لکونها اشهر صیغها فکانت اولی بان یتوسع فیها باستعمالها فی غیر المنادی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مندوب میں یاء کی خصوصیت استعمال کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ مندوب پر سوائے یاء کے دوسرا کوئی حرف ندا داخل نہیں ہوگا کیونکہ یہ یاء کا جملہ ندا کے لفظوں سے زیادہ مشہور ہے پس اس کا غیر منادی میں استعمال کرنے کا حق بہ نسبت دوسری ندا کے لفظوں کے زیادہ ہے اس لئے اس میں توسیع کر کے منادی اور مندوب میں عام مانا گیا ہے **والمندوب فی اللغة میت یبکی علیه احد ونحوه من سنه لیعلم الناس ان موته امر عظیم لیعذروه فی البکاء و یشارکوه فی التفجع وفی الاصطلاح** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف مندوب کے لغوی معنی بتانے ہیں کہ مندوب لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس پر مرنے کے بعد آدمی روئے اور اس کے محاسن شمار کریں جس سے لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہو کہ اس کی موت ایک امر عظیم ہے تاکہ لوگ اس کو اس رونے میں معذور سمجھیں اور رونے اور تفجع میں شرکت کریں اور اصطلاح میں متفجع علیہ کو کہتے ہیں جیسا کہ خود مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **هو المتفجع علیه** وجودًا او عدمًا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وارد کیا ہے اس سوال کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے مندوب کی دو قسموں میں سے ایک قسم یعنی متفجع منہ پر بھی واؤ داخل کیا جیسے وا دیلا واحسرتا حالانکہ یہ الفاظ غیر ذوالعقول ہیں ان پر تفجع کس طرح متصور ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مندوب وہ متفجع علیہ ہے جس پر یاء یا واسے تفجع کیا جائے وہ عام ہے خواہ وجودی ہو خواہ عدمی **بیا اوا وا فالمتفجع علیه عدما ما یتفجع علی عدمه کالمیت الذی یبکی علیه النادب والمتفجع علیه وجودا ما یتفجع علی وجوده عند فقد المتفجع علیه عدما کالمصیبة والحسرة والویل اللاحقة المنادب لفقد المیت فالحد شامل لقسمی المندوب مثل یا زیداه ویا عمراه ومثل یاحسرتاه ویامصیبتاه ویاویلاه** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مندوب کی دونوں قسمیں بتاتے ہیں کہ متفجع علیہ عدما وہ ہے جس کے عدم پر تفجع کیا جائے وہ میت جس پر مرنے کے بعد نادب رو کر تفجع کرے اور متفجع علیہ وجودا وہ ہے جس کے وجود پر بوجہ فقد متفجع علیہ عدما کے تفجع کیا جائے جیسے مصیبت اور حسرت اور ویل جو نادب کو میت کے فقد اور عدم سے لاحق ہوتے ہیں پس اس تقدیر پر تعریف مندوب کی دونوں قسموں کو شامل ہو کر جامع مانع ثابت ہوئی اور دونوں قسموں کی مثالیں یا زیداہ اور یا عمراہ اور یا حسرتاہ اور یا مصیبتاہ اور یا ویلاہ ہیں اب آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ مندوب کا حکم بناء اور اعراب میں مثل منادی مفرد معرفہ کے ہے پس اس کی کیا وجہ ہے کہ مندوب کو منادی میں داخل نہیں کیا **واختص المندوب** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اختص کا فاعل مندوب ہے **بوا ممتازا به عن المنادی لعدم دخول علیه بخلاف یا فانه مشترکه بینهما** یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مندوب کے منادی میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مندوب وا سے مختص ہے چونکہ وا کا لفظ منادی پر داخل نہیں ہوتا بلکہ مندوب ہی پر داخل ہوا کرتا ہے اسی لئے یہ منادی سے جدا اور ممتاز ہوا اور منادی میں داخل نہیں مانا بخلاف لفظ یا کے کہ یہ درمیان منادی اور مندوب کے مشترک ہے دونوں میں علی الاشتراک مستعمل ہوتا ہے **وحکمه ای حکم المندوب** اس کے بڑھانے سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حکمہ کی ضمیر مجرورہ مندوب کی طرف راجع ہے **فی الاعراب والبناء حکم المنادی** ای مثل حکمه یعنی اذا وقع المندوب علی صورة قسم من اقسام المنادی فحکمه فی الاعراب والبناء مثل حکم ذالک القسم من المنادی کما اذا کان مفردا معرفة یضم واذا کان مضافا او مشابه نصیب یعنی مندوب جب منادی کی قسموں میں سے ایک قسم کی صورت پر واقع ہو تو اس وقت اس کا حکم اعراب اور بناء میں مثل اسی قسم منادی کے ہوگا مثلاً اگر مندوب مفرد معرفہ ہو تو جس طرح منادی اس صورت میں مبنی پر ضمہ ہوتا ہے اسی طرح یہ مندوب بھی مبنی پر ضمہ ہوگا اور اگر مندوب مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو تو اس صورت میں جس طرح منادی منصوب ہوتا ہے اسی طرح یہ مندوب بھی منصوب مانا جائے گا **ولا یلزم من ذالک جواز وقوعه علی صورة جمیع اقسام المنادی یرد علیه انه لایقع نکرة لانه لایندب الا المعرفة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکمہ کے قول سے سمجھ کر وارد کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادی کی اقسام میں سے ایک قسم منادی کا نکرہ ہونا بھی ہے پس چاہیئے کہ مندوب بھی نکرہ واقع ہو حالانکہ مندوب معرفہ ہی واقع ہوتا ہے نکرہ بالکل واقع نہیں ہوتا کیونکہ مذبہ حرفہ ہی کا ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مندوب کا حکم منادی کی اقسام سے کسی ایک قسم کے ہے اب اس تقدیر پر یہ لازم نہیں آتا کہ مندوب جملہ اقسام منادی کی صورت پر واقع ہو جس کی بناء پر مندوب کے نکرہ نہ واقع ہونے کا سوال وارد ہو سکے کہ مندوب نکرہ اس لئے واقع نہیں ہو سکتا کہ مذبہ معرفہ ہی کا ہوتا ہے **وجازلک زیادة الالف فی اخرة** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جاز کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ زیادۃ کا لفظ مرفوع بنا پر فاعلیت فعل محذوف جاز کے ہے ای اخر المندوب لمد الصوت المطلوب فی الندبة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ آخرہ کی ضمیر مجرورہ مندوب کی طرف راجع ہے یعنی مندوب کے آخر میں وقت ندبہ میں جو مد صوت مطلوب ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے الف کا بڑھانا جائز ہے اس قاعدہ کلیہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک سوال وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الف بڑھانے کی صورت میں درمیان مذبہ غلام مخاطب اور مخاطبہ کے اور درمیان مذبہ غلام مثنی اور غلام جمع کے التباس لازم آتا ہے لہٰذا الف کا بڑھانا جائز نہیں ہونا چاہیئے مصنف آگے چل کر خود ہی اس سوال مذکورہ بالا کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ **فان خفت اللبس ای التباس ذلک اللفظ عند زیادة الالف بغیره علالت الی حرف مدٍ مجانس لحرکة اخر المندوب من کسرة او ضمة کما اذا اردف مذبة غلام مخاطبة** یہ سوال مذکورہ بالا کا جواب ہے کہ اگر وہ لفظ جس میں مذبہ واقع ہوا ہے الف بڑھانے کی وجہ سے غیر سے ملتبس ہوتا ہو تو اس صورت میں حرف مد کی طرف عدول کیا جائے گا جو کہ مندوب کے آخری حرکت کسرہ یا ضمہ کے مجانس اور موافق ہو جیسا کہ اگر مخاطبہ کے غلام کا مذبہ مطلوب ہو تو قلت و اغلامکیه کہا جائے گا لا واغلا مکاه لالتباسه بندیة غلام مخاطب واغلامکاه نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس کا مخاطب کے غلام کے مذبہ کے ساتھ التباس واقع ہو جائے گا اور یہ درست نہیں ہے **و اذا اردت مذبة غلام جماعة مخاطمین قلت واغلامکموه اذا لمیم اصله الضم لا واغلا مکماه لالتباسه بندیه غلام مخاطبین اثنین** اور اگر جمع مخاطب کے غلام کا مذبہ مقصود ہو تو واغلامکموہ کہا جائے گا کیونکہ اس میم میں ضمہ اصلی ہے وغلا مکماہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس کا تثنیہ مخاطب کے غلام کے مذبہ سے التباس ہو جائے گا اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو اذا لمیم اصله الضم کی عبارت بڑھا کر علت بیان فرمائی ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ واو کا لفظ مندوب کے آخری حرکت کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مجانس کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ غلامکم کا آخر ساکن ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ میم جمع اصل میں مضموم ہوتا ہے چنانچہ بعضے قاری انتم و کم کے میم کو مضموم کر کے انتمو وکمو بھی پڑھتے ہیں **و جا ذلك الهاء** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جاز کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا کہ الہاء کا لفظ ترکیب میں مرفوع بنا بر فاعلیت فعل محذوف جاز کے ہے **اى الحاقها بهذه المدات** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ الہاء کا لفظ اصل میں مضاف الیہ محذوف الحاق کا ہے یعنی حالت وقف میں مدات مذکورہ پر الحاق ہاء بھی جائز ہے **فى حال الوقف** لبيانها یعنی مدات کے اظہار کے لئے ہائے وقفی بھی بڑھانا جائز ہے **ولايندب من قسم المندوب المتفجع عليه عدما الاسم المعروف** یعنی اقسام مندوب میں سے متفجع علیہ عدمی کا ندبہ جائز نہیں جب تک کہ وہ اسم معروف نہ ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معروف کے لفظ سے مقدم اسم کا لفظ بڑھایا ہے اس میں اشارہ کیا کہ معروف کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف اسم کا لفظ ہے **الذى اشتهر المندوب به ليعذر النادب بمعرفة فى مذبة والتفجع عليه** اوپر مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کہا تھا کہ متفجع علیہ عدمی کے ندبہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ مندوب شخص معروف ہو اب یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ مندوب کا اس اسم سے مشہور اور معروف ہونا اس لئے ضروری ہے کہ نادب کا ندبہ اور تفجع میں بوجہ اس کے مشہور اور معروف ہونے کے معذور سمجھا جائے اور لبکاء اور تفجع میں اس کے ساتھ شرکت ہو **فلايقال وارجلاه اذااشتهر بهذا اللفظ مندوب خاص انتقل الذهن اليه ويعرف به ليعذر النادب بالندبة عليه** اس میں اوپر والی عبارت پر تفریع ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا کے بنا پر وارجلاہ نہیں بولا جاتا ہے کیونکہ رجل کے لفظ سے کوئی خاص مندوب مشہور و معروف نہیں ہوتا جس کی طرف ذہن انتقال کرے اور اس سے شخص مندوب کو معلوم کر سکے اور اس کے نادب کو ندبہ اور تفجع میں معذور سمجھا جائے لہٰذا یہ ترکیب درست نہیں ہے **وامتنع الحاق الالف بصفة المندوب هل يجب ان يلحق بالموصوف مثل وازيداه الطويل لان اتصاله بالصفة ليس كاتصال المضاف بالمضاف اليه لانه جئ به لتمام المضاف فهو كاجزه بخلاف الصفة فانه جئ بها بعد تمام الموصوف للتخصيص اوالتوضيح فلهذا جاز مثل يا امير المومنيناه** یعنی مندوب کی صفت کے آخر میں الف کا الحاق منع ہے بلکہ موصوف کے آخر میں بڑھانا ضروری ہے جیسے وازیداہ الطویل میں ہے کیونکہ موصوف کا اتصال اپنی صفت سے ایسا نہیں جیسا کہ مضاف کا اتصال اپنے مضاف الیہ سے ہوتا ہے کیونکہ مضاف الیہ صرف مضاف کے اتمام کے لئے لایا جاتا ہے پس یہ بمنزلہ جزء کے ہوا بخلاف صفت کے کہ صفت بعد تمام ہونے موصوف کے تخصیص یا توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اسی وجہ سے یا امیر المومنیناہ کی ترکیب جائز ہے اور وازیداہ الطویلاہ کی ترکیب جائز نہیں **ولم يجز مثل وازيد الطويلاه خلافا ليونس** یعنی یہ ترکیب سوائے یونس کے جملہ نحاۃ کے نزدیک جائز نہیں ہے **فانه يجوز الحاق الالف باخر الصفة فان اتصال الموصوف بالصفة وان كان فى اللفظ انقص من الاتصال بين المضاف والمضاف اليه الاانه اتم منه من جهة المعنٰى لاتحاد هما بالذات فان الطويل هو زيد لاغير بخلاف مضاف والمضاف اليه فانهما مستغا عمران** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یونس کی دلیل عقلی بیان فرمائی ہے کہ مندوب کی صفت کے آخر میں یونس الحاق الف اس لئے جائز کہتے ہیں کہ موصوف کا اتصال صفت سے اگرچہ لفظ میں مضاف اور مضاف الیہ کے اتصال سے ناقص ہے لیکن معنٰی کے اعتبار سے یہ اتم ہے کیونکہ معنٰی میں موصوف اور صفت متحد بالذات ہیں کیونکہ طویل حوزید کی صفت ہے حقیقت میں زید ہی ہے کوئی اور چیز نہیں بخلاف مضاف اور مضاف الیہ کے کہ یہ دونوں ذات میں متغائر ہیں جیسے غلام زید میں کہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غلام اور چیز ہے اور زید اور چیز اور اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ نحوی لفظ سے بحث کرتے ہیں معنی سے نہیں **وحکی یونس ان رجلا ضاع له قد حان فقال واجمجمتي الشا متيناه و الجمجمه القدح** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یونس کی دلیل نقلی ظاہر کی ہے کہ یونس نے حکایۃً یہ کہا ہے کہ کسی شخص کے دو کاسے ضائع ہوئے تو اس نے فوراً یہ مثال کہی اور جمجمہ کے معنی قدح کے ہیں اس مثال مذکور میں صفت کے آخر میں الحاق الف ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صفت کے آخر میں الحاق الف جائز ہے اور اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ شاذ اور نادر ہے **ویجوز** لقیام قرینۃ **حذف حرف النداء** الا اذا کان مقارنا **مع اسم الجنس** یعنی حذف کا قرینہ موجود ہو تو اس وقت منادی سے حرف ندا کا حذف کرنا جائز ہے لیکن اسم جنس اور اشارہ اور مستغاث اور مندوب کے ساتھ اگر حرف ندا مقارن ہو کر آیا ہو تو ان مقامات سے اس کا حذف کرنا جائز نہیں ہوگا یجوز کے بعد جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لقیام قرینۃ کا لفظ بڑھایا ہے اس سے اس طرف اشارہ کیا کہ حرف ندا کا حذف مطلقاً درست نہیں اور مع اسم الجنس سے مقدم اذا کان مقارنا کا جملہ بڑھا کر اشارہ کیا کہ مع کا متعلق یہ جملہ محذوفہ ہے **ویعنی به ما کان نکرة قبل النداء سواء تعرف بالنداء کیا رجل اولم یتعرف مثل یا رجلا لان هذاء لم یکثر کثرة نداء العلم فلو حذف منه حرف النداء لم یسبق الذهن انی انه منادی** اس میں ﴿اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح جس طرح اسم جنس حرب ہذا جائز طرح نکرہ قبل بھی جائز نہیں حالانکہ ایسا نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب مراد اسم جنس قبل النداء ہے معرفہ بالنداء ہو یا رجل میں ہے معرفہ النداء یا رجلا میں ہے﴾.....شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حذف حرف ندا قبل النداء ہو خواہ ندا سے معرفہ ہو گیا ہو جیسے یا رجل میں کہ اس میں رجل اسم جنس معرفہ بندا ہے خواہ ندا سے معرفہ نہ ہو جیسے یا رجلا کہ اس میں ندا کے ساتھ بھی نکرہ ہے جائز نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اسم جنس کی ندا علم کے ندا کی طرح استعمال میں کثیر نہیں ہے پس اگر اس سے حرف ندا کو حذف کیا جائے تو ذہن اس کے منادی ہونے کے طرف سبقت نہیں کرے گا لہٰذا اسم جنس اگر منادی واقع ہو تو اس سے حرف ندا حذف نہیں ہوگا بلکہ مذکور مانا جائے گا **والاشارة ای والا مع اسم الاشارة لانه کاسم الجنس فی الابهام** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ والاشارۃ کا لفظ مع اسم الجنس کے قول پر عطف ہے اگر منادی اسم اشارہ واقع ہو تو اس سے بھی حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسم اشارہ ابہام میں مثل اسم جنس کے ہے اگر اس سے حرف ندا محذوف ہو جائے تو اس کا منادی ہونا معلوم نہیں ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ اس کا حرف ندا مذکور ہو **والمستغاث والمندب لان المطلوب فیهما مد الصوت و تطویل الکلام والحذف ینا فیه** یہ الفاظ بھی مع اسم جنس پر عطف ہیں اگر مستغاث اور مندوب منادی واقع ہوں تو ان الفاظ سے بھی حرف ندا کا حذف جائز نہیں کیونکہ مستغاث اور مندوب سے مقصود مد صوت اور تطویل کلام ہے اور حذف اس کا منافی ہے لہٰذا یہاں بھی حرف ندا مذکور ہوگا تاکہ مقصود کلام فوت نہ ہو **فبقی علی هذا من المعارف التی یجوز فیها حذف حرف النداء العلم سواء کان مع بدل عن حرف النداء کلفظة الله فانه لا یحذف منه الا مع ابدال المیم المشدودة منه نحو اللهم او بغیر بدل نحو** پس ان معرفوں میں سے جن میں حرف ندا حذف کرنا جائز ہے اس حذف کے حکم میں علم باقی رہا یعنی علم میں سے حرف ندا کا حذف جائز ہوگا خواہ علم سے حرف ندا حذف ندا کو حذف کر کے اس کے بدل اور عوض میں کوئی دوسرا حرف لایا جائے جیسے لفظ اللہ میں کہ اس سے حرف ندا کا حذف بغیر ابدال میم مشددہ کے درست نہیں اگر اس سے حرف ندا کا حذف کرنا منظور ہو تو اس کے بدلے میں میم مشدد ضرور لایا جائے گا جیسے اللھم میں کہ یہاں حرف ندا کو محذوف کر کے اس کے عوض میں میم مشدد لایا گیا ہے اور اگر حرف ندا کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حذف بغیر بدل ہوتو اس کی مثال یوسف ہے **نحو یوسف اعرض عن هذا** ای یا یوسف یہ اس منادی کی مثال ہے جس سے حرف ندا بغیر بدل اور عوض کے محذوف ہو گیا ہو کہ اصل میں یہ یا یوسف تھا حرف ندا کو محذوف کر دیا گیا **ولفظة ای اذا وصف بذی اللام نحو ایها الرجل ای یا ایها الرجل او بالموصوف بذی اللام نحو ایهذا الرجل ای یا ایهذا الرجل فلا یجوز الحذف من ایهذا من غیر ان یتصف هذا بذی اللام والمضاف الی ای معرفة کانت نحو غلام زیدا فعل کذا والموصولات نحو من لا یزال محسنا احسن الی** یعنی معارف میں سے حذف کے حکم میں صرف چار الفاظ باقی رہیں ایک علم خواہ مع بدل ہو جیسے لفظ اللہ میں خواہ بیدل ہو جیسے یوسف میں ہے دوسرا لفظ ای جو ذی اللام سے موصوف ہو جیسے ایھما الرجل میں کہ اصل میں یا ایھا الرجل تھا یا موصوف معرفہ باللام سے موصوف ہو جیسے ایھذا الرجل میں کہ اصل میں یا ایھا الرجل تھا پس ایھذا سے حرف ندا کا حذف جب تک ہذا کو معرفہ باللام سے موصوف نہ کر دیا جائے جائز نہیں ہے تیسرا مضاف سے حذف حرف ندا جائز ہوگا جو مطلق معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید میں کہ یہ اصل میں یا غلام زید افعل کذا تھا چوتھا اسم موصول سے حرف ندا کا حذف کرنا درست ہے جیسے من لا یزال محسنا احسن الی میں کہ یہ اصل میں یا من لا یزال محسنا احسن الی تھا حرف ندا کو محذوف کر دیا **واما المضمرات فیشذ نداه نحو یا انت ویا ایاک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ سے حذف حرف ندا جائز ہے پس چاہیئے کہ یا انت اور یا ایاک سے بھی حرف ندا کا حذف جائز ہو حالانکہ یہ جائز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمائر کا منادی واقع ہونا چونکہ شاذ اور نادر ہے اس لئے ان الفاظ سے حذف حرف ندا درست نہیں ہے بخلاف الفاظ اربعہ مذکورہ کے کہ ان کا استعمال نادر اور شاذ نہیں اس لئے حرف ندا کا حذف ان سے درست ہے **وشذ حذف حرف النداء من اسم الجنس فی اصبح لیل** اوپر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ لکھا تھا کہ منادی جب اسم جنس ہو تو اس سے حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہیں اس پر اصبح لیل اور افتد مخنوق اور اطرق کرا کا اعتراض وارد ہوا کہ ان جملوں میں لیل اور مخنوق اور کرا اسمائے اجناس ہیں اور باوجود اس کے ان سے حرف ندا محذوف ہوا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ ان اسمائے اجناس سے حرف ندا کا حذف ہونا شاذ اور نادر ہے یعنی اصبح لیل میں لیل سے حرف ندا کا حذف ہونا شاذ ہے **ای اصر صبحا یا لیل حذف حرف النداء من اللیل مع انه اسم جنس شذوذا قالته امرأة امری القیس حین کراهته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ اصبح کا لفظ یہاں بمعنی صار ہے جس کے معنی یہ ہوئیں کہ یا لیل تو صبح ہو جا اس میں لیل کے لفظ سے حرف ندا محذوف ہوا باوجود اس کے کہ یہ اسم جنس ہے لیکن یہ حذف شاذ ہے اور یہ امرئ القیس کی بیوی کا مقولہ ہے جب شب کو یہ شخص اس کا حق خدمت ادا نہ کر سکا تو اسی کی بیوی ناراض ہو کر حسرت سے اصبح لیل کہتی رہی **وفی افتد مخنوق ای یا مخنوق قاله شخص وقع فی اللیل علی قائم مستلق فخنقه وقال افتد مخنوق حذف حرف النداء عن المخنوق مع انه اسم جنس شذوذاً** یعنی اسی طرح افتد مخنوق میں بھی حذف شاذ ہے یہ اصل میں افتد یا مخنوق تھا اور یہ کسی چور کا مقولہ ہے جن سے رات میں کسی پشت پر لیٹے ہوئے شخص پر حملہ کیا اور اس کا گلا گھونٹ کر یہ قول کہا اس میں مخنوق سے باوجود اس کے کہ یہ اسم جنس ہے حرف ندا محذوف ہوا ہے لیکن یہ حذف شاذ اور نادر ہے **وفی اطراق کرا ای یا کروان وفیه شذوذان حذف حرف النداء من اسم الجنس وترخیم غیر العلم** اور اسی طرح اطراق کرا میں بھی حرف ندا کا حذف شاذ ہے یعنی یہ اصل میں یا کروان تھا حرف ندا محذوف ہوا بلکہ اس میں دو شذوذ ہیں ایک اسم جنس سے حرف ندا کا حذف ہونا دوسری غیر علم کی ترخیم **قیل هی**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رقية يصيدون بها الكروان ويقولون اطرق كرااطراق كرا ان النعامة في القراى فيسكن ويطرق حتى يصادو المعنٰى ان النعامة الذى هو اكبر منک قد اصطيد وحمل الى القرى فلا تخلى ايضا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اطراق کرا کے معنٰی بتاتے ہیں کہ منقول ہے کہ یہ ایک قسم افسون اور منتر کے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ سے عرب کروان کو اطرق کرا اطرق کر دبول کر شکار کرتے ہیں جس کے معنٰی یہ ہیں کہ اے کرا سر نیچے کر کے ادھر آ۔ کہ شتر مرغ دیہات میں ہے پس یہ پرندہ یہ سن کر ٹھہر جاتا ہے اور شکاری کے سامنے آجاتا ہے یہاں تک کہ بیچارہ شکار کیا جاتا ہے اور اس مقولہ کے پورے معنٰی یہ ہیں کہ وہ شتر مرغ جو جسامت میں تجھ سے بڑا ہوا ہے وہ شکار ہو کر دیہات میں پہونچایا گیا تو بھی شکار کیا جائے گا چھوڑا نہیں جائے گا ۔فائدہ کرا ایک پرندہ کا نام ہے جو لبط کے مشابہ ہے اور رات کو سوتا نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اس شخص کی مثال ہے جو اپنے بڑوں کے سامنے بات کرے یا اشراف کے سامنے تکبر اور غرور ظاہر کرے وقد يحذف المنادى لقيام قرينة جوازا نحو الايا اسجدوا بتخفيف الاعلى الانه حرف تنبيه ويا حرف النداء اى يا قوم اسجدوا والقرينة امتناع دخول يا على الفعل بخلاف قراء ة الايسجدوا تشديد اللام لانه ليس من هذا الباب فان حينئذ ناصبة للمضارع اوغمت نونها فى لام لا يسجدوا فعل مضارع سقط نونه بالنصب جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حرف ندا کے حذف کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب منادی کے حذف کا بیان شروع کر دیا کہ جس وقت قرینہ حذف کا موجود ہو تو اس وقت منادی کا بھی حذف جائز ہے جیسے الا یا اسجدوا میں ہے الا کے لفظ کے تخفیف کے ساتھ اس بناء پر کہ یہ الا کا لفظ حرف تنبیہ اور یا حرف ندا مانا جائے یعنی اصل میں یہ یا قوم اسجدوا ہے قوم کا لفظ اس میں منادی محذوف ہے اور اس حذف پر قرینہ امتناع دخول یا علی الفعل ہے کیوں کہ یا کا لفظ فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں فعل پر داخل ہوا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا مدخول منادی محذوف قوم کا لفظ ہے بخلاف الا یسجدوا بتشدید لام کے یہ کہ اس صورت میں اس حذف کے باب سے نہیں ہوگا بلکہ یہ اصل ان لا یسجدوا ہوگا پس اس وقت یہ ان ناصبہ مضارع کا مانا جائے گا اور اس ان کا نون لا کے لام میں ادغام کیا جائے گا اور یسجدوا فعل مضارع مانا جائے گا اور اصل میں یہ فعل مضارع یسجدون صیغہ جمع مذکر غائب ٹھہرایا جائے گا جس کا نون ان ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہوا ہے لہٰذا یہ مما نحن فيه سے نہیں ہوگا **الثالث من تلک المواضع الاربعة التى وجب حذف ناصب المفعول به فيها** یعنی ان مواضع اربعہ میں سے کہ جہاں مفعول بہ کے ناصب کا حذف واجب ہے تیسری جگہ ماای المفعول بہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ما کا کلمہ دو حالتوں سے خالی نہیں مفعول بہ سے عبارت ہے یا مفعول مطلق سے اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں ہیں اول اس لئے کہ اس سے تعریف خاص بالعام لازم ہو جاتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اول اس لئے کہ تعریف مانع دخول غیر سے نہیں ہوگی کیونکہ اس میں یوم الجمعة صمت فيه کی ترکیب کا مفعول فیہ داخل ہو جاتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ما کا کلمہ عبارت مفعول بہ سے ہے اور کل اسم سے مراد مفعول بہ ہے مجازا ذکر عام مراد خاص کے قبیل سے ہے اضمر اى قدر عامله الناصب یعنی تیسری جگہ ان مواضع اربعہ میں سے جہاں مفعول بہ کے ناصب کا حذف واجب ہے وہ مفعول یہ ہے کہ جس کا عامل ناصب بشرط تفسیر مقدر کیا گیا ہو اور عاملہ کے بعد جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناصب کا لفظ بڑھایا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متبادر عامل سے فعل ہے اس سے شبہ فعل نکلا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عامل سے مراد مطلق ناصب ہے خواہ فعل ہو خواہ شبہ فعل **على شرائطة التفسير الشريطة والشرط واحد واماقتها الى التفسير بيانية اى ما اضمر عامله بتاء على شرط هو**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تفسیره ای تفسیر العامل بما بعده اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریطہ کے لغوی معنیٰ تحقیق کرتے ہیں کہ شریطہ اور شرط دونوں الفاظ معنی واحد رکھتے ہیں اور شریطہ کی اضافت تفسیر کی طرف بیانیہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مفعول بہ جس کا عامل بنا برایک شرط مقدر کیا گیا ہو اور وہ شرط عامل کی مابعد کی تفسیر ہے اور اضافت بیانیہ میں مضاف اور مضاف الیہ میں اتحاد ہوتا ہے وانما وجب حذفه حينئذ احترازا عن الجمع بين المفسر والمفسر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف کے وجوب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کی مفعول بہ کے عامل ناصب کا حذف اس لئے واجب ہے کہ درمیان مفسر ومفسر کے جمع لازم نہ ہو جو ذکر سے لازم ہوگی وهو ای ما اضمر عامله علی شريطة التفسير اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ضمیر مرفوع ہو کی ما اضمر عامله کی طرف راجع ہے کل اسم بعده فعل اوشبهه احترز به عن نحو زيد ابوك اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ بعدہ فعل اوشبہ کا قول احترازی ہے اس سے زید ابوک سے احتراز ہوا اس لئے کہ یہاں زید کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں بلکہ اسم ہے ولا يريد به ان يليه الفعل اوشبهه متصلا به بل ان يكون الفعل او شبهه جزء الكلام الذی بعده نحو زيدا عمرو ضربه وزيدا انت ضاربه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف مفعول بہ کی اپنے افراد کو جامع نہیں ہے اس سے زیدا عمرو ضربہ اور زیدا انت ضاربہ کی ترکیبوں کا مفعول بہ نکلتا ہے حالانکہ ان ترکیبوں میں زید مفعول بہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بعدیت سے مراد یہ نہیں کہ مفعول بہ کے ساتھ فعل اور شبہ فعل متصل واقع ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل اس کلام کا جز ہو واقع ہو جو مفعول بہ کے بعد آیا ہو جیسے تراکیب مذکورہ میں واقع ہے لہٰذا مفعول بہ کی تعریف جامع ہوئی مشتغل ذالک الفعل اوشبهه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مشتغل کا فاعل وہی فعل یا شبہ فعل ہے عنه ای عن العمل فی ذالک الاسم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عنہ کی ضمیر عمل کی طرف راجع ہے یعنی مفعول بہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد میں فعل یا شبہ فعل آیا ہو اور یہ فعل یا شبہ فعل اس مفعول کی ضمیر یا اس کی ضمیر کے متعلق میں عمل کرے بضميره ای بالعمل فی ضميره یعنی اس کی ضمیر میں عمل کرے اور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ بضمیرہ کا با بمعنیٰ فی کے ہے واوفی متعلقه ای متعلق ذالک الاسم او متعلق ضميره اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ متعلقہ کی ضمیر مجرورہ اس اسم مفعول بہ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر کی طرف یہ دونوں درست ہیں وحاصله ان يكون الفعل او شبهه مشتغلا بالعمل فی ضمير ذالک الاسم او متعلقه فارغا عن العمل فيه بسبب ذلک الاشتغال اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مشتغل کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا بمعنیٰ فراغ ہے یا بمعنیٰ تسلیط ہے بنا بر معنیٰ اول اس کا عن سے متعدی ہونا باء سے درست نہیں اور بنا بر معنیٰ ثانی اس کا متعدی ہونا باء سے درست ہے عن سے صحیح نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت مذکور میں اس کا جواب دیا کہ یہاں دو اشتغال ہیں ایک مذکور دوسرا مقدر ہے مذکور بمعنیٰ فراغ متعدی بعن ہے اور دوسرا مقدر بمعنیٰ تسلیط متعدی بباء ہے حاصل کلام یہ کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرے خود اس اسم کے عمل سے فارغ ہو یعنی اس میں عمل نہ کرے بسبب اس اشتغال مذکورہ کے لا بسبب اخر بحيث اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں زید ضربت کی ترکیب کا مبتداء داخل ہوا اس لئے کہ اس کے بعد بھی فعل ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور حالانکہ یہ ما اضمر عامله نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ عبارت مذکور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بڑھا کر اس کا یہ جواب دیا کہ ما اضمر عاملہ میں شرط یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کے عمل کا مانع مجرد اشتغال بالضمیر ہو دوسرا کوئی سبب نہ ہو اور ترکیب مذکور میں ضربتہ کے عمل کا مانع مجرد اشتغال بالضمیر نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک امر آخر بھی مانع ہے اور وہ عامل معنوی کے رفع کا عمل بنا بر ابتداء ہے لہٰذا تعریف مانع ثابت ہوئی آگے چل کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کی مفصل تحقیق کریں گے **لو سلط** بمجرد رفع ذالك الاشتغال یعنی وہ فعل یا شبہ فعل مفعول بہ کی ضمیر میں عمل اس حیثیت سے کرے کہ اگر یہ فعل یا شبہ فعل اشتغال بالضمیر کو چھوڑ کر خود اس اسم مفعول بہ پر مسلط ہو جائے تو اس کو منصوب کر سکے **علیه** ای علی ذالك الاسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ علیہ کی ضمیر مجرورہ اس اسم کی طرف راجع ہے جو ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتا ہو **هو** ای احد الامرین الفعل او شبهه بعینه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ھو ضمیر واحد مذکر فعل شبہ فعل کی طرف راجع ہے اور وہ تثنیہ ہے پس درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا فعل شبہ فعل مؤل باحد الامرین ہے اور احد کا لفظ مفرد ہے لہٰذا اب درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت حاصل ہوئی یعنی فعل یا شبہ فعل معینہ اس اسم پر داخل کیا جائے **او مناسبه** ای ما یناسبه بالترادف او اللزوم یا فعل شبه فعل کا مناسب یعنی اس کا مترادف یا جو اس سے لازم آتا ہے اس اسم پر داخل کر دیا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں یہ اشارہ کیا کہ مناسبت کی دو قسمیں ہیں ایک ترادف کی دوسری لزوم کی **لنصبه** ای لنصب احد هذین الامرین الاسم **بالمفعولية كما هو الظاهر المتبادر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لنصبہ کی ضمیر منصوب فعل مشبہ فعل کی طرف راجع ہے اور وہ تثنیہ ہے پس درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ فعل وشبہ فعل مؤل باحد الامرین ہے لہٰذا مطابقت حاصل ہوئی یعنی اگر فعل شبہ فعل یا مناسب خود بعینہ اس اسم پر داخل کر دیا جائے تو یہ ضرور اس کو نصب بنا پر مفعولیت دے سکے جیسا کہ یہ ظاہر اور متبادر ہے **فبقيد الاشتغال بالضمير او متعلقه خرج نحو زيدا ضربت** یہاں سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیودات احتراز یہ کا بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اشتغال بالضمیر او متعلقہ کی قید سے زیدا ضربت کی ترکیب کا مفعول بہ، مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہوا کیونکہ اس کے بعد فعل مشتغل بالضمیر او متعلقہ نہیں ہے **وبقيد الفراغ عن العمل فيه بمجرد ذالك الاشتغال خرج نحو زيد ضربته فان المانع عن عمل ضربته فی زيد ليس بمجرد اشتغاله بضميره فان عمل معنى الابتداء فيه ورفعه اياه ايضا مانع عن ذلك** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارغا عن العمل کی قید بڑھائی تھی جس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا منظور تھا اب یہاں اس کا مفصل اظہار اور اس قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ فراغ عن العمل کی قید سے زید ضربتہ کی ترکیب کا زید مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہو کر مبتداء کی تعریف میں داخل ہوا کیونکہ زید میں ضربتہ کے عمل سے مانع صرف اس کا اشتغال بالضمیر نہیں ہے بلکہ اس میں عامل معنوی یعنی ابتداء کا عمل رفعی بھی مانع ہے **وبقيد النصب بالمفعولية خرج خبر كان فی نحو زيدا كنت اباه** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نصب کے ساتھ بالمفعولیۃ کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قید ایک سوال مقدر کے جواب کے لئے بڑھائی ہے سوال کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں زید اکنت اباہ کی ترکیب کی کان کی خبر داخل ہوئی اس لئے کہ اس کے بعد فعل مشتغل بالضمیر ہے اگر یہ فعل اس پر مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دے گا اور باوجود اس کے یہ ما اضمر عاملہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نصب سے مراد نصب بنا پر مفعولیت ہے اور یہاں یہ نصب بنا بر جزئیت کان ہے لہٰذا نصب بالمفعولیۃ کی قید سے جز کان زید اکنت اباہ کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترکیب کی مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہوئی اور مفعول بہ کی تعریف جامع مانع ثابت ہوئی ورههنا صور اربع احدنها اشتغال الفعل بالضمير مع تقدير تسليطه بعينه والثانية اشتغاله بالضمير مع تقدير تسليط مايناسب الفعل بالترادف والثالثه اشتغال الفعل بالضمير مع تقدير تسليط مايناسب الفعل باللزوم والرابعة اشتعال الفعل بالمتعلق ولا يتصور حينئذ الاتقدير تسليط الفعل المناسب باللزوم ولهذا اور دالمصنف رحمة الله تعالىٰ عليه اربعة امثله ثلثة منها للمشتغل بالضمير باقسامه الثلثة وواحد للمشتغل بالمتعلق والاحسن في ترتيبها تاخير مثال المشتغل بالمتعلق كما لا يخفى وجهه اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور یہاں ایک ہی مثال سے توضیح ہو سکتی ہے پس تعدد امثلہ کی کیا حاجت اور ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ تعدد امثلہ باعتبار تعدد ممثلات کے ہوتا ہے یہاں ممثلات کا تعدد ہے کیونکہ یہاں چار صورتیں ہیں اور اشتغال فعل بالضمیر معہ تسلط بعینہ کے دوم اشتغال فعل بالضمیر معہ تسلط مایناسب الفعل بالترداف کے سوم اشتغال فعل بالضمیر معہ تسلط مایناسب الفعل باللزوم کے چہارم اشتغال فعل بالمتعلق اور اشتغال فعل بالمتعلق کی صورت میں سوائے تسلیط فعل مناسب باللزوم کے کوئی دوسری صورت متصور نہیں ہو سکتی ہے چونکہ یہاں یہ چہار صورتیں میں پائی جاتی ہیں اس لئے ان صورتوں کے تعدد کی بنا پر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چہار مثالیں وارد کی ہیں تین مشتغل بالضمیر باقسامہ الثلاثۃ کے لئے اور ایک مشتغل بالمتعلق کے لئے اور اس وقت مثالوں کی ترتیب کے لحاظ کی بنا پر مشتغل بالمتعلق کی مثال کا مؤخر کرنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے جیسا کہ اس کی وجہ پوشیدہ نہیں ہے نحو زيدا ضربته مثال الفعل المشتغل بالضمير مع تقدير تسليط بعينه اس میں مثال اس فعل کی ہے جو مشتغل بالضمیر معہ تسلیط بعینہ ہو۔ و زيدا امورت به مثال الفعل المشتغل بالضمير مع تقدير تسليط ما يناسبه الترادف فان مررت بعد لقدية بالباء مرادف لجاوزت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فعل کی مثال دی ہے جو مشتغل بالضمیر معہ تسلیط مایناسب بالترادف ہو کیونکہ مررت باء سے متعدی بنا دینے کے بعد جاوزت کا مرادف ہے وزيدا ضربت غلامه مثال الفعل المشتغل بالمتعلق معه تقدير تسليط الفعل المناسب باللزوم اس میں اس فعل کی مثال ہے جو مشتغل بالمتعلق معہ تسلیط فعل مناسب باللزوم ہو کیونکہ زید کے غلام مارنے سے اس کی اہانت لازم آتی ہے پس یہ بھی اس کا ناصب ہے وزيدا حبست عليه مثال الفعل المشتغل بالضمير مع تقدير تسليط ما نياسبه باللزوم فان حبس الشئے على الشئى تلزمه ملابسة للمحبوس عليه یہ اس فعل کی مثال ہے جو المشتغل بالضمیر معہ تسلیط مایناسب باللزوم ہو کیونکہ حبس شے علی الشے سے محبوس علیہ کی ملابست لازم آتی ہے اور حبس کے معنی فارسی میں گرفتار کرنے کے ہیں فیصب زيد في هذه الامثله اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ینصب کا فاعل امثلہ مذکورہ میں زید کا لفظ ہے بفعل مضمر يفسره ما بعده اى ضربت يعنى ان الفعل المفسر الناصب فى زيدا ضربة ضربت المقدر فان الاصل فيه ضربت زيدا ضربته اضمر ضربت الاول لوجود مفسره اعنى ضربت الثانى وعلى هذا القياس یعنی زید کا لفظ ان جملہ امثلہ مذکورہ میں فعل مضمر سے منصوب ہے جس کی تفسیر اس کے مابعد یعنی ضربتہ کر رہا ہے یعنی فعل مفسر ناصب زید کا زیدا ضربتہ کی ترکیب میں ضربت مقدر ہے کیونکہ اصل میں عبارت یوں ہے ضربت زیدا ضربتہ اول فعل یعنی ضربت بوجہ پائے جانے مفسر یعنی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضربت ثانی کے مقدر کیا گیا اور اسی پر باقی افعال قیاس ہیں جاوزت فانه مفسر بما یرادفه اعنی مررت به یعنی اسی طرح جاوزت کا لفظ مقدر ہے کیونکہ اس کی تفسیر اس کے مرادف یعنی مررت به کر رہا ہے واهنت فانه مفسر بما یستلزمه اعنی ضربت غلامه فان ضرب الغلام یستلزم اهانة سیده اسی طرح ناصب زید کا اهنت کا لفظ ہے جو زید ضربت غلامہ میں مقدر ہے کیونکہ اس کی تفسیر وہ فعل کر رہا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے یعنی ضربت غلامہ کیونکہ غلام کے مارنے سے مالک کی اہانت لازم آتی ہے ولا لبست فانه مفسر بما یستلزمه اعلی جست علیه یعنی زید اجست علیہ کی ترکیب میں زید کا عامل ناصب لابست مقدر ہے جس کی تفسیر جست علیہ کر رہا ہے جس یہ لابست کا فعل لازم آتا ہے ثم ان الاسم الواقع فی مظان الاضمار علی شریطة التفسیر اما المختار او الواجب فیه الرفع او النصب او یستوی فیه الامران والی هذه الصور الخمس اشارا لمصنف فقال اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے عبارت کی تمہید پر تعجیب کر کے منصوب علی شریطۃ التفسیر اسم کے رفعی نصبی اقسام بتاتے ہیں کہ وہ اسم جو مظان اضمار علی شریطۃ التفسیر کے مقام میں واقع ہو پانچ قسموں پر منقسم ہے اول وہ قسم ہے جس میں رفع معہ جواز نصب مختار ہو دوم جس میں نصب معہ جواز رفع مختار ہو سوم جس میں رفع متعین ہو چہارم جس میں نصب متعین ہو پنجم جس میں دونوں امر مستوی ہوں یعنی رفع ونصب دونوں پڑھ سکے اور ان ہی پانچ صورتوں کی طرف اشارہ کر کے مصنف کا یہ نے کہا ویختار فی الاسم المذکور الرفع بالابتداء ای بکونه لمبتدا لان تجرده عن العوامل اللفظیة لصحیح رفعه بالابتداء ویرجح عند عدم قرینة خلافه یعنی اسم مذکور میں رفع بنا بر ابتداء مختار ہوگا جب کہ وہ مبتدا واقع ہو کیونکہ اس کا تجرد عوامل لفظیہ سے اس کے رفع کو بنا بر ابتداء چاہے گا اور جب اس کے خلاف کا قرینہ نہ ہوگا۔ تو اس رفع کی ترجیح ہوگی اس لئے اس میں رفع مختار مانا جائے گا ای قرینة ترجح خلاف الرفع یعنی النصب لان قرینتی الصحة فیها متساویتان لان وجود ماله صلاحیة التفسیر قرینة مصححة للنصب منتفی لم ترجح النصب الخری ترجح الرفع بسلامة عن الحذف نحو زیدا ضربته اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب رفع کے خلاف کا کوئی قرینہ نہ ہوگا تو اس وقت رفع متعین ہوگا نہ مختار شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد عدم قرینہ سے عدم قرینہ مرجحہ ہے نہ مصححہ یعنی درصورت نہ پائے جانے اس قرینہ کے جو رفع کے خلاف یعنی نصب کو ترجیح دے اسم مذکور میں رفع ہی مختار ہوگا اور یہاں قرینہ سے مراد قرینہ مرجحہ اس لئے ہے کہ رفع اور نصب میں صحت کے قرینے دونوں برابر ہیں کیونکہ وجود اس چیز کا جس کو صلاحیت تفسیر حاصل ہو قرینہ مصححہ نصب کا ہے پس جب نصب کی ترجیح کا کوئی دوسرا قرینہ نہیں ہے تو اس صورت میں رفع ہی کو ترجیح دی جائے گی علاوہ ازیں رفع کی صورت میں حذف سے بھی سلامتی حاصل ہوگی جیسے زیدا ضربتہ میں ہے کہ اس میں اگر رفع کو ترجیح نہ دی جائے اور نصب پڑھا جائے تو ناصب مقدر اور محذوف ماننا پڑے گا او عند وجود قرینة المرجحة من الجانبین ولکن تکون القرینة المرجحة للرفع اقوی منها ای من تلک القرینة المرجحة للنصب یعنی جب اسم مذکور میں قرینے مرجح جانبین سے پائے جائیں لیکن قرینہ مرجحہ رفع کا نصب کے قرینہ مرجحہ سے زیادہ قوی ہو تو اس صورت میں بھی رفع ہی مختار ہوگا یعنی جس طرح قرینے صحت کے جانبین سے موجود تھے اسی طرح قرینے ترجیح کے بھی جانبین سے پائے جائیں لیکن قرینہ مرجحہ رفع کا نصب کے قرینہ مرجحہ سے زیادہ قوی ہو تو اس صورت میں بھی رفع ہی مختار مانا جائے گا کاما الداخلة علی ذلک الاسم یعنی جیسے اما کا لفظ جب یہ اس اسم پر داخل ہوا اور اس کے ساتھ طلب نہ ہو تو اس صورت میں یہ دخول اما قرینہ مرجحہ تو یہ رفع کا ہے مع غیر الطلب ای بشرط ان لا یکون الفعل المشتغل

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عنه طلبا كالامر والنهي والدعاء نحو لقيت القوم واما زيد فاكرمة فالعطف على الفعلية قرينة النصب وكلمة اما قرينة الرفع وهي اقوى لانها لالتقع بعدها غالبا للا المبتداء بخلاف عطف الاسمية على الفعلية فانه كثير الوقوع في كلامهم مع انها تايدت بالسلامة عن الحذف ايضا وانما قال مع غير الطلب احترازا عما اذا كانت مع الطلب نحو اما زيد فاضرب به فان المختار حينئذ هو النصب فان الرفع يقتضي وقوع الطلب خبر او هو لا يجوز الابتاويل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ مع کا کلمہ بمعنی شرط کے ہے یعنی بشرطیکہ وہ فعل جو مشتمل بالمفسر ہو طلب نہ ہو یعنی امر اور نہی اور دعا نہ ہو طلب سے یہاں یہی چیزیں مراد ہیں جیسے لقیت القوم واما زید فاکرمۃ میں ہے پس زید کا تجرد عامل لفظی سے قرینہ مصححہ رفع کا ہے اور وجود ماله صلاحية التفسير قرينه مصححہ نصب کا ہے اور اما کا دخول قرینہ مرجحہ رفع ہے اور عطف جملہ فعلیہ قرینہ مرجحہ نصب کا ہے لیکن قرینہ مرجحہ رفع کا قرینہ مرجحہ نصب سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اما کے بعد اکثر اور غالبا مبتداء ہی واقع ہوتا ہے بخلاف عطف جملہ اسمیہ علی الفعلیہ کہ یہ کلام عرب میں اکثر الوقوع ہے علاوہ ازیں کلمہ اما کا دخول حذف سے بھی بچاتا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مع غیر الطلب اس لئے کہا کہ اس سے اما سے احتراز ہو جو مع طلب ہو جیسے اما زید فاضربہ میں ہے کیونکہ اس میں اس وقت نصب ہی مختار ہے اس لئے کہ رفع طلب کی خبریت کے وقوع کو چاہتا ہے اور یہ بغیر تاویل کے درست نہیں کیونکہ انشاء کا خبر واقع ہونا کلام عرب میں بغیر تاویل صحیح نہیں ہے یعنی فاضربہ کو جب تک مؤل بمقول فی حقہ فاضربہ نہ کیا جائے اس کا زید کے لئے خبر واقع ہونا درست نہیں ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اما کے داخل ہونے کے بعد یہ اسم مرفوع جب ہوگا جب طلب کے ساتھ نہ ہوگا ومثل اما مع غير الطلب اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ اوپر کا مامع غیر الطلب پر عطف ہے اذا الوقعة على الاسم المذكور **للمفاجات** في كونها من اقوى القرائن یعنی مثل اما کے وہ اذا مفاجاتی ہے جو اسم مذکور پر داخل ہوا ہو یعنی جس طرح اما کا دخول قرینہ مرجحہ قویہ رفع کا ہے اسی طرح اذا مفاجاتی کا دخول بھی قرینہ مرجحہ قویہ رفع کا ہے مثل خرجت فاذا زيد يضربه عمر و فان المختار فيه الرفع فان اذا للمفا جاة لا تدخل الا على الجملة الاسمية غالبا اس میں اس اذا مفاجاتی کی مثال ہے جس کا مدخول مرفوع بنا بر مبتداء ہو چونکہ کلام عرب میں اذا مفاجاتی کا دخول اکثر اور اغلب جملہ اسمیہ ہی پر ہوتا ہے اس لئے مثال مذکور میں زید کا مرفوع پڑھنا مختار ہے اور نصب جائز وما وقع في بحث الظروف من ان اذا للمفا جاة تلزم بعدها الاسمية فالمراد بلزوم الاسمية غلبة وقوعها بعدها فلا تناقض اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بحث ظروف میں اذا مفاجاتی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے بعد میں جملہ اسمیہ کا آنا لازم ہے اور یہاں مقصود یہ ہے کہ یہ غالبا جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے لہٰذا عبارت میں مخالفت اور تناقض ثابت ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بحث ظروف میں جو یہ واقع ہوا ہے کہ اذا مفاجاتی کے بعد جملہ اسمیہ کا آنا لازم ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اذا مفاجاتی کے بعد غالبا جملہ اسمیہ واقع ہوگا یعنی اس لزوم سے مراد غلبہ وقوع ہے لہٰذا اب عبارت میں تناقض نہیں رہا **ويختار النصب** في الاسم مذكور بالعطف اى بسبب عطف جملة على جملة فعلية متقدمة للتناسب اى الرعاية التناسب بين الجملة المعطوفة والجملة المعطوف عليها في كو نها فعليتين نحو خرجت فزيد القية اور اسم مذکور میں نصب مختار ہے اس لحاظ سے کہ جس جملہ میں یہ اسم واقع ہے اس جملہ کا عطف اس جملہ فعلیہ متقدمہ پر کیا جائے جس میں یہ اسم نہیں ہے یعنی اس لحاظ سے یہ عطف جملہ فعلیہ علی الفعلیہ کیا جائے کہ درمیان جملہ معطوف اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جملہ معطوف علیہا کے مناسبت پیدا ہو جو کہ دونوں جملوں کا فعلیہ ہونا ہے تو اس صورت میں اسم مذکور میں نصب مختار اور رفع جائز ہوگا جیسے خرجت فزید القیہ میں اگر لقیہ کے جملہ کا عطف خرجت کے جملہ پر منظور ہو تو زید کو بقیت مقدر کا مفعول بہ ٹھہرا کر منصوب پڑھنا مختار ہے تا کہ خرجت جملہ فعلیہ پر عطف جملہ فعلیہ کا ہو اور اگر یہ عطف منظور نہ ہو تو اس صورت میں زید مرفوع پڑھا جائے گا اور جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر مانا جائے **کوبعد حرف النفی یعنی ما ولا وان ولیس ولم ولما ولن من هذه الجملة اذ هی عاملة فی المضارع ولا یقدر معمولها لضعفها فی العمل** یعنی جب وہ اسم مذکور حرف نفی یعنی ما ولا وان کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں اس کا نصب مختار اور رفع جائز ہوگا اور حرف نفی سے یہاں مراد ما ولا وان ہیں کیونکہ لم اور لما اور لن کو یہ حکم شامل نہیں اس لئے کہ یہ حروف مضارع میں عمل کرتے ہیں اور چونکہ یہ حروف عمل میں ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے ان کا معمول یعنی فعل مضارع مقدر نہیں مانا جا سکتا ہے جس کی بنا پر اسم مذکور منصوب علی شریطۃ التفسیر ہو سکے بخلاف ما ولا وان کے کہ یہ حروف فعل مضارع میں عمل نہیں کرتے ہیں اس لئے ان کے بعد فعل ناصب اسم مذکور کا مقدر مانا جائے گا اور اسم مذکور منصوب علی شریطۃ التفسیر ہوگا **نحو ما زیدا ضربته ولا زیداً ضربته ولا عمرا وان زیداً ضربته الاتادیبًا** یہ اس اسم کی مثال ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو اور نصب اس میں مختار اور رفع جائز ہو چونکہ ما اور لا اور ان عوامل فعل کے نہیں ہیں اس لئے ان کے بعد فعل ناصب مقدر اور محذوف مانا جائے گا اور زید جملہ مذکورہ مثالوں میں منصوب علی شریطۃ التفسیر پڑھا جائے گا اور بہ نسبت رفع کے اس کا یہ نصب مختار ہوگا اور لا زیدا ضربتہ ولا عمرا میں لا کے تکرار سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ لا کا لفظ جب معرفہ پر داخل ہوگا تو تکرار لا اور تکرار اسم لا ضروری مانی جائے گی **وبعد حرف الاستفهام** نحوا زید ضربته اس عبارت میں حرف الاستفہام کی عبارت سے مقدم شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعد کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر بعد حرف النفی کی عبارت پر عطف ہے یعنی اسم مذکور جب حرف استفہام کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں بھی منصوب ہوگا اور نصب اس کا مختار ہوگا **واما قال حرف استفهام لانه یختار الرفع اسم الاستفهام مثل من اکرمته** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف الاستفہام کہا اور اسم الاستفہام نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حرف الاستفہام اس لئے کہا کہ اسم استفہام میں رفع مختار ہے جیسے من اکرمتہ میں کہ یہاں مبتداء میں رفع مختار ہے اور نصب جائز **ولم یقل همزة الاستفهام لیشمل مثل هل زیدا ضربته فانه یجوز وان استقجه النحاة لا قتضا هل لفظا لفعل لانه بمعنیٰ قد فی الاصل فلا یکفی فیه تقدیر الفعل** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف الاستفہام کہا ہمزۃ الاستفہام کیوں نہیں کہا شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ہمزۃ الاستفہام اس لئے نہیں کہا مل زیدا ضربتہ کی ترکیب کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ اس ترکیب میں بھی زید کا منصوب ہونا بنا بر شرطیۃ التفسیر جائز ہے اگرچہ اس کو نحات نے قبیح بھی مانا ہے اس لئے کہ ہل کا لفظ فعل کو چاہتا ہے یعنی اس کا مدخول فعل ہوتا ہے کیونکہ یہ اصل میں بمعنیٰ قد کے ہے پس اس میں تقدیر فعل کافی نہیں ہے تا کہ مما اضمر عاملہ کے باب سے سمجھا جائے **و بعد اذا الشرطیة الدالۃعلی المجازاة فی الزمان نحو اذا عبدالله تلقه فاکرمه** یہ بھی اوپر والی عبارت بعد حرف النفی پر عطف ہے یعنی اسم مذکور جب اذا شرطیہ کے بعد واقع ہوگا جو کہ مجازات فی الزماں پر دلالت کرتا ہے یعنی جس جملہ میں یہ اذا شرطیہ کا لفظ ہوگا وہ جملہ شرط اور اس کے بعد کا جملہ جزا ہو کر ٹھہرے گا جیسے اذا عبداللہ تلقہ فاکرمہ میں اس میں اذا عبداللہ تلقہ کا جملہ شرط اور فاکرمہ کا جملہ اس کی جزا ہے **وبعد حیث الدالة علی المجازاة فی المکان نحو حیث زیداً تجده فاکرمه**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ بھی اوپر شروع والی عبارت پر عطف ہے یعنی اسم مذکور آ کر حیث کے لفظ کے بعد جو مجازات فی المکان پر دلالت کرتا ہے واقع ہوگا تو اس صورت میں بھی منصوب علی شریطۃ التفسیر ہوگا اور نصب اس کا مختار ہوگا جیسے حیث زیدا تجدہ فاکرمہ میں زید کا لفظ منصوب علی شریطۃ التفسیر ہے وفی ما قبل **الامر و النهی** یعنی موضع وقوع الاسم المذکور قبل الامر والنہی مثل زیدا اضربہ وزیدا لاتضربہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں اشارہ کیا کہ ما کے کلمہ سے مراد موضع ہے یعنی اگر اسم مذکور کے واقع ہونے کا مقام امر اور نہی کا ماقبل ہو تو اس صورت میں بھی یہ اسم منصوب علی شریطۃ التفسیر ہو گا نصب اس کا مختار ہوگا جیسے زیدا اضربہ اور زیدا لاتضربہ میں ہے پہلی مثال امر کی ہے اور دوسری مثال نہی کی ہے **والما اختیر فی هذه المواضع ای ما بعد حرف الاستفهام والنفی واذا الشرطیة و حیث وما قبل الامر والنهی النصب فی الاسم المذکور اذ هی ای هذه المواضع مواقع الفعل** اس میں وانما اختیر الخ کی عبارت کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کا یہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اذ ھی الخ کی عبارت دلیل ودعوی ہے اور اس کے مدعی کا کہیں ذکر نہیں پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں دعوی بلا دلیل لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اذ ھی کی عبارت دعوی مدعی مقدر کا ہے یعنی حرف استفہام اور نفی اور اذا شرطیہ اور حیث کے الفاظ کے بعد اور امر اور نہی کے قبل جب اسم مذکور واقع ہوگا تو ان مواضع میں اس کا نصب اس لئے مختار ہوگا کہ یہ مقامات فعل کے واقع ہونے کے مقامات ہیں **ای مواضع وقوع الفعل فیها اکثر فاذ النصب الاسم المذکور وقع فیها الفعل تقدیرا والا فلا** یعنی ان مقامات مذکور میں اکثر فعل واقع ہوتا ہے پس جب ان مقامات میں اسم مذکور منصوب واقع ہوگا تو اس صورت میں اس کا ناصب فعل مقدر مانا جائے گا اور اگر مرفوع واقع ہوگا تو اس تقدیر پر اس کا ناصب مقدر نہیں ہوگا بلکہ یہ اسم مذکور مرفوع بنا پر ابتداء ٹھہرے گا **وکذلک یختار النصب فی الاسم المذکور عند خوف لبس المفسر ای التباس ما هو مفسر فی حال النصب لکن لا من حیث هو مفسر فی هذه الحالة بل من حیث هو خبر فی حال الرفع** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ التباس مفسر بالصفۃ محال ہے کیونکہ مفسر نصب کی حالت میں ہوتا ہے اور صفت رفع کی حالت میں بوجہ اختلاف ان حالتوں کے یہ دونوں ایک ترکیب میں جمع نہیں ہو سکتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفسر سے مراد خبر ہے لیکن خبر پر مفسر کا اطلاق بطریق مجاز ہے باعتبار اس کے کہ یہ خبر نصب کی حالت میں مفسر ہوتا ہے یعنی اسی طرح اسم مذکور میں نصب مختار ہے جب صفت سے مفسر کے التباس کا خوف ہو یعنی التباس اس کا جو کہ حالت نصب میں مفسر ہو لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ اس حالت میں ہو بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ حالت رفع میں خبر ٹھہرے **بالصفة فلا یعلم انه خبر عن الاسم المذکور فی حال الرفع مع موافقة للمعنی المقصود او صفة له مع مخالفة للمعنی المقصود فلالتباس انما هو بین خبریته ذات ما هو مفسر علی تقدیر النصب ووصفیة لا بنیه بوصف التفسیر وبین الصفة فان الترکیب لا یحتملها معا** گویا اس میں اوپر والے سوال وجواب کی تشریح ہے کہ اگر مفسر صفت سے ملتبس ہو جائے تو اس صورت میں یہ نہ معلوم ہوگا کہ یہ مفسر رفع کی حالت میں اسم مذکور کی خبر ہے باوجود اس کے کہ یہ اس حالت میں معنی مقصود کے موافق ہوگا یا اس کی صفت ہے باوجود اس کے کہ یہ معنی مقصود کے مخالف ثابت ہوگا پس یہ التباس نصب کی صورت میں صرف درمیان خبریت ذات مفسر اور اس کے وصفیت کے ہوگا نہ درمیان اس کے وصف تفسیر اور صفت کے کیونکہ ترکیب واحد دونوں کا متحمل نہیں ہو سکتی ہے اور ایک شے کا ایک ہی حالت میں مرفوع اور منصوب ہونا لازم نہیں ہوتا مثل قولہ تعالیٰ **انا کل شئی خلقناه بقدر بنصب کل علی**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاضمار بشريطة التفسير ولو رفع بالابتداء وجعل خلقناه خبرا له كان موافقا للنصب فى اداء المقصود ولكن خيف لبسه بالصفة لاحتمال كون قوله تعالىٰ خلقناه صفة بشئى و قوله بقدر خبرا له وهو خلاف المقصود فان المقصود الحكم على كل شئى بانه مخلوق لنا بقدر لا الحكم على كل شئى مخلوق لنا انه بقدر فانه يوهم كون بعض الشياء الموجودة غير مخلوقة لله تعالىٰ كما هو مذهب المعتزلة فى الافعال الاختيارية للعباد یعنی مثال اس اسم کی جو بوجہ التباس مفسر بالصفۃ کے منصوب ہو یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں کل کا لفظ منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر ہے اور اگر اس کو بنا بر ابتداء مرفوع کر دیا جائے اور خلقناہ کا جملہ اس کی خبر ٹھہرائی جائے تو اس صورت میں یہ مقصود کے ادا کرنے میں نصب کے موافق ہوگا لیکن اس تقدیر پر اس کے صفت سے التباس کا خوف ہو جائے گا کیونکہ یہ احتمال ہے کہ خلقناہ کا جملہ اس صورت میں شئی کی صفت ہو اور بقدر کا قول جار مجرور اس خبر ہو اور یہ خلاف مقصود ہے کیونکہ مقصود اللہ کا اس حکم سے یہ ہے کہ سب چیزیں ہماری مخلوق ہیں اور سب ہمارے اندازہ میں محدود ہیں یہ مقصود نہیں کہ جو چیزیں ہماری مخلوق ہیں وہی ہمارے اندازہ میں ہیں اس لئے کہ اس معنی سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بعضے اشیاء موجودہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہیں جیسا کہ یہ افعال اختیاریہ للعباد میں معتزلہ کا مذہب ہے ان بداعتقادوں کا مذہب ہے کہ نماز وصوم وزکوٰۃ وحج قیام وقعود وغیرہ جملہ افعال کا خالق بندہ ہوتا ہے نعوذ باللہ من سوء اعتقادہم یعنی اس ترکیب میں اگر کل کا لفظ منصوب بالفعل مقدر علی شریطۃ التفسیر مانا جائے تو اس صورت میں یہ ترکیب مذکور مفید معنی صحیح کے ہو جائے گی اور اگر اس کو بنا بر ابتداء مرفوع ٹھہرایا جائے تو اس تقدیر پر اس ترکیب میں دو ترکیبیں احتمالی اور بھی ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ اسم مرفوع بنا بر ابتداء ہو اور اس کے مابعد کل اس کی خبر ہو اور اس تقدیر پر بھی یہ ترکیب مفید معنی صحیح کے ہے دوسرا احتمال یہ کہ یہ اسم مذکور مرفوع بنا پر ابتداء ہو اور خلقناہ کا جملہ اس کی صفت ہو اور بقدر اس کی خبر ہو اور اس تقدیر پر یہ ترکیب مفید معنی فاسد کے ہو جائے گی پس اسی وجہ سے یہاں نصب مختار ہے کیونکہ نصب کی صورت میں معنی فاسد کا احتمال نہیں اور رفع کی صورت میں معنی کا احتمال ہے اور کلام کا عمل ایسے معنی پر جس میں احتمال معنی فاسد نہ ہو اولیٰ ہے اس سے جس میں معنی فاسد کا احتمال ہو لہٰذا یہاں یہ کل کا لفظ منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر پڑھا جائے گا اور یہ نصب مختار مانا جائے گا ویستوى الامر ان اى الرفع والنصب فللمتكلم ان تخيار كل واحد منهما بلا تفاوت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا کہ امران سے مراد رفع اور نصب ہے پس متکلم کو اختیار ہے کہ وہ رفع اور نصب میں جس کو جی چاہے بلا فرق اختیار کرے یعنی خواہ رفع کو اختیار کرے خواہ نصب کو دونوں امر مستوی ہیں فی مثل زید قام وعمرا اكرمته یعنی اس ترکیب میں متکلم کو اختیار ہے کہ وہ عمرا کے لفظ کو مرفوع بنا بر ابتداء پڑھے یا منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر قرار دے اى عنده او فى داره ونحو ذلك والا لايصح العطف على الصغرى العدم الضمير اى يستوى الامر ان فيما اذا عطفت الجملة التى وقع فيها الاسم المذكور على جملة ذات وجهين اى جملة اسمية خبرها جملة فعلية فيصح رفعه بالابتداء و نصبه بتقدير الفعل و الوجهان مستويان لحصول التناسب فيهما ففى الرفع تكون اسمية فتعطف على الجملة الكبرىٰ و هى اسمية و فى النصب تكون فعلية فتعطف على الصغر اى وهى فعلية اس میں شروع والی عبارت عندہ او فی دارہ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عمرا اکرمتہ کے جملہ کا عطف صغریٰ یعنی زید قام کے جملہ میں قام پر درست نہیں کیونکہ صغریٰ مبتداء کی ضمیر عائد پر مشتمل ہے اور معطوف میں یہ ضمیر نہیں ہے لہٰذا درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے مناسبت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری اور یہاں اگرچہ ضمیر لفظی نہیں لیکن تقدیری ضمیر موجود ہے اور وہ عندہ یا دارہ کی ضمیر ہے جو معطوف علیہ مبتداء کی طرف راجع ہے لہٰذا یہ عطف درست ہوا اور یہ عندہ اور دارہ وغیرہ الفاظ کی تقدیر اس لئے ضروری ہے کہ صغریٰ پر عطف درست ہو جائے ورنہ یہ عطف درست نہیں ہوگا کیونکہ بظاہر معطوف میں کوئی ضمیر نہیں ہے یعنی اس مقام پر رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں جہاں اس جملہ کا عطف جس میں وہ اسم مذکور واقع ہو اس جملہ پر کیا جائے جو ذات وتعین ہو یعنی وہ جملہ اسمیہ جس کی خبر جملہ فعلیہ واقع ہوا ہو پس اس صورت میں رفع بنا پر ابتداء صحیح مانا جائے گا اور نصب بنا پر تقدیر فعل اور یہ دونوں وجوہات یعنی رفع بنا پر ابتداء اور نصب بنا بر تقدیر فعل دونوں صحیح اور درست ہیں کیونکہ ان صورتوں میں تناسب بین جملتین موجود ہے رفع کی حالت میں جملہ اسمیہ ٹھہرایا جائے گا پس کبریٰ کے جملہ یعنی زید قام پر عطف ہوگا اور یہ جملہ اسمیہ ہے لہٰذا اس صورت میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہو جائے گا اور نصب کی صورت میں جملہ فعلیہ مانا جائے گا پس اس کا عطف صرف صغریٰ یعنی قام پر مانا جائے گا اور یہ جملہ فعلیہ ہے لہٰذا اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا اور جملہ ذات وتعین سے مراد زید قام کا جملہ ہے کہ یہ باعتبار مبتداء کے جملہ اسمیہ ہے اور باعتبار خبر کے فعلیہ ہے پس کبریٰ پر عطف رفع کو چاہتا ہے اور صغریٰ پر عطف منتضی نصب کا ہے اور ان دونوں میں سے ترجیح ایک کی بھی نہیں اس لئے دونوں امر مستوی ٹھہرے فان قلت السلامة من الحذف مرجحة للرفع اس میں اوپر یستوی الامران والے قاعدے پر اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ رفع کی حالت میں سلامتی از حذف قرینہ مرجحہ رفع کا ہے لہٰذا رفع مختار ثابت ہوا اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یستوی الامران کا قاعدہ غلط ٹھہرا قلنا هی معارفة بقرب المعطوف علیه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مذکورہ کا جواب دیا جس کی تشریح اس کرتے ہیں کہ سلامتی حذف معطوف علیہ کے قرب کا معارض ہے یعنی اگر سلامتی حذف کا لحاظ کیا جائے تو رفع مختار ہونا چاہیئے اور اگر اس کا لحاظ کیا جائے کہ عمرا اکرمته کا جملہ چونکہ قام جملہ معطوف علیہ سے قرب کا تناسب رکھتا ہے اس لئے اس کا نصب مختار ہونا چاہیئے لہٰذا اس تعارض کی بنا پر دونوں امر مستوی ٹھہری فان قلت لاتفاوت فی القرب والبعد بینها اذا الکبریٰ ایضا قریبة غیر مفعولة عنها اس میں اوپر والے سوال کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ اس طرح کرتے ہیں کہ صغریٰ اور کبریٰ کے درمیان قرب اور بعد میں کوئی فرق نہیں بلکہ کبریٰ بھی قریب ہے اور غیر مفعول عنہا ہے قلنا هذا باعتبار المنتهی واما باعتبار المبدا فا الصغریٰ اقرب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے اعتراض مذکورہ کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ عدم تفاوت درمیان صغریٰ اور کبریٰ کے قرب اور بعد میں باعتبار منتہی جملوں کے ہے اور باعتبار مبتداء جملوں کے تو صغریٰ کبریٰ سے زیادہ قریب ہے لہٰذا اس تقدیر پر رفع اور نصب دونوں برابر پڑھ سکتے ہیں اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یستوی الامران والا قاعدہ بالکل درست ہے اور صحیح ثابت ہوا و یجب النصب ای نصب الاسم المذکور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ النصب کا لفظ ترکیب میں مضاف اور اس کا مضاف الیہ محذوف اسم کا لفظ ہے محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے بعد حرف الشرط و المراد به هنها ان ولو فان اما وان کانت من حروف الشرط فحکمها ما سبق من اختیار الرفع مع غیر الطلب و اختیار النصب مع الطلب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اما شرطیہ کے بعد حرف شرط کا ذکر کرنا بیکار ہے اور متدرک ہے۔ کیونکہ حرف شرط اما بھی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حرف شرط سے اس جگہ مراد ان اور لو ہے اما نہیں کیونکہ اما اگرچہ حروف شرط میں سے ہے لیکن اس کا حکم سابق میں مذکور ہو چکا ہے جو کہ مع غیر طلب اختیار رفع اور مع طلب اختیار نصب ہے لہٰذا اما

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بعد حرف شرط کا ذکر کرنا بیکار ثابت نہیں ہوا و کذا یجب نصبه اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ وجب النصب پر عطف ہے **بعد حرف التحضیض** یعنی اسی طرح اسم مذکور بعد حرف تحضیض بھی واجب النصب ہے یعنی جس طرح اسم بعد حرف شرط واجب النصب ہے اسی طرح جب حرف تحضیض کے بعد واقع ہوگا واجب النصب ہوگا وھو ھلا والا ولولا ولوما ۔ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد حروف تحضیض کا بتانا ہے یعنی حروف تحضیض چہار ہیں اول ہلا دویم الا سوئم لولا چہارم لوما جب اسم مذکور ان حروف کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں واجب النصب ہوگا۔ **والما وجب النصب بعد هما لوجوب دخولهما علی الفعل لفظا او تقدیرا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم مذکور کے نصب کے وجوب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ جب اسم مذکور حروف شرط اور حروف تحضیض کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں اس کا نصب اس لئے واجب ہوگا کہ حروف شرط اور حروف تحضیض کا دخول فعل پر لفظا یا تقدیرا واجب ہے اور جب ان کے بعد نہ فعل لفظی ہو نہ تقدیری تو اس سے یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ فعل مقدر ہوگا اور وہی اسم مذکور کا عامل نصب مانا جائے گا نحو ان زیدا ضربته ضربك **مثال لحروف الشرط** یہ اس حرف شرط کی مثال ہے جس کے بعد اسم مذکور منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر ہوتا ہے یہاں حرف شرط کا اسم پر داخل ہونا قرینہ فعل کی تقدیر کا ہے کیونکہ حرف شرط فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر نہیں والا زیدا ضربته **مثال الحرف التحضیض** یہ اس حرف تحضیض کی مثال ہے جس کے بعد اسم مذکور واجب النصب ہوتا ہے کیونکہ حرف تحضیض فعل پر داخل ہوتا ہے اور یہاں اسم پر داخل ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں فعل مقدر ہے اوپر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ ذکر کیا تھا کہ جب اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں اس کا نصب بہ نسبت رفع کے زیادہ مختار ہوگا اب یہاں اس قاعدہ کلیہ پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ ازید ذھب به سے منقوض ہے کیونکہ اس مثال میں زید بعد حرف استفہام کے واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے اس میں نصب مختار نہیں بلکہ یہاں اس کا رفع ہی متعین ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **ولیس مثل ازید ذهب به منه ای من باب الاضمار علی شریطة التفسیر فان زیدا فیه وان کان یظن فی بادی النظر انه مما اضمر عامله علی شریطة التفسیر والمختار فیه النصب لوقوع الاسم المذکور فیه بعد حرف استفهام لکن یظهر بعد تعمق النظر انه لیس منه فانه وان صدق علیه انه اسم بعده فعل مشتغل عنه بضمیره لکنه لیس بحیث لوسلط علیه هو اومناسبه لنصبه لان ذهب به لایعمل النصب** اس میں اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال مذکور میں زید کا رفع اس لئے متعین ہے کہ یہ اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں کیونکہ مثال مذکورہ میں زید کا لفظ اگرچہ بادی النظر میں گمان کیا جاتا ہے کہ یہ مما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے ہے اور نصب اس میں مختار ہے کیونکہ اس میں اسم مذکور بعد حرف استفہام کے واقع ہے لیکن تعمق نظر کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے کیونکہ اس مثال میں زید کے لفظ پر اگرچہ یہ صادق آتا ہے کہ یہ ایک اسم ہے جس کے بعد فعل مشتغل بالضمیر ہے لیکن یہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اگر اس اسم مذکور پر فعل بعینہ یا اس کا مناسب مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دے سکے کیونکہ ذھب بہ نصب کا عمل نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ مما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قاعدہ کلیہ مذکورہ صحیح اور درست ثابت ہوا و کذا مناسبه اعنی اذھب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے مناسب ہے کہ اذھب فعل متعدی مقدر کیا جائے اور زید کے لفظ کو منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر پڑھا جائے اور فعل مذکور کو قاعدہ کلیہ مذکورہ میں داخل کر دیا جائے اس کا شارح رحمۃ اللہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اذھب فعل مجہول جس طرح ذھب بہ فعل مجہول لازمی نصب کا عمل نہیں کرسکتا اسی طرح اس کا مناسب یعنی اذھب بھی نصب کا عمل بنابر مفعولیت نہیں کرسکتا لہٰذا یہ مثال مذکور قاعدہ کلیہ مذکورہ سے خارج ہوئی فان قلت لاینحصر المناسب فی اذھب فلیقدر مناسب اخر ینصبہ مثل یلابس اواذھب علی صیغة المعلوم فیکون تقدیرہ زیدا یلابسہ احد بالذھاب بہ او اذھبہ احد اس میں اوپر والے سوال مقدر کے جواب پر اعتراض کرنا منظور ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ فعل کا مناسب اذھب میں منحصر نہیں پس چاہیئے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مناسب مقدر کردیا جائے۔ اور اس سے اسم مذکور کو منصوب بنابر اضمار علی شریطۃ التفسیر ٹھہرایا جائے جیسے یلابس یا اذھب بصیغہ معلوم ہے پس اس تقدیر پر مثال مذکور کی تقدیر یہ ہوگی زیدا یلابسہ الذہاب بہ اویلابسہ احد بالذھاب بہ اور اذھب بہ اور معلوم ہے کہ یہ فعل کے مناسق الفاظ مذکور سب کے سب نصب کا عمل کرسکتے ہیں قلنا المراد بالمناسب ما یرادف الفعل المذکور یلازمہ مع اتحاد ما اسند الیہ فالاتحاد ما اسند الیہ فالاتحاد فیما ذکر تہ مفقود اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مذکور کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مناسب سے مراد فعل مذکور کا مرادف یا اس کا لازم ہی ہے مع اتحاد مسند الیہ کے اور یہاں مذکورہ امثال میں مسند الیہ کا اتحاد مفقود ہے کیونکہ مثال اول میں مسند الیہ ذھاب ہے اور ثانی اور ثالث میں احد ہے تغیر بالکل ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں ہے واذا کان الامر ککک اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فالرفع کا لفظ جزا شرط مقدر کی ہے یعنی جب مناسب سے مراد فعل مذکور کا مرادف یا اس کا لازم مع اتحاد مسند الیہ ہے پس اس تقدیر پر مثال مذکور میں زید کا رفع واجب ثابت ہوا فالرفع ای رفع زید فی المثال المذکور واجب بالابتداء۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ رفع کا لفظ مضاف اور اس کا مضاف الیہ زید کا لفظ مقدر ہے۔ اور عوض میں محذوف کے مضاف پر الف لام داخل کردیا ہے اور عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واجب کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فالرفع ترکیب میں مبتداء ہے اور اس کی خبر کا کہیں ذکر نہیں لہٰذا مبتداء بلاخبر ٹھہرا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا کہ مبتدا کی خبر واجب کا لفظ محذوف ہے لہٰذا اب ترکیب درست ہوئی اور مبتداء کا بلاخبر ہونا ثابت نہیں ہوا۔ ونصبہ غیر جائز بالمفعولیة فلیس من باب الاضمار علی شریطة التفسیر فکیف مما یختار بہ النصب یعنی مثال مذکور میں زید کا رفع بنابر ابتداء واجب ہے اور اس کا نصب بنابر مفعولیت جائز نہیں ہے۔ پس اس صورت میں یہ مثال اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں ہوئی پس اس میں نصب کیونکر مختار ہوسکتا ہے اوپر مصنف کا یہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ اسم مذکور میں جب دو قرینے صحیح جانبین سے پائے جائیں۔ لیکن قرینہ مصححہ رفع کا نصب کے قرینہ مصححہ سے زیادہ قوی ہو تو اس میں رفع مختار ہے۔ پس اس پر یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ وکل شئی فعلوہ فی الزبر کے قول سے منقوض ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی اس قبیل سے ہے اور باوجود اس کے اس میں رفع مختار نہیں بلکہ متعین ہے آگے چل کر اس کا مصنف خود ہی جواب دیتے ہیں وکذا ای مثل ازید ذھب بہ قولہ تعالیٰ یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے کہ ازید ذھب بہ کی مثل اللہ تعالیٰ کا قول کل شئی فعلوہ فی الزبر بھی ہے یعنی جس طرح ازید ذھب بہ مما اضمر عاملہ علی شریطتہ التفسیر کے باب سے نہیں۔ اسی طرح یہ اللہ تعالیٰ کا قول مذکور بھی اس باب سے نہیں ہے کل شئی فعلوہ فی الزبر ای فی صحائف اعمالھم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ زبر سے مراد صحائف اعمال عباد ہیں فھو لیس من باب الاضمار علی شریطة التفسیر لانہ لو جعل من لصار التقدیر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فعلوا کل شی فی الزبر فقوله فی الزبر ان کان متعلقا بفعلوا فسد المعنٰی لان صحائف اعمالهم لیست محلا لفعلهم لانهم لم یوقعوا فیها فعلا بل الکرام الکاتبون اوقعوا فیها کتابة افعالهم وان کان صفة لشئی مع انه خلاف ظاهر الآیة فات المعنٰی المقصود اذا المقصود کل شئی هو مفعول لهم کائن فی الزبر مکتوب فیها موافقالقوله تعالیٰ وکل صغیر وکبیر مستطر لا ان کل شئی کائن فی صحائف اعمالهم مفعول لهم فالرفع لازم علی ان یکون کل شی مبتداء اوالجملة الفعلیة صفة لشئی والجارو المجرور فی محل الرفع علی انه خبر المبتداء تقدیره کل شئی هو مفعول لهم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرة ولا کبیرة یعنی یہ قول کل شئی فعلوه فی الزبر بھی ماضر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں کیونکہ ماضر عالمہ میں یہ شرط ہے کہ فعل مفسر ممکن التسلیط ہو اور اس مقام میں فعل مفسر ممکن التسلیط نہیں کیونکہ اگر ممکن التسلیط مانا جائے تو اس تقدیر پر آیہ شریفہ کی معنوی تقدیر یہ ہوگی فعلوا کل شئی فی الزبر پس فی الزبر کا قول دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا فعلوا سے متعلق ہوگا یا شئی کی صفت ہوگی اگر یہ جارو مجرور فعلوا سے متعلق مانا جائے تو اس صورت میں آیت شریفہ کے معنٰی بالکل فاسد ہو جائیں گے کیونکہ صحائف اعمال عباد سے فعل کے محل ٹھیریں گے حالانکہ صحائف اعمال عباد کے فعل کے محل نہیں اس لئے کہ صحائف اعمال میں عباد فعل کتابت واقع نہیں کرتے بلکہ کرام الکاتبین ان کے نامہ اعمال میں ان کے تمام افعال کو درج کرتے ہیں اور اگر یہ فی الزبر جارو مجرور کا قول شئی کی صفت ٹھہرائی جائے باوجود اس کے کہ یہ آیت شریفہ کے ظاہر کے مخالف ہے پس اس صورت میں معنٰی مقصودی فوت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر شئے جو عباد کا مفعول ہے وہ ان کے صحائف اعمال میں ثابت اور لکھی ہوئی ہے بدلیل اس قول اللہ تعالیٰ کے وکل صغیر وکبیر مستطر یعنی ہر صغیر اور کبیر چیز نامہ اعمال عباد میں لکھی جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقصد نہیں کہ ہر شے جو صحائف اعمال عباد میں درج ہے وہ عباد کا مفعول ہے یعنی اس کو عباد زبر میں واقع کرتے ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کل شئی کا رفع بنابر ابتداء لازم ہے اور فعلوہ کا جملہ فعلیہ شے کی صفت ہے اور فی الزبر جارو مجرور بنابر خبریت مبتداء رفع کے محل میں واقع ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی کل شئی ہو مفعول الیهم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرة والا کبیرة یعنی ہر وہ چیز جو عباد کا مفعول ہے وہ ان کے نامہ اعمال میں اس طرح ثابت اور درج ہے کہ نامہ اعمال میں نہ صغیرہ گناہ کو چھوڑا ہے نہ کبیرہ کو بلکہ سب کو اس میں درج کیا ہے اور ہر ایک ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا لہٰذا بوجہ فساد معنٰی مقصودی کے یہ کل شئی فعلوہ فی الزبر بھی مما ضر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں ہوا اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قاعدہ کلیہ مذکورہ صحیح اور درست ثابت ہوا واعلم انه قد سبق ان الاسم المذکور اذا کان الفعل المشتغل عنه بضمیره او متعلقه امرا ونهیا فالمختار فیه النصب والظاهران قوله تعالیٰ الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منها ماته جلدة داخل تحت هذه القاعدة مع ان القراء اتفقوا فیه علی الرفع الافی روایة شاذة عن بعضهم فاضطر النحاة الی ان تمحلو الاخر اجه عن القاعدة المذکورة لئلا یلزم اتفاق القراء علی غیر المختار فاشار المصنف ای ماتمحلو الاخر اجه عنها فقال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلم کہ کر ایک سوال مقدر پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ سابق میں مصنف کافیہ نے یہ قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے کہ اسم مذکور جب امر اور نہی کے ماقبل واقع ہوگا تو اس میں نصب بنابر مفعولیت مختار ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول الزانیة والزانی اس قاعدہ کلیہ مذکور کے تحت میں داخل ہے لہٰذا اس میں نصب مختار ہونا چاہیئے حالانکہ تمام قاریوں کا اتفاق الزانیة والزانی کے رفع پر ثابت ہے سوائے ایک روایت شاذہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بعض قاریوں کے سب قاری رفع ہی پڑھتے ہیں پس نحات قاعدہ کلیہ مذکورہ سے اس کے خارج کرنے کے حیلہ کی طرف مضطر ہو گئے تا کہ قاریوں کا غیر مختار پر اتفاق کرنا لازم نہ ہو۔ پس اس جواب اور حیلہ کی طرف جس کو نحات قول الزانیۃ الخ کو قاعدہ کلیہ مذکورہ سے خارج کر دینے کے لئے مضطر ہو کر قائم کیا ہے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے چل کر اشارہ کرتے ہیں کہ **ونحو الزانیۃ والزانی فاجدوا کل واحد منهما مائة جدة الفاء فيه مرتبة بمعنى الشرط عند المبرد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بمعنی کے لفظ سے مقدم مرتبۃ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا کہ جار مجرور کا متعلق محذوف مرتبۃ کا لفظ ہے یعنی آیت شریفہ میں فاجلدوا کا فا مبرد کے نزدیک بمعنی شرط کے ہے **لكون الالف واللام فى الزانية والزانى مبتداء موصولا فيه معنى الشرط واسم الفاعل الذى هو صلة كا لشرط فخبر المبتداء كا الجزاء والفاء الداخلة عليه مرتبطة بالشرط لدلالعها على منبية للجزاء ومثل هذه الفاء لا يعمل ما فى حيزها فى ما قبلها فامتنع تسليط الفعل المذكور بعدها على ما قبلها فتعين فيها الرفع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ مبرد کی دلیل بتاتے ہیں کہ آیت شریفہ میں فاجزائیہ اس لئے ہے کہ الزانیہ والزانی میں الف ولام موصولی اور زانیہ وزانی کے الفاظ ترکیب میں اس کا صلہ واقع ہوئے ہیں پھر یہ موصول اور صلہ دونوں مل کر مبتداء ٹھہراتے ہیں اور مبتداء جب موصول ہو تو وہ متضمن معنی شرط کے ہوتا ہے لہٰذا الزانیہ والزانی کا قول موصول اور صلہ مل کر مبتداء متضمن معنی شرط کے ہے پس اس تقدیر پر مبتداء کی خبر بمنزلہ جزا کے ہوئی اور فاء جو جزاء پر داخل ہے وہ مربوط بالشرط ہے کیونکہ یہ فاء شرط کی سببیت اور جزاء کی مسببیت پر دلالت کرتی ہے اور اس قسم کے فاء اپنے مابعد کو قبل کے عمل سے روکتی ہے پس اس فاء کے بعد کے فعل مذکور کی تسلیط ماقبل میں ممکن نہیں ہے بلکہ یہ منع ہے اور چونکہ ماضمر عاملہ میں فعل مفسر کا ممکن التسلیط ہونا شرط ہے اس لئے یہاں الزانیہ والزانی کے قول میں رفع ہی متعین ہوا یہ مبرد کی دلیل کا خلاصہ ہوا والآیۃ جملتان مستقلتان اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے اضمار علی شریطۃ التفسیر کی صورت میں بھی دو جملے ہیں لہٰذا آیت کے دو جملے ہونے کی بنا پر یہ قول قاعدہ کلیہ مذکورہ سے کیونکر خارج ہو سکتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بے شک اضمار علی شریطۃ التفسیر کی صورت میں بھی آیت شریفہ کے دو جملے ہیں لیکن وہ مستقل جملے نہیں ہیں کیونکہ جملہ ثانیہ بوجہ مفسرہ ہونے جملہ اول کے مستقل نہیں ہے **عند سيبويه اذا الزانية مبتداء محذوف المضاف والزانى عطف عليه والخبر محذوف اى حكم الزانية والزانى فيما يتلى عليكم بعد وقوله فاجلد واجملة ثانية لبيان الحكم الموعود والفاء عنده ايضا للسببية اى ان ثبت زناهما فاجلد واو قيل زايدة او للتفسير وجزاء الجملة لا يعمل فى جزء جملة آخرى فيمتنع التسليط فلا تدخل فى الضابطه فتعين الرفع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیبویہ کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ آیت مذکورہ سیبویہ کے نزدیک مشتمل بر دو جملہ اس لئے ہے کہ الزانیہ والزانی کا قول معطوف علیہ اور معطوف دونوں مل کر ترکیب میں مبتداء محذوف المضاف ہے اور اس کی خبر بھی محذوف ہے تقدیر عبارت کی یہ ہے حکم الزانیۃ والزانی فیما یتلی علیکم بعد حکم مضاف الزانیۃ معطوف علیہ والزانی معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ مضاف مقدر حکم کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں مل کر مبتداء فیما یتلی علیکم جملہ اس کی خبر ہے اور فاجلدوا کا قول جملہ ثانیہ ہے جس کو بیان حکم موعود کے لئے لایا ہے اور فاء سیبویہ کے نزدیک بھی سببیت کے لئے ہے یعنی جزائیہ ہے جس کی تقدیر پر آیت مبارک کے معنی یہ ہیں کہ اگر زانیہ اور زانی کا فعل زنا بحکم شریعت ثابت ہو جائے تو ان پر حد شرعی جاری کر دو اور کسی نے کہا ہے کہ یہ فاء زائدہ ہے یا تفسیر یہ ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہر حال اس صورت میں فا جلد واجملہ کا ایک جزء ہے۔اور جزء جملہ دوسرے جملہ کے جزء میں عمل نہیں کر سکتا پس فعل مذکور ممکن التسلیط نہیں ہوا لہٰذا آیت کریمہ ماضر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے قاعدہ کلیہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوئی اس لئے یہاں رفع متعین ٹھہرا **والا ای وان لم تکن الفاء بمعنی الشرط ولم تکن الآیۃ جملتین ایضا فھی تکون داخلۃ تحت الضابطۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ الفاء بمعنی الشرط وجملتان سے استثناء ہے یعنی اگر یہ فاء بمعنی شرط یعنی جزائیہ نہ ہو اور یا آیۃ کریمہ دو جملوں پر مشتمل نہ ٹھہرائی جائے تو اس صورت میں یہ آیت مبارک قاعدہ کلیہ مذکورہ کے تحت میں داخل ہو کر اس میں نصب مختار ہو جائے گا **فالمختار حینئذ فیھا النصب** یعنی جب فاء جزائیہ نہ ہو اور نہ آیت دو جملوں پر مشتمل ہو تو اس وقت اس میں نصب مختار ہوگا۔**واختیار النصب باطل لاتفاق القراء علی الرفع فلا بد من جعل الفاء بمعنی الشرط او جعل الآیۃ جملتین لتعیین الرفع** اور یہ معلوم ہے کہ نصب کا مختار ہونا یہاں باطل ہے کیوں کہ یہاں الزانیۃ والزانی کے رفع پر تمام قراء سبعہ کا اتفاق ہے پس یہاں فاء کو بمعنی شرط اور آیت مکرمہ کو رفع کے تعین کے لئے دو جملوں پر مشتمل ٹھہرانا ضروری ہے۔ورنہ قاریوں کا غیر مختار پر اتفاق کرنا لازم آئے گا لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ آیت شریفہ میں فاء بمعنی الشرط وبمعنی جزائیہ اور آیۃ کریمہ دو جملوں پر مشتمل ہے **الرابع من تلک للواضع التی وجب حذف الناصب للمفعول بہ فیھا** یعنی چوتھا مقام ان مقامات میں سے جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کا حذف واجب ہے تحذیر ہے **التحذیر وانما وجب حذف الفعل فیہ لضیق الوقت عن ذکرہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفعول بہ کے فعل ناصب کے حذف کے وجوب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں تحذیر کے مقام میں مفعول بہ کے فعل ناصب کا حذف اس لئے واجب ہے کہ وقت تنگ ہوتا ہے ذکر کی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے محذوف کر دیا جاتا ہے **وھو فی اللغۃ تخویف شئی عن شئی وتبعیدہ منہ** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد تحذیر کے لغوی تحقیق اور معنی بتانا ہے کہ تحذیر لغت میں تخویف شئے کو کہتے ہیں یعنی کسی شئے کو کسی شے سے ڈرانے اور اس کو اس سے بعید کرنے کے معنی تحذیر کے ہیں **وفی اصطلاح النحاۃ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد تحذیر کے اصطلاحی معنی بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ھو پر معمول کا حمل درست نہیں کیونکہ یہ ھو ضمیر مرفوع واحد مذکر غائب کی تحذیر کی طرف راجع ہے اور وہ صرف وصف مصدر ہے اور معمول ذات مع الوصف ہے لہٰذا اس سے ذات مع الوصف کا حمل صرف وصف پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ھو کی ضمیر تحذیر اصطلاحی کی طرف راجع ہے بطریق استخدام کے نہ تحذیر لغوی کی طرف لہٰذا اب ذات مع الوصف کا حمل صرف وصف پر لازم نہیں ہوا فائدہ استخدام اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہیں اول معنی لفظ صریح سے مراد لئے جائیں دوسرے اس کی ضمیر سے اور اس میں شک نہیں کہ تحذیر کے دو معنی ہیں۔ایک لغوی دوسرے اصطلاحی اول معنی لفظ صریح سے مراد ہیں دوسرے معنی یعنی اصطلاحی معنی اس کی ضمیر سے مراد ہیں **معمول ای اسم عمل فیہ النصب بالمفعولیۃ** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ تحذیر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں ضمیر مستکن اتق کی داخل ہوئی کیونکہ وہ بھی بتقدیر اتق معمول ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عبارت میں اس کا جواب دیا کہ معمول سے مراد معمول نصب کا ہے یعنی وہ اسم مراد ہے جس کو بنا بر مفعولیت نصب کا عمل دیا گیا ہو اور اتق کی ضمیر معمول رفع کا ہے لہٰذا تحذیر کی تعریف مانع ثابت ہوئی **بتقدیر اتق تحذیرا ای حذر ذلک المعمول تحذیرا فیکون مفعولا مطلقا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ **اوذکر المحذر منہ مکررا** کا قول بصیغہ فعل ماضی مجہول کے لفظ مفرد پر عطف ہے پس اس سے عطف جملہ کا مفرد پر لازم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ معمول کے لفظ مفرد پر عطف نہیں بلکہ یہ حذر یا ذکر مقدر پر عطف ہے اور یہ جملہ ہے لہٰذا اس میں جملہ کا عطف جملہ پر ہوا ہے اور یہ درست ہے اور حذر مقدر ماننے کی صورت میں تحذیرا کا لفظ مفعول مطلق یعنی حذر کا مصدر مانا جائے گا او ذکر تحذیرا فیکون مفعولا له اور اگر ذکر مقدر مانا جائے تو اس صورت میں تحذیرا کا لفظ مفعول لہ تصور کیا جائے گا یہ تحذیرا کے لفظ کے منصوب ہونے کی تحقیق اور دلیل اور وجہ ہوئی **مما بعده ای مما بعد ذالک المعمول** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بعدہ کی ضمیر مجرورہ اسم معمول کی طرف راجع ہے **اوذکر المحذرمه مکررا علی صیغة المجهول عطف علی حذرا وذکرا المقدر** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ذکر کا لفظ بصیغہ فعل ماضی مجہول حذر یا ذکر مقدر پر عطف ہے **فان قلت فعلی هذا لابد من ضمیر فی المعطوف کما فی المعطوف علیه** یہ ایک سوال ہے جو ذکر کے حذر یا ذکر پر عطف کرنے سے وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ حذر اور ذکر مقدر پر بھی عطف درست نہیں۔ اس لئے کہ حذر اور ذکر میں معمول کی ضمیر ہے اور معطوف میں اس کی کوئی ضمیر نہیں ہے پس اس تقدیر پر ضروری ہے کہ جس طرح معطوف علیہ میں معمول کی ضمیر ہے اسی طرح معطوف میں بھی معمول کی طرف ضمیر راجع ہو جب یہ عطف درست ہوگا **قلنا نعم لکنه وضع فی المعطوف المظهر موضع المضمر اذا تقدیر الکلام او معمول بتقدیر اتق ذکر مکررا الا انه وضع المحذر منه موضع الضمیر العائد الی المعمول اشعار ابا نه محذر منه لا محذر** اس میں اوپر والے سوال مذکور کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ مسلم ہے لیکن یہاں معطوف میں بھی معمول کی ضمیر ہے۔ مگر بغرض تنبیہ اس کے کہ یہاں معمول سے مراد محذر منہ ہے نہ محذر ضمیر کی جگہ اسم ظاہر رکھا ہے کیونکہ کلام کی تقدیر یہ ہے اور معمول بتقدیر اتق ذکر مکررا یہاں محذر منہ کا لفظ اس ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے جو معمول کی طرف عائد ہے اور یہ وضع اسم ظاہر موضع ضمیر اس لئے کر دیا ہے کہ معمول سے مراد محذر منہ ہے محذر نہیں عرب کے محاورہ میں یہ عمل کئی فوائد کے لئے کرتے ہیں مگر یہاں یہی فائدہ مقصود ہے۔ فائدہ تحذیر جب محذر ہو تو اس میں محذر منہ کا ذکر مخاطب کے آگاہ کرنے کے لئے شرط ہے اور جب محذر منہ ہو تو اس میں محذر منہ کا مکرر ذکر کرنا ضروری اور شرط ہے اور جب تحذیر محذر ہو تو محذر منہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا اسم صریح ہوگا یا اسم تاویلی۔ اگر اسم صریح ہوگا تو اس کے ذکر کرنے کے دو طریقے ہوں گے ایک واو دوسرا من اور اگر اسم تاویلی ہو تو اس کے ذکر کرنے کے تین طریقے ہوں گے اول واو دویم من سویم تقدیر من مثل **ایاك والاسد وایاك وان تحذف هذا ان مثالان لاول نوعی التحذیر ومعنا هما بعد نفسک من الاسد والاسد من نفسک وبعد نفسک عن حذف الانب و هو ضربهم بالعصاو بعد حذف الارنب عن نفسک و علی التقدیرین المحذرمنه هو الاسد والحذف فان المراد من تبعید الاسد او الحذف من نفسک تحذیر منهما لا تحذیر هما منها** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس تشریح یہ ہے کہ مصنفوں کا طریقہ یہ ہے کہ امثال مطابق ممثلات کے وارد کرتے ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ اول مثال تحذیر کے اول قسم کی ہے اور ثانی مثال ثانی قسم کی ہے اول مثال تو درست ہے لیکن ثانی مثال درست نہیں دو وجہوں سے اول یہ کہ قسم ثانی میں تحذیر کا محذر منہ کا ہونا شرط ہے اور یہاں تحذیر محذر ہے محذر منہ نہیں ہے ثانی یہ کہ قسم ثانی میں محذر منہ کا مکرر ہونا شرط ہے اور یہاں محذر منہ مکرر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دونوں مثالیں تحذیر کے اول کی قسم کی ہیں اور ان دونوں مثالوں کے معنی یہ ہیں کہ اے مخاطب تو اپنے نفس کو شیر سے بچا اور اسد کو اپنے نفس سے بچا اور خرگوش کے مارنے سے تو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اپنے نفس کو بچا اور حذف کے معنٰی یہاں خرگوش کے عصا سے مارنے کے ہیں اور اپنے سے خرگوش کو بچا اور ان دونوں تقدیروں پر یہاں محذر منہ اسد اور حذف ہے کیونکہ اسد اور حذف کے تمہید سے مراد نفس کا اسد اور حذف سے ڈرانا ہے اسد اور حذف کا نفس سے ڈرانا مقصود نہیں ہے **والطریق الطریق مثال لثانی نوعیه ای اتق الطریق الطریق** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور یہاں توضیح ایک ہی مثال سے ہو سکتی تھی پس تعدد امثلہ کی کیا حاجت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تعدد امثلہ باعتبار تعدد ممثلات کے ہوتا ہے چونکہ ممثلات متعدد ہیں اس لئے امثلہ بھی متعدد لائی گئی ہیں یعنی اول مثالیں تحذیر کے اول قسم کی ہیں اور یہ ثانی مثال تحذیر کے ثانی قسم کی ہے جس میں محذر منہ مکرر ہوا اول مثال میں مفعول بہ کا ناصب بعد کا لفظ اور ثانی مثال میں اتق کا لفظ مقدر ہے جس نے مفعول بہ میں نصب کا عمل کیا ہے اور اول مثالوں میں اول مثال اس تحذیر کی ہے جس میں تحذیر محذر اور محذر منہ اسم صریحی مذکور بالواؤ ہو اور ثانی مثال اس تحذر کی ہے جس میں تحذیر محذر اور محذر منہ اسم تاویلی ہو **ولا یخفی علیک ان تقدیر اتق فی اول النوعین غیر صحیح لانه لا یقال اتقیت زیدا من الاسد فینبغی ان تقدیر فیه مثل بعد ونح وتقدیر بعد فی مثال النوع الثانی غیر مناسب لان المعنٰی علی الاتقاء عن الطریق لا علی بتعیده** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تقدیر اتق نوع اول میں درست نہیں کیونکہ وہ فعل لازمی بنا بر مفعولیت نصب کا عمل نہیں کر سکتا کیونکہ اتقیت زیدا من الاسد نہیں بولا جاتا ہے پس مناسب ہے کہ اس میں بعد رنح کے الفاظ مقدر کئے جائیں اور بعد کی تقدیر نوع ثانی میں درست نہیں کیونکہ معنٰی مثال ثانی کے نفس کا طریق سے بچانے کے ہیں بعید طریق نفس سے مقصود نہیں ہے **فالصواب ان یقال بتقدیر بعد او اتق و نحوهما فیقدر مثل بعد فی جمیع افراد النوع الاول وفی بعض افراد النوع الثانی مثل نفسک نفسک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علی نے اوپر والے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ وہ اسم مذکور بتقدیر بعد یا اتق معمول ہے اور بعد یا اتق کی تقدیر سے اس کا معمول ہونا صواب بھی ہے پس قسم اول کے تمام افراد میں بعد کا لفظ مقدر کیا جائے گا اور نوع ثانی کے بعضے افراد میں بھی بعد کا لفظ مقدر مانا جائے گا جیسے نفسک نفسک میں ہے اور نوع ثانی کے بعضے افراد میں اتق مقدر کیا جائے گا جیسے الطریق الطریق میں ہے **فان المعنٰی علی بعد نفسك مما یو ذیك کا لاسد ونحو** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نفسک کے افراد نوع ثانی میں سے ہونا مسلم نہیں کیونکہ نوع ثانی میں تحذیر کا محذر منہ ہونا شرط ہے اور نفسک محذر ہے محذر منہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا ہے کہ نفسک کے معنٰی بعد نفسک مما یوذیک کے ہیں یعنی اپنے نفس کو مما یوذی یعنی عجب اور تکبر سے دور رکھ کیونکہ ان چیزوں سے نفس گمراہ ہوتا ہے **ویقدر مثل اتق فی بعضها کا المثال المذکور** یعنی نوع ثانی کے بعضے افراد میں اتق کا لفظ مقدر کیا جائے گا جیسے مثال مذکورہ میں ہے **قیل لفظ الاسد فی ایاک والاسد خارج عن النوعین فینبغی ان لا یکون تحذیرا ولیس کک فانه ایضا تحذیر** یہ ایک سوال ہے جس کا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیل سے نقل کر کے بیان کرتے ہیں کہ تحذیر کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے ایاک والاسد کی ترکیب کا اسد نکلتا ہے اس لئے کہ وہ دونوں نوعوں سے خارج ہے پس مناسب ہے کہ یہ تحذیر نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی یہ بھی تحذیر کی تعریف میں داخل ہے **واجیب بانه تابع للتحذیر والتوابع خارجة عن المحدود بدلیل ذکرها فیما بعد** اس میں اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اگر اسد تحذیر کی کی طرف سے خارج ہو جائے تو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس کا کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ تحذیر کا تابع ہے عین تحذیر نہیں ہے اور توابع اپنے متبوع محدود سے خارج ہوتے ہیں بدلیل اس کے کہ ان کا مابعد میں ذکر کیا جاتا ہے اگر یہ توابع توابع نہ ہوتے تو ان کا مابعد میں ذکر نہ کیا جاتا **وتقول فی قسمی النوع الاول ایاك من الاسد کما کنت تقول ایاک والاسد** یعنی جس طرح تحذیر کے اول دو قسموں میں ایاک والاسد واو کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اسی طرح ایاک من الاسد بجائے واو کے من کے ساتھ بھی استعمال کر سکتے ہیں **ومن ان تحذف کما کنت تقول ایاک وان تحذف** یعنی نوع ثانی میں جس طرح ایاک وان تحذف واو کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اسی طرح من ان تحذف من کے ساتھ بھی ادا کر سکتے ہیں **وتقول فی المثال الاخیر ایاک ان تحذف بتقدیر من ای ایاک من ان تحذف لان حذف حرف الجر عن ان وان قیاس** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ چاہیئے کہ یہاں بھی حرف عاطف مقدر مانا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حروف جارہ کا حذف ان اور انّ سے قیاس کے موافق ہے اور ان حروف کے علاوہ اور حروف کا حذف شاذ اور نادر ہے اور حرف عطف کا حذف بھی نادر ہے اس لئے یہاں حرف عطف مقدر نہیں مان سکتے ہیں **ولا تقول فی المثال الاول ایاک الاسد لامتناء تقدیر من وشذوزه مع غیر ان وان** یعنی اول دو مثالوں میں سے اول مثال میں ایاک الاسد نہیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ تقدیر من ان اور ان کے علاوہ حرف کے ساتھ منع اور شاذ ہے اس لئے اس کو بمن ملفوظ یا بواد مذکور استعمال کرینگے **فان قلت فلیکن بتقدیر العاطف** یہ ایک سوال ہے جو ایاک الاسد کے امتناع پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مناسب ہے کہ یہ ترکیب مقدر بعاطف ٹھہرائی جائے یعنی اس میں حرف عاطف مقدر مانا جائے **قلنا حذف العاطف اشذ شذوذ الان حذف حرف الجر قیاس مع ان وان فشاذ کثیر فی غیرهما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف عاطف کا حذف بہت ہی شاذ اور نادر ہے کیونکہ ان اور ان سے حرف جر کا حذف کرنا قیاس کے موافق ہے لیکن ان حروف کے علاوہ حروف سے حرف جر کا حذف کرنا بہت شاذ و نادر ہے اس لئے یہاں حرف عاطف مقدر نہیں مان سکتے ہیں **واما حذف العاطف فلم یثبت الانادرا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ پس حرف عاطف کو محذوف کر دیا جائے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حرف عطف کا حذف نادرا ثابت ہے چونکہ شاذ کثیر میں ممکن نہیں لہٰذا نادر میں بطریق اولیٰ عاطف کا حذف ممکن نہیں ہوگا **المفعول فیه هو ما فعل فیه** فعل مفعول فیہ کا لفظ ترکیب میں مرفوع ہے اور اس کے مرفوع ہونے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں اول کہ یہ مبتداء ہے اس کی خبر مقدم محذوف ہے یعنی ومنه المفعول فیہ ثانی یہ کہ یہ خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی ہذا باب مفعول فیہ ثالث یہ کہ یہ مبتداء ہی اور اس کی خبر ما فعل فیہ فعل مذکور کا جملہ ہے **ای حدث مذکور** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متبادر فعل سے فعل اصطلاحی ہے جو کہ مرکب نسبت فاعلی اور نسبت زمانی اور معنیٰ لغوی حدث سے ہوتا ہے اور ذکر کی قابلیت صرف حدث ہی میں پائی جاتی ہے نسبت فاعلی اور زمانی میں نہیں پائی جا سکتی ہے پس ما فعل فیہ فعل مذکور کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل سے یہاں مراد فعل لغوی حدث ہے اور یہ قابل ذکر ہے **تضمنا فی ضمن الفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب فعل سے مراد فعل لغوی حدث ہے پس اس تقدیر پر مفعول فیہ کی تعریف جامع نہیں ہوئی کیونکہ اس سے ضربت یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول فیہ خارج ہوا کیونکہ اس میں حدث غیر مذکور ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مذکور ہونا عام ہے خواہ مطابقۃ ہو جیسے ضربی یوم الجمعۃ میں ہے خواہ فعل

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے ضمن میں ہو جیسے ضربت یوم الجمعۃ میں ہے الملفوظ المقدر اس قید کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے یوم الجمعۃ صمت فیہ کی ترکیب کا مفعول فیہ خارج ہوا کیونکہ یہاں حدث بالکل مذکور نہیں ہے نہ مطابقۃ نہ فعل کے ضمن میں کیونکہ یہاں کوئی فعل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری یہاں اگر چہ لفظی نہیں لیکن تقدیری فعل ہے لہٰذا مفعول فیہ کی تعریف جامع ثابت ہوئی او شبهه كذالك اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے انا ضارب یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول فیہ خارج ہوا کیونکہ یہاں نہ فعل لفظی ہے نہ تقدیری شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ شبہ فعل ہو اور یہاں اگر چہ فعل حقیقی نہیں لیکن شبہ فعل موجود ہے او مطابقة اذا كان العامل مصدرا یہ اوپر تضمنا کے قول پر عطف ہے یعنی خواہ فعل تضمنا مذکور ہو خواہ مطابقۃ مذکور ہو یعنی صریحا مذکور ہو جیسے اجتبی جلوسک امام زید میں ہے فقوله ما فعل فيه دخل شامل لاسماء الزمان والمكان كلها فانه لا يخ زمان او مكان عن ان يفعل فيهما فعل سواء ذكرا لفعل الذى فعل فيهما اولاد قوله مذكور خرج به الايذكر فعل فعل فيه نحو يوم الجمعة يوم طيب فانه وان كان فعل فيه فعل لامحالة لكنه ليس بمذكور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عبارت مذکورہ کی جنسیت اور احترازیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ فعل فیہ فعل کا قول جنس ہے یہ تمام اسمائے زماں اور مکان کو شامل ہے کیونکہ فعل سے نہ کوئی زمانہ خالی ہوتا ہے اور نہ کوئی مکان بلکہ ان دونوں میں ضرور فعل واقع ہوتا ہے خواہ وہ فعل جو ان میں واقع ہوتا ہے مذکور ہو خواہ مذکور نہ ہو اور مذکور کا قول احترازی ہے اس سے وہ مفعول فیہ نکلا جس میں فعل مذکور نہ ہو جیسے یوم الجمعۃ یوم طیب میں ہے کیونکہ اس ترکیب میں یوم جمعہ اگر چہ فعل سے خالی نہیں۔ بلکہ اس میں فعل ضرور بالضرور واقع ہوتا ہے لیکن وہ فعل یہاں مذکور نہیں ہے۔لكن بقى مثل شهدت يوم الجمعة واخلافيه فان يوم الجمعة يصدق عليه انه فعل فيه فعل مذكور فان شهود يوم الجمعة لايكون الافى يوم الجمعة ملو اعتبر فى التعريف قيل الحيثية اى المفعول فيه ما فعل فيه فعل مذكور من حيث انه فعل فيه فعل مذكور لخرج مثل هذا المثال منه فان ذكر يوم الجمعة فيه ليس من حيث انه فعل فيه فعل مذكور بل من حيث انه وقع عليه فعل مذكور اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں شہدت یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول بہ داخل ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ترکیب مذکور میں یوم جمعۃ مفعول فیہ کی تعریف میں داخل ہے کیونکہ یوم جمعہ کے لفظ پر یہ صادق آتا ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا جائے اس لئے کہ یوم جمعہ کا شہود یوم جمعہ میں ہی ہوتا ہے لیکن یوم جمعہ کا دخول مفعول فیہ کی تعریف میں اس وقت ہوگا جس وقت حیثیت کی قید مفعل فیہ کی تعریف میں مراد نہ ہو اور اگر مفعول فیہ کی تعریف میں حیثیت کی قید معتبر مانی جائے یعنی تقدیر عبارت اس طرح ہو اے المفعول فيه مافعل فيه فعل مذكور من حيث انه فعل فيه فعل مذکور یعنی مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا جائے اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا جائے تو اس تقدیر پر مفعول فیہ کی تعریف سے مثال مذکور کا مفعول فیہ یوم جمعہ کا خارج ہو جائے گا کیونکہ اس میں یوم جمعہ کا ذکر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا جائے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے لہٰذا یہ مفعول بہ ہوگا ولا يخفى انه على تقدير اعتبار قيد الحيثية لا حاجة الى قوله مذكور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاتخفی سے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ اگر حیثیت کی قید

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مفعول فیہ کی تعریف میں معتبر کی جائے تو اس تقدیر پر مذکور کے قول کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اس کا ذکر بلا فائدہ ہوگا الا لزیادۃ تصویر المعرف اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر حیثیت کی قید کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مذکور کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ معرف کی زیادت تصویر کے لئے مذکور کا قول لایا گیا ہے **من زمان او مکان بیان لما الموصولة او الموصوفة اشارة الی قسمی المفعول فیه وتمهید البیان حکم کل منهما وهو ای المفعول فیه ضربان ما یظهر فیه فی وهو مجرور بها وما بقدر فیه فی وهو منصوب بتقدیرها وند اختلاف اصطلاح القوم فانهم لایطلقون المفعول فیه الاعلی المنصوب بتقدیر فی واما المجرور بها فهو مفعول به بواسطة حرف الجر لامفعول فیه وخالفهم المصنف رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه حیث جعل المجرور ایضا مفعولا فیه ولذلک قال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ من زمان اور مکان کے من کا لفظ بیانیہ ہے یعنی مفعول فیہ کی تعریف میں ما موصولہ یا موصوفہ مجمل تھا یہاں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا بیان کر کے مفعول فیہ کے دو قسموں کی طرف اشارہ کر دیا کہ مفعول فیہ زمانہ ہوتا ہے یا مکان اور زمان اور مکان ہر ایک کے حکم کے بیان کی تمہید کی طرف بھی تلمیح فرمائی یعنی مفعول فیہ کے دو قسمیں ہیں اول وہ ہے جس میں فی کا کلمہ ظاہر مذکور ہو اور مفعول فیہ بسبب اس فی جارہ کے مجرور ہو دوم جس میں فی کلمہ مقدر ہوتا ہے اس صورت میں مفعول فیہ بتقدیر فی منصوب ہوگا اور یہ قوم کی اصطلاح کے خلاف ہے کیونکہ وہ لوگ سوائے منصوب بتقدیر فی کے کسی دوسرے مفعول فیہ پر مفعول فیہ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں اور وہ مفعول فیہ جو بواسطہ حرف جر مجرور ہو اس کو مفعول بہ قرار دیتے ہیں اس کو مفعول فیہ نہیں سمجھتے ہیں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان لوگوں کی مخالفت کر کے مجرور کو بھی مفعول فیہ ٹھہرایا ہے اور اسی وجہ سے آگے چل کر وشرط نصبہ الخ کہہ دیا ہے **وشرط نصبه ای شرط النصب المفعول فیه** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ نصبہ کی ضمیر مجرورہ مفعول فیہ کی طرف راجع ہے **تقدیر فی** اذا لتلفظ بها یوجب الجر یعنی مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط کا مقدر ہونا ہے کیونکہ فی کے ذکر کرنے سے جر واجب ہوتا ہے **وظروف الزمان کلها بهما کان الزمان او محدودا تقبل ذالك ای تقدیر فی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ذالک کا مشار الیہ تقدیر فی ہے یعنی کل ظروف زمان خواہ مبہم ہوں خواہ محدود فی کی تقدیر کو قبول کرتے ہیں یعنی سب میں فی کا کلمہ مقدر مانا جاسکتا ہے۔ **لان لمبهم منها جزء مفهوم الفعل فیصح انتصابه بلاواسطة کالمصدر والمحدود ومنها محمول علیه ای علی المبهم لاشتراکهما فی الزمانیة نحو صمت دهرا وافطرت الیوم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظروف زمان کے فی کی تقدیر کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ ظروف زمانیہ مبہمہ فی کی تقدیر کو اس لئے قبول کرتے ہیں کہ یہ فعل کے مفہوم کے جزء ہوتے ہیں اس لئے مثل مفعول مطلق کے ان کا بلا واسطہ حرف جر منصوب ہو جانا درست اور صحیح ہے۔ اور ظروف زمانیہ محدودہ مبہمات پر محمول کئے جائیں گے کیونکہ زمان مبہم اور زمان محدود دونوں زمانیت میں مشترک ہیں لہٰذا جب ایک شریک میں بتقدیر فی نصب درست ہوگا تو دوسرا شریک بھی اس حکم میں داخل مانا جائے گا جیسے صمت دہرا وافطرت الیوم میں ہے اس مثال میں دہرا کا لفظ زمان مبہم اور یوم کا لفظ زمان محدود ہے اور دونوں منصوب بتقدیر فی ہیں یوم کو دہرا پر محمول کیا ہے **وظروف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ ظروف الزمان پر عطف ہے **المکان ان کان المکان** اس کے بڑھانے سے یہ مقصد ہے کان فعل ناقص کا اسم مکان کا لفظ ہے **مبهما قبل ذلك ای تقدیر فی حملا علی الزمان**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المبهم لاشتراکهما فی الابهام نحو جلست خلفک یعنی ظروف مکان اگر مبہم ہوں گے تو تقدیری قبول کریں گے اس لئے کہ ان کا اس صورت میں زمان مبہم اور زمان مبہم پر حمل ہوگا کیونکہ مکان مبہم دونوں ابہام کی صفت میں مشترک اور موصوف ہیں مکان مبہم کی مثال جلست خلفک ہے **والا وان لم یکن مبهما بل یکون محدودا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ ان کان مبہما سے استثناء ہے یعنی اگر مکان مبہم نہ ہو بلکہ محدود ہو تو تقدیری کو نہیں چاہے گا **فلا یقبل تقدیر فی اذ لم یمکن حمله علی الزمان المبهم لاختلافهما ذاتا وصفة نحو جلست فی المسجد** اس لئے کہ اس صورت میں مکان محدود کا حمل زمان مبہم پر ممکن نہیں کیونکہ یہ دونوں باعتبار ذات اور صفات کے آپس میں مختلف ہیں ذاتی اختلاف تو ظاہر ہے کہ ایک مکان ہے اور دوسرا زمان اور صفتی یہ ہے کہ ایک کی صفت محدودیت ہے دوسرے کی صفت ابہام اور ان دو صفتوں میں تضاد ہے اگر ایک کا دوسرے پر حمل کرتے ہیں تو اس سے ایک متضاد کا حمل دوسرے متضاد پر لازم آتا ہے لہٰذا مکان محدود کا زمان مبہم پر حمل نہ کیا جائے اور اس میں فی کی تقدیر نہ ہوگی بلکہ فی ملفوظ مانی جائے گی جیسے جلست فی المسجد میں فی ملفوظ ہے۔ **و فسر المبهم من المکان باالجهات الست وهی امام وخلف و یمین و شمال و فوق و تحت و ما فی معنا ها** یعنی مکان مبہم کی جہات ستہ سے تفسیر کی گئی ہے یعنی وہ الفاظ مذکورہ بالا ہیں اور جو ان کے معنی میں ہیں یعنی قبل دو بر و علو و سفل و جنوب و شمال **فان امام زید مثلا یتناول جمیع ما یقابل وجهه الی انقطاع الارض فیکون مبهما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہات ستہ کے مبہم ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ جہات ستہ میں ابہام اس لئے ہے کہ مثلاً امام کے لفظ کا اطلاق زید کے منہ کے مقابلہ میں زمین کے ختم ہونے کے مقام تک، پر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ مسافت مبہم ہے لہٰذا امام جہات ستہ مبہمہ میں سے ٹھہرا **ولما لم یتنال هذا لتفسیر بعض الظروف المکانیة الجائز نصبها قال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکور بالا عند ولدی و دون و سوئے سے منقوض ہے کیونکہ یہ الفاظ جہات ستہ میں سے نہیں ہیں اور باوجود اس کے یہ بتقدیری منصوب مانے جاتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ سوال ظاہر فرما کر کہہ دیا کہ اس کا جواب آگے چل کر مصنف کافیہ خود فرمائیں گے **وحمل علیه ای علی المبهم المفسر بالجهات الست وعند ولدی و شبههما نحو دون وسوئے لا بها مهما ای لابهام عند ولدی** اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عندی ولدی اور ان کے شبہ یعنی دون و سوئے کے الفاظ منصوب بتقدیری اس لئے ہیں کہ یہ اس مبہم مفسر بجہات ستہ پر محمول ہیں کیونکہ جس طرح وہ مبہم تھا اسی طرح یہ الفاظ بھی مبہم ہیں اس صفت مشترکہ کے بنا بران کا مبہم مفسر بجہات ستہ پر حمل کیا گیا **ولم یذکر وجه حمل شبههما علیه لان حکمه حکمهما** یعنی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دون و سوی کی مشابہت کے حمل کی وجہ بیان نہیں کی کیونکہ جو حکم مبہم مفسر بجہات ستہ کا ہے وہ ہی دون و سوی کا ہے **وفی بعض النسخ لابهامها کما هو الظاهر** یعنی بعضے نسخوں میں کافیہ کے لابہا مہا کی جگہ لابہامہا ہے جیسا کہ ظاہر بھی ہے اس نسخہ کی تقدیر پر لابہامہا کی ضمیر واحد مؤنث غائبہ عند ولدی دون و سوئے ان جملہ الفاظ کی طرف راجع مانی جائے گی نہ صرف عند ولدی کی طرف **وکذا احمل علی المبهم من المکان** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ وحمل علیہ پر عطف ہے لفظ مکان **وان کان معناه نحو جلست مکانک لکثرة فی الاستعمال مثل الجهات الست لا لابهامه** یعنی اسی طرح مکان مبہم پر مکان کے لفظ کا حمل کیا جائے گا اور منصوب بتقدیری مانا جائے گا اگرچہ وہ معین ہے جیسے مثال مذکور میں ہے اور یہ حمل اس لئے ہے کہ جس طرح جہات ستہ کثیر الاستعمال ہیں اسی طرح یہ لفظ مکان بھی کثیر الاستعمال ہے اسی مشابہت سے اس کا حمل ہوگا ابہام کی وجہ سے اس کا حمل

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں مانا جائے گا اور پر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ ذکر کیا تھا کہ مکان محدود میں تقدیر فی نہیں ہوگی اس پر ایک سوال مقدر وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا دخلت کے بعد جو مکان ہوتا ہے اس سے منتقض ہے جیسے دخلت الدار میں کیونکہ دار مکان محدود ہے اور باوجود اس کے اس میں تقدیر فی ہوتی ہے آگے چل کر ما بعد دخلت کے قول سے اس کا جواب خود ہی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیں گے وہ یہ ہے **وكذا حمل عليه ما بعد دخلت وان كان معينا نحو دخلت الدار لكثرة في الاستعمال لا لا بها مه على الاصح اى على المذهب الاصح** یعنی اسی طرح مکان مبہم پر ما بعد دخلت کا حمل ہوگا اگرچہ وہ معین بھی ہو جیسے دخلت الدار میں ہے یہ حمل بھی کثرت استعمال کی بنا پر ہوگا ابہام کی وجہ سے نہیں ہوگا اور یہ ما بعد دخلت کو مکان مبہم پر حمل کر کے مفعول فیہ منصوب بتقدیر فی ٹھہرانا مذہب اصح کی بنا پر ہے فانہ ذهب بعض النحاة الى انه مفعول به لاكن الاصح انه مفعول فيه کیونکہ بعضے نحات اس کو مفعول بہ ٹھہراتے ہیں لیکن اصح مذہب یہی ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے والاصل استعماله بحرف الجر لكنه حذف لكثرة استعماله یعنی اصل میں ما بعد دخلت کا استعمال حرف جر سے ہوتا ہے لیکن اس کی کثرت استعمال کی وجہ سے حرف جر حذف کیا جاتا ہے **وهذه محل تامل فان الفعل لايطلب المفعول فيه الابعد تمام معناه ولاشک ان معنى الدخول لايتم بدون الدار و بعد تمام معناه لها يطلب المفعول فيه كما اذا قلت دخلت الدار فى البلد الفلا فى فالظاهر انه مفعول به لا مفعول فيه ومما يويد ذلک ان كل فعل نسب الى مكان خاص بوقوعه فيه يصح ان ينسب الى مكان شامل له ولغيره فانه اذا قلت ضربت زيدا فى الدار التى هى جزء من البلد فكما يصح ان تقول ضربت زيدا فى الدار كذلک يصح ان تقول ضربته فى البلد وفعل الدخول بالنسبة الى الدار ليس ككك فانه اذا قال الداخل فى البلد دخلت الدار لايصح ان يقول دخلت البلد فنسبة الدخول الى الدار ليست كنسبة الافعال الى امكنتها التى فعلت فيها فلا تكون الدار مفعولا فيه بل مفعولا به** اس مقام میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر پر تنبیہ کرتے ہیں کہ جو لاکن الاصح انہ مفعول فیہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ما بعد دخلت کے مفعول فیہ ہونے میں تامل ہے کیونکہ فعل اپنے معنی تمام ہونے کے بعد ہی مفعول فیہ کو چاہتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ دخول کے معنی بدون ذکر دار کے تمام نہیں ہوتے بلکہ دار سے اس کے معنی تمام ہوتے ہیں اس کے بعد مفعول فیہ کو چاہتا ہے جیسے دخلت الدار فی البلدار الفلانی کی ترکیب میں ہے پس ظاہر یہ ہے کہ ما بعد دخول مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں اور اس کی تائید میں ہے یہ کہ جب ہر فعل کی نسبت اس خاص مکان کی طرف ہوتی ہے جہاں یہ واقع ہوتا ہے پس اس میں یہ صحیح ہے کہ فعل کی نسبت اس مکان کی طرف کی جائے جو اس مکان خاص اور اس کے غیر کو بھی شامل ہو کیونکہ جب ضربت زیدا فی الدار التی ہی جزء من البلد کہا جائے یعنی میں نے زید کو اس دار میں مارا جو کہ وہ شہر کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے تو جس طرح ضربت زیدا فی الدار صحیح ہے اسی طرح ضربتہ فی البلد بھی کہہ سکتے ہیں اور دخول کا فعل بہ نسبت دار کے اس طرح نہیں کیونکہ اس وقت اگر شہر کا متکلم دخلت الدار بولے گا تو اس کو دخلت البلد کہنا نہیں چاہیئے اس لئے کہ یہ کلام لغو ہے لہٰذا دخول کی نسبت دار کی طرف مثل نسبت ان افعال کے نہیں ہے جن کی نسبت ان امکنہ کی طرف ہوتی ہے۔ جہاں یہ افعال واقع ہوتے ہیں پس اس تقدیر پر دار مفعول فیہ نہیں ہوا بلکہ مفعول بہ ٹھہرا یا یہ سوال کی تشریح ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا لیکن اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حکم اس فعل میں ہے جس کے مفہوم میں نقل خارج سے داخل کی طرف یا داخل سے خارج کی طرف معتبر ہو اور دخول کے مفہوم میں صرف نقل

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خارج سے داخل کی طرف معتبر ہے لہٰذا مابعد دخلت مفعول فیہ ٹھہرا وقیل معناہ علی الاستعمال الاصح فیکون اشارۃ الی ان الاستعمال دخلت مع فی نحو دخلت فی الدار صحیح لکن الاصح استعمالہ بدون فی ونقل عن سیبویہ ان استعمالہ بفی شاذ یعنی اصح کے معنی میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مابعد دخول بنابر استعمال ﴿اصح مفعول فیہ ہے پس اس تقدیر پر اس سے اس طرف اشارہ ہو جائے گا کہ دخلت کا استعمال معہ کلمہ فی صحیح ہے﴾ معہ کلمہ فی صحیح ہے لیکن اس کا اصح استعمال بدون فی کے ہے وینصب ای المفعول فیہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ینصب کا فاعل ضمیر مستتر مفعول فیہ کی ہے بعامل مضمر بلاشریطۃ التفسیر نحو یوم الجمعۃ فی جواب من قال متی سرت ای سرت یوم الجمعۃ یعنی مفعول فیہ بلاشرط تفسیر عام مضمر ومقدر سے منصوب ہو سکتا ہے جیسے متی سرت کے سائل کے سوال کے جواب میں یوم الجمعۃ کہا جائے جس کی تقدیر سرت یوم الجمعۃ یعنی یوم جمعہ عامل مقدر سرت سے منصوب ہے وبعامل مضمر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر وینصب بعامل مضمر پر عطف ہے۔ علی شریطۃ التفسیر نحو یوم الجمعۃ صمت فیہ والتفصیل فیہ بعینہ کما مر فی المفعول بہ یعنی مفعول فیہ عامل مقدر سے بنابر اضمار علی شریطۃ التفسیر بھی منصوب ہو سکتا ہے جیسے یوم الجمعہ صمت فیہ کی ترکیب میں یوم جمعہ مفعول فیہ منصوب بفعل مقدر ہے جس کی تفسیر اس کے بعد کا فعل صمت کر رہا ہے اور اس میں اختیار رفع ونصب اور یستوی الامران والی تفصیل بعینہ وہی ہے جو مفعول بہ کی بحث میں مذکور ہو چکی ہے وہاں پر ملاحظہ ہو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے المفعول لہ ھو مافعل لاجلہ ترکیب میں یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی یا مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے یا یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد کی عبارت اس کی خبر ہے اور ہو ضمیر فعل ہے اور لہ کی ضمیر مجرور المفعول کے الف ولام کی طرف راجع ہے جو بمعنی الذی کے ہے اور لہ کا لفظ ترکیب میں مفعول مالم یسم فاعلہ مقام رفع میں ہے اسی طرح بہ ومعہ وفیہ کے الفاظ کو بھی قیاس کر لینا چاہئے ای لقصد تحصیلہ او بسبب وجودہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں اول وہ جو فعل کے لئے علت غائی ہو جیسے ضرب کے لئے تادیب ہے اور غائی وہ ہے جو ایسا نہ ہو جیسے قعود کے لئے تعین ہے قسم اول بحسب تعقل فعل کی علت ہوگی اور بحسب وجود خارجی کے اس کا معلول ہوگا اور قسم ثانی بحسب وجود کے فعل کی علت ہوگی یعنی مفعول لہ وہ اسم ہے جس کی تحصیل کی بنا پر یا جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا جاتا ہے وخرج بہ سائر المفاعیل مما فعل مطلقا او بہ او فیہ او معہ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لاجلہ کی قید قید احترازی ہے۔ اس قید سے باقی تمام مفاعیل یعنی مفعول مطلق اور مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول معہ مفعول لہ کی تعریف سے خارج ہو گئے فعل ای حدث اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے اور سوال وجواب کی تشریح مفعول فیہ کی بحث میں ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو دوبارہ ذکر کرنے سے طوالت ہوگی مذکور ای ملفوظ حقیقۃ او حکما اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول لہ کی تعریف سے تادیبا نکلا جو لم ضربت زیدا کے جواب میں کہا جائے کیونکہ یہاں فعل مذکور نہیں اور باوجود اس کے یہ مفعول لہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مذکور عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی یہاں اگرچہ فعل حقیقۃ مذکور نہیں لیکن حکما مذکور ہے لہٰذا اب مفعول لہ کی تعریف سے وہ مفعول لہ خارج نہیں ہوا جس کا فعل مقدر ہو جیسے مثال مذکور میں ہے۔ فلا یخرج عنہ ما کان فعلہ مقدرا کما اذا قلت تادیبا فی جواب من قال لم ضربت زیدا . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر حکما کی قید کے بڑھانے پر تفریع کی ہے یعنی جب ہم نے مذکور کو عام مانا کہ خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی تو اس تقدیر پر تادیبا جو لم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضربت زیدا کے جواب میں کہا جائے مفعول لہ کی تعریف میں داخل ہوا کیونکہ یہاں پر اگرچہ فعل مذکور لفظا نہیں لیکن حکما مذکور ہے۔ فقولہ مذکور احتراز عن مثل اعجبنی التادیب اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مصنف کافیہ کے مذکور کا قول احترازی ہے اس سے اعجبنی التادیب کی مثال سے احتراز ہوا کیونکہ اس میں فعل نہ ھیئۃ مذکور ہے نہ حکما یعنی یہ مفعول لہ کی تعریف سے خارج ہوا فان قلت کیف یصح الاحتراز به عنه وهو ای الفعل الذی فعل لاجله مذکور فی الجملة کما فی ضربت زیدا یہ ایک سوال ہے جو احتراز عن مثل اعجبنی التادیب کی عبارت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مذکور کی قید سے اعجبنی التادیب سے احتراز کیونکر درست ہوگا۔ کیونکہ اس میں وہ فعل جو مفعول لہ کے حصول کی بنا پر یا اس کے وجود کے سبب سے کیا جاتا ہے فی الجملہ مذکور ہے لہٰذا یہ بھی مفعول لہ کی تعریف میں داخل ہوا جیسے ضربت زیدا کی ترکیب میں ہے قلنا المراد مذکور معه یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مذکور سے مراد یہ ہے کہ اس اسم مفعول لہ کے ساتھ میں مذکور ہو یہ ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں فعل اس کے ساتھ مذکور نہیں ہے لہٰذا مذکور کے قول کی احترازیت درست ہوئی فان قلت هو مذکور معه کما فی ضربته تادیبا یہ اوپر والے سوال مقدر کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعل اس کے ساتھ مذکور ہے جیسے ضربتہ تادیبا میں ہے پس مذکور کی احترازیت جائز نہیں ہے قلنا المراد مذکور معه فی الترکیب الذی هو فیه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مذکور سے مراد یہ ہے کہ جس ترکیب میں یہ اسم واقع ہوا اسی ترکیب میں اس کے ساتھ فعل مذکور ہو اور مثال مذکور میں ایسا نہیں ہے لہٰذا مذکور کے قول کی احترازیت پر درست ثابت ہوئی وبردحینئذ نحو اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجله یہ اوپر والے سوال کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح اس طرح ہے کہ جب مذکور سے مراد یہ ہے کہ جس ترکیب میں یہ اسم واقع ہوا اسی ترکیب میں اس اسم کے ساتھ فعل مذکور ہو تو اس وقت اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجله کی ترکیب پر اعتراض وارد ہو جائے گا کیونکہ اس ترکیب میں اس اسم کے ساتھ فعل مذکور ہے اگرچہ ذکر میں موخر ہے ﴿اس میں اللہم سے جواب کا اشارہ کیا ہے﴾ اللهم الاان یراد بذکره معه ایراده معه للعمل فیه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مفعول لہ کے ساتھ فعل مذکور ہونے سے مراد یہ ہے کہ مفعول لہ کے ساتھ فعل اس میں عمل نصب پیدا کرنے کی غرض سے ذکر کر کے لایا جائے اور یہ معلوم ہے کہ ترکیب مذکور میں مفعول لہ کے ساتھ فعل عمل کے لئے مذکور نہیں ہے لہٰذا مذکور کی احترازیت پھر بھی درست اور صحیح ٹھہری مثل ضربته تادیبا مثال لما فعل لقصد تحصیله فعل وهو الضرب فان التادیب انما یحصل بالضرب ویترتب علیه یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے قصد تحصیل کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو اور وہ فعل مذکور مثال مذکور میں ضرب ہے کیونکہ تادیب ضرب ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ضرب ہی پر مرتب ہوتی ہے قعدت عن الحرب جنبا مثال لما فعل بسبب وجوده فعل وهو القعود فان القعود وانما وقع بسبب الجبن اس میں اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور وہ فعل مذکور یہاں قعود ہے کیونکہ قعود بسبب پائے جانے جبن کے جس کے معنی نامردی کے ہیں واقع ہوا ہے کیونکہ اگر نامرد نہ ہو تو وہ حرب سے قعود کبھی بھی اختیار نہیں کرے گا والقائل بکون المفعول له معمولا مستقلا غیر داخل فی المفعول المطلق یخالف اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عبارت میں خلافا کا لفظ مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق میں شرط یہ ہے کہ اس میں فعل مذکور کے معنی پائے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائیں اور اس پر فعل مذکور کا اشتمال ایسا ہو جیسا کہ اشتمال کل کا جزء پر ہوتا ہے اور یہاں اس کے قبل کوئی ایسا فعل مذکور نہیں ہے جس کے معنٰی اسم مفعول مطلق پر مشتمل ہوں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت عربی مذکورہ میں یخالف کا لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری یہاں اگرچہ لفظی فعل مذکور نہیں لیکن تقدیری موجود ہے جو کہ یخالف ہے یعنی جو شخص کہ مفعول لہ کو معمول مستقل مان کر اس کو مفعول مطلق میں داخل نہیں کرتا وہ اس سے زجاج کی مخالفت کرتا ہے۔ **خلافا ظاهر اللزجاج فانه اى المفعول له عنده اى عند الزجاج مصدر** یعنی اس میں زجاج کی مخالفت بالکل ظاہر ہے کیونکہ مفعول لہ زجاج کے نزدیک مصدر ہے باقی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فانہ کے بعد مفعول لہ ظاہر کیا اور عندہ کے بعد زجاج نکال کر یہ اشارہ کیا ہے کہ پہلی ضمیر مفعول لہ کی طرف ہے اور دوسری ضمیر عندہ کی زجاج کی طرف راجع ہے باقی مطلب بالکل صاف ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے **من غير لفظ فعله فالمعنٰى عنده فى المثالين المذكورين ادبته بالضرب تاديبا وجنبت فى القعود عن الحرب جبنا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاج کی طرف سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصدر میں یہ شرط ہے کہ اس پر فعل مذکور کے معنٰی ایسے مشتمل ہوں جیسا کہ اشتمال کل کا جزء پر ہوتا ہے اور یہاں ضربت کے معنٰی ضرب پر مشتمل ہیں نہ تادیب پر اور قعدت کے معنٰی کا اشتمال قعود پر ہے جبنا پر نہیں ہے لہٰذا تادیبا اور جبنا کے الفاظ کی مصدریت صحیح نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاج کی طرف سے اس کا جواب دیا کہ اشتمال عام ہے خواہ صریحی ہو خواہ تاویلی یہاں اگرچہ صریحی اشتمال نہیں لیکن تاویلی موجود ہے کیونکہ زجاج کے نزدیک امثال مذکورہ کے معنٰی **ادبته بالضرب تاديبا وجنبت فى القعود عن الحرب جبنا** ہیں لہٰذا اشتمال تاویلی موجود ہونے پر الفاظ مذکورہ کے مصدریت زجاج کے نزدیک درست اور صحیح ثابت ہوئی **او ضربته ضرب تاديب وقعدت قعود جبن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا الفاظ مذکورہ کی مصدریت باعتبار مضاف مقدر کے ہے جس کی تقدیر عبارت عربی میں مذکور ہے پس اس تقدیر پر بھی اشتمال پایا گیا لہٰذا الفاظ مذکورہ کی مصدریت درست ثابت ہوئی اور الفاظ مذکورہ زجاج کے نزدیک مصادر ٹھہرے اب آگے چل کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زجاج کے قول کا رد بیان کریں گے۔ **ورد قول الزجاج بان صحة تاويله نوع بنوع لاتدخله فى حقيقة الاترای ان صحة تاويل الحال بالظرف من حيث ان معنٰى جاء زيد راكبا جاء زيد وقت الركوب من غير ان تخرج عن حقيقتها** . یعنی زجاج کے قول کو اس طرح رد کر سکتے ہیں کہ ایک نوع کی صحت دوسرے نوع کو اس کی حقیقت میں داخل نہیں کر سکتی ہے دیکھو حال کی تاویل ظرف سے درست ہے کیونکہ جاء زید راکبا کے معنٰی حقیقت میں جاء زید وقت الرکوب ہیں اور باوجود اس کے یہ ظرف کے تاویلی حال کو اپنے حالیت کی حقیقت سے خارج نہیں کر سکتے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ مذکورہ اگرچہ بذریعہ تاویل مذکور مصادر بھی ہو جائیں لیکن وہ اس تاویل سے اپنے مفعول لہ ہونے کی حقیقت سے خارج نہیں ہوئے گے بلکہ اس تاویل کی صورت میں بھی مفعول لہ ہی قرار پائیں گے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاج کے قول کو خوب رد کیا۔ جزاہ اللہ دار لجنان آمین ثم آمین **وشرطه نصبه اى شرط انتصاب المفعول له لا شرط كون الاسم مفعولا له فالسمن والاكرام فى قولك جئتك للسمن ولاكرامك الزائر عنده مفعول له على ما يدل عليه حده وهذا كما قال فى المفعول فيه ان شرط نصبه تقدير فى وهذا ايضا خلاف اصطلاح القوم** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ نصبہ کی ضمیر مجرورہ مفعول لہ کی طرف راجع ہے یعنی مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط تقدیر لام ہے یہ تقدیر لام اسم کے مفعول لہ ہونے کی شرط نہیں ہے پس اس تقدیر پر وہ مفعول لہ جو معرف باللام ہو جیسے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

السمن والاکرام کے الفاظ جئتك للسمن ولا کرامك الزائر کی ترکیبوں میں ہیں مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مفعول لہ ہے جیسا کہ اس پر مفعول لہ کی تعریف دلالت کرتی ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ مفعول فیہ کی بحث میں کہا تھا کہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط تقدیری ہے اور اس میں بھی وہی قوم کی اصطلاح کے خلاف کا مضمون ہے جس کا ذکر مفعول فیہ کی بحث میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے وہاں پر ملاحظہ کریں **تقدیر اللام لانها اذا ظهرت لزم الجر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفعول لہ کے بتقدیر لام منصوب ہونے کی دلیل اور وجہ بیان فرمائی ہے کہ بتقدیر لام اس لئے منصوب ہوگا کہ اگر لام کو ظاہر کر کے ذکر کیا جائے تو اس سے مفعول لہ کا مجرور ہونا لازم ہو جائے گا **وخص اللام بالذكر لانها الغالب في تعليلات الافعال فلا يقدر غيرها من او الباء او في مع انها من وداخل المفعول له كقوله تعالىٰ خاشعا متصدعا من خشية الله وقوله تعالىٰ فبظلم من الذين هادوا حرمنا وقوله عليه السلام ان امراة دخلت النار في هرة ايى لا جلها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح لام تعلیل کے لئے آتا ہے اسی طرح من اور با اور فی کے الفاظ بھی تعلیل کے معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں پس لام کے ذکر کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ افعال کی تعلیلات کے لئے اکثر و اغلب لام ہی مستعمل ہوتا ہے لہٰذا مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لئے سوائے لام کے من اور باء اور فی کے الفاظ مقدر نہیں ہوں گے بلکہ لام ہی مقدر ہوگا باوجود اس کے کہ یہ الفاظ مذکورہ بھی مفعول لہ کے دواخل میں سے ہیں من کی مثال اللہ کے قول خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ میں ہے اور باء کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول فبظلم من الذین ہادوا حرمنا میں ہے اور فی کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ان امرۃ دخلت النار ہرۃ میں ہے ان جملہ امثال میں من اور باء اور فی کے الفاظ تعلیل کے لئے مستعمل ہوئے ہیں لیکن یہ اکثر اور اغلب نہیں اور ایی لاجلہا میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فی کے تعلیلی معنیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے چونکہ فی کا تعلیل میں استعمال بہت ہی کم ہے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مذکور میں فی تعلیل کے لئے مستعمل ہوئی ہے۔ **ولما كان تقدير اللام عبارة عن حذفها عن اللفظ وابقائها في النية وكان الاصل ابقاءها في اللفظ والنية فلا حاجة في ابقائها في النية الى شرط بل الحاجة اليه انما يكون في حذفها من اللفظ ولهذا قال** اس میں آگے عبارت کی تمہید ہے اور ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے جس کی تشریح آگے آتی ہے اور جب کہ تقدیر لام کے لفظ سے حذف کرنے اور نیت میں باقی رکھنے سے عبارت تھی اور اصل میں اس کا لفظ اور نیت میں باقی چھوڑنا ہے اس لئے نیت میں اس کے باقی رکھنے کی کوئی حاجت کسی شرط کی طرف نہیں ہے بلکہ حاجت صرف اس کے باقی رکھنے میں لفظ سے حذف کرنے میں ہے اور اسی وجہ سے کہا ہے **وانما يجوز حذفها ولم يكتف بارجاع ضمير الفاعل الى تقدير اللام فيجوز حذفها كما يجوز ذكرها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یجوز میں ضمیر مستتر فاعل کی تقدیر لام نہیں مانی ہے باوجود اس کے کہ یہ بھی مقصود پر دال ہے اور مختصر بھی ہے خیر الکلام ماقل ودل حذفہا کے لفظ کو یجوز کا فاعل بنایا ہے اس میں کیا نکتہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تقدیر کے معنیٰ اسقاط لفظ کے اور ابقاء فی النیۃ کے ہیں اور حذف کے معنیٰ مطلق اسقاط کے ہیں خواہ بقاء فی النیۃ ہو خواہ نہ ہو اس لئے مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ضمیر مستتر فاعل کی تقدیر لام کی طرف راجع مان کر کے اکتفاء نہیں کیا جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ جس طرح لام کا ذکر کرنا جائز ہے اسی طرح اس کا حذف کرنا بھی درست

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے کیونکہ اگر یجوز میں ضمیر مستتر فاعل کی تقدیر اللام کی طرف راجع مان کر اکتفاء کرتے تو اس صورت میں یہ وہم پیدا ہوتا کہ اسقاط لفظ سے اور بقاء فی الذہن دونوں آنے والی شرطوں سے مشروط ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بقاء فی الذہن اصل ہے وہ محتاج کسی شرط کے نہیں ہے یہ وجہ ہے ضمیر مستتر کی تقدیر اللام کی طرف نہ راجع کرنے کی اذا کان المفعول له اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ کان کا اسم مفعول لہ ہے فقط فعلا احتراز عما اذا کان عینا نحو جئتك للسمن اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعلا کا لفظ قید احترازی ہے اس سے احتراز اس مفعول لہ سے ہوا جو فعل نہ ہو بلکہ ذات جو جیسے مثال مذکور میں سمن ہے کہ یہ فعل نہیں ہے بلکہ عین ذات ہے **لفاعل الفعل المعلل به ای اتحد فاعله و فاعل عامله احتراز عما اذا کان فعلا لغیره نحو جئتك لمجیئك ایای** یعنی لام کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو یعنی مفعول لہ کا فاعل اور اس کے عامل یعنی فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہی ہو یہ بھی قید احترازی ہے اس سے اس مفعول لہ سے احتراز ہوا جو کہ فعل غیر کا ہو جیسے مثال مذکور میں لمجیئک ایای ہے کہ یہ مفعول لہ ہے لیکن فعل غیر ہے اس لئے یہ مفعول لہ کی تعریف سے خارج ہوا **ومقارِ فاله** ای للفعل المذکور اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لہ کی ضمیر مجرور فعل مذکور کی طرف راجع ہے۔ **فی الوجود بان یتحد زمان وجودهما نحو ضربته تادیباً اذ زمان الضرب والتادیب واحد اذ لا مغایرة بینهما الا بالاعتبار** اور وہ مفعول لہ وجود خارجی میں فعل مذکور کا مقارن بھی ہوا اس طرح کہ دونوں کے وجود کا زمان ایک ہی ہو جیسے مثال مذکور میں ہے کہ اس میں ضرب اور تادیب دونوں کا زمانہ ایک ہی ہے سوائے مغائرت اعتباری کے ان کے درمیان دوسری کوئی مغائرت نہیں ہے صرف مغایرت اعتباری ہے کیونکہ یہی ضرب حدث جو فاعل سے صادر ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ یہ ایک درد والم ہے ضرب سے مسمی کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ مضروب کے اخلاق حسنہ سے موصوف ہونے کا سبب ہے تادیب سے مسمی کیا جاتا ہے واقع میں دونوں ایک ہی چیز کا نام ہے **اویکون زمان وجود احد هما بعضا من زمان وجود الاخر نحو قعدت عن الحرب جبنا فان زمان الفعل اعنی القعود عن الحرب بعض زمان المفعول له اعنی الجبن و نحو شهدت الحرب ایقاعا للصلح بین الفریقین فان زمان المفعول له اعنی ایقاع الصلح بعض زمان الفعل اعنی شهود الحرب** یہ جملہ اوپر بان یتحد زمان وجودہما کے جملہ پر عطف ہے یعنی یا مفعول لہ اور فعل معلل بہ میں سے ایک کے وجود کا زمانہ دوسرے وجود کے زمان سے بعض ہو جیسے قعدت عن الحرب جبنا میں ہے کہ اس میں فعل یعنی قعود عن الحرب کے وجود کا زمانہ مفعول لہ یعنی جبن کے وجود کے زمانہ سے بعض ہے یا جیسے شہدت الحرب ایقاعا للصلح میں ہے کہ اس میں بھی زمانہ مفعول لہ یعنی ایقاع صلح بین الفریقین کا زمانہ فعل یعنی شہود حرب کے زمانہ سے بعض ہے یہ سب مفعول لہ کی امثال ہیں **واحترز بذلك القید مما اذا لم یکن مقارنا له فی الوجود نحو اکرمتك الیوم لوعدی بذلك امس وانما اشترط هذه الشرائط لانه بهذه الشرایطه یشبه المصدر فیتعلق بالفعل بلا واسطه تعلق المصدر به بخلاف ما اذا اختل شی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بتاتے ہیں کہ مقارنہ کا قول بھی احترازی ہے یعنی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ قید لا کر اس مفعول لہ سے احتراز کیا جو فعل معلل بہ سے وجود میں مقارن نہ ہو جیسے مثال مذکور میں لوعدی مفعول لہ کے وجود کا زمانہ امس ہے اور اکرام کے وجود کا زمانہ الیوم ہے اور الیوم ہے اور امس میں عدم مغارنت ظاہر ہے محتاج شرح نہیں ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حذف لام کے لئے یہ شرائط اس لئے شرائط قرار دی ہیں کہ ان شرطوں کی بنا پر مفعول لہ مصدر سے مشابہ ہوتا ہے پس جس طرح مصدر بلا واسطہ حرف فعل سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

متعلق ہوتا ہے اسی طرح مفعول لہ بھی فعل سے بلا واسطہ متعلق ہوگا بخلاف اس کے کہ جب ان شرائط مذکورہ میں سے کسی شرط میں کوئی نقصان واقع ہو کہ اس وقت یہ مفعول لہ مصدر سے مشابہ نہیں ہوگا پس اس صورت میں فعل سے بواسطہ متعلق ہوگا الا لام اس وقت محذوف نہیں ہوگا **المفعول معه ای الذی فعل لمصاحبة بان یکون الفاعل مصاحبا فی صدور الفعل عنه والمفعول به فی وقوع الفعل علیه** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معہ کی ضمیر مجرورہ دو حالتوں سے خالی نہیں المفعول کے الف لام کی طرف راجع ہوگی یا مفعول کے لفظ کی طرف راجع ظہرائی جائے گی اور یہ دونوں وجہیں نہیں اول اس لئے کہ اس سے اضمار حروف کا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے اور ثانی اس لئے درست نہیں کہ اس سے معیت شے الیہ لازم ہوتی اور یہ صحیح نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معہ کی ضمیر مجرورہ المفعول کے الف ولام کی طرف راجع ہے لیکن یہ الف ولام حرفی نہیں بلکہ موصولہ ہے بمعنی الذی کے اور مفعول بمعنی فعل کے ہے جس کی تقدیر الذی فعل معہ ہوگی یعنی وہ مفعول معہ جس کی مصاحبت کے ساتھ فعل مذکور کیا جائے اور مصاحبت اس طرح ہوگی کہ فاعل اس مفعول معہ کے ساتھ صدور فعل میں شریک اور مصاحب ہوگا یعنی جس طرح فاعل سے صدور فعل ہوتا ہے اسی طرح مفعول معہ سے بھی فعل صادر ہو یا مفعول بہ وقوع فعل میں اس کا شریک اور مصاحب ہو یعنی جس طرح مفعول بہ پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے اسی طرح اس مفعول معہ پر بھی فعل واقع ہو۔ **فقوله معه مفعول مالم یسم فاعله اسند الیه المفعول کما اسند الی الجار والمجرور فی المفعول به وفیه وله الضمیر المجرور راجع ای اللام** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعل فعل ماضی مجہول ہے مفعول مالم یسم فاعلہ کو چاہتا ہے پس اس ترکیب میں اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ معہ کا لفظ ہے جس طرح جار و مجرور کی طرف مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول لہ میں اسناد واقع ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی معہ کی طرف مفعول کا اسناد مانا جائے گا یعنی جس طرح مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول لہ میں بہ اور فیہ اور لہ کے الفاظ جار و مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ واقع ہوئے ہیں اسی طرح یہاں بھی معہ کا لفظ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور معہ کی ضمیر مجرورہ المفعول کے الف ولام کی طرف راجع ہے۔ **واعتذر عن نصبه بما جوزه بعض النحاة من اسناد الفعل الی لازم النصب وترکه منصوبا جریا علی ماهو علیه فی الاکثر والیه ذهب فی قوله تعالیٰ لقد تقطع بینکم ﴿بعض قاری ن بھی پڑھتے یہ لفظ ترکیب فاعل ہے خواہ پڑھا جائے نون ۱۲ منہ﴾ علی قرأة النصب وفی بعض الحواشی ان هذا الرائے شریف جدا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معہ کے لفظ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہونا درست نہیں کیونکہ مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات میں سے ہوتا ہے اور یہ معہ کا لفظ ظرف لازم النصب منصوب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن اس کے منصوب ہونے کا عذر اور وجہ بعضے نحات نے یہ بیان کی ہے کہ یہ معہ کا لفظ ان ظروف میں سے ہے جن کا منصوب ہونا لازم اور ضروری ہے اس لئے یہاں لازم النصب کی طرف فعل کا اسناد ہوا ہے اور اس کو حالت رفعی میں بھی منصوب چھوڑ دیا ہے۔ اکثر استعمال میں اس لازم النصب میں یہی قاعدہ جاری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول لقد تقطع بینکم نصب کی قرأۃ کی صورت میں بھی اسی کی طرف ذہاب کیا ہے یعنی اگرچہ اس آیت شریفہ میں بین کا لفظ ترکیب میں تقطع کا فاعل واقع ہوا ہے لیکن قاری اس کو اس بناء پر منصوب پڑھتے ہیں کہ یہ لازم النصب ہے یعنی اس کا نصب ہر حالت میں لازم ہے اسی طرح یہاں معہ کا لفظ اگرچہ ترکیب میں مرفوع واقع ہوا ہے لیکن اس کو منصوب اس لئے پڑھتے ہیں کہ یہ بھی لازم النصب ہے اور بعض حاشیوں میں لکھا ہے کہ معہ کے لفظ کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

منصوب ہونا بنابر قاعدۂ لازم نصب کے بہتر ہے اور یہ مبنائے نہایت عمدہ اور افضل ہے۔ **وقیل الوجه ان یجعل من قبیل ع وقد حیل بین العیر والنزوان فان مفعول ما لم یسم فاعله فیه الضمیر الراجع الی مصدره ای حیل الحیلولة لان بین للزوم ظرفیة لا یقام مقام الفاعل فعلی هذا یکون معناه الذی فعل فعل بمصاحبة علی ان یکون مفعول ما لم یسم فاعله ضمیرا راجعا الی مصدره والضمیر المجرور للموصول۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ معہ کے لفظ کے منصوب ہونے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو شاعر کے قول کے قبیل سے کر دیا جائے یعنی جس طرح شاعر کے قول مذکور میں مفعول مالم یسم فاعلہ فعل مجہول کا مصدر ہے اور اس مصدر کی طرف حیل میں ضمیر راجع ہے جس کی تقدیر حیل الحیلولۃ ہے اور یہ مصدر اس لئے مفعول مالم یسم فاعلہ ہے کہ بین کا لفظ لازم ظرفیت ہے فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح مفعول مالم یسم فاعلہ مفعول معہ میں مفعول کا مصدر ہے اور معہ کا لفظ ظرف لازم النصب ہے اس تقدیر پر اس کے معنی یہ ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے کہ جس کی مصاحبت سے فعل کیا جائے پس اس تقدیر پر مفعول مالم یسم فاعلہ المفعول میں ضمیر ہے جو اس کے مصدر کی طرف راجع ہے اور ضمیر مجرورہ معہ کی الف ولام موصولی کی طرف راجع مانی جائے گی **هو مذکور بعد الواو احتراز عن المذکور بعد غیره کالفاء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ مذکور بعد الواو کا قول بھی احترازی ہے یعنی مفعول معہ وہ اسم ہے جو واو کے بعد مذکور ہو اس سے اس مفعول معہ سے احتراز ہوا جو واو کے غیر کے بعد مذکور ہو جیسے فاء ہے **لمصاحبة معمول فعل اللام متعلق بمذکور ای یکون ذکره بعد الواو لاجل مصاحبة معمول فعل وافادته ایاها سواء کان ذلک المفعول فاعلا نحو استوی الماء والخشبة او مفعولا نحو کفاک وزیدا درهم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لام جارہ لمصاحبۃ کی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ لام مذکور سے متعلق ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے جس کا ذکر بعد واو کے ہوتا ہے جس کی وجہ سے مفعول معہ کے معمول فعل سے مصاحبت حاصل ہو اور یہ واو مفید مصاحبت کے ہوتا ہے کہ وہ معمول فاعل ہو جیسے استوی الماء والخشبۃ میں ماء کا لفظ فعل کا معمول فعل ہے اور خشبۃ مفعول معہ ہے جو بعد واو کے مذکور ہے یا مفعول ہو جیسے کفاک وزید اور ہم میں ک ضمیر خطاب کفا فعل کا معمول مفعول ہے اور زید مفعول معہ ہے جو بعد واو کے مذکور ہے مثال کے معنی یہ ہیں کہ تجھ کو زید کے ساتھ ایک روپیہ کافی ہے **وسواء کان ذالک الفعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظا اور معنی کے الفاظ کس بنا پر منصوب ہیں اگر منصوب بنا پر مصدریت ہوں تو مصدر میں یہ شرط ہے کہ اس پر فعل مشتمل ہو اور یہاں کوئی فعل ایسا نہیں جو اس پر مشتمل مانا جائے اور اگر منصوب بنا بر حال ہوں تو حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے یہاں ان الفاظ کا حمل درست نہیں کیونکہ یہ صرف اوصاف ہیں اور اگر منصوب بنا بر ظرف ہوں تو ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ نہ زمان ہیں نہ مکان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر خبریت کان مقدر کے ہیں یعنی خواہ وہ لفظی فعل ہو خواہ معنوی **لفظا ای لفظیا کالمثالین المذکورین** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظا اور معنی کے الفاظ کی خبریت صحیح نہیں کیونکہ کان کی خبر کان کے اسم پر محمول ہوتی ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ یہ الفاظ مصادر صرف اوصاف ہیں اور اسم کان کا ذات ہے وصف کا ذات پر حمل درست نہیں ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ مؤول بہ لفظیا و معنویا ہیں اب اس تقدیر پر حمل درست ثابت ہوا یعنی خواہ وہ فعل لفظی ہو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خواہ معنوی اور لفظی کی مثال مذکورہ مثالوں میں ہے۔ **او معنٰی ای معنویا نحو مالک وزیدا امے ما تصنع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معنٰی سے معنویا نکالا ہے اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی فعل معنوی کی مثال مالک وزیدا ہے اس میں معنوی ماتصنع ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ظاہر کیا ہے۔ **والمراد لمصاحبة لمعمول الفعل مشاركة له في ذلك الفعل في زمان واحد نحو سرت و زيدا ومكان واحد نحو لو تركت الناقة و فصيلتها لرضعتها فلا ينتقض بالمذكور بعد الواو العاطفه نحو جاء في زيد وعمر و فانها لاتدل الاعلى المشاركة في اصل الفعل دون المصاحبة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول معہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں جاءنی زید عمر کی ترکیب کا معطوف داخل ہوا کیونکہ یہ بھی بعد واو کے مذکور ہے اور صدور فعل میں فعل کے معمول کا مصاحب اور شریک ہے باوجود اس کے یہ مفعول معہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول معہ کے معمول فعل کے ساتھ مصاحبت ہونے سے مراد اس کا معمول فعل کے ساتھ صدور فعل میں شریک ہونا ہے خواہ یہ شرکت فعل زمانہ واحد میں ہو جیسے سرت وزیدا کی مثال میں ہے کہ اس میں مفعول معہ یعنی زید فعل کے معمول یعنی سرت کے فاعل کے ساتھ سیر میں شریک ہے زمانہ واحد میں خواہ یہ شرکت مذکورہ مکان واحد میں ہو جیسے **لو شركت الناقة و فصيلتها** کی مثال میں موجود ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ اگر ناقہ اپنے بچہ کے ساتھ ایک مکان میں چھوڑ دیا جائے تو اس کا بچہ ضرور اس کا دودھ پیئے گا۔ **واعلم ان مذهب جمهور النحاة ان العامل في المفعول معه الفعل او معناه بتوسط الواو التي بمعنٰى مع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول معہ کا معمولات فعل سے شمار کرنا درست نہیں کیونکہ وہ منصوب بواو ہے جیسا کہ شیخ عبدالقاہر نے نواصب اسم کی بحث میں اس پر تصریح کی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مبنی پر مذہب جمہور ہے اور جمہور کے مذہب میں عامل مفعول معہ میں فعل لفظی یا معنوی ہے بتوسط اس واو کے جس کے معنٰی مع کے ہیں **وانما وضعوا الواو موضع مع لكونها اخصر** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب الواو کے معنٰی مع کے ہیں پس اس تقدیر پر مع ہی کو کیوں ذکر نہیں کیا اس کی جگہ واو کو کیوں کر رکھا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ واؤ کو مع کی جگہ اس لئے رکھا ہے کہ واو مع سے زیادہ مختصر ہے یہ لحاظ کر کے مع کے لفظ کو ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ واو رکھ دیا **واو اصلها واو للعطف التي فيها معنٰى الجمع فناسب معنٰى المعيت** اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح واو مختصر ہے اسی طرح فاء بھی مختصر ہے پس واؤ کو فاء پر کیوں ترجیح دی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصل میں یہ واو عاطفہ ہے جس میں جمعیت کے معنٰی پائے جاتے ہیں لہٰذا اس جمعیت کے معنٰی مناسبت سے واو کو مع کی جگہ رکھ دیا کیونکہ معیت کے معنٰی سے اس کی مناسبت ہے بخلاف فاء کے کہ اس کی معیت کے معنٰی سے کوئی مناسبت نہیں ہے یہ وجہ ہے ترجیح کی **فان كان** ای **وجد** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان تامہ ہے جس کے معنٰی وجد کے ہیں **الفعل** ای **ما يدل على الحدث فيعم الفعل اسمي الفاعل والمفعول و الصفة المشبهة وغيرها** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ حکم جس طرح فعل میں جاری ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل میں بھی جاری ہو سکتا ہے پس اس حکم کے لئے شبہ فعل کو چھوڑ کر فعل کو کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل سے یہاں مراد امر دال علی الحدث ہے اور وہ عام ہے خواہ فعل حقیقی ہو خواہ شبہ فعل۔ لہٰذا اب اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تقدیر پر فعل شبہ فعل یعنی اسم فاعل اور مفعول اور صفت مشبہ وغیرہ کل مشتقات فعل کو شامل ہوا۔ **لفظا وجاز ای لم یجب** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ حکم ضربت زیدا وعمرواً کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں فعل لفظی ہے اور عطف جائز ہے اور باوجود اس کے اس میں عطف متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جواز عطف سے مراد عدم وجوب ہے اور مثال مذکور میں عطف واجب ہے لہٰذا حکم مذکور اس مثال سے منقوض نہیں ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہاں جواز بمعنٰی امکان خاص ہے **العطف ولم یمتنع فلا ینقض بمثل ضربت زیدا او عمروا لوجوب العطف فیہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد اوپر والے سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہاں جواز سے مراد عدم وجوب وامتناع ہے **فالوجهان ای العطف والنصب علی المفعولیة جائزان** یعنی جب فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس تقدیر پر دونوں وجہیں یعنی عطف اور نصب بنابر مفعولیت دونوں جائز ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جائزان کے لفظ بڑھانے سے یہ اشارہ کیا کہ یہ فالوجہان کی ترکیب میں خبر محذوف واقع ہوئی ہے **نحو جئت انا وزید بالرفع علی العطف** یعنی زید کا لفظ اس ترکیب میں مرفوع بنابر عطف ہے کیونکہ یہاں عطف جائز ہے **وزیدا بالنصب علی المفعولیة** یعنی وزیدا کے لفظ کو منصوب بنابر مفعولیت بھی پڑھ سکتے ہیں **والا ای وان لم یخبر العطف بل یمتنع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ جاز العطف سے استثناء ہے یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو **تعین النصب مثل جئت وزیدا فان العطف فیہ ممتنع لعدم الفاصلة لابتاکید المتصل بالمنفصل ولابغیرہ** پس اس صورت میں نصب متعین ہوگا جیسے مثال مذکور میں زید کے لفظ کا نصب متعین ہے۔ کیونکہ اس میں عطف ممتنع ہے کیونکہ یہاں کوئی فاصل نہیں ہے نہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے ہوئی ہے نہ اس کے غیر سے فصل حاصل ہوئی ہے اور یہ عطف کے جواز کے لئے ضروری ہے **وان کان الفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کان کا اسم فعل ہے **معنٰی ای امرا معنویا مستنبطا من اللفظ** اس میں معنٰی سے امرا معنویا اس لئے نکالا ہے کہ یہ کان کی خبر واقع ہوئی ہے اور خبر محمول ہوتی ہے اور یہ صرف وصف ہے اس کا حمل صحیح نہیں ہوتا تھا اس لئے مؤول بمعنوی کر دیا تا کہ حمل درست ہو جائے۔ سوال وجواب کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی اگر فعل یک امر معنوی مستنبط من اللفظ ہو اور عطف جائز ہو تو اس صورت میں عطف متعین ہوگا **وجاز ای لم یمتنع** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہاں امکان سے مراد امکان عام ہے جو کہ مقید بجانب وجود ہوتا ہے یعنی اس عدم عطف کا یہ عدم ضروری نہیں خواہ اس کا وجود ضروری ہو خواہ ضروری نہ ہو **العطف تعین العطف حیث لایحمل علی عمل العامل المعنوی امے حتہ مع جواز وجہ آخر وھو العطف** یعنی اگر فعل امر معنوی ہو اور عطف ممتنع نہ ہو تو اس صورت میں ورن متعین ہوگا کیونکہ عامل معنوی پر بلاضرورت کے اس کا حمل نہیں کیا جا سکتا ہے باوجود اس کے کہ اس میں وجہ آخری بھی یعنی عطف جائز ہے **نحو ما زید وعمرو** یہ فعل معنوی کی مثال ہے یہاں عمرو کا عطف زید پر متعین ہے **والا ای وان لم یخبر العطف بل امتنع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ جاز العطف کے جملہ پر عطف ہے اور اس سے استثناء ہے یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس وقت نصب متعین ہوگا عربی عبارت مذکورہ میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بل امتنع کی عبارت بڑھا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں جواز سے مراد جواز بمعنٰی امکان عام ہے جو مقید بجانب عدم ہوتا ہے **تعین النصب حیث لا وجہ سواہ** کیونکہ یہاں اس کے سوا کوئی اور وجہ نہیں ہے۔ **نحو مالك**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وزیدا وما شانك وعمرا فانه امتنع العطف فیهما لان العطف علی الضمیر المجرور بلا اعادة الجار غیر جائز ولم یجز عطف عمراً علی الشان اذا السوال عن شانهما لا عن شان احدهما ونفس الآخر یہاں دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے کیونکہ ضمیر مجرورہ پر عطف بغیر اعادہ جار کے جائز نہیں ہے اور عمرو کا عطف شان کے لفظ پر اس لئے جائز نہیں کہ مثال مذکور میں سوال زید وعمرو دونوں کی شان سے مقصود ہے ایک ذات اور دوسرے کی شان سے سوال مقصود نہیں ہے لہٰذا یہاں نصب ہی متعین ہوگا **وانما حکمنا بمعنویة الفعل فی هذا الا مثلة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فعل کی معنویت پر دلیل قائم کی ہے اور کلام میں مدعی مذکور نہیں لہٰذا یہ دلیل بلا مدعی مقدر ہوئی اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل مدعی مقدر کی ہے اور مدعی مقدر وانما حکمنا ہے لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل بامدعی ہوئی بلا مدعی نہیں ہے **لان المعنٰی ما تصنع وما یماثله فمعنٰی ما شانك وزیدا ما تصنع وزیدا ومعنٰی مالك وزیدا ما تصنع وزیدا ومعنی مالزیدوعمرو وما یصنع زید عمر** شروع میں وما یماثلہ کی عبارت بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ دلیل مدعی کے مطابق نہیں کیونکہ مدعی امثال ثلاثہ میں فعل کی معنویت ہے اور دلیل صرف مثالیں آخرین میں فعل کی معنویت پر قائم کی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں معطوف وما یماثلہ مقدر ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ تو زید کے ساتھ کیا کر رہا ہے اور زید اور عمر کیا کر رہے ہیں لہٰذا اب اس تقدیر پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل مدعی کے مطابق ثابت ہوئی۔ یہ مذکور مثالیں سب کے سب فعل معنوی کی مثالیں ہیں **والحال لما فرغ من المفاعیل شرع فی الملحقات بها وهو** یعنی جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفاعیل کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب مفاعیل کے ملحقات کے بیان کو شروع کیا اور ملحقات میں سے ایک حال ہے **مایبین هیأة الفاعل او المفعول به ای من حیث هو فاعل او مفعول به کما هو الظاهر** اس حیث کی قید کی بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں جاء نی رجل عالم ورایت رجلا عالما کی ترکیبوں کے فاعل اور مفعول بہ کی صفت داخل ہوئی کیونکہ ان مذکورہ ترکیبوں میں فاعل اور مفعول بہ کی صفت عالم بھی فاعل اور مفعول بہ کی ہیئتوں کو بیان کرتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حیثیت کی قید حال کی تعریف میں مراد اور ضروری ہے یعنی حال فاعل اور مفعول بہ کی ہیئتوں کا بیان اس حیثیت سے کرتا ہے کہ فاعل فاعل ہو اور مفعول بہ مفعول بہ ہو بخلاف فاعل اور مفعول بہ کی صفت کے کہ یہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئات فاعل اور مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے بیان کرتی ہے۔ **فبذکر الهیأة یخرج ما یبین الذات کالتمیز** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال کی تعریف جامع مانع ہونے کے لئے قیودات کی تشریح کرتے ہیں کہ ہیئات کے ذکر سے حال کی تعریف سے تمیز نکلی کیونکہ وہ ذات کو بیان کرتی ہے **وباضافتها ای الفاعل او المفعول به یخرج ما یبین هیئة غیر الفاعل او المفعول به کصفة المبتداء نحو زید العالم اخوك** یہاں ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کے جواب کی طرف مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا ہے اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سوال وجواب کی تشریح کرتے ہیں سوال کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں زید العالم کی ترکیب کی صفت داخل ہوئی کیونکہ اس ترکیب میں مبتداء کی یہ صفت بھی زید کی ہیئات کو بیان کرتی ہے باوجود اس کے یہ حال نہیں ہے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فاعل اور مفعول بہ کی طرف ہیئات کی اضافت کی اس سے مبتداء کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صفت حال کی تعریف سے خارج ہوئی کیونکہ وہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئات کو بیان نہیں کرتی بلکہ مبتداء کی ہیئات بیان کرتی ہے جیسے ترکیب مذکور میں ہے وبقید الحیثیتر تخرج صفة الفاعل والمفعول به فانها تدل علی هیئاة الفاعل والمفعول به مطلقا لا من حیث هو فاعل او مفعول اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو مقصد ہے وہ اوپر سوال وجواب کی صورت میں بیان ہو چکا ہے ملاحظہ ہو وهذا لزید علی سبیل منع الخلو لا الجمع فلا یخرج عنه مثل ضرب زید عمرا راکبین اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضرب زید وعمرو راکبین کی ترکیب کا حال خارج ہوا کیونکہ یہ حال فاعل اور مفعول بہ دونوں کی ہیئات کو بیان کرتا ہے ایک کی ہیئات کو بیان نہیں کرتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ او کا کلمہ تردید یہ یہاں منع خلو کے لئے ہے منع جمع کے لئے نہیں ہے لہٰذا حال کی تعریف جامع ثابت ہوئی اور مثال مذکور کا حال اس سے خارج نہیں ہوا لفظا ای سواء کان الفاعل او المفعول الذی وقع الحال عنه لفظا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں یہ کلمہ منصوب بنا بر خبریت کان مقدر کے ہے اور یہاں بھی وہی سوال وجواب کی صورت ہے جس کی تشریح اوپر بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہاں ملاحظہ ہو یعنی برابر ہے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ جس سے حال واقع ہوتا ہے لفظی ہو۔ای لفظا بان تکون فاعلیة الفاعل او مفعولیة المفعول باعتبار لفظ الکلام و منطوقه من غیر اعتبار معنٰی خارج عنه یفهم من فحوی الکلام اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب لفظا کان مقدر کی خبر ٹھہری تو اس صورت میں حمل درست نہیں ہے کیونکہ یہ صرف وصف ہے اور صرف وصف کا حمل ذات پر درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لفظا مؤل بہ لفظیا ہے اب حمل درست ثابت ہوا یعنی خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ جس سے حال واقع ہوتا ہے لفظی ہو اسی طرح کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت باعتبار لفظ کلام اور منطوق کلام کے ہو بغیر خارجی معنٰی اعتبار کے جو راندش کلام سے معلوم ہوتے ہیں سواء کان ملفوظین حقیقة او حکما اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے زیدفی الدار قائما کی ترکیب کا حال نکلا کیونکہ وہ نہ فاعل ہے اور نہ مفعول شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل اور مفعول عام ہیں خواہ ملفوظ حقیقی ہوں خواہ حکمی مثال مذکور میں اگرچہ لفظ میں زید نہ فاعل ہے اور نہ مفعول لیکن یہ ملفوظ حکمی ہے کیونکہ اس کی فاعلیت باعتبار لفظ کلام کے ہے لہٰذا اب حال کی تعریف جامع ثابت ہوئی او معنٰی ای معنویا بان تکون فاعلیة الفاعل او مفعولیة المفعول باعتبار معنٰی یفهم من فحوی الکلام لا باعتبار لفظه و منطوقه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو معنٰی سے معنویا نکالا ہے اس میں وہ ہی سوال وجواب ہیں جن کی تشریح لفظا کی شرح میں بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی خواہ فاعل اور مفعول لفظی ہوں خواہ معنوی اس طرح کہ فاعل کا فاعل ہونا اور مفعول کا مفعول ہونا باعتبار ایک خارجی معنٰی کے ہو جو راندش کلام سے معلوم ہوتے ہیں نہ باعتبار لفظ اور منطوق کلام کے جیسے هذا زیدا قائما کی ترکیب میں فاعل کا فاعل ہونا اور مفعول کا مفعول ہونا باعتبار ایک خارجی معنٰی کے ہے جو کہ اشیر یا انبہ بصیغہ متکلم ہے اس فعل کی تقدیر کی وجہ سے ترکیب مذکور میں فاعل اور مفعول معنوی ٹھہرتے ہیں والمراد بالفاعل او مفعول به اعم من ان یکون حقیقة او حکما فیدخل فیه الحال عن المفعول معه لکونه فی معنٰی الفاعل او المفعول به وکذا المفعول المطلق مثل ضربت الضرب شدیدا فانه بمعنٰی احدثت الضرب شدیدا کذا یدخل فیه الحال عن المضاف الیه کما اذا کان المضاف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فاعلا او مفعولا يصح حذفه وقيام المضاف اليه مقام فكانه الفاعل او المفعول نحو بل نتبع ملة ابراهيم حنيفا وان ياكل لحم اخيه ميتاً فانه يصح ان تقول بل نتبع ابراهيم مقام بل نتبع ملة ابراهيم وان ياكل اخاه مقام ان ياكل لحم اخيه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضربت الضرب شديدا کی ترکیب کا حال خارج ہوا کیونکہ یہ مصدر ہے نہ فاعل ہے اور نہ مفعول اور اسی طرح ملۃ ابراہیم حنیفا کی ترکیب کا حال بھی خارج ہوا کیونکہ ابراہیم مضاف الیہ ہے نہ فاعل ہے نہ مفعول اور اسی طرح ان یاکل لحم اخیہ میتا کی ترکیب کا حال بھی خارج ہوا کیونکہ یہ بھی نہ فاعل ہے نہ مفعول اور اسی طرح جئت انا وزيدا راكبين کی ترکیب کا حال بھی خارج ہوا کیونکہ یہ مفعول معہ ہے نہ فاعل ہے اور نہ مفعول بہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل اور مفعول بہ سے مراد عام ہے خواہ حقیقی فاعل اور مفعول بہ ہوں خواہ حکمی لہٰذا اب اس عموم کی صورت میں حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہوا جو مفعول معہ سے واقع ہوتا ہے مفعول معہ اگر فعل کے معمول کے ساتھ صدور فعل شریک ہو تو یہ بمعنٰی فاعل کے ہوگا اور اگر وقوع میں شریک ہو تو اس صورت میں یہ بمعنٰی مفعول بہ کے ہوگا لہٰذا یہ حکمی فاعل اور مفعول بہ ہوا اس لئے اس سے حال کا واقع ہونا درست اور صحیح ہے اور اسی طرح وہ حال بھی ہوا جو مفعول مطلق سے واقع ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہے کیونکہ اس کے معنٰی احدثت الضرب کے ہیں اب یہ مصدر احدثت کا مفعول بہ ہوا اس لئے اس سے حال کا آنا درست ہے اور اسی طرح حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہوا جو مضاف الیہ سے واقع ہوتا ہے کیونکہ مضاف الیہ بھی حکمی فاعل یا مفعول بہ ہوتا ہے جبکہ مضاف کلام میں فاعل یا مفعول بہ واقع ہوا ہو اور مضاف کو حذف کر کے اس کی جگہ مضاف الیہ کا قائم کرنا درست ہو گویا اس صورت میں مضاف الیہ ہی فاعل یا مفعول بہ ہوگا جیسے آیات مذکورہ میں نتبع ملة ابراہیم کی جگہ نتبع ابراہیم اور ان یاکل لحم اخیہ کی جگہ ان یاکل اخاہ کہہ سکتے ہیں لہٰذا اس تقدیر پر مضاف الیہ مفعول بہ حکمی ثابت ہوا اس لئے اس سے یہ حال آسکتا ہے۔ او كان المضاف فاعلا او مفعولا وهو جزء المضاف اليه فكان الحال عن المضاف اليه هو الحال عن المضاف وان لم يصح قيامه مقامه كما في قوله تعالىٰ ان دابر هو لاء مقطوع مصبحين فقوله مصبحين حال عن هو لاء باعتبار ان الدابر المضاف اليه جزء ه فان دابر الشئ اصله اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مضاف کے حذف کرنے اور اس کے مقام پر مضاف الیہ کو قائم مقام کرنے کا قاعدہ ان دابر هو لاء الخ کو قول سے منقوض ہے کیونکہ اس میں مصبحین کا لفظ ترکیب میں مضاف الیہ یعنی ہولاء سے حال واقع ہوا ہے۔ اور باوجود اس کے یہاں مضاف کا حذف کرنا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم مقام رکھنا درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگرچہ حذف اور قیام درست نہ ہو لیکن اگر مضاف فاعل یا مفعول ہو اور مضاف الیہ کا جزء ہو جیسے آیت کریمہ مذکورہ میں مصبحین کا لفظ ہولاء سے باعتبار اس کے حال واقع ہوا ہے کہ یہ دابر کا لفظ مضاف مضاف الیہ ہولاء کا جزء ہے کیونکہ دابر شے شے کی اصل کو کہتے ہیں گویا اس مضاف کی جزیت کے اعتبار کی بنا پر مضاف الیہ سے حال کا ادا بعینہ مضاف سے آتا ہے چونکہ مضاف کی جگہ مضاف الیہ کا رکھنا درست نہیں ہے لہٰذا اوپر والا قاعدہ کلیہ حذف وقیام کا درست اور صحیح ثابت ہوا۔ والدابر مفعول مالم يسم فاعله باعتبار الضمير المتكن في المقطوع فكانه حال عن مفعول مالم يسم فاعله . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال فاعل سے آتا ہے یا مفعول سے اور دابر کا لفظ ترکیب میں نہ فاعل ہے اور نہ مفعول بلکہ ان کا اسم ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دابر کا لفظ باعتبار ضمیر مستتر مقطوع کے مفعول مالم یسم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فاعلہ ہے یعنی مقطوع میں ضمیر پوشیدہ دابر کے لفظ کی طرف راجع ہے اس اعتبار سے یہ حال واقع ہوا ہے گویا یہ مفعول مالم یسم فاعلہ یعنی فاعل حکمی سے حال واقع ہوا ہے ولو قری تبین علی صیغة الماضی المعلوم من باب التفعیل او تبین علی صیغة المضارع المجهول من باب التفعیل وجعل الجار والمجرور متعلقا به لابالمفعول دخل فیه الحال من المفعول معه او المفعول المطلق من غیر حاجة الی تعمیم الفاعل والمفعول الا لدخول ما وقع حالا من المضاف الیه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبین کی صیغوی تحقیق کرتے ہیں کہ اگر بجائے تبین کے تبین بصیغہ ماضی معلوم باب تفعل سے پڑھا جائے یا تبین بصیغہ مضارع مجہول باب تفعیل سے پڑھیں اور بہ کا جارو مجرور اسی تبین کے صیغہ کے متعلق کر دیا جائے نہ مفعول کے تو اس تقدیر پر حال کی تعریف میں وہ حال جو مفعول معہ اور مفعول مطلق سے واقع ہوتا ہے بغیر فاعل اور مفعول کے تعمیم کے داخل ہو جائے گا البتہ فاعل اور مفعول کے تعمیم اسی حال کے دخول کے لئے جو مضاف الیہ سے ہوتا ہے ضروری لازمی ہوگی جمہور نحات مفعول معہ اور مفعول مطلق سے حال کا آنا بغیر تاویل تعمیم کے جائز نہیں سمجھتے ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ مفعول معہ اور مفعول مطلق سے بغیر تاویل کے بھی حال کا آنا جائز قرار دیتے ہیں اس عبارت مذکورہ میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے خوب سمجھ لو۔ مثل ضربت زیدا قائما مثال للفظی الملفوظ حقیقة فان فاعلیة تاء المتکلم ومفعولیة زیدا انما هی باعتبار لفظ هذا الکلام ومنطوقه من غیر اعتبار معنی خارج عنه وهما ملفوظان حقیقة . یہ اس فاعل اور مفعول کی مثال ہے جو کہ لفظی ملفوظ حقیقی ہو کیونکہ اس مثال مذکور میں تائے متکلم کی فاعلیت اور زیدا کی مفعولیت باعتبار لفظ اور منطوق اس کلام کے ہے باعتبار کسی خارجی معنی کے نہیں ہے اور یہ فاعل اور مفعول مثال مذکور میں ظاہر ہے کہ دونوں ملفوظ حقیقی ہیں ۔ وزید فی الدار قائما مثال للفظی الملفوظ حکما فان فاعلیة الضمیر المستکن فی الظرف انما هی باعتبار لفظ هذا الکلام ومنطوقه من غیر اعتبار معنی خارج عنه والضمیر المستکن ملفوظ حکما . یہ اس فاعل کی مثال ہے جو ملفوظ حکمی ہو کیونکہ مثال مذکور میں ضمیر مستتر کی فاعلیت جو ظرف میں ہے باعتبار لفظ اور منطوق اس کلام کے ہے۔ اس میں اعتبار کسی معنی خارجی کا نہیں ہے اور ضمیر مستتر جو ظرف میں ہے ملفوظ حکمی ہے۔ وهذا زیدا قائما مثال اللمعنوی لان مفعولیة زید لیس باعتبار لفظ هذا الکلام و منطوقه بل باعتبار معنی الاشارة و التنبیهة المفهومین من لفظ هذا . اس میں مفعول معنوی کی مثال ہے کیونکہ ترکیب مذکور میں زید کی مفعولیت باعتبار لفظ اور منطوق اس کلام کے نہیں بلکہ باعتبار معنی اشارہ اور تنبیہ کے ہے جو کہ ہذا کے لفظ سے مفہوم ہوتی ہے ولا شک انما لیسا مما یقصد المتکلم الاخبار بهما عن نفسه حتی یقدر فی نظم الکلام اشیر او انبه ویصیر زیدا مفعولا به لفظیا بل مفعولیة انماهی باعتبار معنی اشیر او انبه الخارج عن منطوق الکلام المعتبر لصحة وقوع القائم حالا فی معنویة لا لفظیة . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے کہ اشیر اور انبہ کے الفاظ نظم کلام میں مقدر ہوں اور یہ زید مثال مذکور میں ملفوظ حکمی ہو۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر اشیر اور انبہ کے الفاظ نظم کلام میں مقدر مانے جائیں تو اس صورت میں متکلم کا مقصد ان الفاظ کے ذریعہ سے اپنے نفس کی خبر دینی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے متکلم کا مقصود زید کے اوپر مشار الیہ ہونے کا حکم لگانا ہے پس اس سے معلوم ہو کہ زید کا مفعول ہونا صرف باعتبار معنی اشیر یا انبہ کے ہے جو کہ منطوق کلام سے خارج ہے اور قائما کے حال صحیح واقع ہونے کے لئے معتبر مانا گیا ہے لہٰذا یہ الفاظ مذکورہ کلام کے منطوق میں مقدر نہیں ہوں گے اور مثال مذکور میں زید کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مفعولیت معنوی ہوگی و عاملھا ای عامل الحال اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عاملہا کی ضمیر مجرورہ حال کی طرف راجع ہے اور حال کا لفظ عربی محاورہ میں مؤنث ہے **واما الفعل الملفوظ او المقدر نحو ضربت زیدا قائما وزید فی الدار قائما ان کان الظرف مقدرا بالفعل** یعنی حال کا عامل ناصب فعل ملفوظ ہوگا یا فعل مقدر جیسے امثال مذکورہ میں ہے اول مثال فعل ملفوظ کی ہے اور ثانی فعل مقدر کی ہے اگر جار و مجرور کا متعلق فعل مقدر استقر ہو جیسا کہ یہ مذہب بصری کا ہے **او شبهه وهو ما یعمل عمل الفعل و هو من ترکیبه کاسم الفاعل نحو زید ذاهب راکبا وزیدفی الدار قاعدا ان کان الظرف مقدرا باسم الفاعل و کاسم المفعول نحو زید مضروب قائما و الصفة المشبهة نحو زید حسن ضاحکا** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شبہ فعل بتاتے ہیں کہ حال کا عامل یا شبہ فعل ہوگا اور شبہ فعل وہ ہے جو فعل کی طرح عمل کرے اور فعل کی ترکیب سے بھی ہو یعنی فعل سے ماخوذ ہو جیسے اسم فاعل جو کہ زید ذاھب قائما اور زید فی الدار قاعدا کی ترکیبوں میں ہے اول مثال شبہ فعل ملفوظ کی ہے ثانی مقدر کی اگر ظرف مقدر باسم فاعل یعنی مقدر بمستقر کے ہو اور اسم مفعول اور صفت بھی شبہ فعل میں داخل ہیں جن کی امثال مذکور ہو چکی ہیں بلکہ جملہ مشتقات فعل شبہ کہلاتے ہیں۔ **او معناه المستنبط من فحوی الکلام من غیر التصریح به او تقدیره کا لا شارة والتنبیه فی نحو هذا زید قائما کما مر کا لنداء و التمنی و الترجی و التشبیه فی نحو یا زید قائما و لیتک عندنا مقیما و لعله فی الدار قائما و کانه اسد صائلا** یا حال کا عامل معنوی فعل ہوگا جو کہ نحو کلام سے بغیر تصریح اور تقدیر کے معلوم اور مستنبط ہوتا ہے جیسے ہذا زید قائما کی ترکیب کا اشارہ اور تنبیہ ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یا جیسے نداء اور تمنی اور ترجی اور تشبیہ ہیں جن کی مثالیں ترتیبا اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کی ہیں ملاحظہ ہوں ان سب مثالوں میں حال کا عامل معنوی ہے اول مثال میں عامل معنوی ادعوا و ثانی میں تمنیت اور ثالث میں ترجیت اور رابع میں شبہ فعل معنوی ہے اور یہی حال کا عامل ہے **وشرطها** ای شرط الحال اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ شرطہا کی ضمیر مجرورہ حال کی طرف راجع ہے۔ **ان تکون نکرة لان النکرة اصل و الغرض و هو تقیید الحدث المنسوب الی صاحبها یحصل بها والتعریف زائد علی الغرض** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال کے نکرہ ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ حال میں شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو کیونکہ نکرہ اصل ہے اور مقصود حال سے تقیید اس حدث کی ہے جو ذوالحال کی طرف منسوب ہو اور یہ مقصود صرف نکرہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے اور معرفہ ہونا اس کا غرض اور مقصد سے ایک زائد امر ہے لہٰذا حال کا نکرہ ہونا شرط اور ضروری ہے۔ **وان یکون صاحبها معرفة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحبہا سے مقدم ان یکون کی عبارت بڑھائی ہے اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ صاحبہا معرفۃ کا قول ان یکون کی ضمیر مرفوع پر عطف ہے یعنی حال کا نکرہ ہونا اور اس کے ذوالحال کا معرفہ ہونا شرط ہے **لانه محکوم علیه فی المعنٰی فکان الاصل فیه التعریف** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ حال کے ذوالحال کا معرفہ ہونا اس لئے شرط ہے کہ ذوالحال حقیقت میں محکوم علیہ ہوتا ہے پس اس میں معرفہ ہونا غالبا شرط ہے۔ **غالبا ای لیس اشتراطها بکون صاحبها معرفة فی جمیع موادها بل فی غالب موادها ای اکثر ها وبیان ذلک ان مراد وقوع الحال علی قسمین احدهما ما یکون ذوالحال فیه نکرة موصوفة نحو جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا او مغنیة غناء المعرفة لاستغراقها نحو قوله تعالیٰ فیها یفرق کل امرحکیم امرا من عندنا ان جعلت امرا حال من کل امراد واقعة فی خیر الاستفهام نحو هل**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اتاک رجل راکبا او بعد الانقضا للنفی نحو ما جاء نی رجل الاراکبا او مقدما علیه الحال نحو ماجاء نی رجل وثانیها مایکون ذوالحال فیه غیر هذه لامور وغالب مواد وقوع الحال واکثرها هو هذا القسم ووقوع الحال فی هذا القسم مشروط بکون صاحبها معرفة فقوله غالبا قید لاشتراط کون صاحبها معرفة لا یکون صاحبها معرفة حتی یقال ان غالبیة کون صاحبها معرفة المنبة ﴿قوله منبئته یه عبارت کے قول کی ہے یعنی غالبیت حضے مواضع میں شرطیت ارطت اور ت کی خبر ہے منه ﴾ عن تخلفه فی بعض المواد تنا فی الشرطیة ویحتاج الی ان یصرف الکلام عن ظاهره ویجعل قوله وصاحبها معرفة مبتداء وخبرا معطوفا علی قوله وشرطها ان تکون نکرة . اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غالبا کی قید شرطیت کے منافی ہے کیونکہ شرط عدم جواز تکلف کا مقتضی ہے اور یہ غالبا کی قید جواز تکلف کا خواہاں ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات ظاہر ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ قید مذکور شرط کی قید نہیں بلکہ یہ اشتراط کی قید ہے یعنی حال کی اشتراط جملہ اور اکثر مقامات استعمال میں ذوالحال کا معرفہ ہونا نہیں بلکہ غالب مواد میں ہے اور اس کا مفصل بیان یہ ہے کہ حال کے وقوع کے مواد دو قسموں پر منقسم ہیں اول یہ کہ ذوالحال نکرہ موصوفہ ہو جیسے مثال مذکور میں ہے یا ذوالحال نکرہ مغنیہ بوجہ استغراق کے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں ہے اگر امرا کو کل امر سے حال مانا جائے یا ذوالحال نکرہ استفہام کے خبر میں واقع ہو جس کی مثال مذکور ہو چکی ہے دوسری قسم یہ کہ ذوالحال ان امور مذکورہ کے غیر ہو اور غالب اور اکثر وقوع حال کے مواد اسی قسم ثانی میں ہوتے ہیں اور اسی قسم میں حال کے واقع ہونے کے لئے ذوالحال کا معرفہ ہونا شرط ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ غالبا کی قید ذوالحال کے معرفہ ہونے کے اشتراط کے لئے قید نہیں ہے جس کی تقدیر پر یہ اعتراض وارد ہو کہ ذوالحال کا معرفہ ہونا شرطیت کے منافی ہے جس کی تشریح ابھی اوپر بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو اور اوپر والے سوال مقدر کے جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر کلام ظاہری صورت سے پھیر دیا جائے اور صاحبہا معرفہ کے قول کو مبتداء وخبر وشرطہا ان تکون نکرة کے قول پر معطوف ٹھہرایا جائے تو اس صورت میں سوال مذکور وارد نہیں ہوگا اور اس میں جملہ اسمیہ کا جملہ اسمیہ پر عطف ہوگا چونکہ یہ جواب ضعیف تھا کیونکہ اس میں بلاضرورت صرف کلام ظاہر سے لازم آتا ہے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس جواب کو پسند نہیں کیا بلکہ اوپر مذکور جواب کو پسند فرمایا اس لئے اس کی تشریح فرمائی اور اس دوسرے جواب کی طرف صرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اب یہاں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ حال کا نکرہ ہونا اور ذوالحال کا غالبا معرفہ ہونا شرط ہے پس یہ قاعدہ کلیہ شاعر کے قول وارسلها العراك اورمررت به وحده اور فعلت جهدك سے منقوض ہے کیونکہ شاعر کے قول میں عراک حال ہے اور باوجود اس کے یہ معرفہ باللام ہے اور دوسری مثال میں وحدہ کا لفظ حال واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے یہ معرفہ بالاضافت ہے اور تیسری مثال میں جہدک کا لفظ حال ہے اور باوجود اس کے یہ بھی معرفہ بالاضافت ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیں گے وارسلها العراك ولم یذوها ولم یشفق علی نغص الدخال البیت للبید یصف حمار الوحش والاتن یقوم ارسل حمارا لوحش الاتن . یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں صرف شاعر کے مصرع اول سے مصرع دوئم ملا کر اس کے شعر کو پورا ظاہر کر کے یہ دکھایا ہے کہ یہ شعر لبید شاعر کا شعر ہے اس شعر میں گدھے اور گدھیا کی تعریف اور صفت بیان کرتے ہیں کہ گدھے نے گدھیا کو روانہ کر دیا وکان المراد بالارسال البعث اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ارسال ذوی العقول کی صفت اور حمار وحش ذوی العقول میں سے نہیں ہے پس ارسال اس کی صفت کیونکر بن سکتی ہے لہٰذا شعر میں ارسال کی نسبت حمار وحش کی طرف درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ارسال سے مراد واخلیہ بین الرسل وما یرید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حمار وحش کی طرف لبعث کی نسبت بھی درست نہیں کیونکہ لبعث حیات بعد ممات کو کہتے ہیں اور یہ خاصہ اللہ تعالیٰ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لبعث سے مراد مجاز اتخلیہ ہے درمیان مرسل اور اسی چیز کے جس کو وہ چاہتا ہے عبارت کی تقدیر یہ ہوگی ای ارسلها معرکة متزاحمة ولم یذدها ای ولم یمنعها عن العراک ولم یُشفق ای ولم یحف علی نفص الداخال ای علی انه لم تم شرب بعضها للماء بالدخال والد خال هو ان یشرب البعیر ثم یرد من العطن ﴿الطن تر ۲ ا منه﴾ الی الحوض ویدخل بین بعیرین عطشانین لیشرب حمار وحش منه ما عساه لم یکن شرب منه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاعر کے شعر کے لغوی معنٰی تحقیق کرتے ہیں کہ حمار وحش کو روانہ کر دیا درانحالیکہ وہ عراک اور مزاحمت میں مبتلا تھی اور لم یذد کے معنٰی لم یمنع کے ہیں یعنی اس کو عراک سے منع نہیں کیا اور لم یشفق باب افعال سے ہے اس کے معنٰی لم نحیف کے ہیں یعنی وہ حمار وحش نفص دخال پر نہ ورا اور نفص دخال کے معنٰی یہ ہیں کہ اس نے بعض پانی کا پینا تمام نہیں کیا۔ اور دخال کے معنٰی یہ ہیں کہ اونٹ پانی پی لے اور پھر اس کو عطن سے حوض کی طرف پہنچایا جائے اور اس کو دو پیاسوں اونٹوں کے درمیان کر کے حوض میں حاضر کر دیا جائے تا کہ وہ باقی ماندہ پانی جو اس کے پینے سے رہ گیا تھا پی ڈالے ولعل المراد به سها نفس مداخلة بعضها فی بعض اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ معنٰی مذکورہ دخال کے اونٹ میں متصور ہوتے ہیں حمار وحش میں متصور نہیں ہو سکتے کیونکہ حمار وحش نے حمار وحش کو ارسال کیا ہے اونٹ میں متصور ہوتے ہیں حمار وحش میں متصور نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ حمار وحش نے حمار وحش کو ارسال کیا ہے اونٹ کو نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں دخال سے مراد دخال لغوی نفس مداخلت بعض کے بعض میں ہے والمعنٰی علی نفص مثل نفص الدخال اس میں اوپر والے سوال مقدر کا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ شاعر کا قول بہ تقدیر مضاف ہے جو کہ مثل کا لفظ ہے جس کے معنٰی یہ ہیں کہ حمار وحش کو نفص دخال کے مثل کے نفص کا خوف نہیں ہوا وموزت به وحده ونحوه مثل فعلته جهدک اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ نحوہ سے مراد فعلته جهدک کی مثال ہے۔ متاول بالنکرة فلا یرد نقضا علی قاعدة اشتراط کونها نکرة وتا ویلها علی وجهین احدهما انها مصادر لافعال محذوفة ای تعرک العراک وینفر ووحده ای انفراده وتجتهد جهدک فهذه الجمل الفعلیة وقعت حالا وهذه المصادر منصوبته علی المصدریة وثانیها انها معارف موضوعة موضع النکرات ای معرکه ومنفرد او مجتهد فالصورة وان کانت معرفة فهی فی التقدیر نکرة کما ان حسن الوجه فی صورة المعرفة وهی فی المعنٰی نکرة . اس میں اوپر والے نقض کے جواب کی تشریح یہ ہے کہ ارسلها العراک اور مررت به وحده اور مثل اس کے فعلته جهدک کے جملوں کا حال مول بہ نکرہ ہے لہٰذا حال کے نکرہ ہونے کے اشتراط کے قاعدہ کلیہ پر اوپر مذکورہ نقض وارد نہیں ہو سکتا ہے اور یہاں حال کے مول نکرہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ احوال امثال مذکورہ کے کل کے کل افعال محذوف کے مصادر ہیں یعنی عراک تعرک محذوف کا مصدر ہے اور وحدہ جس کے معنٰی انفراد کے ہیں ینفر محذوف کا مصدر ہے اور جهدک تجهد محذوف کا مفعول مطلق ہے پس یہ جملے فعلیے ترکیب میں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حال واقع ہوئے ہیں اور یہ مصادر منصوب بمابر مصدریت ہیں اور دوسری صورت تاویل کی یہ ہے کہ امثال مذکورہ کے احوال معارف ہیں نکرات کی جگہوں میں وضع کیے گئے ہیں یعنی اصل میں مراک معترکۃ اور انفراد منفردا اور جھدک اصل میں مجتھدا ہے پس یہ احوال صورت میں اگرچہ معرفے ہیں لیکن واقع میں یہ نکرے ہیں جس طرح حسن الوجہ صورت میں معرفہ ہے مگر حقیقت میں نکرہ ہے اسی طرح یہ احوال مذکورہ بھی صورت میں معرفے ہیں لیکن حقیقت میں نکرہ ہیں لہٰذا اب نقض مذکورہ بالا دفع ہوا۔ **فان کان صاحبھا ای صاحب الحال** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ صاحبھا کی ضمیر مجرورہ حال کی طرف راجع ہے یعنی اگر حال کا ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو صورت میں حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔ **نکرۃ محضۃ لم یکن فیھا شائبۃ تخصیص بما سوی التقدیم** محضۃ کی قید کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا کی ترکیب کے ذوالحال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں ذوالحال نکرہ ہے اور باوجود اس کے اس پر حال کی تقدیم واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے اور مثال مذکور میں نکرہ مخصصہ ہے یعنی وہ نکرہ محضہ مراد ہے جس میں سوائے تقدیم کے تخصیص کا دوسرا کوئی شائبہ بھی نہ ہو۔ **ولم تکن الحال مشترکۃ بینھا وبین معرفۃ نحو جاء نی رجل وزید راکبین** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا مثال مذکور سے منقوض ہے کیونکہ اس میں ذوالحال نکرہ محضہ ہے اور باوجود اس کے حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حکم اس جگہ ہے جہاں حال درمیان معرفہ اور نکرہ کے مشترک نہ ہو اور مثال مذکور میں حال درمیان معرفہ اور نکرہ کے مشترک ہے اس لئے یہاں حال کی تقدیم واجب نہیں ہے **وجب تقدیمھا ای تقدیم الحال علی صاحبھا لتخصیص النکرۃ بتقدیمھا لانھما فی المعنی مبتداء وخبر ولئلا تلتبس بالصفۃ فی النصب فی مثل قولنا ضربت رجلا راکبا ثم قدمت فی سائر المواضع وان لم تلتبس طروا للباب** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال کی تقدیم کے وجوب کے دو وجہیں بتاتے ہیں ایک یہ ہے کہ حال اور ذوالحال اصل میں مبتداء وخبر ہوتے ہیں اور مبتداء میں اصل تعریف اور خبر میں اصل تنکیر ہے اور مبتداء جب نکرہ ہو تو تقدیم خبر واجب ہے اسی طرح ذوالحال اگر نکرہ محضہ ہو تو اس پر حال کی تقدیم واجب ہے تاکہ تقدیم حال سے اس کی نکارت میں خصوصیت پیدا ہو دوسری وجہ تقدیم حال کی یہ ہے کہ تقدیم حال ذوالحال کی نکارت کی صورت میں اس لئے واجب ہے کہ حالت نصبی میں حال کا صفت سے التباس نہ ہو جیسے مثال مذکور میں ہے کہ اس میں ضربت راکبا رجلا پڑھا جائے گا تاکہ التباس صفت سے بچیں پھر اسی طرح باقی مواضع میں بھی حال کی تقدیم ذوالحال پر ہوگی اگرچہ التباس صفت نہیں ہوگا یہ صرف باب کے موافقت کی بنا پر ہوگا یعنی طروا للباب حالت رفعی اور حالت جری میں بھی ذوالحال پر حال کی تقدیم مانی جائے گی اگرچہ التباس صفت نہ ہو **ولا متقدم ای حال فیما عدا مثل زید قائما کعمر وقاعدا** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ زید قائما کعمر وقاعدا کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں قائما کا لفظ زید سے حال واقع ہوا ہے اور عامل اس کا معنوی تشبیہ ہے جو کاف جارہ سے معلوم ہوتا ہے اور باوجود اس کے یہاں حال عامل معنوی پر مقدم ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں یہ تقدیم حال ایک قاعدہ کے بنا پر ہے اور وہ یہ کہ جب ایک چیز سے دو حال باعتبارات مختلف واقع ہوں تو اس میں واجب ہے کہ ہر ایک حال اپنے ذوالحال کے قریب ہو جیسے مثال مذکور میں واقع ہے اس لئے یہاں حال اپنے عامل معنوی پر مقدم ہوا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قاعدہ کلیہ اس مثال کے علاوہ میں ہے لہٰذا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ قاعدہ درست ثابت ہوا۔ **علی العامل المعنوی قد عرفت فیما قبل العامل المعنوی وان ما هو مقدر بالفعل او اسم الفاعل مثل الظرف وما یشبه اعنی الجار والمجرور خارج عنه داخل فی الفعل اوشبه فعل هذا معنی الکلام ان الحال لایتقدم علی العامل المعنوی اتفاقا** . یعنی ماقبل میں عامل معنوی معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو کچھ مقدر بالفعل یا باسم فاعل ہوتا ہے جیسے ظرف اور اس کے مشابہ یعنی جار و مجرور یہ عامل معنوی سے خارج مانا جاتا ہے اور فعل یا شبہ فعل میں داخل رہتا ہے۔ پس اس تقدیر پر کلام کے معنوی یہ ہیں کہ حال عامل معنوی پر اتفاقاً مقدم نہیں ہوتا ہے۔ **بخلاف الظرف ای بخلاف ما اذا کان العامل ظرفاً او شبهه فان فیه خلافا فسیبویه لایجوزه اصلا نظر الی ضعف الظرف فی العمل وجوزه الاخفش بشرط تقدم المبتداء علی الحال نحو زید قائما فی الدار فاما مع تاخر المبتداء عن الحال فانه سیبویه فی المنع فلا یجوز قائماً زید فی الدار ولا قائما فی الدار زید اتفاقا** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بخلاف الظرف کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں لامحالہ کی ضمیر فاعل مستتر سے متعلق ہوگا یا عامل معنوی سے اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں ہیں اول اس لئے کہ اس صورت میں یہ معنی ہونگے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا بخلاف ظرف کے کہ ظرف عامل معنوی پر مقدم ہوتا ہے پھر یہ ظرف خود دو حالتوں سے خالی نہیں عامل معنوی میں مندرج ہے یا نہیں اگر مندرج ہے جیسا کہ یہ مذہب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے تو اس تقدیر پر تقدیم شے علی نفسہ لازم ہوگی اور یہ درست نہیں اور اگر مندرج نہیں ہے جیسا کہ یہ مذہب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے تو اس صورت میں مبحث سے خروج لازم ہوگا کیونکہ بحث حال کی تقدیم کی ہے ظرف تقدیم کی نہیں ہے اور بخلاف الظرف کا قول عامل معنوی سے اس لئے متعلق نہیں ہوسکتا۔ کہ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا بخلاف ظرف کے کہ ظرف پر مقدم ہوتا ہے اور یہ بھی درست نہیں کیونکہ حال جس طرح ظرف پر مقدم ہوتا ہے اسی طرح فعل اور شبہ فعل پر بھی مقدم ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بخلاف الظرف کا قول معنوی سے متعلق ہے اور ظرف عامل معنوی میں مندرج نہیں ہے اور یاء بمعنی مع کے ہے اور خلاف کے معنی اختلاف کے ہیں اس صورت میں عبارت کی تقدیر یہ ہوگی **لاتتقدم الحال علی العامل المعنوی بالاتفاق مع اختلاف الظرف** یعنی حال عامل معنوی پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوتا مع اختلاف ظرف کے کہ اس میں دو مذہب ہیں اول مذہب سیبویہ کا دوسرا مذہب اخفش کا پس سیبویہ ظرف کے ضعف عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے حال کی تقدیم کو ظرف پر جائز نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ظرف ضعیف العمل ہے معمول متاخر میں عمل کرتا ہے مقدم میں نہیں کرسکتا اور اخفش تقدیم حال علی الظرف کو جائز رکھتے ہیں لیکن اس تقدیم کے جواز کے لئے یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ مبتداء حال پر مقدم ہو جیسے زید قائما فی الدار میں ہے اور مبتداء کے تاخیر کی صورت میں اخفش عدم جواز میں اپنے استاذ سیبویہ کے موافق ہیں پس قائما زید فی الدار اور قائما فی الدار زید کی ترکیبوں کے عدم جواز پر سیبویہ اور اخفش دونوں استاد و شاگرد متفق ہیں۔ **ویحمل ان یکون معناه وان الحال وان کانت مشابهة للظرف لما فیه من معنی لظرفیة الا ان الظرف یتقدم علی عامله المعنوی لتوسعهم فی الظروف والحال لایتقدم علیه هذا اذا لم یکن الظرف داخلا فی العامل المعنوی واما اذا جعلته داخلا فی العامل المعنوی کما هو الظاهر من کلامهم فالمراد هو الاحتمال الثانی لاظهر** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرت پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ احتمال ہے کہ بخلاف الظرف کا قول متقدم کی ضمیر مستتر فاعل سے متعلق ہو اور ظرف عامل معنوی میں مندرج نہ ہو اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خروج مبحث سے لازم نہیں آتا کیونکہ حال ظرفیت کے معنی میں ظرف کے مشابہ ہے صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ ظرف اپنے عامل معنوی پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ ظروف کے عمل میں توسع ہے ظروف مقدم معمول اور متاخر دونوں معمولوں میں عمل کر سکتے ہیں بخلاف حال کے یہ اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا ہے اور یہ احتمال مذکور جب ہے کہ جب کہ ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو اور اگر اس کو عامل معنوی میں داخل مانا جائے جیسا کہ یہی کلام نحات سے ظاہر ہے۔ پس اس تقدیر پر یہی احتمال ثانی ﴿قول الثانی یہ ہے کہ نحات قول ضمیر حال عامل اس تقدیر پر ہوں گے کہ درآنحالیکہ بخلاف عامل معنوی نہیں ہوگا ظرف کے کہ معنوی ہوگا ۱۲﴾ ہی مراد ہوگا اول احتمال مراد نہیں ہوگا اور اس احتمال ثانی کی بنا پر تقدم شے علی نفسہ بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ عامل معنوی کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ ظرف ہو ثانی یہ کہ ظرف نہ ہو پس حال اس عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوگا جو کہ ظرف نہ ہو بخلاف ظرف کے کہ ظرف اس عامل معنوی پر مقدم ہوگا جو کہ ظرف نہ ہو گویا یہ تقدیم احد القسمین علی الاخر ہے تقدیم شے علی نفسہ نہیں ہے اس مقام کو خوب سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ ذرا مشکل ہے **وکما لاتتقدم الحال علی العامل المعنوی کذالک** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ اوپر والا **لاتتقدم علی العامل المعنوی** کے جملہ پر عطف ہے۔ **لاتتقدم علی ذی الحال المجرور سواء کان مجرورا بالاضافة او بحرف الجر وان کان مجرورا بالاضافة لم تتقدم الحال علیه اتفاقا نحو جاء تنی مجردا عن الثیاب ضاربته زید وذلک لان الحال تابع وفرع الذی الحال والمضاف الیه لایتقدم علی المضاف فلا یتقدم تابعه ایضا وان کان مجرورا بحرف الجر ففیه خلاف فسیبویه واکثر البصریة یمنعون تقدیمها علیه للعلة المذکورة وهو المختار عند المصنف ولهذا قال .** یعنی جس طرح عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح حال اپنے ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہوتا ہے اور یہ ذوالحال مجرور عام ہے خواہ مجرور باضافت ہو خواہ مجرور بحرف جر ہو اگر مجرور باضافت ہو تو اس صورت میں حال ذوالحال پر علی الاتفاق مقدم نہیں ہوگا جیسے جاء تنی مجرد عن الثیات ضاربته زیدا کی ترکیب میں موجود ہے اور یہ عدم تقدیم اس لئے ضروری ہے کہ حال ذوالحال کی فرع اور تابع ہوتا ہے اور ذوالحال یہاں مثال مذکور میں مضاف الیہ زید کا لفظ ہے اور یہ معلوم ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر مقدم نہیں ہوتا لہٰذا اسی طرح اس کا تابع بھی ذوالحال پر مقدم نہیں ہوگا اور اگر یہ ذوالحال مجرور بحرف جر ہو تو اس میں علماء نحات کا اختلاف ہے سیبویہ اور اکثر بصری ذوالحال پر حال کی تقدیم کو منع کرتے ہیں بوجہ اسی علت ﴿قولہ علت یاء ہے کہ جس طرح جار پر مقدم ہوتا اسی طرح تابع بھی نہیں ہوگا ۱۲ منہ﴾ مذکورہ بالا کے اور یہی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مختار ہے اسی وجہ سے علی الاصح کہہ دیا۔ **علی الاصح ونقل عن بعضهم الجواز استدلا لا بقوله تعالیٰ وما ارسلناک الا کافة للناس ولعل الفرق بین حرف الجر والاضافة ان حرف الجر مع للفعل کالهمزة والتضعیف فکانه من تمام الفعل وبعض حروفها فاذا قلت ذهبت راکبة بهند فکانک قلت اذهبت راکبة هندا فالمجرور بحسب الحقیقة لیس مجرورا .** یعنی اگر ذوالحال مجرور بحرف جر ہو تو اس میں دو مذہب ہیں ایک اصح جیسا کہ یہ مذہب اصح مختار مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے دوسرا مذہب غیر اصح اس کے متعلق بعض نحات سے ذوالحال پر حال کی تقدیم کا جواز منقول ہے کیونکہ حروف جارہ فعل لازم کے معدات ﴿معدات بصیغہ فاعل متعدی ۱۲ منہ﴾ ہوتے ہیں یعنی جس طرح ہمزہ باب افعال اور تضعیف کے ذریعہ سے فعل لازمی کو متعدی بناتے ہیں اسی طرح حروف جارہ سے بھی فعل لازمی متعدی ہوتا ہے پس اس لحاظ سے گویا یہ حروف جارہ فعل کے بعض حروف میں سے ہیں اور فعل کا اتمام انہی پر ہے اور یہ معلوم ہے کہ حال کی تقدیم فعل پر جائز ہے لہٰذا اسی طرح حروف جارہ پر بھی حال کی تقدیم جائز مانی جائے گی پس جب ذہبت راکبته بهند کہا جائے تو گویا اذہبت

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

راکبت بندا کہا گیا پس اس تقدیر پر مثال مذکور میں مجرور بحرف جر حقیقت میں مجرور نہیں ہے بخلاف مجرور باضافت کے کہ وہ حقیقت میں مجرور ہوتا ہے اور فرق درمیان مجرور بحرف جر اور مجرور باضافت کے یہی ہے اور اس تقدیم کے جواز کی دلیل میں آیت کریمہ مذکورہ کو پیش کرتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں ذوالحال مجرور بحرف جر پر کافۃ حال مقدم ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حال کا ذوالحال مجرور بحرف جر پر مقدم ہونا جائز ہے یہ مجوزین تقدیم کی دلیلیں ہوئیں۔ واجاب بعضهم عن هذا الاستدلال بجعل كافة حالا عن الكاف والتاء (قولہ تاء کے لئے ہے اس سے قصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ کافۃ کا خطاب سے حال واقع ہونا درست نہیں کیونکہ کاف خطاب مذکر ہے اور کافۃ کا لفظ موئنث ہے اور درمیان ذوالحال اور حال کے تذکیر اور تانیث میں مطابقت ضروری ہے شارح ملا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کافۃ کے لفظ کا تاء تانیث کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے ہے ۱۲ منہ) للمبالغة وبعضهم بجعلها صفة المصدر اى رسالة كافة وبعضهم بجعلها مصدرا كا الكاذبة والعافية والكل تكلف وتعسف . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے استدلال مذکور کے تین طرح جواب بتائے ہیں اول یہ کہ آیت مذکورہ میں کافۃ کا لفظ اس سے حال نہیں ہے بلکہ یہ کاف خطاب سے حال واقع ہوا ہے اور کافۃ کے لفظ کے تاء کا مبالغہ کے لئے ہے تانیث کے لئے نہیں ہے اور بعض نے استدلال مذکورہ کا جواب اس طرح دیا ہے کہ کافۃ کا لفظ مصدر محذوف کی صفت ہے حال نہیں ہے جس کی تقدیر ارسالۃ کافۃ ہے اور بعض نے اس طرح جواب دیا ہے کہ کافۃ کا حال نہیں بلکہ یہ بذات خود مصدر ہے جس طرح کاذبۃ اور عافیۃ کے الفاظ مصادر ہیں اسی طرح یہ کافۃ کا لفظ بھی مصدر ہے لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر یہ حال نہیں اور مجوز میں تقدیم حال کی دلیلیں درست ثابت نہیں ہوئیں لیکن یہ کل وجوہات تکلف اور تعسف کے ہیں اول وجہ کی تکلف تو یہ ہے کہ تاء کافۃ کا مبالغہ کے لئے واقع ہونا معلوم اور یقینی نہیں بلکہ اس سے اکثر نحات نے انکار کیا ہے اور ثانی اور ثالث وجہوں میں تکلف یہ ہے کہ ان وجوہات کہ بنا پر تقدیر کی ضرورت پڑے گی اور تعسف یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا سے مقصد یہ ہے کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمیع الناس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور یہ معنیٰ وجہ اول کی بنا پر فوت ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں یہ احتمال ممکن ہے کہ ناس سے مراد بعض ناس ہوں۔ وكل عامل على هيأة اى صفة سواء كان الدال منشقا او جامدا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ہیات سے مراد یہاں صفت ہے یعنی جو لفظ کہ فاعل اور مفعول بہ کی صفت پر دلالت کرے خواہ وہ دال مشتق ہو خواہ جامد اس کا حال واقع ہونا درست اور صحیح ہے۔ صح ان يقع حالا من ضمير ان يؤول الجامد بالمشتق لان المقصود من الحال بيان الهيأة و هو حاصل به وهذا رد على جمهور النحاة حيث شرطوا اشتقاق الحال وتكلفوا فى تاويل الجوامد بالمشتق ومع هذا فلاشك ان الاغلب فى الحال الاشتقاق لغیر اس کے کہ جامد کو مؤول بمشتق کر کے حال ٹھہرایا جائے تو اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ حال سے مقصود فاعل اور مفعول بہ کی صفت کا بیان کرنا ہے اور یہ جامد سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور اس میں مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور نحات پر رد کیا ہے وہ حال کا مشتق ہونا ضروری مانتے ہیں اور اگر کسی ترکیب میں جوامد حال واقع ہو جائیں تو یہ لوگ ان جوامد کو مؤول بمشتق ٹھہرا کر حال کے صحیح کرنے میں یہ تکلف کرتے ہیں اور باوجود اس کے اس میں شک نہیں کہ اکثر اور اغلب حال میں اشتقاق ہے یعنی غالباً حال مشتق ہی ہوتا ہے مثل بسرا اور طبا فى قولهم جيء بسرا او رطبا کے الفاظ جو امد حال واقع ہوئے ہیں نحات کے اس قول میں هذا بسرا وهو ما بقى فيه حموضة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بسرا کے لغوی معنیٰ بتائے ہیں کہ بسر اس کو کہتے ہیں جس میں تھوڑی سے ترشی باقی ہو۔ طبب منه رطبا وهو ما فيه حلاوة صرفة فهما مع كونهما جامدين حالان لدلالتهما

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علی صفة البسریة والرطبیة ولا حاجة ایے ان یؤول البسر بالمبسر والرطب بالمرطب من البسر النخل اذا صار ما علیه بسرا وارطب اذا صار ما علیه رطبا والعامل فی رطبا اطیب باتفاق النحاة وفی بسرا ایضا عند محققیهم. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رطب کے لغوی معنی ما فیہ حلاوۃ صرفۃ بتا کر یہ ظاہر کیا ہے کہ مثال مذکور میں بسرا اور رطبا کے الفاظ باوجود اس کے کہ یہ جوامد ہیں حال واقع ہوئے ہیں کیونکہ یہ بسریت اور رطبیت کی صفت پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں بسر کے مبسر سے اور رطب کے مرطب سے تاویل کی ضرورت نہیں ہے اور یہ البسر النخل سے ماخوذ ہے یہ جب بولتے ہیں جب کہ نخل کا میوہ سرسبز ہو جائے اور ارطب اس وقت استعمال کرتے ہیں جس وقت نخل کا کھجور رطب ہو جاتا ہے اور رطبا کا عامل باتفاق نحات اطیب کا لفظ ہے اور بسرا میں بھی محققین نحات کے نزدیک یہی اطیب کا لفظ عامل ہے۔ وتقدم بسرا علی اسم التفضیل مع ضعفه فی العمل لانه اذا تعلق بشئی واحد حالان باعتبارین مختلفین یلزم ان یلی کل منهما متعلقه والبسریة تعلقت بالمشار الیه بهذا من حیث انه مفضل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اطیب کا لفظ اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل ضعیف العمل ہوتا ہے یہ معمول متاخر میں عمل کر سکتا ہے متقدم میں نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن یہ تقدیم اسم تفضیل پر باوجود اس کے ضعیف العمل ہونے کے ایک قاعدہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ایک شے سے دو احوال باعتبارات مختلفہ واقع ہوں تو اس میں یہ واجب اور ضروری ہے کہ ہر ایک حال اپنے اپنے ذوالحال کے قریب ہو اور اس میں شک نہیں کہ بسرا مشار الیہ بہذا سے باعتبار اس کے حال واقع ہوا ہے کہ یہ بسرا مفضل ہے پس یہاں ضروری ہے کہ یہ ھذا کے قریب ہو اور رطبا بھی مشار الیہ بہذا سے اس اعتبار کی بنا پر حال واقع ہوا ہے کہ یہ مفضل علیہ ہے پس اس کا قرب منہ سے ضروری اور لازمی ٹھہرا لہٰذا قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا کی بنا پر یہاں اسم تفضیل پر معمول مقدم ہوا ہے اور اس قاعدہ کلیہ مذکورہ کی تشریح فقیر نے اوپر بھی کی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ وهذا الحیثیة وان لم تکن معتبرة فیه الا بعد اضماره فی اطیب لکنه لما کان الضمیر بالنسبة المظهر کالعدم اقیم المظهر مقامه واو جبوان یلیه والرطبیة تعلقت به من حیث انه مفضل علیه وهو ضمیر منه فیجب ان یلیه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب بسرا کا لفظ مشار الیہ بہذا سے اس اعتبار کی بنا پر حال واقع ہوا ہے کہ یہ مفضل ہے اور یہ حیثیت جب معتبر مانی جائے گی جبکہ اس مشار الیہ کو اطیب کے لفظ میں مضمر مانا جائے پس چاہیئے کہ بسرا اطیب کے لفظ سے موخر ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن ضمیر ضمیر بہ نسبت اسم ظاہر کے کالعدم مانی جاتی ہے لہٰذا یہاں اسم مظہر کی ضمیر کی جگہ قائم کیا ہے اور حال کو اس کے قرب میں واجب سمجھ کر لایا ہے اور رطبیت مشار الیہ بہذا سے اس اعتبار کی بنا پر متعلق ہوئی ہے کہ وہ مفضل علیہ ہے اور وہ منہ کی ضمیر ہے لہٰذا واجب ہے کہ یہ حال اس منہ کے قرب میں ہو۔ قال الرضی واما الضمیر المستکن فی الفعل فانه وان کان مفضلا لکنه لما لم یظهر کان کالعدم ومع هذا فلا اری باسابان یقال وان لم یسمع زید احسن قائما منه قاعدا اس میں شارح ملا جامی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی کی رائے کو اس مقام پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام میں اپنی رائے ظاہر کر کے کہا ہے کہ اطیب کی ضمیر مستکن اگرچہ مفضل ہے لیکن چونکہ وہ ظاہر نہیں کی جا سکتی ہے اس لئے وہ کالعدم مانی جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ یہاں مظہر کو مضمر کی جگہ قائم کیا گیا ہے میری رائے میں زید احسن قائما منہ قاعدا کی ترکیب کی طرح اگرچہ عرب سے مسموع نہیں ہذا اطیب بسرا منه اطبا کی ترکیب بھی درست اور صحیح ہے لہٰذا اس صورت میں اسم تفضیل پر معمول کا تقدم لازم نہیں آیا۔ وذهب بعضهم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الی ان العامل فی بسرا اسم الاشارة ای اشیر الیه حال کونه بسرا وهذا لیس بصحیح لانه یمکن ان یکون المشار الیه التمر الیابس فلا تفید الاشارة بحالة البسریة ولا نه یصح حیث وقع موقع اسم الاشارة اسم لایصح اعماله فیه نحو تمرة نخلی بسرا اطیب منه رطبا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بسرا کا عامل اختلافی بتاتے ہیں کہ بعضے نحات کے نزدیک بسرا کا عامل اشارہ اور تنبیہ ہے جو ہذا کے لفظ سے معلوم ہوتی ہے جس کی تقدیر عبارت اشیر الیہ حال کونہ بسرا ہے لیکن یہ مذہب دو وجہوں سے صحیح اور درست نہیں اول یہ کہ حال ذوالحال کے عامل کے لئے قید ہوتا ہے اور یہاں بسریت اشارہ اور تنبیہ کے لئے قید نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہاں مشارالیہ تمر یابس ہو ثانی یہ کہ جائز ہے کہ اشارہ کی جگہ ایسا اسم صریح واقع ہو جس کا اعمال درست نہ ہو جیسے مثال مذکور میں ہے کہ اس میں تمر نخلی مبتداء واقع ہوا ہے اور یہ بسرا میں عمل نہیں کرسکتا کیونکہ یہ جامد ہے اور جامد عمل نہیں کرسکتا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ بسرا اور رطبا کا عامل اطیب ہی ہے وقد اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ جملہ حالیہ ہے تکون ای الحال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ تکون کی ضمیر مرفوع حال کی طرف راجع ہے۔ **جملة لدلالتها علی الهیئة کالمفردات فیصح ان تقع حالا مثلها ولکن یجب ان تکون الجملة الحالیة خبریة** . یعنی کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے کیونکہ حال سے مقصد فاعل یا مفعول بہ کی صفت کا بیان کرنا ہے اور یہ جس طرح مفردات سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح جملوں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ جملہ بھی مثل مفردات کے فاعل اور مفعول بہ کی ہیئات پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس کا حال واقع ہونا مثل مفردات کے صحیح اور درست ہے لیکن چونکہ حال اپنے ذوالحال سے مربوط ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ربط کے قابل نہیں اس لئے ضروری اور واجب ہے کہ جملہ حالیہ خبریہ ہو۔ **محتملة للصدق والکذب لان الحال بمنزلة الخبر عن ذوی الحال واجراء ها علیه فی قوة الحکم بها علیه والجملة الانشائیة لاتصح ان یحکم بها علی شئی ولما کانت الجملة مستقلة فی الافادة لاتقتضی ارتبا طها بغیرها والحال مرتبطة بغیرها فاذا وقعت الجملة حالا لابدلها من رابطة ربطها ای صاحبها وهی الضمیر والواو والجملة الخبریه اما اسمیة او فعلیة والفعلیة اما ان یکون فعلها مضارعا مثبتا او مضارعا منفیا او ما ضیا مثبتا اور ما ضیا منفیا فهذه خمس جمله** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جملہ خبریہ کی تعریف بتاتے ہیں کہ جملہ خبریہ اس کو کہتے ہیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو کیونکہ حال بمنزلہ خبر کے اور ذوالحال بمنزلہ مبتدا کے ہوتا ہے اور حال کا ذوالحال پر جاری کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس پر حکم لگانا اور جملہ انشائیہ محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لئے یہ جملہ حالیہ خبریہ ہوگا اور چونکہ جملہ خبریہ مستقل بالافادہ ہوتا ہے غیر سے تعلق اور ارتباط کا مقتضی نہیں ہوتا اور حال غیر سے مربوط ہوتا ہے اس لئے جب جملہ حال واقع ہوگا تو اس میں رابط کی ضرورت ہوگی جس سے حال کا اپنے ذوالحال سے تعلق اور ارتباط حاصل ہوسکے اور وہ رابطہ یا ضمیر ہوگی یا واو اور جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں اول اسمیہ دوم فعلیہ اور جملہ فعلیہ چار حالتوں سے خالی نہیں ہوگا اس کا فعل فعل مضارع مثبت ہوگا یا مضارع منفی یا فعل ماضی مثبت ہوگا یا ماضی منفی پس یہ کل جملہ فعلیہ اسمیہ کے ساتھ پانچ جملے ہوگئے۔ **فلا سمیة ای الجملة الاسمیة الحالیة معلمة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے معلمۃ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا کہ با الواو جارو مجرور کا متعلق محذوف یہ معلمۃ کا لفظ ہے یعنی اگر حال جملہ اسمیہ واقع ہو تو وہ حتمًا بواو اور ضمیر ہوگا یعنی اس کا رابطہ واو اور ضمیر دونوں ہونگے۔ **بالواو والضمیر معا لقوة الاسمیة فی الاستقلال فناسب ان تکون الرابطة فیها فی غایة القوة نحو جئت وانا راکب وجئت وانت راکب وجاء نی زید وهو راکب** اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لئے کہ جس طرح جملہ اسمیہ مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اسی طرح اس کا رابطہ بھی غایت درجہ کا قوی اور مضبوط ہونا چاہیئے اور اس جملہ اسمیہ حالیہ کی مثالیں جن میں رابطہ ضمیر اور واو دونوں واقع ہوئے ہوں اوپر عربی عبارت میں مذکور ہیں۔ **او بالواو وحدها لانها تدل على الربط فى اول الامر فاكتفى بها مثل قوله عليه السلام كنت نبيا وآدم بين الماء والطين وهذا اى الربط بالواو وحدها اوبها مع الضمير انما يكون فى الحال المنتقلة واما فى الحال المؤكدة فلا تجوز الواو تقول هو الحق لا شك فيه وذلك لان الواو لا تدخل بين المؤكد والمؤكد لشدة الاتصال بينهما** . یعنی جملہ اسمیہ حالیہ کا رابطہ تنہا واو بھی ہوسکتا ہے کیونکہ واو اول امر میں ربط پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جائے گا ضمیر کی ضرورت نہیں ہے اس کی مثال حدیث شریف مذکور میں ہے اور آدم بین الماء والطین کے جملہ میں اکتفاء بالواو کیا گیا ہے اور اس ربطہ بالواو یا واو اور ضمیر دونوں کی ضرورت صرف حال منتقلہ میں ہے بخلاف حال مؤکدہ کے کہ اسمیں ربطہ بالواو جائز نہیں ہے اس کی مثال میں ہو الحق لاشك فيه بغير واو کے کہا جاتا ہے ولاشک فیہ واو کے ساتھ نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ واو درمیان مؤکدہ اور مؤکدہ کے داخل نہیں ہوتا اس لئے کہ درمیان مؤکدہ اور مؤکدہ کے شدت اتصال ہے فائدہ حال مؤکدہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے ذوالحال سے غالبا منفک نہ ہو جیسے زید ابوك عطوفا میں اب کی عطوفت منفک نہیں ہوتی ہے اور حال منتقلہ اس کو کہتے ہیں جو غالبا اپنے ذوالحال سے منفک ہوسکے جیسے ہذا زید قائما میں زید کے قیام کا انفکاک ممکن ہے۔ **اوبالضمير وحده على ضعف لان الضمير لايجب ان يقع فى الابتداء فلا يدل على الربط فى اول الامر نحو كلمة فوه الى فى فلا بد من الواو على الصحيح** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکتفاء بالضمیر وحدہ علی ضعف کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ جملہ اسمیہ حالیہ میں اکتفاء بالضمیر بھی کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ ضمیر کا ابتداء میں واقع ہونا واجب نہیں جس سے ربط پر اول امر میں دلالت ممکن ہوسکے جیسے مثال مذکور میں فوہ الی فی بغیر واو کے بھی کہہ سکتے ہیں لیکن استعمال صحیح میں واو کی ضرورت ہے یعنی وفوہ الی فی صحیح ہے۔ **والمضارع المثبت اى الجملة الفعلية التى يكون الفعل فيها مضارعا مثبتا متلبسة** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متلبسۃ کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ بالضمیر جار ومجرور کا متعلق یہ متلبسۃ کا لفظ محذوف ہے یعنی وہ جملہ فعلیہ جس میں فعل فعل مضارع مثبت واقع ہو وہ متلبس بضمیر ہوگا یعنی اس کا رابطہ صرف ضمیر ہوگی۔ **بالضمير وحده لمشابهة لفظا او معنى الاسم الفاعل المستغنى عن الواو نحو جاء نى زيد يسرع** ۔یعنی جملہ فعلیہ مضارعیہ مثبتہ اکتفاء میں بالضمیر اس لئے ضروری ہے کہ فعل مضارع اسم فاعل کے لفظ یا معنی میں مشابہ ہے اور اسم فاعل واو سے مستغنی ہوتا ہے اسی طرح جملہ فعلیہ مضارعیہ مثبتہ بھی واو سے مستغنی ہوگا تاکہ درمیان مشبہ اور مشبہ بہ کے مطابقت حاصل ہو اس کی مثال جاءنی زید یسرع ہے کہ اس میں ویسرع کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور مضارع کے اسم فاعل سے لفظی مشابہت تو ظاہر ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ اس کی جگہ اسم فاعل واقع ہوتا ہے یعنی یسرع کہ جگہ سارع بھی کہہ سکتے ہیں۔ **وما سواهما اى ما سوى الجملة الاسمية والفعلية المشتملة على المضارع المثبت من الجمل الشتملة على المضارع المنفى او الماضى المثبت او المنفى** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کا مرجع بتاتے ہیں کہ اس کا مرجع جملہ اسمیہ اور فعلیہ ہے جو مشتمل بمضارع مثبت ہو اور من الجمل سے ماصولہ کا بیان کرتے ہیں کہ ماسوائے اسمیہ فعلیہ کے وہ جملے ہیں جو مضارع منفی یا ماضی مثبت یا ماضی منفی پر مشتمل ہوں ان جملوں کا رابطہ واو اور ضمیر دونوں ہوں گے یا ان میں سے ایک ہو گا۔ **بالواو والضمير معا او باحدهما وحده من غير ضعف عند الاكتفاء بالضمير لعدم قوة استقلالها**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا لاسمیة فالمضارع المنفی نحو جاء نی زید وما یتکلم غلامه او جاء نی زید ما یتکلم غلامه او جاء نی زید وما یتکلم عمرو والماضی المثبت نحو جاء نی زید وقد خرج غلامه او جاء نی زید قد خرج غلامه او جاء نی زید وقد خرج عمرو والماضی المنفی نحو جاء نی زید وما خرج غلامه او جاء نی ماخرج غلامه او جاء نی زید وما خرج عمر و . یعنی جب حال فعل مضارع منفی یا ماضی مثبت یا منفی واقع ہوتو اس میں رابطہ واو اور ضمیر دونوں ہوں گے یا ان میں سے ایک ہوگا اور یہاں اکتفاء بالضمیر بغیر ضعف کے درست ہے کیونکہ یہ جملے فعلیہ مذکورہ جملہ اسمیہ کی طرح قوت نہیں رکھتے ہیں اس لئے یہاں ادنی رابطہ کافی ہے قوی رابطہ کی ضرورت نہیں ہے اور مضارع منفی اور ماضی مثبت اور منفی سب کی مثالیں مع اقسام کے مذکور ہوئیں غور کر کے سمجھنا چاہیئے۔ ولا بد فی الماضی المثبت لا المنفی من دخول لفظة قد المقربته زمان الماضی الی الحال لغة علی لماضی المثبت الواقع حالا لیدل بها علی قرب زمانه الی زمان صدور الفعل من ذی الحال او وقوعه علیه تجوز الان المتبادر من الماضی المثبت اذ وقع حالا ان مضیه انما هو النسبة الی زمان العامل فلابد من قد حتی تقربه الیه فیقارنه وهذا بخلاف مذهب الکوفیین فانهم لا یوجبون قد ظاهرة ولا مقدرة . یعنی جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس میں قد کے لفظ کا داخل ہونا ضروری ہے بخلاف فعل ماضی منفی کے کہ یہ اگر حال واقع ہوتو اس میں لفظ قد کے داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس میں لفظ قد کا داخل ہونا اس لئے ضروری ہے کہ قد کا لفظ ماضی کے زمانہ کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے لہٰذا اگر ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس کے لئے دخول قد موضوع ہے تا کہ اس قد کے ذریعہ سے ذوالحال کے صدور فعل یا وقوع فعل کے زمانہ کے قرب پر مجازا دلالت کر سکے کیونکہ ماضی مثبت سے جو حال واقع ہو اس میں متبادر یہ ہے کہ اس کا ماضی ہونا بہ نسبت عامل کے زمانہ کے ہوگا لہٰذا یہاں قد کی ضرورت ہے تا کہ وہ ماضی زمانہ کو عامل کے زمانہ کے قریب کرے لیکن یہ دخول قد بصریوں کا مذہب ہے بخلاف کوفیوں کے کہ وہ لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ دخول قد کو خواہ لفظی ظاہری ہو خواہ مقدر واجب نہیں مانتے ہیں بخلاف بصریوں کے وہ واجب سمجھتے ہیں سواء کانت ظاهرة اس سے مقدم شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سواء کانت کا جملہ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ کانت مقدر کی خبر ہے اس لئے منصوب ہے فی اللفظ نحو جاء نی زید قد رکب غلامه یعنی بصریوں کے نزدیک قد کا داخل ہونا ضروری ہے خواہ وہ لفظ میں ظاہر ہو جیسے مثال مذکور میں ہے او مقدرة منوية نحو قوله تعالیٰ مجاو کم حصرت صدورهم ای قد حصرت وهذا بخلاف مذهب سیبویه والمبرد فانهما لا یجوز ان حذف قد فسیبویه یوول قوله تعالیٰ حصرت صدورهم بقوماً حصرت صدروهم فتکون جملة حصرت صدورهم صفة موصوف محذوف وهو الحال والمبرد یجعله جملة دعائیه وانما لم یشترط ذالک فی المنفی لاستمرار النفی بلا قاطع فیشمل زمان الفعل۔ یعنی خواہ لفظ میں قد ظاہر نہ ہو بلکہ مقدر معنوی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قولہ مذکور میں ہے کہ اس میں حصرت کے جملہ سے مقدم قد کا لفظ مقدر اور محذوف ہے لیکن اس آیت شریفہ کے قد کی لفظ کے مقدر اور محذوف ماننے میں سیبویہ اور مبرد اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ یہاں قد کے حذف کو جائز نہیں مانتے بلکہ اس کے تلفظ اور اظہار کو ضروری تصور کرتے ہیں چونکہ قد آیت کریمہ میں ملفوظ نہیں ہے۔ اس لئے سیبویہ حصرت صدورہم کے جملہ کو قوم سے مؤول کرتے ہیں اور اس جملہ کو موصوف محذوف کی صفت قرار دیتے ہیں یعنی موصوف وصفت دونوں ملا کر حال ٹھہراتے ہیں اس لئے یہاں قد ملفوظ نہیں ہے گویا یہاں سیبویہ کے نزدیک ماضی مثبت حال واقع نہیں ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بلکہ حال موصوف محذوف قوم کا لفظ ہے اور مبرد اس جملہ کو جملہ دعائیہ قرار دیتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ جملہ دعائیہ اعراب کا محل نہیں رکھتا یعنی مبرد اس جملہ کو جملہ حالیہ نہیں مانتے ہیں اس لئے اس میں قد ملفوظ نہیں ہے اور ماضی منفی میں دخول قد کو ضروری اور شرط اس لئے نہیں مانا ہے کہ نفی میں بلا قاطع کے استمرار مقصود ہوتا ہے چونکہ یہ فعل کے زمانہ کو شامل ہے اس لئے اس میں قد کے دخول کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ **ویجوز حذف العامل فی الحال لقیام قرینة حالیة** . یعنی حال کے عامل کا حذف جائز ہے لیکن یہ جب کہ حذف کا قرینہ موجود ہو اور قرینہ کی دو قسمیں ہیں اول قرینہ حالیہ دوم قرینہ مقالیہ **کقولك للمسافر ای الشارع فی السفر او المعتنی له** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ یہاں مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو سفر کو شروع کرے یا وہ شخص ہے جو سفر کی تیاری کرے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باعتبار مآل کے مسافر کہدیا ہے حقیقی مسافر مراد نہیں ہے۔ **راشدا مهديا ای سر راشدا مهديا بقرينه حال المخاطب وقوله مهديا اما صفة لراشدا او حال بعد حال** . یہ قرینہ حالیہ کی مثال ہے یعنی اس کا عامل سر محذوف ہے اور قرینہ اس کا مخاطب کا حال ہے مخاطب کے حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راشدا کا عامل یہاں سر ہے اور مہدیا کا لفظ راشدا کے لفظ کی صفت ہے یا حال بعد حال ہے۔ **او مقالية كقولك راكبا لمن يقول كيف جئت ای جئت راكبا بقرينة السوال ومنه قول تعالیٰ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلیٰ قادرین ای بلیٰ نجمعها قادرین** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قرینہ مقالیہ کی مثال دی ہے کہ ترکیب مذکور میں راکبا کا عامل جئت محذوف ہے اور قرینہ مقالیہ اس کا سائل کا سوال ہے اور آیت کریمہ مذکورہ بھی قرینہ مقالیہ کی مثال ہے یعنی قادرین کا عامل نجمعہا مقدر ہے ویجب حذف العامل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یجب کا فاعل حذف العامل کا لفظ ہے فی بعض الاحوال اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ حال کے عامل کے حذف کا قاعدہ اللہ تعالیٰ کے قول شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة والعلم قائما بالقسط سے منقوض ہے کیونکہ یہ حال مؤکدہ ہے اور باوجود اس کے اس میں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حال مؤکدہ سے مراد بعض احوال موکدہ ہیں کیونکہ حال موکدہ کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ جملہ فعلیہ کے مضمون کا مقرر ہو ثانی یہ کہ جملہ اسمیہ کے مضمون کا مقرر ہو وجوب حذف عامل حال قسم ثانی میں ہے اول قسم میں حذف واجب نہیں ہے۔ **الموكدة وهی ای الحال الموكدة مطلقا هی التی لا منفك من صاحبها ما دام موجودا غالبا بخلاف المنتقلة والمنتقلة قيد للعامل بخلاف الموكدة** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال موکدہ بتاتے ہیں کہ حال موکدہ مطلقاً یعنی خواہ اس کے عامل کا حذف جائز ہو خواہ واجب اس کو کہتے ہیں جو کہ ذوالحال کے موجودگی میں غالباً اپنے ذوالحال سے منفک ہونا ممکن ہے جیسے جاء نی زید راکبا میں رکوب زید سے غالباً منفک ہو سکتا ہے بخلاف موکدہ کے کہ وہ عامل کی قید نہیں ہوتی ہے اس لئے وہ ذوالحال سے غالباً منفک نہیں ہوگا **مثل زيد ابوك عطوفا فان العطوفية لا تنتقل عن الاب فی غالب الامر** یہ حال موکدہ کی مثال ہے کیونکہ اس میں عطوفت غالب امر میں اب سے منفک نہیں ہوتی ہے۔ **ای احقه بفتح الهمزة اوضمها من حققت الامر بمعنیٰ تحققه او صرت منه علی یقین** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ احقہ کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں بفتح ہمزہ ہے یا بضمہ ہے یا بضمہ ہمزہ اگر بفتح ہمزہ ہو تو اس صورت میں یہ ثلاثی مجرد سے فعل مضارع متکلم کا صیغہ مانا جائے گا یہ مبالغہ پر دلالت نہیں کرتا اور یہاں مقصود مبالغہ ہے اور اگر بضمہ ہمزہ ہو تو اس تقدیر پر یہ باب افعال سے فعل مضارع متکلم کا صیغہ ہوگا پس یہ احقاق پر دلالت کرے گا نہ تحقیق

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پر اور یہاں مقصود تحقیق ہے احقان مقصود نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ بفتح ہمزہ ہے یا بضمہ ہمزہ حقیقت سے بمعنٰی تحققت کے ہے جس کے معنٰی یہ ہیں کہ اس کا مجھ کو یقین ہو گیا۔ **او من احققت الامر بهذا المعنٰی بعنیه او بمعنٰی اثبة ای تحققت ابوته لک ومرت منها علی یقین او اثبتها لک عطوفا وقال صاحب المفتاح احق التقدیرات عندی ان یقدر یحنی عطوفا** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا یہ صیغہ باب افعال احققت سے بمعنٰی تحقق یا بمعنٰی اثبۃ کے ہے پس یہ مجاز لغطی ہے جس کی تقدیر مثال مذکور کے معنٰی یہ ہوں گے کہ میں نے تیرے باپ کی ابوت تیرے لئے متحقق اور ثابت کی اور اس کا مجھ کو یقین ہوا کہ تیرا باپ مہربان ہے اور صاحب مفتاح نے کہا ہے کہ مثال مذکور میں حال کے عامل میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یحنی کا لفظ محذوف اور مقدر ہو یہ سب تقدیرات سے بہتر تقدیر ہے۔ **وشرطها ای شرط وجوب حذف عاملها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ کیا کہ شرطہا کی ضمیر مجرورہ حال کی طرف راجع ہے یعنی حال کے عامل کے حذف کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ جملہ کے مضمون کا مقرر ہو **ان تکون مقررة ای مؤکدة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مقررۃ کے معنٰی یہاں موکدہ کے ہیں۔ **لمضمون جملة احتراز به عما یؤکد بعض اجزئها کالفاعل فی قوله تعالیٰ انا ارسلناک للناس رسولا فانه یجب حذفه** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول بمضمون جملۃ قید احترازی ہے اس کی بنا پر اس حال سے احتراز ہوا جو کہ جملہ کے بعضے اجزاء کی تاکید کرے جیسے آیت کریمہ مذکور میں حال کا عامل ہے کہ یہاں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں ہے۔ **اسمیة احترز بها عما اذا کانت فعلیة فانه لایجب حذف عاملها کما قال صاحب الکشاف فی قوله تعالیٰ قائما بالقسط انه حال موکدة من فاعل شهد ولا بدههنا من قید آخر وهو ان یکون عقد تلک الاسمیة من اسمین لا یصلحان لعمد فیها والا لکان عاملها مذکورا فکیف یکون حذفه واجبا نحو اللّٰه شاهد قائما بالقسط** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ اوپر والا قاعدہ مذکورہ اللہ شاہدٌ الخ کے قول مذکورہ سے منقوض ہے کیونکہ اس میں حال جملہ کے مضمون کا مؤکدہ ہے اور باوجود اس کے اس میں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جملہ اسمیہ سے مراد یہاں وہ جملہ اسمیہ ہے جو ایسے اجزا سے مرکب ہو جس کے اجزاء عمل کی صلاحیت نہ رکھیں اور یہاں جز ثانی شاہد عمل کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے یہاں حذف واجب نہیں یعنی اسمیہ کی قید سے اس سے احتراز ہوا جو کہ جملہ فعلیہ ہو کیونکہ یہاں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں ہوگا جیسا کہ صاحب کشاف نے اللہ تعالیٰ کے قائما بالقسط کے قول کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قائما شھد کی ضمیر فاعل سے حال موکدہ ہے اور یہاں ایک دوسری قید کی بھی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ دو ایسے اسموں سے مرکب ہو جو عمل حال کے صالح نہ ہوں اور نہ حال کا عامل مذکور ہو گا پس کیوں کر اس کا حذف واجب ہو سکے گا جیسے اللّٰہ شاہد قائما بالقسط میں ہے یہ سوال مقدر مذکور بالا کا جواب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ولا بد ہنا من قید آخر الخ کی عبارت سے شروع کیا ہے جس کی تشریح اوپر بیان ہو چکی ہے خوب ملاحظہ کریں **التمیز ما ای اسم الذی** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں قطع رزقه ایے مات کی ترکیب کے مات کا لفظ داخل ہوا کیونکہ یہ بھی معنٰی موضوع لہ کے ابہام کا رفع کرتا ہے اور باوجود اس کے یہ تمیز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں کلمہ ما اسم سے عبارت ہے اور ترکیب مذکور میں مات اگرچہ رفع ابہام

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کرتا ہے لیکن یہ فعل ہے لہٰذا تمیز کی تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **یرفع الابهام واحتراز به عن البدل فان المبدل منه فی حکم التنحیة فهو لیس یرفع الابهام عن شی بل هو ترک مبهم وایراد معین .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یرفع الابہام کا قول قید احترازی ہے اس کے بنا پر بدل سے احتراز ہوا کیونکہ اس کا مبدل منہ ترک کے حکم میں ہوتا ہے لہٰذا وہ معنٰی موضوع لہ کے رفع ابہام نہیں کرتا بلکہ یہ مبہم کا ترک کرنا ہے اور معین کا لانا مقصود ہے یعنی بدل میں مقصود بہ نسبت ہوتا ہے مبدل منہ نہیں ہوتا۔ **المستقر ای الثابت الراسخ فی المعنٰی الموضوع له من حیث انه موضوع فان المستقر وان کان بحسب اللغة هو الثابت مطلقا لکن المطلق منصرف الی الکامل وهو الوضعی .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مستقر کے لفظ کے لغوی معنٰی مطلق ثابت کے ہیں اور یہاں رفع ابہام سے مراد رفع الابہام وضعی لیا گیا ہے پس یہ مجاز ہوا اور مجاز میں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے یہاں اس کا قرینہ کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مستقر سے مراد ثابت راسخ فی المعنٰی موضوع لہ ہے اس حیثیت کی بنا پر کہ وہ موضوع لہ ہے اور اس کا قرینہ علماء کا ایک قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب شے کا ذکر مطلق ہو تو اس کا صرف کامل کی طرف کر دیتے ہیں اور کامل یہاں رفع ابہام وضعی ہے لغوی نہیں لہٰذا یہ مستقر کا لفظ باعتبار لغت کے اگرچہ مطلق ثابت پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ مطلق یہاں منصرف الی الکامل ہے اور وہ رفع ابہام وضعی ہے۔ **واحترز به عن نحو رایت عینا جاریة فان قوله جاریة یرفع الابهام عن قوله عینا لکنه غیر مستقر بحسب الوضع بل نشاء فی الاستعمال باعتبار تعدد الموضوع له وکذا یقع به الاحتراز عن او صاف المبهات نحو هذا الرجل فان هذا مثلا اما موضوع لمفهومٍ کلی بشرط استعماله فی جزئیاته بل او لکل جزئی جزئی منه ولا ابهام فی هذا المفهوم الکلی ولا فی واحد واحدٍ من جزئیاته بل الابهام انما نشا من تعدد الموضوع له او المستعمل فیه فتو صیفه بالرجل یرفع هذا الابهام لا الابهام الواقع فی الموضوع له من حیث انه موضوع له وکذا یقع به الاحتراز عن عطف البیان فی مثل قولک ابو حفص عمر فان کل واحد من ابی حفص و عمر موضوع لشخص معین لابهام فیه لکن لما کان عمر اشهر زال بذکره الخفاء الواقع فی ابی حفص لعدم الاشتهار لا الابهام الوضعی .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں مشترک کا لفظ داخل ہوا جیسے رائت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ کا لفظ ہے کہ یہ لفظ معنٰی موضوع لہ کے رفع ابہام کرتا ہے اور باوجود اس کے یہ تمیز نہیں ہے اور اسی طرح اس تعریف میں مبہمات کے اوصاف داخل ہوئے کیونکہ یہ بھی رافع ابہام ہیں حالانکہ یہ تمیز نہیں اور اسی طرح اس میں عطف بیان داخل ہوا کیونکہ یہ رافع ابہام ہے باوجود اس کے یہ تمیز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد ابہام سے وہ ہے جو ثابت اور کائن معنٰی موضوع لہ میں ہو لہٰذا اس حیثیت کی بنا پر رائیت عینا جاریتہ کی ترکیب کے جاریۃ کا لفظ تمیز کی تعریف سے خارج ہوا کیونکہ جاریۃ کا لفظ اگرچہ عینا کے لفظ کا رفع ابہام کرتا ہے لیکن یہ بحسب وضع مستقر نہیں ہے بلکہ یہ باعتبار تعدد موضوع لہ کے استعمال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی طرح اس تعریف سے مبہمات کے اوصاف بھی خارج ہوئے کیونکہ ہذا الرجل کی ترکیب میں مثلاً ہذا کا لفظ ایک مفہوم کلی کے لئے موضوع ہے جو مستعمل فی الجزئیات ہوتا ہے یا مفہوم کلی کے ہر ایک جزی کے لئے موضوع ہے اور اس مفہوم کلی میں کوئی ابہام نہیں ۔ اس کے جزائیات کے ایک ایک فرد میں کوئی ابہام پایا جا سکتا ہے بلکہ یہ ابہام صرف موضوع لہ کے تعدد سے پیدا ہوا ہے یہ متاخرین کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نزدیک ہے یا تعدد استعمال سے پیدا ہوا ہے بنا بر مذہب متقدمین کے پس الرجل سے اس کے موصوف ہونے کی بنا پر صرف وہ ہی ابہام رفع ہوا ہے جو تعدد موضوع لہ یا تعدد استعمال سے پیدا ہوتھا نہ وہ ابہام وضعی جو معنٰی موضوع لہ میں واقع ہوا اور اسی طرح اس تعریف سے عطف بیان بھی خارج ہوا کیونکہ ابو حفص کی ترکیب میں یہ ابو حفص اور عمر دونوں الفاظ ایک شخص معین کے لئے موضوع ہیں اس میں کوئی ابہام نہیں ہے لیکن چونکہ عمر کا لفظ مشہور تھا اس لئے اس کے ذکر کرنے سے وہ خفاء جو ابو حفص میں بوجہ اس کی عدم شہرت کے واقع ہوا تھا رفع ہوا اس میں ابہام وضعی کا رفع مقصود نہیں ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر تمیز کی تعریف بالکل مانع ثابت ہوئی۔ **عن ذات لا عن وصف واحتراز به عن النعت والحال فانهما يرفعان الابهام المستقر الواقع فی الوصف لافی الذات وتحقيق ذلک ان الواضع لما وضع الرطل مثلا لنصف من فلا شک ان الموضوع له معنٰی معين متميز عما هو اقل من النصف كالربع وعما هو اكثر منه كمن ومنين ولا ابهام فيه الامن حيث ذاته اى جنسه فانه لايعلم منه بحسب الوضع انه من جنس العسل اوانحل او غير هما والا من حيث وصفه فانه لا يعلم منه بحسب الواضع انه بغدادی او مكی فاذا اريد رفع الابهام الوصفی الثابت فيه بحسب الوضع اتبع بصفة او حال فيقال رطل بغدادی واذا اريد رفع الابهام الذاتی قيل زيتا فزيتا يرفع الابهام المستقر عن الذات لاالنعت والحال فانهما يرفعان الابهام عن الوصف** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ ذات کا قول قید احترازی ہے یعنی اس قید سے وصف اور حال سے احتراز ہو کیونکہ نعت اور حال اس ابہام کو رفع کرتے ہیں جو وصف میں واقع ہوا ابہام ذاتی کو رفع نہیں کرتے اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ مثلاً واضع نے رطل کے لفظ کو آدھ من کے لئے وضع کیا ہے۔ پس اس میں شک نہیں کہ اس کا معنٰی موضوع لہ ایک معنٰی معین ہے اور ممتاز ہے اس سے جو نصف اقل ہو جیسے ربع اور ممتاز ہے اس سے جو اس سے اکثر ہو جیسے ایک من یا دو من اور اس میں ابہام صرف ذاتی یعنی جنسی ہے کیونکہ اس سے معلوم یہ نہیں ہوتا کہ یہ رطل عسل کا ہے یا سرکہ کا یا ان کے سوا کا یا یہ ابہام وصفی ہوگا کیونکہ اس سے بحسب وضع یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ رطل بغدادی ہے یا مکی۔ پس اگر ابہام وصفی کا رفع مقصود ہو تو اس کے بعد صفت یا حال لایا جائے گا۔ اور رطل بغدادی مستعمل کریں گے اور ابہام ذاتی کا رفع مراد ہو تو اس صورت میں اس کے بعد زیتا کہا جائے گا پس یہ زیتا کا لفظ اس ابہام ذاتی مستقر فی الذات کا رفع کرے گا بخلاف لغت اور حال کے کہ یہ ابہام وصفی کو رفع کرتے ہیں ذاتی کو نہیں۔ **مذكورة او مقدرة صفتهان للذات اشارة الى تقسيم التميز فالمذكورة نحو رطل زيتا والمتدرة نحو طاب زيد نفسا فانه فی قوة وقولنا طاب شئی منسوب الى زيد ونفسا يرفع الابهام عن ذلک الشئی المقدر فيه** یعنی مذکورۃ اور مقدرۃ کے الفاظ ذات کی صفات ہیں اور اس میں تمیز کی تقسیم کی طرف اشارہ ہے یعنی تمیز کی دو قسمیں ہیں اول وہ ہے جو رفع ابہام ذات مذکورہ کا کرے دوم وہ جو رفع ابہام ذات مقدرہ کا کرے اول کی مثال رطل زیتا ہے اور دوم کی مثال طاب زید نفسا ہے کہ یہ طاب شئی منسوب الی زید کے حکم میں ہے پس مثال مذکورہ میں تمیز یعنی نفسا کا لفظ اس شے مقدر سے رفع ابہام کرتا ہے۔

فالاول اى القسم الاول من التميز وهو ما يرفع الابهام عن ذات مذكورة يرفعه.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ اول کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور موصوف اس کا قسم کا لفظ محذوف ہے یعنی تمیز کے اول قسم اور وہ یہ ہے جو ذات مذکورہ کا رفع ابہام کرے یعنی اس ابہام کو رفع کرے جو ذات مذکورہ میں واقع ہو۔

عن مفرد يعنى به ما يقابل الجملة وشبها والمضاف.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ اور مضاف کے مقابل ہو **مقدار صفة لمفرد هو مايقدر به الشي اي يعرف به قدره ويبين** . اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مقدار کا لفظ مفرد کی صفت ہے۔ اور مقدار سے یہاں مراد وہ ہے جس سے شے کا اندازہ لگایا جاتا ہے یعنی جس سے شے کی قدر معلوم ہوتی ہے اور مقادیر اشیاء پانچ ہیں کسی شاعر نے فارسی نظم میں جمع کیے ہیں ۔

پنج اندحان من تو مقادیر راشناس
کیل است ووزن وعدوذراع است ہم قیاس

غالبا اي في غالب المواد واكثرها اي رفع الابهام مطلقا يتحقق في ضمن هذا الرفع الخاص في اكثر المواد وذالك لان الابهام فيه اكثر والمقدار اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ غالبا کا لفظ منصوب بنابر نزع خافض ہے یعنی اس مفرد مقداری کا رفع ابہام مطلق اکثر مواضع استعمال میں اس خاص رفع کے ضمن میں متحقق ہوگا اور یہ ضروری اور لازمی بات ہے کہ اس مفرد مقداری میں ابہام اکثر مستعمل ہوا کرتا ہے اما متحقق فی ضمن اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عدد کی ظرفیت مقدار کے لئے ظرفیت خاص عام کے لئے ہے یا ظرفیت جزی کلی کے لئے ہے۔ **عدد نحو عشرون درهما وسياتي ذكر تميز العدد وبيانه في باب اسماء العدد** یعنی وہ مفرد مقداری عام ہے خواہ عدد ہو جیسے مثال مذکور میں ہے اور عدد کے تمیز کا ذکر اور اس کا پورا بیان اسمائے عدد کے باب میں آویگا **واما في ضمن غيره اي غير العدد كالوزن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرورہ عدد کی طرف راجع اور ضمن کے لفظ کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے اور غیر عدد وزن ہے۔ **نحو رطل زيتا فان الرطل نصف من ونحو منوان سمنا وكا لكيل نحو قفيز ان برا وكالذراع نحو ذراع ثوبا وكا لمقياس نحو على التمرة مثلها زبدا** . یہ مقادیر کی امثال ہیں رطل زیتا وزن کی مثال ہے کیونکہ رطل نصف من کو کہتے ہیں قفیز ان برا کیل کی مثال ہے ذراع ثوبا ذراع کی مثال ہے علی التمرة مثلها زبدا مقیاس کی مثال ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منوان سے قبل نحو کا لفظ بڑھایا اور اسی طرح کیل کے لفظ سے قبل کاف تشبیہ بڑھایا اور اسی طرح علی التمر ۃ کے قبل سے نحو کا لفظ بڑھایا ہے اس سے عطف کا اشارہ کیا ہے یہ عدد کے ساتھ پانچ مقادیر ہو گئے۔ **والمراد بالمقادير في هذه الصور هو المقدرات لان قولك عندي عشرون درهماً ورطل زيتا وقفيز ان برا وذراع ثوبا وعلى التمرة مثلها زبدا المراد بها لمعدود الموزون والمكيل والمذروع والمقيس لاغير** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز ذات کے رفع ابہام کرتی ہے اور مقادیر مذکورہ میں کوئی ابہام نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مقادیر سے مراد یہاں ان مذکورہ صورتوں میں مقدرات ہیں کیونکہ مذکورہ امثال میں مقادیر سے مراد معدود اور موزون اور لکیل اور مذروع اور مقیس ہی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ اشیاء مقدرات میں ابہام موجود ہے لہٰذا اس کے رفع کرنے کے لئے یہاں تمیز مقدرات مذکور کی آئی ہے۔ **وانما اقتصر المصنف على الامثلة الثلثة لانه كان مطمع نظره التنبيه على بيان ما تيم به المفرد وهو التنوين كما في رطل زيتا اوالنون كما في منوان سمنا اوالاضافة كما في على التمرة مثلها زبدا ولهٰذا لم يستون اقسام المقادير وكرر بعضها ومعنٰى تمام الاسم ان يكون على حالته لا يمكن اضافة معها والاسم**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مستحیل الاضافة مع التنوین ونونی التثنیة والجمع ومع الاضافة لان المضاف لا یضاف ثانیا فاذاتم الاسم بهذه الاشیاء شابه الفعل اذاتم باالفاعل الفاعل وصاربه کلاما تاما فیشا به التمیز الآتی بعده المفعول لو قوعه بعد تمام الاسم کما ان المفعول حقه ان یقع بعد تمام الکلام فینصبه ذلک الاسم التام قبله لمشابهة الفعل التام بفاعله وهذه الاشیاء انما قامت مقام الفاعل لکونها آخر الاسم کما کان الفاعل عقیب الفعل . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مقادیر پانچ ہیں اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض کا ذکر کیا اور بعض کو چھوڑ دیا اور بعض کو مع امثلہ مکرر ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشیاء ثلاثہ کی مثالوں پر اکتفاء کر کے بعض مقادیر کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ مطمح نظر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقادیر کا بیان نہیں بلکہ اس کے مطمح نظر اس چیز کو بیان کرنا ہے جس سے مفرد مقداری تمام ہو سکے اور وہ تنوین ہے جیسے رطل زیتا میں ہے یا نون ہے جیسے منوان سمنا میں ہے یا اضافت ہے جیسے علی التمرة مثلها زبدا کی مثال میں ہے اور اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقادیر کی اقسام کو پورا بیان نہیں کیا اور بعض کو مکرر لایا ہے اور اسم مفرد مقداری کے تمام ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ وہ ایسی حالت میں ہو جس کے ساتھ اس کی اضافت ممکن نہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ اسم تنوین اور نون تثنیہ اور جمع اور اضافت کے ساتھ مستحیل الاضافت ہوا کرتا ہے اور اسم کا تنوین اور نون تثنیہ اور جمع کے ساتھ مستحیل الاضافت ہونا ظاہر ہے اور اضافت کے ساتھ اس لئے مستحیل الاضافت ہے کہ مضاف دوبارہ مکرر مضاف نہیں ہوتا پس جب اسم مفرد مقداری ان اشیائے مذکورہ سے تمام ہو جائے تو یہ فعل کا مشابہ ہو جائے گا یعنی جس طرح فعل فاعل سے مل کر تمام ہوتا اور کلام تام ہو جاتا ہے اسی طرح وہ تمیز جو اس اسم تام کے بعد آئے گی مفعول کے مشابہ ہوگی کیونکہ جس طرح مفعول فعل کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ تمیز بھی اس اسم کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوگی تو جس طرح مفعول کا حق یہ ہے کہ فعل کے فاعل سے تمام ہونے کے بعد منصوب واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ اسم تام بھی جو فعل سے مشابہ ہے اس تمیز کو نصب دے گا اور یہ اشیائے مذکورہ فاعل کے قائم مقام اس لئے ہیں کہ جس طرح فاعل فعل کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ اشیائے مذکور بھی اسم کے آخر میں واقع ہوتی ہے اور اشیائے مذکور سے مراد تنوین نون تثنیہ اور جمع اور اضافت ہیں۔ الاترے ان لام التعریف الداخلة علی اول الاسم وان کان یتم بها الاسم فلا یضاف معها لا ینتصب التمییز عنه فلا یقال عندی الراقود خلا . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد مقداری جس طرح اشیائے اربعہ مذکورہ سے تمام ہوتا ہے اسی طرح الف ولام سے بھی تمام ہوتا ہے کیونکہ اسم کے تام ہونے کے معنٰی یہ ہیں کہ یہ امور اربعہ مذکور کے ساتھ مستحیل الاضافت ہوتا ہے تو جس طرح یہ امور اربعہ مذکور کے ساتھ مستحیل الاضافت ہے اسی طرح الف ولام کے ساتھ بھی اس کی اضافت محال ہے پس جب یہ اسم اس اسم کے بعد واقع ہو جو الف ولام سے تمام ہو تو چاہیئے کہ یہ منصوب بنا بر تمیز ہو جیسے عندی الراقود خلا کی مثال میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ متم سے مراد یہاں مطلق متم نہیں بلکہ وہ متم مراد ہے جو فاعل سے مشابہ ہو اور الف ولام فاعل سے مشابہ نہیں کیونکہ فاعل فعل کے بعد واقع ہوتا ہے اور الف ولام تعریفی اسم پر مقدم ہوتے ہیں لہٰذا الف ولام سے اگر چہ اسم تمام ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ وہ مضاف نہیں ہوگا اس لئے الف ولام سے تمیز منصوب نہیں آئے گی پس عندی الراقود خلا کی مثال میں خلا کا لفظ منصوب بنا بر تمیز نہیں پڑھا جائے گا۔ فیفرد اے التمییز وان کان الاسم التام مثنی او مجموعا یہ اوپر کے قول پر تفریع ہے یا جزائے مقدم شرط مؤخر کی ہے یعنی تمیز مفرد لائے جائے گی اگر چہ اسم تام تثنیہ ہو یا جمع لہٰذا عندی رطل زیتا ور طلان زیتا وار

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طال زیتا پڑھا جائے گا ہر حالت میں مفرد ہی پڑھا جائے گا ان کان اے التمییز اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان کا اسم تمیز ہے جنسا وھو ما یتشابہ اجزاؤہ و یقع مجردا عن التاء علی القلیل و الکثیر فلا حاجۃ اے تثنیۃ و جمعہ کالماء والتمر والزیت والضرب بخلاف رجل وفرس . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنس کے معنی بتاتے ہیں کہ جنس اس کو کہتے ہیں کہ جس کے اجزاء متشابہ یعنی متشارک ہوں یعنی جس طرح جنس کا اطلاق کل پر ہوتا ہے اسی طرح ہر ایک جز پر بھی ہوتا ہے اور یہ جنس تاء سے خالی اور مجرد واقع ہوگا اور اس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا اس کے تثنیہ اور جمع کرنے کی ضرورت نہیں جنس کی امثال ماء اور تمر اور زیت اور ضرب کے الفاظ ہیں کہ یہ قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتے ہیں بخلاف رجل اور فرس کے کہ یہ الفاظ اسمائے اجناس ہیں جنس نہیں اور فرق درمیان جنس اور اسم جنس کے یہ ہے کہ جنس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے اور اسم جنس کا اطلاق صرف واحد پر ہوتا ہے جیسے رجل اور فرس کے الفاظ ہیں۔ الا ان تقصد الانواع اے ما فرق النوع الواحد فیشمل المثنی ایضا لانہ لا یدل لفظ الجنس مفرد اعلیھا فلا بد من ان یثنی او یجمع . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب دونوعین مقصود ہوں تو اس صورت میں بھی تثنیہ اور جمع مطابقت ضروری ہے لہٰذا انواع بصیغہ جمع ذکر کرنا درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں انواع سے مراد جمع نہیں بلکہ مافوق الواحد مراد ہے پس اس تقدیر پر یہ تثنیہ کو بھی شامل ہوا اور اگر مقصود انواع ہوں تو اس صورت میں تمیز کا تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع کر دینا اس لئے ضروری ہے کہ جنس کا لفظ اس وقت کہ مفرد نہ ہو انواع پر دلالت نہیں کر سکتا لہٰذا ضروری اور لازمی ہے کہ اس کو تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع کر دیا جائے۔ قیل وفی تخصیص قصد الانواع باالاستثناء نظر لانہ کما جازان یقال طاب زید جلستین للنوع جازان یقال طاب زید جلستین للعدد . یہ اوپر الا تقصد الانواع کی عبارت پر ایک سوال ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تمیز جس طرح قصد انوع کی بنا پر تثنیہ اور جمع ہوتی ہے اسی طرح قصد اعداد کی بنا پر بھی تثنیہ اور جمع ہو کر آتی ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قصد انواع کو استثناء کے لئے کیوں خاص کیا اور اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کیونکہ جس طرح طاب زید جلستین نوع کے لئے پڑھ سکتے ہیں اسی طرح طاب زید جلستین عدد کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ ویمکن ان یجاب عنہ بان المراد بالانواع حصص الجنس سواء کانت یا لخصوصیات الکلیۃ او الشخصیۃ . یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں انواع سے مراد جنس سے حصص ہیں خواہ وہ خصوصیات کلیہ ہوں یا شخصیہ لہٰذا اب اس تقدیر پر قصد انواع کی استثناء کی تخصیص صحیح اور درست ہوئی۔ ویجمع اے یورد التمییر علی مافوق الواحد جوازا حیث لم یقصد الواحد . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یجمع کا فاعل تمیز ہے اور یہاں بھی جمع سے مراد مافوق الواحد ہے یعنی اگر مقصود واحد ہو تو تمیز مافوق الواحد کر کے لائی جائے گی یعنی تثنیہ اور جمع کی جاوے گی۔ فی غیرہ اے فی غیرہ الجنس نحو عندی عدل ثوبین او اثوابا . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرورہ جنس کی طرف راجع ہے یعنی اگر تمیز سے جنس مقصود نہ ہو تو اس صورت میں تمیز تثنیہ و جمع لائی جائے گی جیسے مثال مذکور میں ثوبین اور اثوابا کے الفاظ ہیں۔ ثم ان کان اے المفرد المقدار تاما اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ کان کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے جس کی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اگر تمیز متلبس بثوبین یا متلبس بنون تثنیہ اور جمع ہو تو اس صورت میں اس کی اضافت جائز ہوگی اور یہ معنی درست نہیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیونکہ اس تقدیر پر خروج بحث سے لازم آتا ہے کیونکہ بحث مفرد مقداری کی تنوین کی ہے تمیز کی تنوین کی نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کان کی ضمیر مفرد مقداری کی طرف راجع ہے تمیز کی طرف نہیں ہے لہٰذا خروج بحث سے لازم نہیں آیا لیکن یہ سیاق کلام کے مخالف ہے۔ **بتلوین او بنون التثنیة او المعنی ان وجد التمییز متلبسا بتنوین المفرد او بالنون التی للتثنیة فانه لما تم الاسم بها اقتضی التمییز** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ چونکہ کان کی ضمیر مفرد مقداری کی طرف راجع کر دینے کی صورت میں سیاق کلام کے مخالف ہوتی ہے اس لئے اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ اس کے معنی اس طرح کئے جائیں کہ اگر تمیز متلبس بتنوین مفرد یا متلبس بنون تثنیہ ہو تو اس تقدیر پر جب اسم کی تمامی تنوین اور نون تثنیہ سے مانی جائے تو یہ اسم اس وقت تمیز کو ضرور بالضرور چاہے گا گویا اس صورت میں تمیز حکماً متلبس بتنوین اور متلبس بنون تثنیہ ہوگئی اس جواب کی بناء پر کان کی ضمیر تمیز کی طرف راجع ہوگئی اور یہ کان تامہ ہے۔ **جازت الاضافة ای اضافة المفرد المقدار الی التمییز اضافة بیانیة باسقاط التنوین ونون التثنیة جوازًا شائعا کثیرا لحصول الغرض وهو رفع الابهام بذلک مع التخفیف نحو رطل زیت ومنوا سمن** . یعنی اگر یہ مفرد مقداری اسم تنوین یا نون تثنیہ سے تمام ہو تو اس صورت میں اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز ہے لیکن یہ اضافت بیانیہ ہوگی اور اس کی اضافت کی صورت یہ ہے کہ اس کی تنوین اور نون تثنیہ کو ساقط کر دیا جائے کیونکہ اضافت کے ساتھ تنوین اور نون تثنیہ جمع نہیں ہو سکتا اور یہ اضافت استعمال میں جائز اور بہت شائع ہے کیونکہ اس اضافت سے بھی وہ غرض جو رفع ابہام ہے حاصل ہوتی ہے علاوہ ازیں اس کے ساتھ لفظ میں تخفیف بھی حاصل ہوتی ہے جیسے امثال مذکورہ میں موجود ہے۔ **والا ای وان لم یکن بتنوین اور بنون التثنیة بان یکون بنون الجمع اوالاضافة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جملہ ثم ان کان بتنوین الخ کے جملہ پر عطف اور اسی سے استثناء ہے یعنی اگر وہ مفرد مقداری تام بتنوین اور نون تثنیہ نہ ہو بلکہ تام بنون جمع یا اضافت ہو تو اس صورت میں اس کی اضافت تمیز کی طرف درست نہ ہوگی۔ **فلا تجوز الاضافة الابقلة فی نون الجمع نحو عشر ودرهم اما فی الاضافة فلئلا تلزم اضافة المضاف واما فی نون الجمع فلا نه جاز ان یضاف الی غیر الممیز نحو عشریک وعشری رمضان با لاتفاق لکثرة الحاجة الیه فلوا ضیف الی الممیز لزم الالتباس فی بعض الصور لانه لا یعلم مثلا عند اضافة عشرین الی رمضان انه اراد عشرین رمضان اواراد الیوم العشرین من رمضان فلا یضاف فی غیر صورة الالتباس ایضا الاعلی قلة لیکون الباب اقرب الی الاطراد** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ثم سے یہ اشارہ کیا کہ فلا کا منفی فعل تجوز مقدر ہے یعنی اگر وہ مفرد مقداری تام بنون اور نون تثنیہ نہ ہو تو اس تقدیر پر اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز نہیں مگر نون جمع کے ساتھ قلت کے ساتھ جائز ہے جیسے عشرو درہم میں ہے اور اضافت کے ساتھ اس کی اضافت اس لئے جائز نہیں کہ اس سے مضاف کا دوبارہ مکرر مضاف ہونا لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے اور نون جمع کی صورت میں اضافت اس لئے درست نہیں کہ جائز ہے کہ یہ مفرد مقداری غیر تمیز کی طرف مضاف ہو جیسے عشریک اور عشری رمضان کی امثال میں بالاتفاق اضافت غیر تمیز کی طرف ہوئی ہے کیونکہ اکثر غیر تمیز کی طرف بھی اضافت کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر ایسی صورت میں تمیز کی طرف اضافت ہو جائے تو اس سے بعض صورتوں میں التباس لازم آجائے گا کیونکہ مثلاً عشرین کی اضافت رمضان کی طرف ہو تو اس سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس سے مراد عشرین رمضان ہیں یا رمضان المبارک کے عشرین ایام ہیں لہٰذا اس التباس کی بنا پر اس کی اضافت صورت غیر التباس میں بھی جائز نہیں ہوگی سوائے اسی قلت کی صورت کے جس کی مثال اوپر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکور ہو چکی ہے اور صورت غیر التباس میں اس کی اضافت اس لئے جائز نہیں کہ باب کا اطراد سے قرب حاصل ہو یعنی صورت غیر التباس میں یہ عدم جواز اضافت طرد للباب ہے۔ **وعن غیر مقدار عطف علی قوله عن مفرد مقدار الی الاول کما یرفع الابهام عن مفرد مقدار کک یرفع عن مفرد غیر مقدار الی ما لیس بعدد ولا وزن ولا ذراع ولا کیل ولا مقیاس** . یعنی یہ عن مفرد مقدار کے قول پر عطف ہے یعنی جس طرح اول قسم تمیز مفرد مقداری کے ابہام کو رفع کرتی ہے اسی طرح مفرد غیر مقداری کے ابہام کو بھی رفع کرے گی اور مفرد غیر مقداری اس کو کہتے ہیں جو کہ عدد اور وزن اور ذراع اور کیل اور مقیاس نہ ہو یہ چیزیں مقداری ہیں۔ **نحو خاتم حدیدا فان الخاتم مبهم باعتبار الجنس تام بالتعیین فالقضی تمییزا** . اس میں مفرد غیر مقداری کی مثال ہے اس میں خاتم کا لفظ مفرد غیر مقداری باعتبار جنس کے مبہم تام بالتعیین ہے اس لئے یہ تمیز کو چاہتا ہے یعنی یہ معلوم نہیں تھا کہ خاتم کس چیز کا ہے حدیدا لفظ نے اس کا اس ابہام کو رفع کر دیا۔ **و القضی ای القضی التمییز باضافة غیر المقدار الیه** . اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے قضی کے لفظ کا مضاف الیہ تمیز کا لفظ محذوف ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے۔ **اکثر استعمالا لحصول الغرض مع الحقه و بقصود غیر المقدار عن طلب التمییز لان الاصل فی المبهمات المقادیر وغیرها لیس بهذه المشابة** . یعنی تمیز کا مجرور ہونا بھی باعتبار اضافت مفرد غیر مقداری کے بہت مستعمل ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں بھی وہی غرض جو رفع ابہام ہے مع صفت حاصل ہو جاتی ہے علاوہ ازیں مفرد غیر مقداری تمیز کی طلب سے قاصر ہے اس لئے کہ مبہمات میں اصل مقادیر ہیں اور غیر مقادیر اس درجہ کے نہیں ہیں یعنی جب مفرد غیر مقداری کی اضافت تمیز کی طرف کی جائے گی تو اس میں جرا کثر مستعمل ہوگا کیونکہ مفرد غیر مقداری تمیز کی طلب سے قاصر ہے لہٰذا تمیز کا منصوب ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ **والثانی ای القسم الثانی من التمییز وهو ما یرفع الابهام عن ذات مقدرة یرفع** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الثانی کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور یہ معلوم ہے کہ صفت بلا موصوف موجود ہے اور موصوف ندارد ہے لہٰذا مصنف کی عبارت میں نقص واقع ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس صفت کا موصوف قسم کا لفظ محذوف ہے لہٰذا مصنف کی عبارت نقص سے مبرا ثابت ہوئی یعنی قسم ثانی تمیز کی وہ ہے جو کہ ذات مقدرہ کے ابہام کو رفع کرے۔ **عن نسبة کان الظاهر ان یقول عن ذات مقدرة فی نسبة فی جملة یکن ما کان الابهام فی طرف النسبة یستلزم الابهام فیها ورفعه عنها یستلزم الرفع عنه قال عن نسبة مقتصرا علیها تنبیها علی ان مقابلة ما فی هذا القسم للمفرد المذکور فی القسم الاول انما هی بمجرد النسبة لا غیر** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں درمیان اجمال اور تفصیل کے مخالفت لازم آئی کیونکہ اجمال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسم ثانی تمیز کی وہ ہے جو ذات مقدرہ کے ابہام کو رفع کرے اور تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسم ثانی تمیز کی وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ کے ابہام کو رفع کرے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان اجمال اور تفصیل کے مطابقت ضروری اور لازمی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یرفع الابهام عن ذات مقدرة فی نسبة فی جملة کہتے لیکن چونکہ نسبت کی طرف کا ابہام نفس نسبت کے ابہام کو بھی مستلزم ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نسبت پر اقتصار کر کے عن نسبۃ کہہ دیا اس سے اس بات پر تنبیہ کی کہ مقابلہ تمیز کی ہر دو قسموں کے درمیان باعتبار تقدیر ذات اور تذکیر کے نہیں بلکہ باعتبار ذات اور نسبت کے ہے پس اگر تمیز رافع ابہام ذات ہو تو یہ قسم اول ہے خواہ ذات مذکور ہو جیسے رطل زیتا میں ہے خواہ مقدر جیسے نعم رجلا میں ہے اور اگر تمیز رافع ابہام نسبت ہو تو قسم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثانی ہے خواہ ذات مذکور ہو جیسے طاب زید نفسا میں ہے خواہ مقدر ہو جیسے طاب زیدا ابا میں ہے۔ **فی جملة ای نسبة کائنة فی جملة او ما ضاها ها ای ما شابهها عطف علی جملة وهو اسم الفاعل و نحو الحوض ممتلی ماء او اسم المفعول نحو الارض مفجرة عیونا اور الصفة المشبهة نحو زید حسن وجها او اسم التفضیلا نحو زید افضل ابا او المصدر نحو اعجبنی طیبه ابا وکذا کل ما فیه معنی الفعل نحو حسبک زید رجلا .** یعنی تمیز کی ثانی قسم وہ ہے جو ذات مقدرہ کے اس ابہام کو رفع کرے جو جملہ یا شبہ جملہ میں سے پیدا ہوا ہو اور ماضاہا کا جملہ فی جملة کے لفظ پر عطف ہے جس کے معنی مشابہت کے ہیں اور شبہ جملہ فعل کے جملہ مشتقات کو کہتے ہیں جیسے اسم فاعل ہے جس کی مثال مذکور ہے یا اسم مفعول اس کی مثال بھی شرح میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کی ہے یا صفت مشبہ اس کی بھی مثال شرح میں موجود ہے یا اسم تفضیل ہے جس کی مثال شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دی ہے یا مصدر ہے اس کی مثال بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کی ہے اور اسی طرح جس میں فعل کے معنی پائے جائیں وہ بھی شبہ جملہ کہلایا جاتا ہے جیسے حسبک زید رجلا میں ہے یہ سب شبہ جملے ہیں ان جملوں میں جو نسبت ہے اس سے ابہام پیدا ہوا اس کے رفع کرنے کے لئے تمیز آئی ہے اور یہ نسبت والی تمیز باعتبار منصب عنہ کے تین قسموں پر منقسم ہے اول وہ جو منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو ثانی وہ جو منصب عنہ کے متعلق سے خاص ہو ثالث وہ جو دونوں کی صلاحیت رکھے۔ **نحو طاب زید نفسا مثال للجملة والتمیز فیه خاص بالمنتصب عنه .** یہ جملہ کی مثال ہے اور تمیز اس میں منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے یعنی یہاں نفس سے مراد خاص زید کا نفس ہے کسی دوسرے شخص کا نفس مراد نہیں ہے۔ **وزید طیبه ما با مثال لما یشبه الجملة والتمیز فیه یصلح ان یکون لما انتصب عنه ولمتعلقه .** یہ شبہ جملہ کی مثال ہے اور تمیز اس میں منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے صلاحیت رکھتی ہے یعنی ابا سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ عین زید ہو اور یہ بھی کہ زید کا باپ مراد ہو۔ **وحیث لا فرق فی التمیز بین الجملة وما ضاها فهذ ان المثالان فی قوة اربعة امثلة فکانه قال طاب زید وزید طیب نفسا وابا فقوله** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مثال اول میں تمیز منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے اور ثانی مثال میں منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے صلاحیت رکھتی ہے تو اس سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نفس جملہ کے ساتھ خاص ہے اور اب شبہ جملہ سے حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تمیز میں درمیان ان دو مثالوں کے کچھ بھی فرق نہیں کیونکہ تمیز جس طرح شبہ جملہ میں جاری ہوتی ہے اسی طرح جملہ میں بھی جاری کی جا سکتی ہے لہٰذا اس تقدیر پر یہ دو مثالیں چار مثالوں کی قوت میں ہیں گویا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طاب زید طیب نفسا وابا کہہ دیا ہے پس اس تقدیر کی بناء پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ آگے قول **بحسب معنی نفسا** اور ابا کے الفاظ پر عطف ہے۔ **وابوة وذارا وعلما عطف علی نفسا واباً بحسب المعنی فهو ناظر الی کل من المثالین مذکورین غیر مختص بالاخیر فهو بحسب الحقیقة اورد لکل من التمیز الواقع فی الجملة او ما ضاها ها خمسة امثلة فالنفس عین غیر اضافی خاص بالمنتصب عنه والدار عین غیر اضافی وهو متعلق بالمنتصب عنه والاب عین اضافی محتمل لهما والابوة عرض اضافی والعلم عرض غیر اضافی وکل واحد منهما متعلق بالمنتصب عنه .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کی غرض سے لائی جاتی ہے اور ممثل کی توضیح ایک ہی مثال سے ہو سکتی ہے پس امثال کے تعدد کی کیا حاجت اور کیا ضرورت ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تعدد امثال باعتبار تعدد ممثلات کے ہوتا ہے یہاں ممثلات متعدد ہیں اس لئے تعدد امثال کی ضرورت پڑی یعنی یہ ابوۃ اور ورا اور علما کے الفاظ نفسا اور ہا کے الفاظ پر عطف ہیں لیکن یہ عطف باعتبار معنیٰ ہے باعتبار لفظ کے نہیں ہے کیونکہ باعتبار لفظ کے صرف ابا کے لفظ پر مانا جائے گا اور یہ الفاظ مذکورہ مثالیں مذکورین میں سے ہر ایک مثال کے لئے مثال بن سکتے ہیں آخری مثال کے ساتھ اس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے پس گویا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جملہ اور شبہ جملہ کے ہر ایک کی تمیز کے لئے پانچ مثالیں وارد کی ہیں اور نسبت کی تمیز کی چار قسمیں ہیں اول عین اضافی دویم عین غیر اضافی سویم عرض اضافی چہارم عرض غیر اضافی پس نفس عین غیر اضافی منصب عنہ سے خاص ہے اور عین غیر اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور اس کے مفہوم غیر کی طرف اضافت معتبر نہ ہو جیسے نفس و دار ہے اور دار عین غیر اضافی منصب عنہ سے متعلق ہے اور اب عین اضافی منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا محتمل ہے اور عین اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور اس کے مفہوم میں غیر کی طرف اضافت معتبر نہ ہو جیسے نفس و دار ہے اور دار عین غیر اضافی منصب عنہ سے متعلق ہے اور اب عین اضافی منصب عنہ اس کے متعلق دونوں کا محتمل ہے اور عین اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور اس کے مفہوم میں غیر کی طرف اضافت معتبر ہو جیسے اب ہے اور ابوۃ عرض اضافی ہے اور عرض اضافی وہ ہے جو قائم بالغیر ہو اور اس کے مفہوم میں غیر کی طرف اضافت معتبر ہو جیسے ابوۃ ہے اور علم عرض غیر اضافی ہے اور عرض غیر اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم مقام بالغیر ہو اور اس کی مفہوم میں اضافت غیر کی معتبر نہ ہو جیسے علم ہے اور یہ عرض اضافی اور غیر اضافی دونوں منصب عنہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ **او فی اضافة عطف علی قوله فی جملة او ماضاها ها** . یہ فی جملة وما ضا ہاہا کے اوپر عطف ہے یعنی ثانی قسم تمیز کی وہ ہے جو ذات مقدرہ کے ابہام کو رفع کرے خواہ وہ ابہام جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے پیدا ہوا ہو خواہ اضافت سے **مثل یعجبنی طیبه نفسا وترکه لانه اظهر لتمییزات ولا خفاء به** یہ اضافت کی مثال ہے طیب کے لفظ کی اضافت سے ابہام پیدا ہوا ہے اس کو نفسا کے لفظ نے رفع کیا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں نفسا کا لفظ مثال میں اس لئے ذکر نہیں کیا ہے کہ یہ اظہر تمیزات ہے اس کے سمجھنے میں کوئی خفاء نہیں ہے۔ **وابا وابوة ودارا وعلما** اور **هذه الامثلة علی وفق ما سبق وزاد علیه قوله** یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مثالیں مطابق ماسبق کے وارد کی ہیں صرف اس پر دو اللہ درہ فارسا کے قول کو اور بڑھایا ہے ماسبق پر سب مثالین غور کر کے چسپاں کر دینی چاہئیں اوپر خوب تشریح ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے **واللّٰه وره فارسا اشاره الی ان التمیز قد یکون صفة مشتقة** اس کے بڑھانے سے مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور توضیح ایک ہی مثال سے ہو سکتی ہے لہٰذا دو مثالوں کا لانا بیکار اور بے ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مثالیں اس لئے ذکر کی ہے کہ اس سے بات پر تنبیہ اور اشارہ کیا کہ یہ تمیز نسبتی جس طرح کے جامد ہوتی ہے اسی طرح صفت مشتق بھی ہوتی ہے۔ **وایضا لما** اور وہ **صاحب المفصل مثال التمیز المفرد علی ان یکون الضمیر فیه مبهما کضمیر ربه رجلا ویکون فارسا تمیزا عنه اراد ان ینبه علی انه یصح ان یکون تمییزا عن نسبة علی ان یکون الضمیر فیه معینا معلوما والابهام یکون فی نسبة الدار الیه** اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صاحب مفصل نے اس کو اول قسم کے لئے ذکر کیا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحب مفصل کی مخالفت کر کے اس کو قسم ثانی کی مثال ٹھہرائی ہے باوجود اس کے کہ مصنف کا کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے لہٰذا اس مخالفت کی کوئی معقول وجہ ہونا چاہیئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مسلم ہے کہ جس طرح مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مثال مذکور مقداری کی مثال ٹھہرائی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے لیکن صاحب مفصل نے یہ خیال کیا ہے کہ جس طرح ربہ رجلا کی ترکیب میں ربہ کی ضمیر مبہم ہے اور رجلا اس کے ابہام کو رفع کرنے کے لئے تمیز منصوب آئی ہے اسی طرح مثال مذکور میں درہ کی ضمیر مبہم ہے اور فارسا اس کے ابہام رفع کرنے کے لئے تمیز آئی ہے اور اس مثال کے لانے سے مقصد مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ اس مثال میں تمیز فارسا کا لفظ بنابر معلومیت ضمیر درہ کے نسبت سے بھی تمیز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ابہام صرف در کی نسبت کی بنا پر ہے یعنی درہ کی ضمیر دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگی معلوم کی طرف ہوگی یا غیر معلوم کی طرف ہو تو اس صورت میں تمیز رافع نسبت در کے ہوگی لہٰذا اس تقدیر پر یہ قسم ثانی کی مثال ہوگی جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے اور اگر غیر معلوم ہو تو اس صورت میں تمیز صرف ضمیر درہ کے ابہام کا رفع کرے گی لہٰذا اس تقدیر پر یہ تمیز کی قسم اول کی مثال ٹھہرے گی گویا صاحب مفصل نے درہ کی ضمیر کے ابہام کو مدنظر رکھ کر اس کو قسم اول کی مثال بنائی ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درہ کی ضمیر کی معلومیت پر غور کر کے اس کو قسم ثانی کی مثال ٹھیرائی ہے لہٰذا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو صاحب مفصل کی مخالفت کی ہے اس کی معقول وجہ یہ ہوئی جس کو تشریح کے ساتھ فقیر نے بیان کیا۔ **والدر فی الاصل اللبن وفیہ خیر کثیر للعرب فاربد بہ الخیر ای اللہ خیرہ فارسا والفارس اسم الفاعل من الفراسۃ بالفتح مصدر فرس بالضم ای حذق بامر الخیل واما الفراسۃ بالکسر فمن التفرس .**

اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد در اور فارس کے الفاظ کی لغوی تحقیق کرنا ہے یعنی در لغت میں دودھ کو کہتے ہیں چونکہ دودھ میں عرب کے بڑے بڑے فائدہ ہوتے ہیں اس لئے اس سے یہاں مجازاً خیر کثیر مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے فارس ہونے کا خیر کثیر ملے گا اور فارس بصیغہ اسم فاعل فراست بالفتح سے ماخوذ ہے فرس بضم کے مصدر مانا گیا ہے جس کے معنی اس شخص کے ہیں جو گھوڑوں کے امر کا حاذق اور ہوشیار ہو اگر اس کو فراست بالکسر سے ماخوذ مانا جائے تو اس صورت میں یہ تفرس سے ہوگا جس کے معنی عقلمندی کے ہوں گے۔ **ثم ان کان ای التمییز بعد مالم یکن لضافی المنتصب عنہ .** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ طاب زید نفسا کی ترکیب کے نفسا کے لفظ سے منقوض ہے کیونکہ یہ اسم ذاتی ہے اور منتصب عنہ کے لئے اس کا ٹھہرانا بھی درست ہے اور باوجود اس کے اس کا منتصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے واسطے ٹھہرانا جائز نہیں بلکہ یہ منتصب عنہ کے لئے خاص سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد اسم ذاتی سے یہاں وہ ہے جس کا منتصب عنہ کے لئے ٹھہرانا درست ہو اور اس کی منتصب عنہ کے واسطے خصوصیت بھی نہ ہو اور مثال مذکور میں نفس کا لفظ منتصب عنہ کے لئے خاص ہے اس لئے منتصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے واسطے اس کا مقرر کرنا جائز نہیں لہٰذا قاعدہ کلیہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا درست ثابت ہوا یعنی اگر تمیز منتصب عنہ کے لئے نص نہ ہو اور وہ اسم ذاتی ہو صفتی نہ ہو تو اس صورت میں اس کا منتصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے مقرر کرنا جائز ہے **اسما لاصفۃ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ اسم سے یہاں یہ مراد وہ اسم ہے جو مقابل صفت کے ہو نہ وہ اسم جو مقابل فعل اور حرف کے ہو۔ **یصح جعلہ لما انتصب عنہ والمراد بجعلہ اطلاقہ علیہ والتعبیر بہ عنہ .** یعنی اس اسم ذاتی کے منتصب عنہ کے لئے گردانے سے مراد اس کا اس پر اطلاق اور تعبیر کا درست ہونا ہے یعنی اس کا منتصب عنہ پر اطلاق ہو سکے اور اس کی تعبیر بھی اس سے صحیح ہو۔ **جاز ان یکون ذالک التمیز تارۃ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یکون کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ **لہ ای للمنتصب عنہ بان یکون تمیزا یرفع الابہام عنہ و تارۃ .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ لہ کی ضمیر مجرور منتصب عنہ کی طرف راجع ہے یعنی صورت مذکورہ میں جائز ہے کہ وہ اسم کبھی منتصب عنہ کے لئے ہو اس طرح کہ یہ اس سے تمیز واقع ہو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوراس کے ابہام کورفع کرے اور کبھی اس کے متعلق کے لئے ہو۔ لمتعلقة بان یکون تمیزا یرفع الابهام عن متعلقه و ذلک بحسب القرائن والاحوال مثلا اباالی طاب زید ابا فانه یصح ان یجعل عبارة عن زید فیجاز ان یکون تارة تمیزا عن زید اذا زید اسناد والطیب الیه باعتبار انه ابو عمرو وجاز ان یکون تارة تمیزا عن متعلقه باعتبار ان الطیب مسند الی متعلقه وهو ابوه . یعنی اس اسم کے منصب عنہ کے متعلق کے لئے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم ذاتی تمیز واقع ہو اور منصب عنہ کے متعلق سے ابہام کو رفع کرے اور اس اسم کا کبھی منصب عنہ کے لئے ہونا اور کبھی اس کے متعلق کے لئے ہونا بحسب احوال وقرائن کے ہوگا مثلاً زید ابا کی ترکیب میں ابا کا لفظ صحیح ہے کہ زید کی ذات ہی سے عبارت کر دیا جائے پس اس صورت میں یہ لفظ زید سے تمیز واقع ہوگی یہ اس اعتبار سے کہ طیب کی نسبت زید کی طرف مانی جائے اور زید کو عمرو کا باپ ٹھہرایا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو زید کے متعلق یعنی اس کے باپ سے تمیز مانی جائے اس اعتبار سے کہ طیب زید کے متعلق کی طرف مسند کر دیا جائے اور یہاں مثال مذکور میں زید کا متعلق اس کا باپ ہے۔ والا ای وان لم یکن التمیز بعد ما لم یکن نصا فی المنتصب عنه اسما یصح جعله لما انتصب عنه . اس سے صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ والا کا لفظ ثم ان کان الخ کے جملہ سے استثناء ہے اور اسی پر عطف ہے یعنی اگر تمیز ایسا اسم نہ ہو جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا درست ہو تو وہ اس صورت میں منصب عنہ کے متعلق کے لئے خاص مانا جائے گا۔ فهو لمتعلقه خاصة نحو طاب زید ابوه و علما ودارا فان هذا الاسماء لیست نصا فی المنتصب عنه ولا یصح جعلها له بالتعبیر عنه بها فهی لمتعلق زید وهو الذات المقدرة اعنی الشئی المنسوب الی زید یعنی اگر تمیز ایسا اسم نہ ہو جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا جائز ہو سکے تو اس صورت میں وہ خاص کر منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص مانا جائے گا جیسے امثال مذکورہ میں ابوۃ اور علما اور دارا کے الفاظ ہیں کہ یہ الفاظ نہ منصب عنہ کے لئے خاص ہیں اور نہ منصب عنہ کے لئے ان کا مقرر کرنا صحیح اور درست ہے اس طرح کہ ان الفاظ کے ساتھ تمیز سے تعبیر کی جائے۔ لہٰذا یہ الفاظ مذکورہ زید کے متعلق کے لئے مانے جائیں گے اور زید کا متعلق یہاں امثال مذکورہ میں ذات مقدرہ یعنی وہ شے منسوب الی زید ہے۔ فیطابق ای التمیز اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فیطابق کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ فیهما ای فیما جاز ان یکون لما انتصب عنه سواء کان نصا فیه او محتملا له ولمتعلقه و فیما تعین لمتعلقه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف فیہما کا مرجع بتاتے ہیں کہ اس کا مرجع ایک وہ تمیز ہے جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا جائز ہو خواہ وہ منصب عنہ کے لئے خاص ہو خواہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے محتمل ہو اور دوسری وہ تمیز ہے جو منصب عنہ کے متعلق کے لئے معین اور خاص ہو۔ ما قصد من واحدة التمییز او تثنیة او جمعیة سواء کان لموافقة ما انتصب عنه مثل طاب زید ابا والزید ان ابوین والزیدون آباء او لمعنیٰ فی نفسه مثل قولک طاب زید ابا اذا اردت اباله فقط وطاب زید وابوین اذا ارادت ابا واحد اله وطاب زید آباءَ اذا ارادت آباء واجدادا له فعلی کل من التقدیرین اذا قصدت وحدة التمیز اورد مفردا واذا قصدت تثنیة اورد تثنیة واذا قصدت جمعیة اورد جمعا فان صیغة المفرد لا تصلح ان تطلق علی المثنیٰ والجموع . یعنی اوپر مذکورہ دونوں صورتوں میں تمیز اپنے ممیز کی وحدت اور تثنیہ اور جمع ہونے میں مطابق ہوگی یعنی اگر ممیز مفرد ہوگا تو یہ تمیز بھی مفرد لائی جائے گی اور اگر ممیز تثنیہ ہوگا تو تمیز بھی تثنیہ لائی جائے گی اور اگر ممیز جمع ہوگا تو تمیز بھی جمع لائی جائے گی اور تمیز کا ممیز کے ساتھ وحدت اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تثنیہ اور جمع ہونے میں مطابقت عام ہے خواہ منصب عنہ کی موافقت سے ہو جیسے طاب زیدابا کی ترکیب میں ابا کا لفظ ہے کہ اس میں اگر زید کا صرف ایک باپ مراد ہو تو ابا بصیغہ مفرد پڑھا جائے گا اور اگر باپ اور ایک دادا مراد ہو تو اس صورت میں طاب زیدابوین تمیز بصیغہ تثنیہ استعمال کی جائے گی اور اگر باپ اور اجداد مراد ہوں تو اس تقدیر پر طاب زیدا باء پڑھیں گے لہٰذا ان دونوں تقدیروں پر یعنی خواہ افراد اور تثنیت اور جمعیت تمیز کی باعتبار موافقت منصب عنہ کے ہو خواہ باعتبار منصب عنہ کے ذاتی معنٰی کے ہو دونوں تقدیروں کی بنا پر اگر تمیز کی وحدت مراد ہو تو مفرد لائی جائے گی اور اگر اس کا تثنیہ لانا مقصود ہو تو تثنیہ لایا جائے گا اور اگر اس کی جمعیت مقصود ہو تو بصیغہ جمع لائی جائے گی کیونکہ صیغہ مفرد تثنیہ اور جمع پر اطلاق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے یعنی صیغہ مفرد کا تثنیہ اور جمع پر اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ **الا اذا کان التمیز** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کان کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ **جنسا یقع علی القلیل والکثیر فانہ اذا قصدت تثنیہ او جمعیۃ لا یلزم ان یثنی ذلک الجنس او یجمع بل یکفی ان یوتی بہ مفردا لصحۃ اطلاقہ علی القلیل والکثیر فلا حاجۃ الی تثنیہ وجمعہ نحو طاب زید علما و الزیدان او الزیدون علما** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنس کے اطلاقی معنٰی بتاتے ہیں کہ جنس کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتا ہو یعنی اگر تمیز جنس ہو تو اس صورت میں اس کا تثنیہ اور جمع کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کا قلیل اور کثیر دونوں پر اطلاق ہوتا ہے پس اگر تثنیہ یا جمع کرنا مقصود ہو تو اس کی جمعیت اور تثنیہ لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مفرد ہی ذکر کرنا کافی ہے چونکہ اس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے اس لئے اس کی جمع اور تثنیہ کرنے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے جیسے امثال مذکورہ فی الشرح سے واضح اور ظاہر ہے خوب غور کر کے سمجھ لو۔ **الا ان یقصد بالتمیز الذی ھو الجنس الانواع من حیث امتیازاتھا النوعیۃ فانہ لا بد حینئذ من تثنیۃ او جمعہ نحو طاب الزید ان علمین والزیدون علوما اذا اریدان متعلق الطیب من الزیدین اوالزیدین نوع آخر من العلم فان صیغۃ المفرد لا تفید ذلک المعنٰی** . یعنی اگر اس تمیز جنسی سے مقصود انواع ہوں اور انواع کی تمیز ٹھہرانے سے مقصود انواع کے امتیاز نوعیہ ہو تو اس صورت میں تمیز کا تثنیہ اور جمع کر دینا ضروری اور لازمی ہے جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں موجود ہے لیکن یہ جب ہوگا جبکہ زیدین بصیغہ تثنیہ یا زیدین بصیغہ جمع کے متعلق طیب سے مراد دوسرا نوع علم کا ہو کیونکہ صیغہ مفرد اس معنٰی کا فائدہ نہیں دے سکتا ہے یعنی مثلاً علم کے انواع جیسے فقہ اصول منطق ریاضی فلسفہ حدیث تفسیر وغیرہ علوم ہوں تو جب تمیز کے تثنیہ اور جمع کر دینے کی ضرورت ہوگی۔ **وان کان ای التمیز** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے **صفۃ مشتقۃ** ﴿ قولہ مشتقہ کو بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز ذات کے ابہام کا رفع کرتی ہے پس وہ صفت کیوں بن سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں صفت سے مراد اسم مشتق ہے ۱۲ منہ ﴾ **مثل للہ درہ فارسا** یعنی اگر تمیز صفت مشتق ہو تو اس صورت میں یہ صفت مشتق خاص منصب عنہ کے ہوگی اور **موولۃ بھا نحو کفی زید رجلا فان معناہ کاملا فی الرجولیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کفی زید رجلا کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں تمیز اسم جامد ہے اور باوجود اس کے یہ منصب عنہ سے خاص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مشتق عام ہے خواہ صریحی ہو جیسے للہ درہ فارسا کی مثال میں ہے خواہ تاویلی ہو جیسے اس مثال مذکور بالا میں ہے لہٰذا رجلا کا لفظ اگرچہ صریحی مشتق نہیں لیکن تاویلی مشتق ہے کیونکہ اس کے معنٰی کامل فی الرجلیت کے ہیں۔ **کانت الصفۃ صفۃ لہ ای لما انتصب عنہ لا لمتعلقہ**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لان الصفة تستدعی موصوفا والمذکور اولی موصوفیة فاذا قیل طاب زید والدا کان الوالد زید اولا یحتمل ان یکون والده بخلاف الاسم نحو ابا . یعنی اگر تمیز صفت مشتقی ہو تو اس صورت میں یہ صفت خاص منصب عنہ کی ہوگی اس کے متعلق کی صفت نہیں مانی جائے گی۔ کیونکہ صفت موصوف کو چاہتی ہے اور موصوف مذکور موصوفیت کے لئے موصوف مقدر سے اولیٰ ہے پس جب طاب زید والدا پڑھا جائے گا تو اس میں والد سے مراد زید ہی ہوگا۔ زید کے والد مراد لینے کا احتمال نہیں ہوگا بخلاف اسم کے کہ یہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھتا ہے جیسے ابا میں ہے۔ وطبقه الواو بمعنیٰ مع والطبق مصدر بمعنیٰ المطابقة ای کانت الصفة صفة له مع مطابقة ما اياه او مطابقة اياها. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وطبقہ کا قول کان کی خبر پر عطف ہے اور کان کی خبر اس کے اسم پر محمول ہوتی ہے اور یہاں یہ حمل صحیح اور درست نہیں کیونکہ اس سے حمل صرف وصف کا ذات مع الوصف پر لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وطبقہ کا واو عاطفہ نہیں بلکہ بمعنیٰ مع کے ہے اور طبق مصدر بمعنیٰ مطابقت کے ہے یعنی وہ صفت مشتقی منصب عنہ کی صفت ہو اور یہ صفت منصب عنہ کے مطابق اور موافق بھی ہو یا منصب عنہ اس صفت کے مطابق ہو یعنی باب مفاعلہ ہے یہ منصب عنہ اور صفت دونوں کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ ويجوز ان يكون بمعنیٰ اسم الفاعل والواو للعطف على خبر كانت ای كانت صفة له مطابقة اياه والمراد بالمطابقة الاتفاق فی الافراد والتثنية والجمع والتذكير والتانيث لكونها حاملة لضميره اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ طبق مصدر بمعنیٰ اسم فاعل ہو اور واو کانت کی خبر پر عطف کے لئے ہو یعنی یہ صفت منصب عنہ کی صفت ہو اور اس کے مطابق اور موافق ہو اور مطابقت سے مراد یہاں افراد اور تثنیہ اور جمع تذکیر اور تانیث میں اتفاق ہو کیونکہ یہ صفت مشتقی منصب عنہ کی ضمیر کا حامل ہے یعنی اس میں منصب عنہ کی ضمیر پائی جاتی ہے۔ واحتملت ای الصفة المذكورة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ احتملت کی ضمیر فاعل صفت مذکورہ کی طرف راجع ہے۔ الحال ايضا لاستقامة المعنیٰ على الحال نحو طاب زيد فارسا ای من حيث انه فارس او حال كونه فارسا . یعنی صفت مذکورہ جس طرح تمیز واقع ہونے کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح حالیت کا بھی احتمال رکھتی ہے کیونکہ اس کے حالی معنیٰ بھی ٹھیک بنتے ہیں جب مثال مذکور میں تمیزیت اور حالیت دونوں معنیٰ درست ہیں یعنی زید فارسیت کی حیثیت سے پاک ہے یا فارسیت کی حالت کی بنا پر پاکی اس کی صفت ہے۔ لكن زيادة من فيها نحو لله دره من فارس وقولهم عز من قائل يؤيد التمييز لان من تراد فی التمييز لافی الحال وايضا المقصود مدحه بالمفروسية لاحال الفروسية اذقد يمدح حال الفروسية بغيرها من الصفات . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلام کے معنیٰ بنا بر تقریر تمیز اور حال یعنی دونوں تقدیروں پر صحیح ہیں تو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حال کو احتمال کے حکم میں کیوں داخل کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن کلمہ من کے زیادہ ہونے سے تمیز کی جہت کی تائید کی ہوتی ہے جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں ہے کیونکہ من کا کلمہ تمیز میں زیادہ ہوتا ہے حال میں نہیں بڑھایا جا سکتا ہے اور علاوہ ازیں مقصود منصب عنہ کی فروسیت سے صفت اور مدح ہے فروسیت کا حال بتانا مقصود نہیں ہے کیونکہ فروسیت کی حالت میں بغیر اس صفت مشتقی کے دوسری صفتوں سے بھی مدح کی جا سکتی ہے گویا ایضا کے لفظ سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مذکور کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے۔ ولا يتقدم التمييز اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لا یتقدم کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ **علی عامله اذا کان اسما تاما بالاتفاق فلا یقال عندی درهما عشرون ولا زیتا رطل لان عامله حینئذ اسم جامد ضعیف العمل مشابه للفعل مشابهة ضعیفة کما ذکرنا فلا یقوی ان یعمل فیما قبله** . یعنی تمیز جب اسم تام اس کا عامل ہو اپنے عامل پر باتفاق مقدم نہیں ہوگی پس عندی درهما عشرون اور زیتا رطل نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس وقت تمیز کا عامل اسم جامد ہوگا اور اسم جامد ضعیف العمل ہوتا ہے اور اس کی مشابہت فعل سے کمزور اور ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے لہٰذا اس کو یہ قوت حاصل نہیں کہ وہ مقدم معمول میں عمل کر سکے بلکہ یہ صرف معمول متاخر میں عمل کر سکتا ہے والاصح ای اصح المذهب اس کے بڑھانے سے صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اصح کا لفظ ترکیب میں مضاف مضاف الیہ محذوف کے ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے۔ **ان لا یتقدم التمییز علی ما هو عامل فیه من الفعل الصریح او الغیر الصریح لکونه من حیث المعنٰی فاعلا للفعل نفسه نحو طاب زید ابا ای طاب ابوه** . یعنی سب مذاہب سے اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل صریح یا غیر صریح پر جو اس کا عامل ہو مقدم نہیں ہوگی کیونکہ معنٰی کے اعتبار سے واقع میں تمیز فعل کے فاعل ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں اب کا لفظ معنٰی میں طاب کا فاعل ہے۔ **او فاعلا له اذا جعلته لازما نحو فجرنا الارض عیونا ای انفجرت عیونها او اذا جعلة متعد یا نحو امتلاء الاناء ماء ای ملأه الماء و الفاعل لا یتقدم علی الفعل فکذا ما هو بمعنٰی الفاعل** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ اللہ تعالیٰ کے قول فجرنا الارض عیونا سے منقوض ہے کیونکہ اس میں عیونا کا لفظ نسبت سے تمیز ہے اور باوجود اس کے یہ فاعل نہیں دوسرے امتلا الاناء ماء کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں بھی ماء کا لفظ نسبت سے تمیز آئی ہے اور باوجود اس کے یہ فاعل فعل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل عام ہے خواہ نفس فعل کا فاعل ہو جیسے طاب زید انفسنا میں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں طاب نفس زید ہے خواہ فعل کا فاعل ہو بعد اس کے کہ اس کو لازمی کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں فجر بمعنٰی انفجرت عیونہا لازمی فعل بنا کر عیون کا لفظ اس کا فاعل ٹھیرایا ہے یا فعل کو متعدی بنا کر تمیز کو اس کا فاعل ٹھیرایا جائے جیسے امتلاء الاناء ماء کو ثلاثی مجرد ملأہ الماء بنا کر تمیز یعنی ماء کے لفظ کو اس کا فاعل کر دیا گیا ہے اور فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح وہ بھی فعل پر مقدم نہ ہوگا جو بمعنٰی فاعل کے ہو یعنی جس طرح فاعل حقیقی فعل پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح وہ بھی فعل پر مقدم نہیں ہوگا اور فاعل معنوی یہاں امثال مذکورہ فی الشرح میں تمیز ہے لہٰذا یہ نتیجہ نکلا کہ تمیز فعل پر مقدم نہیں ہوگی **و ههنا بحث و هو ان الماء فی قولهم امتلا الاناء ماء من حیث المعنٰی فاعل للفعل المذکور من غیر حاجة الی جعله متعدیا لان المتکلم لما قصد اسناد الامتلاء الی بعض متعلقات الاناء ولو علی سبیل التجوز وقدره وقع الابهام فیه لا جرم منیره بقوله ماء فهو فی معنٰی امتلا ماء الاناء فالماء فاعل معنٰی وذلک بعینه مثل قوله ربح زید تجارة فان التجارة تمییز یرفع الابهام عن شئی منسوب الی زید وهو التجارة فان فاعل فی قصدک هو التجارة لازید وان کان اسناد ربح الیه حقیقة والیها مجازا وبهذا یندفع مایورد علی قاعد تهم المشهورة وهی ان التمیز عن النسبة اما فاعل فی المعنٰی او مفعول من ان التمیز فی هذا المثال وامثاله لافاعل ولا مفعول فلا تطرو تلک القاعده** . اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال پر تنبیہ کرتے ہیں جو اوپر کے مذکورہ مثال پر وارد ہوا ہے اور اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ یہاں ایک اعتراض ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ امتلاء الاناء ماء کے قول میں ماء کا لفظ من حیث المعنٰی فاعل فعل مذکور ہے اس کے متعدی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ متکلم نے جب اناء کے بعض متعلقات کی طرف امتلاء کے اسناد کا قصد کیا اگرچہ یہ اسناد بسبیل فرض اور مجاز ہے تو اس میں ابہام واقع ہوا جس کو ماء کے قول سے رفع کیا پس یہ ترکیب معنٰی میں اس طرح ہے امتلاء ماء الاناء لہٰذا اس تقدیر پر ماء کا لفظ معنٰی میں امتلاء کا فاعل ہے اور یہ ترکیب بعینہ ربح زید تجارۃ کی ترکیب کے مثل ہے کہ اس میں تجارۃ کا لفظ تمیز ہے اس شے کے ابہام کو رفع کرتی ہے جو زید کی طرف منسوب ہے اور وہ شے منسوب الی زید تجارۃ ہے پس متکلم کے قصد میں فاعل ربح کا تجارت ہی ہے زید نہیں ہے اگرچہ یہاں ربح کا اسناد زید کی طرف حقیقی ہے اور تجارت کی طرف مجازی اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو تمیز کے متعلق تشریح کی ہے اس سے وہ اعتراض دفع ہوا جو نحات کے قاعدہ مشہورہ پر وارد ہوتا تھا اور وہ قاعدہ معہ سوال یہ ہے کہ تمیز نسبتی معنٰی میں فاعل ہوتا ہے یا مفعول اور تمیز مذکورہ امثال میں نہ فاعل ہے و مفعول لہٰذا یہ قاعدہ امثال مذکورہ سے منقوض ہے اور یہ قاعدہ منظر و ثابت نہیں ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بحث میں سوال مذکور پر تنبیہ کر کے جواب کی طرف التفات نہیں فرمایا فقیر حقیر اس کا جواب تحریر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس بحث کا سوال یہاں وارد نہیں ہوتا کیونکہ تمیز کے اپنے عامل کے موخر ہونے کے وجوب کا راز اور بھید اس کا فاعل حقیقی ہوتا ہے یا مجازی فاعل حقیقی ہونے کی صورت میں فعل مذکور کا متعدی بنانا ضروری ہے اس لئے مثال مذکورہ میں فعل کو متعدی بنا کر تمیز اس کا فاعل ٹھیرایا گیا ہے۔ **خلافا للعازنی والمبرد فانهما يجوز ان تقديم التمييز على الفعل الصريح وعلى اسمي الفاعل والمفعول نظرا الى قوة العامل بخلاف الصفة المشبهة واسم التفضيل والمصدر ومافيه معنى الفعل لضعفها في العمل ومتمسكها في هذا التجويز قول الشاعر شعر اتهجر** ﴿قولہ شعر کے یہ ہیں کہ سلمٰی بسبیل رالیعنی برائے شان کہ است نفس سلمٰی خود ۱۲ منہ﴾ **سلمي بالفراق حبيبها وما كاونفسا بالفراق تطيب على تقدير تانيث الضمير في تطيب فانه حينئذ يكون في كاوضمير الشان لتذكيره ويعود ضمير تطيب الى سلمى ويكون نفسا تميزا عن نسبته تطيب اليها مقدما عليه واما على تقدير تذكير الضمير فضمير كاوللحبيب ونفسا تمييز عن نسبة كاواليه اي وما كاوابحبيب نفسا يطيب فلا تمسك .** یعنی مازنی اور مبرد تمیز کے فعل پر مقدم ہونے کے قاعدہ میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ یہ حضرات تمیز کی تقدیم کو فعل صریح اور اسم فاعل و اسم مفعول پر بنظر قوت عامل کے جائز کہتے ہیں یعنی چونکہ فعل صریح اور اسم فاعل اور اسم مفعول قوی العمل ہیں اس لئے یہ اپنے مقدم معمول میں بھی عمل کر سکتے ہیں بخلاف صفت مشبہ کے اور اسم تفضیل اور مصدر اور اس کے جس میں معنی فعل کے پائے جاتے ہیں کہ یہ چیزیں بوجہ ضعیف العمل ہونے کے اپنے مقدم معمول میں عمل نہیں کر سکتی ہیں بلکہ موخر معمول کریں گے اور اس تمیز کی تقدیم کی تجویز میں مازنی اور مبرد کی دلیل شاعر کا قول یعنی شعر مذکورہ بالا ہے کہ اس میں نفسا تمیز اپنے عامل تطیب پر مقدم ہوگئی ہے لیکن یہ تقدیم اس تقدیر پر ہوگی کہ تطیب کا لفظ بصیغہ مونث پڑھا جائے اور اس میں ضمیر فاعل مونث سلمٰی کی طرف مانی جائے پس اس صورت میں کاو کی ضمیر فاعل ضمیر شان مانی جائے گی بوجہ اس کے مذکر ہونے کے اور تطیب کی ضمیر فاعل سلمٰی کی طرف ٹھیرائی جائے گی اور نفسا کا لفظ تطیب کی نسبت سے تمیز مقدم متصور ہوگی اور تطیب کی ضمیر کی تذکیر کی تقدیر کا وکی ضمیر فاعل حبیب کی طرف راجع مانی جائے گی اور نفسا کا لفظ کاو کی نسبت سے تمیز ہوگی جو حبیب کی طرف کی گئی ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر **وما كاوالحبيب نفسا يطيب** ہوگی پس اس صورت میں مازنی اور مبرد کا تمسک اس شعر سے جواز تقدیم تمیز پر نہیں ہو سکتا ہے۔ **وما قيل يحتمل ان يحمل البيت على تقدير تانيثه ايضا على هذا الوجه بان يكون تانيث الضمير الراجع الى**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الحبیب باعتبار النفس اذا المعنٰی وما کاوت نفس الحبیب تطیب فتکلف وتعسف غیر قاوح فی التمسک . کسی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعر مذکور کا مطلب دوسرے پیرائے میں لکھا ہے یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیل سے اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جس نے یہ کہا ہے کہ شعر مذکور بتقدیر تانیث ضمیر تطیب بھی اسی وجہ سے مذکور کی بنا پر اس طرح درست ہوسکتا ہے کہ تطیب کی ضمیر فاعل مونث حبیب کی طرف باعتبار نفس کے راجع ہو کیونکہ اس تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے وما کاوت نفس الحبیب یعنی حبیب کا نفس قریب نہیں کہ خوش ہو سکے تو یہ اس تضمین اور حذف وایصال کو استثناء کے باب میں اس لئے لازم ٹھیرایا ہے کہ خلا کے مابعد صورت میں اس مستثنٰی سے مشابہ ہو جس کی استثناء الا اصل باب الاستثناء سے ہوئی ہو یعنی استثناء کے باب میں اصل الا ہی ہے باقی حروف فرع وھا علما ضمیر راجع اما الی مصدر الفعل المقدم او الی اسم الفاعل منه او الی بعض مطلق من المستثنی منه و التقدیم جاء نی القوم عدا او خلاہ مجیئهم او الجائی منهم او بعض منهم زیدا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خلا اور عدا کی ضمیر فاعل دو حالتوں سے خالی نہیں مستثنی منہ کی طرف راجع ہوگی یا امر آخر کی طرف بنا بر تقدیر اول درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر ثانی اضمار قبل الذکر لازم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خلا اور عدا کی ضمیر فاعل فعل مقدم کے مصدر کی طرف راجع ہے یا اسم فاعل کی طرف یا مستثنی منہ کے بعض مطلق کی طرف راجع مانی جائے گی جس کی بنا بر تقدیر عبارت کی اس طرح ہوگی جاء نی القوم عدا او خلا مجیئہم او الجائی منہم او بعض منہم زیدا یہ تینوں صورتوں کی مثال ہے مجیئہم فعل مقدم کے مصدر کی مثال ہے او الجائی اسم فاعل کی اور بعض منہم بعض مطلق کی مثال ہے وھو فع محل النصب علی الحالیة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خلا اور عدا کے الفاظ افعال ہیں اور مستثنٰی جو ان کے بعد واقع ہوگا وہ ترکیب میں مفعول بہ ہوگا اور یہ معلوم ہے کہ فعل فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ مل کر جملہ ہوتا ہے اور جملہ میں محلی اعراب کی ضرورت ہوتی ہے پس یہاں محلی اعراب کیا ہوگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں خلا اور عدا کا محلی اعراب بنا بر حالیت نصب ہے ولم یظهر معهما قد لیکونا اشبه بالا التی هی الاصل فی باب الاستثناء اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ خلاء اور عدا کے الفاظ افعال ماضی ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب فعل ماضی ترکیب میں حال واقع ہو تو اس میں لفظ قد ظاہرہ یا مقدرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں خلاء اور عدا میں لفظ قد ظاہر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لفظ مقدر ہے اور اس کو لفظ میں اس لئے ظاہر نہیں کیا ہے کہ خلا اور عدا کی مشابہت اچھی طرح اس الا سے ثابت ہو جو باب استثناء میں اصل ہے فی الاکثر ایے النصب بهما انما هو فی اکثر الاستعمالات لا نهما فعلان ما ضیان کما عرفت وقد اجیزا بحر بهما علی انهما حرفا جر قال السیرا فی لم اعلم خلافا فی جواز الجر بهما الا ان النصب بهما اکثر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اکثریت باعتبار استعمال کے ہے یعنی خلا اور عدا کے الفاظ کے ذریعہ سے مستثنٰی کا نصب باعتبار اکثر استعمالات کے ہے کیونکہ یہ دونوں الفاظ اصل میں افعال ماضی ہیں جیسا کہ اوپر کی تشریح میں بخوبی معلوم ہوا ہے اور ان الفاظ مذکور سے ان کے مدخول کو مجرور کرنا بھی جائز ہے لیکن یہ اس بنا پر کہ ان کو حروف جارہ ٹھہرائے جائیں سیرانی نے کہا ہے مجھ کو ان کے حروف جارہ ہونے اور ان کے ذریعہ سے ان کے مدخول کے مجرور ہونے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے یعنی ان کا مدخول بنا بر حروف جارہ ہونے ان کے علی الاتفاق مجرور ہوگا البتہ یہ ضروری ہے کہ نصب ان کے مدخول کا بنا بر افعال ہونے ان کے اکثر ہے او ما خلا وما عدا الی المستثنٰی منصوب ایضا وجوبا اذا کان بعد ما خلا وما عدا الان

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ما فیهما مصدریته مختصة بالافعال نحو جاء نی القوم ما خلا زیدا وما عدا عمرا تقدیره خلو زید وعد وعمر و بالنصب علی الظرفیة مستثنیٰ کے منصوب ہونے کا مقام پنجم ہے یعنی اگر مستثنیٰ ماخلا اور ماعدا کے بعد واقع ہوتو یہاں یہ وجوبا منصوب ہوگا کیونکہ ان میں ما کا کلمہ مصدری افعال سے مختص ہے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں یہ الفاظ افعال ہیں اور ان کا مدخول بنابر مفعولیت منصوب ہے جس کی بنا پر مثال مذکور فی الشرح کی تقدیر جاء فی القوم خلو زید وعمرو بنابر ظرفیت کے نصب ہے بتقدیر مضاف الی وقت خلو هم او خلو مجیئهم من زید و وقت مجاوز تهم او مجاوزة مجیئهم عمرا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماخلا اور ماعدا کا نصب بنابر ظرفیت درست نہیں کیونکہ ظرف مکان ہوتا ہے یا زمان اور ماخلا اور عدا کے الفاظ نہ زمان ہیں نہ مکان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ماخلا اور ماعدا کی ظرفیت باعتبار مضاف مقدر کے ہے جس کی تقدیر شرح میں مذکور ہے کیونکہ ما مصدری جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو فعل کو مؤول بمصدر کر دیتا ہے اور مصادر سے قبل اوقات کی تقدیر مشہور اور شائع ہے لہٰذا ان الفاظ سے بیشتر وقت کا لفظ مقدر مانا جائے گا او الحالیة یہ اوپر النصب علی ظرفیة کے قول پر عطف یعنی ماخلا اور ماعدا کے الفاظ منصوب بنابر ظرفیت ہیں یا منصوب بنابر حالیت ہیں یجعل المصدر بمعنیٰ اسم الفاعل الی جاء و اخالیًا بعضهم او مجیئهم من زید مجاوزا بعضهم او مجیئهم عمرو اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماخلا اور ماعدا کا نصب بنابر حالیت صحیح نہیں کیونکہ حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں ہے کیونکہ اس سے حمل صرف وصف کا ذات پر لازم آتا ہے یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اس تقدیر پر مصدر بمعنیٰ اسم فاعل کے ہے جس کی تقدیر شرح میں مذکور ہو چکی ہے غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے وعن الاخفش انه اجاز الجر بهما علی ان مافیهما زائدة یعنی اخفش ماخلا اور ماعدا سے بھی جر مدخول کو جائز کہتے ہیں یہ اس بنا پر کہ ان الفاظ میں ما کے کلمہ کو زائدہ مانتے ہیں اور ان الفاظ مذکورہ کو حروف جر ہی قرار دیتے ہیں وبعدهذا لم ثبت عند المصنف اولم یعتد به ولهٰذا لم یقل فی الاکثر اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اخفش کے نزدیک الفاظ مذکورہ ما کے ساتھ بھی اپنے مدخول کو جر دے سکتے ہیں تو اس تقدیر پر مصنف کا فیہ پر فی الاکثر کی قید کا بڑھانا یہاں بھی ضروری اور لازم تھا حالانکہ انہوں نے یہاں یہ قید نہیں بڑھائی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ شاید مصنف کے نزدیک اخفش کا یہ قول ثابت نہیں ہے یا ان کے نزدیک معتبر نہیں تھا اس لئے یہاں فی الاکثر کی قید نہیں بڑھائی بخلاف خلا اور عدا کے کہ وہاں جر کا قول بھی معتبر اور ثابت تھا اس لئے وہاں فی الاکثر کی قید بڑھائی جس سے جر کے قول کا ثبوت ملتا ہے وکذا المستثنی ینصب بعد لیس اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر کے معطوفات کے معطوف علیہ پر عطف ہے یعنی جس طرح اوپر مقامات میں مستثنیٰ کا نصب واجب تھا اسی طرح جب اسم لیس کے بعد واقع ہوگا وجوبا منصوب ہوگا نحو جاء نی القوم لیس زیدا جیسے اس مثال میں زیدا لیس کے بعد منصوب ہے او بعد لایکون نحو سیجیٔ اهلک لایکون بشرا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لایکون سے مقدم بعد کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ لیس پر عطف ہے یعنی جس طرح لیس کے بعد مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے اسی طرح لایکون کے بعد بھی منصوب ہوگا جیسے مثال مذکور فی الشرح میں بشرا کا لفظ لایکون کے بعد منصوب واقع ہوا وانما یکون النصب بعد هما لانهما من الافعال الناقصة الناصبة للجز اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیس اور لا یکون کے مدخول کے نصب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ان کے بعد میں یعنی ان کے مدخول کا نصب اس لئے واجب ہوگا کہ یہ الفاظ افعال ناقصہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں سے ہیں اور افعال ناقصہ اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کے بعد میں جو اسم واقع ہوگا وہ مشابہ مفعول کے ہوگا اس لئے منصوب مانا جائے گا یہ مستثنیٰ کے منصوب ہونے مقام ششم ہے **ویلزم اضمار اسمیھما فی باب الاستثناء وھو ضمیر راجع الی اسم الفاعل من الفعل المذکور او الی بعض من المستثنیٰ منه مطلقا وھما فی الترکیب فی محل النصب علی الحالیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لیس اور لا یکون افعال ناقصہ میں سے ہیں اسم مرفوع اور خبر منصوب کو چاہتے ہیں پس ان کی خبر تو وہ اسم ہے جو ان کے بعد میں واقع لیکن ان کے اسماء کیا ہوں گے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان کے اسموں کا اضمار اور تقدیر استثناء کے باب میں ضروری اور لازمی ہے یہاں ان کے اسماء ضمائر ہیں جو ان میں مستتر ہیں اور فعل مذکور کے اسم فاعل کی طرف راجع ہیں یا مستثنیٰ منہ کے بعض مطلق کی طرف راجع ہیں جس کی تقدیر اوپر کی تشریح میں مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں وہاں سے معلوم کریں اور یہ لیس اور لا یکون بھی یہاں بنا بر حالیت محلی نصب رکھتے ہیں یعنی امثال مذکورہ فی الشرح میں یہ افعال بنا بر حالیت محلا منصوب ہیں **واعلم انه لا تستعمل ھذہ الافعال الا فی المستثنی المتصل الغیر المفرغ ولا یتصرف فیھا لانھا قائمة مقام الا وھی لا یتصرف فیھا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان افعال بنا بر افعال مذکور بالا کے عدم تصرف کی تحقیق کرتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ یہ افعال مذکورہ بالا مستثنیٰ متصل غیر مفرغ ہی میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں کوئی تصرف اور تغیر و تبدل بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ معنی میں الا کے قائم اور مشابہ ہیں لہٰذا جس طرح الا حرف ہے اس میں کوئی تصرف نہیں اسی طرح ان افعال مذکورہ میں بھی کوئی تصرف اور تغیر و تبدل واقع نہیں ہوگا **ویجوز فیه ای فی المستثنیٰ** اس کے بڑھانے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر مجرورہ مستثنیٰ کی طرف راجع ہے **النصب علی الاستثناء** یعنی مستثنیٰ کا نصب بنا بر استثناء جائز ہے **و یختار المبدل عن المستثنیٰ منه فیما بعد الا** اور جب مستثنیٰ الا کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں بنا بر بدل از مستثنیٰ منہ اس کا رفع مختار ہوگا **حال من الضمیر المجرور ای حال کون المستثنی واقعا فی محل یکون متاخر عن الاحتراز عما اذا کان بعد سائر ادوات الاستثناء مثل عدا دخلا وغیر ھما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ فیما بعد الا کا جملہ ظرفیہ ترکیب میں فیہ کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہوا ہے۔ نی در آنحالیکہ مستثنیٰ ایسے محل میں واقع ہو جو الا سے متاخر ہو تو اس صورت میں بنا بر بدل اس اعراب رفع مختار ہوگا اور فیما بعد الا کا لفظ قید احترازی ہے اس قید کی بنا پر اس مستثنیٰ سے احتراز کیا جو باقی حروف استثناء کے بعد واقع ہو جیسے عدا و خلا و غیر ہما کے الفاظ ہیں کہ یہاں بدل مختار نہیں ہوگا **فی کلام غیر موجب احتراز عما اذا وقع فی کلام موجب فانه منصوب وجو با کما مر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مصنف کافیہ کے فی کلام غیر موجب کا قول احترازی ہے اس میں اس مستثنیٰ سے احتراز ہوا جو کلام موجب میں واقع ہو کیونکہ وہ اس صورت میں وجوبا منصوب ہوگا جیسا گذرا ہے **والحال انه قد ذکر المستثنیٰ منه** شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حال کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ واو حالیہ ہے اور قد کی قید بڑھانے سے اشارہ کیا کہ یہ جملہ ماضیہ حال واقع ہوا ہے اور جب جملہ ماضیہ حال واقع ہو تو اس میں قد لفظی یا تقدیری کی ضرورت ہوتی ہے یہاں قد تقدیری ہے **احتراز عما اذا لم یذکر المستثنیٰ منه فانه حینئذ یعرب علی حسب العوامل وفی بعض النسخ ذکر المستثنیٰ منه بغیر واو علی انه صفته لکلام غیر موجب ای کلام غیر موجب ذکر فیه المستثنیٰ منه ولم یشترط ان لا یکون منقطعا ولا مقدما علی المستثنیٰ منه لان حکمھما قد علما فیما سبق فاکتفیٰ بذلک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ بتانا ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ ذکر المستثنیٰ منہ کا لفظ قید احترازی ہے یعنی اس قید کی بنا پر اس مستثنیٰ سے احتراز ہو جس کے ساتھ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو کیونکہ وہ اس تقدیر پر حسب عوامل معرب ہوگا اور بعضے نسخوں میں ذکر المستثنیٰ منہ کا لفظ بغیر واو کے واقع ہے بنا بر اس نسخہ یہ جملہ کلام غیر موجب کی صفت مانی جائے گی یعنی ایسا کلام غیر موجب جس کے ساتھ میں مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور یہاں یہ شرط نہیں بڑھائی کہ مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور مستثنیٰ منقطع نہ ہو اور نہ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو کیونکہ ان دو صورتوں کا حکم سابق میں معلوم ہو چکا ہے اس لئے اس پر اکتفا کر کے یہاں ان دو صورتوں کا حکم نہیں بتایا **نحو ما فعلوه الا قليل بالرفع على البدلية والا قليلا بالنصب على الاستثناء ونحو ما مررت باحد الازيد باجر على البدلية والازيدا بالنصب على الاستثناء وما رائت احدا الازيدا بالنصب اما بطريق البدلية وهو المختار او بطريق الاستثناء وهو جائز غير مختار** یعنی آیۂ کریمہ اس مستثنیٰ کی مثال ہے جو الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور اس کے ساتھ میں مستثنیٰ منہ مذکور ہو پس اس تقدیر پر آیۂ کریمہ میں قلیل کے لفظ کو بنا بر بدل از مستثنیٰ منہ مرفوع پڑھنا مختار ہے اور منصوب بنا بر استثناء پڑھنا جائز غیر مختار ہے اسی طرح باقی امثال مذکورہ فی الشرح کا حکم ہے کہ مثال اول میں زید کے لفظ کو بنا بر بدل منصوب پڑھنا مختار ہے اور بنا بر استثناء جائز غیر مختار ہے **وانما اختار والبدل فی هذه الصور لان النصب على الاستثناء انما هو بسبب التشبيه بالمفعول لابالاصالته وبواسطة الاواعراب البدل بالاصالته وبغير واسطة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدل کے مختار ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ان مذکورہ صورتوں میں بدل کو اس لئے مختار کیا ہے کہ نصب بنا بر استثناء بسبب تشبیہ مفعول کے اور بواسطہ الا کے ہوتا ہے بالاصل نہیں ہوتا اور بدل کا اعراب بالاصل اور بغیر واسطہ الا کے ہوتا ہے **ويعرب اى المستثنى** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یعرب کی ضمیر فاعل مستثنیٰ کی طرف راجع ہے **على حسب العوامل اى بمايقتضيه العامل من الرفع والنصب والجر** یعنی جیسا حال ہوگا ویسا ہی اس کا عمل ہوگا اگر عامل رافع ہو تو رفع دے گا اور اگر ناصب ہو تو وہ نصب دے گا اور عام جار ہو تو وہ جر کا عمل کرے گا **اذا كان المستثنىٰ منه غير مذكور ويختص ذلك المستثنىٰ باسم المفرغ لانه فرغ له العامل عن المستثنىٰ منه** یعنی اگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع اور مستثنیٰ منہ اس کے ساتھ میں مذکور ہو تو اس صورت میں یہ مستثنیٰ اپنے عوامل کے مطابق معرب ہوگا یعنی اگر اس کا عامل رافع ہو تو وہ رافع دیگا اور اگر ناصب ہو تو وہ نصب کرے گا اور اگر عامل جارہ ہو تو وہ اس میں جر کا عمل کرے گا اور اس مستثنیٰ کے عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام خاص کر مفرغ قرار پایا ہے **فالمراد بالمفرغ له كما يراد بالمشترك المشترك فيه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مستثنیٰ کے عمل کے لئے مستثنیٰ منہ سے عامل فارغ ہوا ہے تو اس تقدیر پر مناسب ہے کہ اس کا نام مفرغ لہ رکھا جائے نہ مفرغ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مفرغ یہ مراد مفرغ لہ ہی ہے یعنی جس طرح مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے اسی طرح یہاں مفرغ سے مراد مفرغ لہ ہے **وهو اى والحال ان المستثنىٰ واقع** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہاں واو حالیہ ہے یعنی درآنحالیکہ مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو **فى غير الكلام الموجب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلام کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ موجب کا لفظ ترکیب میں صفت موصوف محذوف کلام کے ہے موجب کا لفظ ترکیب میں صفت موصوف محذوف کلام کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ موجب کا لفظ ترکیب میں صفت موصوف محذوف کلام کے ہے **واشترط ذلك** یعنی صورت مذکور میں مستثنیٰ کا کلام غیر موجب میں واقع ہونا اس لئے شرط ٹھہرائی ہے کہ کلام فائدہ تام کا مفید ہو جائے **ليفيد فائدة صحيحة مثل ماضربنى الازيد** یہ اس مستثنیٰ کی مثال ہے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ اس کے ساتھ مذکور نہ ہو اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حسب عوامل معرب ہو اذیصح ان لایضرب المتکلم احد الازید بخلاف ضربنی الازید اذلا یصح ان یضرب کل واحد المتکلم الازید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صورت مذکورہ میں مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کے شرط کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ کلام غیر موجب میں مستثنیٰ کا واقع ہونا اس لئے شرط ہے کہ سوائے زید کے ہر احد کا متکلم کا نہ مارنا درست اور صحیح ہے کیونکہ اس سے محالیت لازم نہیں آتی ہے بخلاف ضربنی الازید کی ترکیب کے کہ اس میں سوائے زید کے ہر احد کا متکلم کو مارنا درست نہیں کیونکہ اس سے محالیت لازم ہوتی ہے **الا ان یستقیم المعنٰی** بان یکون الحکم مما یصح ان ثبت علی سبیل العموم نحو قولک کل حیوان یحرک فکه الاسفل عند المضغ الاالتمساح او تکون هناک قرینة دالة علی ان المراد بالمستثنیٰ منه بعض معین یدخل فیه المستثنیٰ قطعا اوپر مصنف کافیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ جب مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تو اس صورت میں کلام فائدہ صحیح کا مفید ہوگا اور وہ فائدہ بسبیل شمول کے حکم کی صحت ہے تا کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور پھر الا کے ذریعہ مستثنیٰ منہ سے خارج ہو سکے تو اس پر یہاں ایک اعتراض وارد ہوا جس کا مصنف نے خود ہی جواب دیا ہے اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرارت الایوم کذا کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں مستثنیٰ مفرغ ہے اور باوجود اس کے یہ مستثنیٰ یہاں کلام موجب میں واقع ہوا ہے مصنف نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ یہ قاعدہ کلیہ جب ہے جبکہ کلام کے معنٰی درست نہوں اور اگر کلام کے معنٰی درست ہوں اس طرح کہ حکم بسبیل عموم ثابت ہو سکے جیسے مثال مذکور فی الشرح میں تحرک فک اسفل کا حکم بہ سبیل عموم سوائے تمساح کے ہر حیوان پر لگانا درست ہے یا کلام میں کوئی قرینہ ایسا ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد وہ بعض معین ہے جس میں مستثنیٰ یقیناً داخل ہو تو ان صورتوں میں مستثنیٰ مفرغ کا کلام غیر موجب میں واقع ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے **مثل قرأت الایوم کذا** ایے او قعت القرأة کل یوم الایوم کذالظهور انه لایرید المتکلم جمیع ایام الدنیا بل ایام الاسبوع اوالشهر او مثل ذلک یعنی میں نے سوائے فلانے روز کے ہر ایک روز میں قرأت واقع کی ہے یہاں یہ ظاہر ہے کہ متکلم کا مقصد تمام دنیا بھر کے دنوں میں قرأت کا واقع کر دینا ہے جو مستثنیٰ منہ کے بعض معین افراد ہیں اس لحاظ سے یہاں مستثنیٰ کلام موجب میں واقع ہوا ہے ولقائل ان یقول کما لا یستقیم المعنٰی علی تقدیر عموم المستثنیٰ منه فی الموجب فی بعض الصور فربما لایستقیم المعنٰی علی تقدیر عموم المستثنیٰ منه غیر الموجب ایضا نحو مامات الازید فینبغی ان یشترط فی غیر الموجب ایضا استقامة المعنٰی وایضا لایصح مثل قرأت الایوم کذا لابعد تخصیص الیوم بایام الاسبوع مثلا فیجوز مثل هذا التخصیص فی ضربنی الازید بان یخصیص المستثنیٰ منه بکل واحد من جماعة مخصوصین اذاکان هناک قرینة دالة فاد فرق بین هاتین الصور تین فی کون کل واحدة منها جائزة مع القرینة وغیر جائزة بدونها اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دو سوالوں پر تنبیہ کرتے ہیں سوال اول مصنف کے ویعرب علی حسب العوامل الخ کے قول پر وارد ہوتا ہے اور سوال دوئم اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو ضربنی الازید اور قرأت الایوم کذا کے قولوں میں فرق کرتا ہے سوال اول کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح بنا بر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کے کلام موجب میں بعض صورتوں میں کلام کے معنٰی مستقیم نہیں ہوتے اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی بنا بر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کلام کے معنٰی بعض صورتوں میں مستقیم نہیں ہوتے ہیں جیسے مامات الازید کی ترکیب میں ہے پس مناسب ہے کہ استقامت معنی دونوں کلاموں میں شرط مانی جائے اور سوال دوم کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح قرأت الا یوم کذا کی ترکیب درست اور صحیح ہے جبکہ ایام سے مراد ایام اسبوع شہور اور سال کے ہوں اسی طرح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ضربنی الا زید کی ترکیب بھی درست ہونا چاہیئے جبکہ اس میں مستثنیٰ منہ سے مراد بواسطہ قرائن کے جماعت مخصوص ہو یعنی کوئی سائل یہاں یہ سوال کرسکتا ہے کہ جس طرح بعضے صورتوں میں بنابر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کے کلام موجب میں کلام کے معنی مستقیم نہیں ہوتے اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی بتقدیر عموم مستثنیٰ منہ کلام کے معنی مستقیم نہیں ہوتے ہیں جیسے ماماتی الا زید کی مثال میں ہے پس مناسب ہے کہ کلام غیر موجب میں بھی استقامت معنی شرط ٹھہرائی جائے اور اسی طرح قرأت الا یوم کذا کی ترکیب جب صحیح ہوگی جبکہ مثال مذکور میں ایام کی تخصیص ہفتوں اور شہور اور سالوں کے ایام سے کی جائے پس اس قسم کی تخصیص ضربنی الا زید کی مثل میں بھی جائز ہو جائے گی اس طرح کہ مستثنیٰ منہ کو مخصوص جماعت کے ہر ایک فرد سے مخصوص کیا جائے جبکہ یہاں تخصیص کا کوئی قرینہ دالہ پایا جائے پس ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں رہا اس لئے کہ ہر ایک صورت ان میں سے قرینہ کے ساتھ جائز ہے اور بغیر قرینہ کے جائز نہیں۔

و اجیب بان المعتبر هو الغالب و الغالب فی الایجاب عدم استقامة المعنیٰ علی العموم و فی النفی عکسه لان اشتراک جمیع افراد الجنس فی انتفاء تعلق الفعل بهاد مخالفةواحد اياها فی ذلک مما یکثیر و یغلب و اما اشتراکها فی تعلق الفعل بها و مخالفة واحد یاها فی ذلک فمما یقل کما فی المثال المذکور و بان الفرق بین قولک قرأت الاقوم کذا او ضربنی الازید لیس الابظهور قرینة دالة علی بعض معین من المستثنیٰ منه مقطوع دخوله فیه فی الاول و یعدم ظهور هافی الثانی فلو قام فی الثانی ایضا قرینة ظاهرة الدلالة علی بعض معین کما اذا قیل من ضربک من القوم اے القوم الداخل فیهم زید فقلت ضربنی الازید فالظاهر ان ذلک ایضا مما یستقیم فیه المعنیٰ لکن الغالب عدم وجد ان قرینة ککک فی الموجب فالغالب فیه عدم استقامةالمعنیٰ

اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوالات مذکور کے جوابات دیئے ہیں جواب اول کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ معنیٰ کے استقامت میں معتبر غالبیت ہے اور کلام موجب میں غالب یہ ہے کہ بنابر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کلام کے معنیٰ مستقیم نہیں ہونگے۔ بخلاف کلام غیر موجب کے کہ اس میں غالبا کلام کے معنیٰ صحیح اور درست ہونگے کیوں کہ جنس تمام افراد کا فعل کے تعلق کے انتفا میں مشترک ہونا اور ایک فرد کا افراد جنس سے تعلق مذکور میں مخالف ہو جانا قلیل اور نادر ہے جیسے مثال مذکور فی الشرح ما ضربنی الازید میں موجود ہے اور جواب دوم کی تشریح یہ کہ قرأت الایوم کذا اور ضربنی الازید کے قولوں کے درمیان فرق صرف بنابر ظہور قرینہ دالہ کے ہے جو مستثنیٰ منہ کے بعضے افراد پر دلالت کرے جس کا دخول مستثنیٰ منہ میں بنابر مثال اول قرأت الایوم کذا کے یقین ہے اور عدم ظہور بنظر غالبیت کے مثال ثانی ضربنی الازید میں پایا جاتا ہے پس اگر ثانی مثال میں بھی قرینہ ظاہر الدلالت مستثنیٰ منہ کے بعضے معین افراد پر قائم کیا جائے جیسا کہ من ضربك من القوم کہا جائے اور قوم سے مراد بقرینہ سوال کے وہ قوم ہو جسمیں زید داخل ہو تو اس صورت میں ضربنی الازید بولا جائے گا لہٰذا اب اس تقدیر پر ظاہر یہ ہے کہ جسطرح کلام غیر موجب کے معنیٰ درست ہوتے ہیں اسیطرح یہاں اس کلام موجب میں بھی معنیٰ درست اور مستقیم مانے جائیں گے لیکن چونکہ کلام موجب میں غالبا ایسا قرینہ نہیں پایا جاتا اس لئے اسمیں غالبا معنیٰ کی استقامت نہ ہوگی لہٰذا اب اس تقدیر پر صورت مذکور میں فرق حاصل ہوا **و من ثم اے ومن اجل ان المفرغ لا یکون فی الموجب الا ان یستقیم المعنیٰ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ومن کا لفظ کلیہ مفید معنیٰ علت کے ہے یعنی چونکہ مستثنیٰ مفرغ کلام موجب میں غیر استقامت معنیٰ کے نہیں آتا اسلئے آنیوالی ترکیب جائز نہیں ہے **لم یجز مثل ما زال زید الا عالما** الا معنیٰ ما ثبت لان نفی الا الی اثبات فیکون المعنیٰ ثبت زیدا عالما

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علی جمیع الصفات الاعلی صفۃ العلم فلا یستقیم یعنی مثال مذکور جائز نہیں کیونکہ ما زال کے معنٰی ثبت کے ہیں اسلئے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب نفی نفی پر داخل ہوتی ہے تو اسوقت اس معنٰی اثبات کے ہو جاتے ہیں پس اس تقدیر پر مثال مذکور کے معنٰی یہ ہونگے کہ زید سوائے صفت علم کے جمیع صفات پر دائما موصوف ہے حالانکہ یہ معنٰی مستقیم اور درست نہیں کیونکہ اس سے اجتماع اضداد کی محالیت لازم ہوتی ہے وقال الشارح الرضی یمکن ان تحمل الصفات علی مایمکن ان یکون زید علیہا مما لا یتناقض ویستثنی من جملتہا العلم او یحمل ذلک علی المبالغۃ فی نفی صفۃ العلم کانک قلت انکن ان تحصل فیہ جمیع الصفات الاصفۃ العلم وعلی تقدیرین یندرج فی صورۃ الاستقامۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال پر تنبیہ کرتے ہیں جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثال مذکور کے عدم استقامت پر وارد کیا ہے تشریح سوال مذکور یہ ہے کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے ممکن ہے کہ صفات سے مراد وہ صفات ہوں جس پر زید موصوف ہو سکے اور وہ صفات آپس میں متناقض بھی نہ ہوں اور ان کے جملہ میں سے علم کی صفت کو مستثنٰی کر دیا جائے یا زید کا جمیع صفات پر موصوف ہونے سے مقصد مبالغہ ہو علم کی نفی میں گویا مثال مذکور کے معنٰی یہ ہوئے کہ زید کا سوائے علم کی صفت کے جمیع صفات پر موصوف ہونا ممکن ہے اور ان دونوں تقدیروں کی بنا پر مثال مذکور کے معنٰی استقامت کی صورت میں مندرج ہوتے ہیں لہٰذا مصنف کافیہ کا لم یجز ما زال زید الا عالما کہنا درست نہیں ہوا اولا معنٰی علی المغلطن انہ یمکن بمثل ہذہ التاویلات ارجاع جمیع المواد الایجیبۃ عند الاستثناء الے صورۃ الاستقامۃ کما یقال مثلا فی قولک ضربنی الا زید المراد کل من یتصور منہ الضرب من معارفک او المقصود منہ المبالغۃ فی غلو المجتمعین علی ضربک اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب پر لا یخفی سے تنبیہ کی ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ذکی اور ہوشیار پر مخفی نہیں کہ اس قسم کے تاویلات کی بنا پر جمیع مواد کلام موجب کو استثناء کے وقت استقامت معنٰی کی صورت کی طرف راجع کر دینا ممکن ہے جیسا کہ ضربنی الا زید کی مثال میں مثلا یہ تاویل کر کے کہا جائے کہ مستثنٰی منہ سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو مخاطب کے جان پہچان کے ہوں جن سے ضرب تصور ہو سکے یا اس سے مقصود متکلم کے مارنے پر مجتمعین کا مبالغہ ہے غلو میں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہٰذا مصنف کافیہ کا لم یجز ما زال زیدا لا عالما کا کہنا درست ثابت ہوا اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعتراض بالا فضول اور بیجا ثھیرا ماسبق میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب مستثنٰی کے ساتھ مذکور اور مستثنٰی کلام غیر موجب میں واقع ہو تو اس میں نصب جائز اور بدل یہاں اس قاعدہ کلیہ پر ایک نقض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے یہ قاعدہ کلیہ ماجاء نی من احد الا زید او الا احد فیہا الا عمرو ما زید شیئا الا شیاء لا یعباہ کی امثال سے منقوض ہے کیونکہ ان مثالوں میں مستثنٰی منہ کلام غیر موجب میں مذکور ہے اور باوجود اسکے یہاں بدل مختار نہیں اسلئے کہ اگر بدل مختار مانا جائے تو مثال اول میں مستثنٰی مجرور اور مثالیں آخرین میں منصوب ہو جائیگا حالانکہ یہاں مستثنٰی کل مثالوں میں مرفوع ہے آگے چلکر اس کا مصنف کافیہ خود ہی اذا تعذر البدل الخ کے قول میں جواب دینگے واذا تعذر البدل من حیث حملہ علی اللفظ اے لفظ المستثنٰی منہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لفظ ترکیب میں مضاف اور مضاف الیہ اس کا مستثنٰی منہ کا لفظ محذوف ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے فعلیٰ موضع اے تحمل علی موضع المستثنٰی منہ لا علی لفظہ عملا بالمختار علی قدر الامکان یعنی اگر مستثنٰی منہ کے لفظ پر حمل کر کے بدل نہیں لایا جا سکے تو اس تقدیر پر مستثنٰی منہ کے محل پر حمل کیا جائیگا تا کہ حتی الامکان مختار پر عمل ہو سکے مثل ماجاء نی من احد الا زید فزید بدل مرفوع محمول علی موضع احد لا مجرور محمول علی لفظ اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مذکور فی المتن زید کا لفظ بنا بر بدل از مستثنٰی منہ مرفوع ہے اور احد مستثنٰی کے محل پر محمول ہے کیونکہ اس کا محل بنا بر فاعلیت رفع ہے مستثنٰی منہ کے لفظ پر حمل کر کے مجرور نہیں پڑھا جائیگا اگر چہ یہ جواز کے درجہ میں ہے مگر یہاں رفع ہی ہے ومثل اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر کی مثال پر عطف ہے لا احد فیہا الے فی الدار اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فیہا کی ضمیر مجرور دار کی طرف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

راجع ہے الاعمرو فعمرو مرفوع محمول علی محل احد لا علی لفظہ پس عمرو کا لفظ احد کے محل پر حمل کر کے مرفوع ہے کیونکہ احد کا محل بنابر ابتدایت رفع ہے احد کے لفظ پر حمل کر کے مفتوح بنابر اسم لا نہیں ہوگا ومثل اسکے بڑھانے سے بھی مقصد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ یہ اوپر کی مثال پر عطف ہے مازید شیئا الاشئی لایعبأ بہ اے لایعتد بہ لفظی مرفوع محمول علی محل شیئا لانہ منصوب محمول علی لفظہ وقولہ یعبأ بہ لیس فی کثیر من النسخ یعنی اس مثال میں بھی شئی کا لفظ شیئا کے محل پر حمل کر کے مرفوع ہے لفظ پر حمل کر کے منصوب نہیں ہے اور لایعبأ بہ قول اکثر نسخوں میں نہیں ہے وعلی ماوقع فی بعضہا فھو صفۃ شئی المستثنیٰ اور بنار بر اس نسخہ کے جو بعضے نسخوں میں کافیہ کے واقع ہوا ہے یہ لایعبأ بہ کا قول شئی مستثنیٰ کی صفت ہے قیل انما وصفہ بہ لئلا یلزم استثناء الشئی من نفسہ اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ لایعبأ بہ کا قول مثال سے زاید ہے اسکا ذکر کرنا بیکار ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیل سے اسکا جواب دیا کہ یہ قول بیکار نہیں بلکہ اس کو شئی مستثنیٰ کی توصیف کے لئے بڑھا کر ذکر کیا ہے تا کہ ترکیب مذکور میں استثنائے شئے عن نفسہ لازم نہ ہو ولا یخفی انہ لو جعل المستثنیٰ منہ شیئا اعم من ان یزید علیہ صفۃ غیر الشیئیۃ اولا رخص المستثنیٰ بمالا یزید علیہ صفۃ غیر الشیئیۃ لکان ادق والطف اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انما وصفہ بہ کے قول پر ایک اعتراض وارد کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ اگر مصنف مستثنیٰ منہ کو شئے اعم تصیراتے خواہ غیر شیئیت کی صفت اس پر بڑھائی جائے خواہ نہیں اور مستثنیٰ کو اس سے مخصوص کیا جائے جس پر غیر شیئیت کی صفت نہ بڑھائی جائے تو یہ اس صورت میں نہایے ادق اور الطف ہوگا وانما تعذر البدل علی اللفظ فی الصورۃ الاولی اس عبارت عربی کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے یہ مصنف کافیہ کے لان من لا تزوادالخ کے قول کا مدعی مقدر ہے یعنی صورت اول میں لفظ پر حمل کر کے بدل اس لئے متعذر ہے کہ اثبات کے بعد من استغراقی نہیں بڑھایا جاتا لان من الاستغراقیۃ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہاں من سے من مطلق مراد نہیں بلکہ استغراقی مقصود ہے لانزوادا تفاقا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ بعد اثبات کے من استغراقی کا عدم تزوادا تفاقی ہے بعد الاثبات اے بعد ماصلا الکلام مثبتا لانقاض الھی بالا لانھا تاکید الھی ولانفی بعد الانتقاض فلو ابدل علی اللفظ وقیل ماجاءنی من احد الازید بالجر لکان فی قوۃ قولنا جاءنی من زید فلزم زیادۃ من فی الاثبات وذلک غیر جائز یعنی چونکہ الا کے حکم کے نفی ٹوٹ جاتی کیونکہ الا کا کلمہ نفی کی تاکید کیلئے آتا ہے اور نفی کے انتقاض کے بعد نفی نہیں رہتی اس لئے اس صورت میں کلام مثبت ہو جاتا ہے اور پس اگر لفظ پر حمل کر کے بدل ٹھیرایا جائے اور ماجاءنی من احد الازید کی ترکیب میں زید کے لفظ کو مجرور پڑھا جائے تو یہ اس تقدیر پر جاءنی من زید کے قول کی قوت وحکم ہو جائیگا پس اس سے کلام مثبت میں من کا زیادہ ہونا لازم ہو جائیگا اور یہ جائز نہیں ہے وفی الصورتین الاخیرتین لانہ لا ابدل المستثنیٰ علی اللفظ وقیل لا احد فیہا الاعمرا بالنصب لان فتحۃ شیئیۃ بالحرکۃ الاعرابیۃ لازما صلت بکلمۃ لا فھی کالنصب الحاصل بالعامل فلا بد حینئذ من تقدیر لا ھیئۃ او حکما لتعمل فیہ ھذا العمل یہ اوپر فی صورۃ الاولی کے قول پر عطف ہے یعنی جس طرح صورت اول میں لفظ پر حمل کر کے بدل متعذر ہے اسی طرح صورتین آخرین میں بھی متعذر ہے کیونکہ اگر مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کر کے مستثنیٰ کو بدل لایا جائے اور الا احد فیہا الا عمرا کی ترکیب میں عمر کے لفظ کو منصوب پڑھا جائے کیونکہ یہ فتحہ حرکت اعرابی کے مشابہ ہے اس لئے کہ فتحہ لا کے حکم سے حاصل ہوا ہے پس گویا نصب کے ہے جو عامل ناصب سے حاصل ہو پس اس تقدیر لا حقیقی یا حکمی کا مقدر ماننا ضروری ہوگا تا کہ وہ اس میں یہ عمل مذکور کر سکے وکذا فی قولہ مازید شیئا الاشئی حمل المستثنیٰ علی لفظ المستثنیٰ منہ لا بد حینئذ من تقدیر ما ذلک لتعمل فیہ یہ اوپر کے مثال پر عطف ہے جس طرح اوپر کے مثالوں میں بدل لفظ پر حمل کر کے متعذر ہے اسی طرح ما زید شیئا الاشئی کی مثال میں بھی بدل متعذر ہے کیونکہ یہاں اگر مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حامل کر کے بدل لایا جائے تو اس صورت میں کلمہ کا مقدر ماننا ضروری اور لازمی ٹھرایا جائیگا تا کہ وہ بھی یہاں یہ عمل مذکور کر سکے وما ولا لا تقدران لاھیئۃ اذ لم یکن البدل الا تکریر العامل ولا حکما اذ الا تکی بدخولہ علی المبدل منہ واعتبر سراحیۃ حکمہ الیہ فانہ فی قوۃ التقدیر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حال کونہا یعنی ما اور لا کے کلمے نہ حقیقۃ مقدر ہوتے ہیں جبکہ بدل صرف تکریر عامل سے مانا جائے اور نہ حکما جبکہ عامل کا دخول صرف مبدل منہ پر اکتفاء کر کے ٹھیرایا جائے اور عامل کی سرایت کا حکم بالتبع بدل کی طرف معتبر مانی جائے کیونکہ یہ سرایت کا حکم تقدیر کی قوت اور حکم میں ہے یعنی ما اور لا کے الفاظ درآں حالیکہ عامل ہوں نہ حقیقۃ مقدر ہونگے نہ حکما اور اخیر میں حال کونہا کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ عاملتین کا لفظ لا یقدران کی ضمیر مرفوع سے حال واقع ہوا ہے عاملتین فی المستثنی المحمول علی البدل یعنی جب ما اور لا کے الفاظ اس مستثنیٰ میں عامل مانے جائیں جو بدل پر محمول ہو تو اس تقدیر پر یہ کلام میں مقدر نہیں ہونگے بعدہٗ اے بعد الاثبات یعنی بعد ما صار الکلام مثبتا لانتقاض النفی بالا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ بعدہٗ کی ضمیر مجرورہ اثبات کی طرف راجع ہے یعنی الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ جاتی ہے اور کلام مثبت بن جاتا ہے ثبات کے بعد ما اور لا کے الفاظ اس لئے مقدر نہیں ہو سکتے کہ لانہا اے ما و لا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا کہ ہا کی ضمیر ما اور لا کے الفاظ کی طرف راجع ہے عملہا النفی وقد انتقض النفی بالا یعنی یہ دو الفاظ نفی کا عمل کرتے ہیں اور نفی الا سے ٹوٹ جاتی ہے کلام مثبت ہو جاتا ہے وحیث تعذر فی حالتین الصورتین البدل علی اللفظ حمل علی المحل فعمر و مرفوع علی انہ محمول علی محل احد وھو الرفع بالابتداء وشئی مرفوع علی انہ محمول علی محل ھیھا وھو الرفع بالجزیۃ یعنی جب اس دو مذکورہ صورتوں میں لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کر کے بدل متعذر ٹھیرایا تو مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کیا جائے گا پس امثال مذکورہ میں عمر کا لفظ احد کے محل پر حمل کر کے مرفوع ہے اور احد کا محل رفع ہے بنا بر ابتداء اور شی کا لفظ ھیھا کے محل پر حمل کر کے مرفوع پڑھا جائے گا اور ھیھا کے لفظ کا محل بنا بر جزیت مارفع ہے فان قلت لاحد فی ھذا المثال محلان من الاعراب محل قریب وھو نصبہ بکلمۃ لا ومحل بعید وھو رفعہ بالابتداء فلم اعتبرہ حملہ علی محلہ البعید لا القریب اوپر مصنف نے لا احد فیہا الا عمرو کی مثال میں عمر کے لفظ کو احد کے محل بعید پر حمل کر کے مرفوع بتایا تھا یہاں اس پر ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اس امثال مذکور میں احد کے لفظ کے اعراب کے محل دو ہیں ایک محل قریب اور وہ لا کے کلمہ سے اس کا نصب ہے دوسرا محل بعید اور وہ اس کا رفع ہے بنا بر ابتداء پس عمر کو احد کے محل بعید پر حمل کر کے مرفوع کیونکر معتبر کیا ہے محل قریب پر حمل کر کے منصوب کیوں نہیں مانا قلت لان محلہ القریب انما ھو لعمل لا النافیہ بمعنی الغی وقد انتقض بالا بخلاف محلہ البعید فانہ لا دخل لعمل لا فیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر مذکور اعتراض کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ عمر کو احد کے محل بعید پر حمل کر کے مرفوع اس لئے پڑھا ہے کہ نصب عمر کا احد کے محل قریب پر حمل کر کے لائے نافیہ کے عمل کی وجہ سے ٹھیرایا جا سکتا تھا اور لا کی نفی کا عمل الا کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے بخلاف محل بعید کے کہ اسمیں لا کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے اس لئے اس کے محل بعید پر حمل کو معتبر کیا اس قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا جواب خود ہی مصنف کافیہ آگے چلکر بخلاف لیس الخ کے قول میں دینگے اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ لیس زید شئیا الا شئیا کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ نفی یہاں بھی الا سے ٹوٹ گئی ہے اور باوجود اس کے یہاں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول ہے محل پر نہیں بخلاف لیس زید شئیا الا شئیا مع انہ انتقض النفی فیہ ایضا بالا یعنی بخلاف لیس زید شئیا الا شئیا کی مثال کے کہ اس میں باوجود اس کے کہ اسمیں بھی الا سے نفی ٹوٹ گئی ہے مگر مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کر کے مستثنیٰ کو منصوب پڑھا گیا ہے اسلئے کہ لانہا اے لیس اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لانہا کی ضمیر واحد مونث لیس کی طرف راجع ہے عملت للفعلیۃ لا للنفی فلا اثر لانتقاض معنی النفی فی عملہا بقا الامر العاملۃ ھی اے لیس لاجلہ اے لاجلک الامر وھو الفعلیۃ یہ اوپر کے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں لفظ پر حمل اسلئے کیا ہے کہ لیس فعل ناقص ہے فعلیت کا عمل کرتا ہے نفی کا عمل نہیں کرتا اسلئے یہاں اگر چہ نفی کے معنی الا سے ٹوٹ گئے ہیں مگر اس کے نقض کا کوئی اثر نہیں لہٰذا یہاں لیس کی فعلیت کا عمل باقی رہیگا اور لفظ پر حمل معتبر سمجھا جائیگا ومن ثم اے ومن اجل ان عمل لیس للفعلیۃ لا للنفی وحمل ما و لا بالعکس اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہاں من کا لفظ اجلیہ علت کے معنٰی دیتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ لیس فعل ناقص تعلیت کا عمل کرتا ہے نفی کا عمل نہیں کرتا بخلاف ما اور الا کے کہ ان کا عمل بالعکس ہے جاز لیس زید الا قائما باعمال لیس فی قائما وان انتقض نفیہا بالا بقاء تعلیتہا یعنی چونکہ لیس فعل ناقص تعلیت کا عمل کرتا ہے اسلئے یہ ترکیب مذکور جائز ہے کیونکہ اسمیں اگر چہ نفی الا سے ٹوٹ گئی ہے لیکن اس کی تعلیت باقی ہے اسلئے قائما میں نصب کا عمل کیا ہے وامتنع مازید الا قائما باعمال فی قائما لان عملہا لیہ انما ہو للنفی وقد انتقض بالا اور مازید الا قائما کی ترکیب درست نہیں کیونکہ قائما میں مابسبب نفی کے عمل کرتا تھا اور وہ الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی اس لئے اب وہ قائما میں نصب کا عمل نہیں کرسکتا بخلاف لیس کے کہ وہ بوجہ بقائے تعلیت کے نصب کا عمل کرسکتا ہے والمستثنی مخفوض او مجرور بعد غیر وسوی مع کسر السین او ضمہا مع القصر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ سوئے کا لفظ بالف مقصور ہے اور اس کے سین کو مکسور اور مضموم دونوں پڑھ سکتے ہیں وسواء بالمد کونہ مضافا الیہ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ سواء کا لفظ بالف ممدودہ ہے اور مفتوح السین اور مکسور السین دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں یعنی مستثنٰی اگر غیر اور سوی اور سواء کے الفاظ کے بعد واقع ہوگا تو وہ بنا بر مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہوگا۔ کیونکہ الفاظ مذکور مضاف واقع ہوتے ہیں اور ان کا مدخول مضاف الیہ واقع ہوگا اس لئے مجرور ہوگا وبعد حاشا فی الاکثر کونہا حرف جر فی اکثر استعمالاتہم واجاز بعضہم النصب بہا علی انہا فعل متعد فاعلہ مضمر ومعناہا تنزیہ المستثنی عما نسب الی المستثنی منہ نحو ضرب القوم عمرا حاشا زیدا اے براہ اللہ عن ضرب عمر یعنی اگر مستثنٰی بعد حاشا کے واقع ہو تو وہ اکثر استعمال میں یہاں بھی مجرور ہوگا کیونکہ اس کو اکثر استعمال میں حرف جر مانتے ہیں اور حرف جر اپنے مجرور کو جر دیتا ہے اور بعض اس کو فعل متعدی مانتے ہیں اس لئے اس کے مدخول کو منصوب پڑھتے ہیں اور اس میں جو ضمیر مستتر ہے اس کو اس کا فاعل قرار دیتے ہیں اور اس کے مستثنٰی کے حجریہ کے نہیں اس سے جس کی مستثنٰی منہ کی طرف نسبت ہو جیسے مثال مذکور فی الشرح میں موجود ہے جسکے معنٰی براہ اللہ تعالیٰ عن ضرب عمر کے ہیں واعراب غیر فیہ اے فی الاستثناء دون الصفۃ اذ وقوع باعراب موصوفہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر مجرور استثناء کی طرف راجع ہے یعنی غیر کا لفظ جب استثناء میں واقع ہو اور وہ استثناء کے معنٰی کا فائدہ دیتا ہو تو اس صورت میں اس لفظ کا اعراب بعینہ وہی اعراب ہوگا جو مستثنٰی بالا کا ہوگا بخلاف غیر صفتی کے کہ وہ اس وقت اپنے موصوف کے اعراب کے مطابق معرب ہوگا فائدہ غیر کے لفظ کی دو قسمیں ہیں اول استثناء کی دوم صفتی استثناء فی کا اعراب مستثنٰی بالا کا اعراب ہوگا اور صفتی کا اعراب اپنے موصوف کے اعراب کے موافق ہوگا کاعراب المستثنٰی بالا علی التفصیل المذکور فیما سبق فکانہ لما الجزبہ المستثنٰی لما ضافۃ انتقل اعرابہ الیہ یعنی غیر کے لفظ کا اعراب مستثنٰی بالا کے مثل ہے اسی تفصیل پر جس کا ذکر سابق میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے اور وہ وجوب مستثنٰی ہے جو کلام موجب میں ہو اور منقطع و مستثنٰی مقدم میں بھی نصب واجب اور کلام غیر موجب میں جواز اور اختیار بدل اور کلام موجب میں علی حسب العوامل معرب ہوتا ہے چونکہ بوجہ اضافت ضمیر کے مستثنٰی مجرور ہوتا ہے اس لئے اس تقدیر پر گویا مستثنٰی کا اعراب اس غیر کے لفظ کی طرف منتقل ہوا اور یہ مستثنٰی بالا کے حکم میں داخل ہوا وغیر اے کلمۃ غیر فی الاصل صفۃ لدلالتہا علی ذات مبہمۃ باعتبار قیام معنی المغایرۃ بہا فالاصل فیہا ان تقع صفۃ کما تقول جاء نی رجل غیر زید واستعمالہا علی ہذا الوجہ کثیر فی کلام العرب لکنہا یعنی غیر کا کلمہ اصل میں صفت کے لئے موضوع ہے کیونکہ جس طرح صفت ذات مبہم پر دلالت کرتی ہے اسی طرح یہ غیر کا کلمہ بھی باعتبار قیام معنی مغایرت کے ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے پس اصل اس میں یہ ہے کہ صفت واقع ہو جیسے جاء نی رجل غیر زید کی مثال میں صفت واقع ہوئی ہے اور اس کا استعمال اس صفت کے معنوں میں عرب کے کلام میں بہت کثرت سے ہے لیکن یہ استثناء میں الا پر محمول ہو کر استثناء کے معنٰی کا فائدہ دے گا حملت علی الا واستعملت منتہائی الاستثناء علی خلاف الاصل وذلک لاشتراک کل منتہائی مغایرۃ مابعدہ لما قبلہ یعنی غیر حمل الا کے استثناء میں خلاف اصل مستعمل ہوگا اور غیر کا الا پر حمل کر کے استثناء میں استعمال اس لئے ہوگا کہ مغایرت کے معنوں میں یہ دونوں الفاظ مشترک

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں یعنی جس طرح الا کا کلمہ اپنے مابعد کے ماقبل سے مغایرت کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اسی طرح غیر کا کلمہ بھی مغایرت کے معنی کا فائدہ دیتا ہے ۔اسی مناسبت سے ان الفاظ میں ایک کا حمل دوسرے پر جائز ہے **کما حملت الا علیھا اے علی کلمۃ غیر فی الصفۃ لا کن لا تحمل الا علیھا فی الصفۃ غالبا الا** یعنی جس طرح الا کا کلمہ غیر کے کلمہ پر محمول ہو کر صفت کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح غیر کا کلمہ الا پر محمول ہو کر استثناء کا فائدہ دیتا ہے لیکن الا کا حمل غیر پر صفت میں غالبا نہیں ہوتا بخلاف غیر کے کہ اس حمل الا پر اغلب اور اکثر ہے **اذا کانت ای الا اس کے بڑھانے** سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کانت فعل ناقص کا اسم الا ہے **تابعۃ لجمع** اے واقعۃ بعد متعدد فوجب ان یکون موصولہا مذکورا لا مقدرا کما قد یکون مقدرا فی غیر مثل جاء نی غیر زید وبعد ما کان مذکورا یکون متعددا لیوافق حالہا صفۃ حالہا او الاستثناء اذ لا بد لہا فی الاستثناء من مستثنی منہ متعدد فلا تقول فی الصفۃ جاء نی رجل الا زید یعنی یہ مذکور حکم جب ہوگا جبکہ الا کا کلمہ جمع کا تابع واقع ہو یعنی مستثنی منہ متعدد کے بعد واقع ہو پس اس تقدیر پر واجب ہے کہ الا کا موصوف مذکور ہو مقدر نہ ہو جیسا کہ غیر میں کبھی کبھی مقدر ہوتا ہے جیسے مثال مذکور فی الشرح میں موصوف غیر کا مقدر ہے اور وہ قوم کا لفظ ہے اور جب الا کا موصوف مذکور ہوگا تو وہ متعدد بھی ہوگا تا کہ اس کا حال صفت کی حالت میں استثناء کے حروف کے حال کے موافق ہو جائے کیونکہ اس کے لئے استثناء میں مستثنی منہ متعدد کی ضرورت ہے پس اس صورت میں جاء نی رجل الا زید صفت کے معنی کا لحاظ کر کے نہیں پڑھ سکتے ہیں بلکہ غیر زید پڑھیں گے **والمتعدد اعم من ان یکون جمعا لفظا کرجال او تقدیرا کقوم ورھط وان یکون مثنی فدخل فیہ نحو ما جاء نی رجلان الا زید** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا قوم اور رہط اور ما جاء نی رجلان الا زید کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ یہاں الا صفتی ہے اور باوجود اسکے یہاں مستثنی منہ جمع متعدد نہیں بلکہ تثنیہ اور مفردات ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ متعدد عام ہے خواہ جمع لفظی ہو جیسے رجال کا لفظ ہے خواہ تقدیری ہو جیسے قوم اور رہط کے الفاظ ہیں اور خواہ وہ متعدد تثنیہ ہو پس اس تقدیر پر اس حکم میں ما جاء نی رجلان الا زید کی ترکیب کا مستثنی منہ رجلان بھی داخل ہو کیونکہ تثنیہ بھی متعدد لفظی اور تقدیری ہے **منکور** اے منکرا لا عرف باللام حیث یراد بہ العہد او الاستغراق فیعلم التناول قطعا علی تقدیر الاستغراق وعلی تقدیر ان یشار بہ الی جماعۃ یکون زید منہم فلا یعتد بالاستثناء لحصول او عدم التناول قطعا علی تقدیر ان یشار بہ الی جماعۃ لم یکن زید منہم فلا یعتد بہ لانقطاع یہ جمع کی صفت اول ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منکور کی شرح منکر سے کر کے یہ اشارہ کیا کہ منکر معلوم ہے اور منکور غیر معلوم ہے گویا غیر معلوم کی تفسیر معلوم سے کی ہے یعنی جمع منکر معرفہ باللام نہ ہو کیونکہ اگر معرفہ باللام ہو تو اس صورت میں اس کا الف لام دو حالتوں سے خالی نہیں استغراقی ہوگا یا عہدی بنا بر تقدیر اول مستثنی متصل متعدد نہیں ہوگا اور بنا بر تقدیر ثانی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا اس سے جماعت کی طرف اشارہ مقصود ہوگا جس میں مستثنی یعنی زید داخل ہو قطعا یا اس جماعت کی طرف اشارہ ہوگا جس میں مستثنی یعنی زید قطعا اس میں داخل نہ ہو بلکہ خارج ہو اگر اول صورت مراد ہے تو اس صورت میں بھی مستثنی متصل متعدد نہیں ہوگا اور اس حکم میں یہ شرط ہے کہ الا بمعنی غیر کے ہو **غیر محصور** والحصور نوعان اما الجنس المستغرق نحو ما جاء نی رجل اور جان واما بعض منہ معلوم العدد نحو لہ علی عشرۃ دراہم وعشرون وانما اشترط ان یکون غیر محصور لانہ ان کان محصورا علی احد الوجہین وجب دخول ما بعد الا فیہ فلا یعتد بالاستثناء نحو کل رجل الا زید جاء نی ولہ علی عشرۃ الا درھما اس میں کا لفظ ترکیب میں جمع کی صفت ثانی واقع ہے اور جمع محصور کی دو قسمیں ہے اول جنس مستغرق جیسے ما جاء نی رجل اور رجال میں ہے دوم قسم کا بعض معلوم العدد ہے جیسے لہ علی عشرۃ دراہم او عشرون میں ہے اور جمع میں اس کا غیر محصور ہونا شرط اس لئے ٹھیرایا ہے کہ اگر بنا بر ایک وجہ دو تین مذکورین کے جمع محصور مانی جائے تو اس صورت میں ما بعد الا کا اس میں داخل ہونا واجب ہو جائے گا پس مستثنی کا تعذر یہاں بھی نہیں ہوگا جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں ہے وانما یصار عند وجود ھذہ الشرائط الی حمل علی غیر اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مصنف کا فیہ کا قول لتعذر الاستثناء مدعی مقدر کی دلیل ہے یعنی ان شرائط مذکور کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پائے جانے کی بنا پر غیر پر الا کے حمل کی ضرورت اس لئے ہے کہ شرائط مذکور کی موجودگی میں استثناء متعذر ہوتی ہے لتعذر الاستثناء عند وجودھا فاضطر الی حملھا علی غیر یعنی چونکہ شرائط مذکورہ بالا کے پائے جانے کی بنا پر استثناء متعذر ہے اس لئے الا کا حمل غیر پر بدرجہ مجبوری کیا جائے گا وانما قلنا فی صدر ھذا الکلام ان الا لا تحمل علی الصفۃ غالبا لتقیدناہ بقولنا غالبا لانہ قد یتعذر الاستثناء فی الحصر نحو ما جاءنی ما الا زید وقد لا یتعذر فی غیر الحصر نحو ما جاءنی رجال الا واحدا والا رجلا والا حمارا ولکن لما کان ذلک نادرا لم یلتفت المصنف الیہ فی بیان ھذہ القاعدۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے غالبا قید کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے اس کلام کی شروع میں غالبا کی قید بڑھا کر یہ کہا ہے کہ الا کا حمل غیر صفتی پر غالبا نہیں ہوتا یہ اس لئے کہ کبھی کبھی مستثنیٰ محصور میں استثناء متعذر ہوتی ہے جیسے جاء نی ماتہ رجل الا زید کی مثال میں زید کی استثناء ماتہ رجل سے متعذر ہے کیونکہ زید ماتا رجل میں داخل نہیں ہے اور کبھی کبھی مستثنیٰ غیر محصور میں استثناء متعذر نہیں ہوتی جیسے ماجاءنی رجال الا واحدا والا رجلا والا احمارا کی مثال میں موجود ہے کہ یہاں استثناء متعذر نہیں ہے لیکن چونکہ یہ شاذ اور نادر تھا اس لئے مصنف کافیہ نے قاعدہ کلیہ مذکور کے بیان میں اس طرف التفات نہیں کیا گویا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انما قلنا فی صدر ہذا الکلام الخ کی عبارت میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غیر صفتی پر الا کے حمل کا دارومدار استثناء کا تعذر ہے اور قاعدہ مذکور سے تعذر لازم نہیں آتا اور اس کی منتفی ہونے سے عدم تعذر واجب نہیں ہوتا ہے لہٰذا قاعدہ کلیہ مذکور بالا جامع اور مانع ثابت نہیں ہوا پس مصنف پر لازم تھا کہ لجمع غیر معلوم کہتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن یہ شاذ اور نادر ہے اس لئے مصنف کافیہ نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا نحو لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فیھما کی ضمیر مجرورہ سماء اور ارض کی طرف راجع ہے الٰھۃ جمع الہ ولا دلالۃ فیھا علی عدد محصور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ الٰھۃ کا لفظ الہ کی جمع ہے اور آیت شریفہ میں کسی عدد محصور پر دلالت نہیں ہے الا للہ ای غیر اللہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ یہاں الا صفتی بمعنیٰ غیر کے ہے لفسدتا ای لخرجتا عن الانتظام فالا فی الآیۃ صفۃ لانھا تابعۃ لجمع منکر غیر محصور وھی آلھۃ وتعذر الاستثناء لعدم دخول اللہ تعالیٰ فی آلھۃ یتعین فلم تحقق شرط صحۃ الاستثناء وفی الآیۃ مانع آخر عن حمل الا علی الاستثنائی وھو انہ لو صحت علیہ صار المعنیٰ لو کان فیھما آلھۃ مستثنیٰ عنھا اللہ تعالیٰ لفسدتا وھذا لا یدل الا علی انہ لیس فیھما آلھۃ مستثنیٰ عنھا اللہ تعالیٰ وھذا لا یثبت وحدانیۃ تعالیٰ بجواز ان یکون ھیھنا فیھما آلھۃ غیر مستثنیٰ عنھا اللہ تعالیٰ بخلاف ما اذا کانت للصفۃ بمعنیٰ غیر فانہ یدل علی انہ لیس فیھما آلھۃ غیر اللہ تعالیٰ واذا لم یکن فیھما آلھۃ غیر اللہ تعالیٰ وجب ان لا تعدد دالا آلھۃ لان التعدد یستلزم المغایرۃ یعنی اگر آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے اور خدا ہوتے تو یہ زمین اور آسمان دونوں اپنے انتظام مشاہدہ سے خارج ہو جاتے کیونکہ خداؤں کا آپس میں تمانع اور جھگڑا ہوتا جس سے عالم کا انتظام درہم برہم ہو کر فاسد ہو جاتا اس آیت کریمہ میں جمع منکر غیر محصور کی مثال ہے اور الا کا کلمہ اس صفتی بمعنیٰ غیر کے ہے کیونکہ یہ جمع منکور غیر محصور کا تابع ہے اور یہاں جمع منکور غیر محصور آلھۃ کا لفظ ہے اور یہاں اللہ کا مستثنیٰ ہونا آلھۃ سے اس لئے متعذر ہے کہ اللہ تعالیٰ آلھۃ میں یقیناً داخل نہیں اور یہی استثناء کی صحت کی شرط تھی لہٰذا استثناء کی صحت کی شرط متحقق نہیں ہوئی اس لئے بدرجہ مجبوری یہاں الا کا لفظ صفتی بمعنیٰ غیر مانا جائے گا اور علاوہ ازیں اس آیۃ شریفہ میں الا کے استثناء پر حمل کرنے کا ایک دوسرا مانع بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ اگر الا کا لفظ یہاں استثناء کے معنیٰ پر محمول کر دیا جائے تو اس صورت میں آیۃ مبارکہ کے معنیٰ یہ ہونگے کہ اگر زمین و آسمان میں وہ خدا ہوتے جن سے اللہ تعالیٰ مستثنیٰ ہے تو نظام عالم بگڑ جاتا اور یہ معنیٰ صرف اس پر دلالت کرینگے کہ زمین و آسمان میں وہ خدا نہیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ مستثنیٰ ہے اور صورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت جائز ہے کہ زمین و آسمان میں وہ خدا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ مستثنیٰ نہیں ہے اور یہ اس تقدیر پر کہ الا کو یہاں استثنیٰ کے معنیٰ محمول کر دیا جائے بخلاف اس کے الا صفتی بمعنیٰ غیر کے ہو کہ اس تقدیر پر آیت مبارکہ کے معنیٰ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ ہیں کہ زمین وآسمان میں سوائے خدا کے اور کوئی خدا نہیں اور جب زمین وآسمان میں غیر خدا کوئی دوسرا خدا نہیں تو اس سے یہ لازم اور واجب آیا کہ زمین وآسمان میں تعدد آلہہ نہیں ہے کیونکہ تعدد آلہہ سے مغایرۃ لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے لہٰذا اس کا ملزوم یعنی الا کے لفظ کا یہاں استثنیٰ پر حمل کرنا اور مستثنیٰ منہ یعنی آلہہ کا متعدد ماننا اور اللہ تعالیٰ کا اس سے مستثنیٰ ٹھیرانا بھی باطل ہے وضعف حمل الا علی غیر فی غیرہ اے فی غیر جمع منکور غیر محصور صحیح الاستثناء اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرور جمع منکور کی طرف راجع ہے یعنی غیر پر الا کا حمل سوائے جمع منکور کے صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے کیونکہ جمع منکور غیر محصور کے علاوہ میں استثناء صحیح ہوتی ہے وذھب سیبویہ جواز وقوع الا صفۃ مع صحۃ الاستثناء قال یجوز فی قولک ما اتانی احد الا زید ان یکون الا زید صفۃ وعلیہ اکثر المتاخرین تمسکا بقولہ شعر وکل اخ مفارقہ اخوہ لعمر ابیک الا الفرقدان ان بالفرقدان صفۃ لکل اخ لا استثناء منہ والا وجب ان یقال الفرقدین بالنصب وحمل المصنف ذلک علی الشذوذ وقال فی البیت شذوذان آخران احدھما وصف کل دون المضاف الیہ والمشہور وصف المضاف الیہ اذا کان المضاف المعنوی وکل لا فائدۃ بالشمول فقط وثانیھما الفصل بالجزء بین الصفۃ والموصوف وھو قلیل سیبویہ کے مذہب میں مع صحت استثناء الا کا صفتی بمعنی پر واقع ہونا جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ ...ماجاءنی احد الا زید کی ترکیب میں الا کا صفتی واقع ہونا جائز ہے اور اسی پر اکثر علماء متاخرین بھی ہیں سیبویہ شعر مذکور فی الشرح سے دلیل لیتے ہیں کہ اس میں فرقدان کا لفظ کل اخ کی صفت واقع ہوئی ہے اس سے استثنائے نہیں کیونکہ اگر یہ اس سے استثناء ہوتی تو واجب ہے کہ فرقدان کا لفظ منصوب بنابر استثناء فرقدین پڑھا جائے حالانکہ شاعر نے منصوب نہیں پڑھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ استثناء نہیں ہے اور مصنف کافیہ نے شعر مذکور کو ضعف اور شذوذ پر محمول کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس شعر میں دو شذوذ اور بھی ہیں اول کل کے لفظ کا وصف بغیر مضاف الیہ کے حالانکہ مشہور مضاف الیہ کا وصف ہوتا ہے کیونکہ یہی مقصود ہوتا ہے اور کل کا لفظ صرف شمول کے افادہ کیلئے آتا ہے دوم درمیان صفت اور موصوف کے فصل بالجزء اور یہ بہت قلیل ہے واعراب سوی وسواء النصب علی الظرف ای بنابر علی ظرفیتھما لانک اذا قلت جاء فی القوم سوی او سواء زید فکانک قلت مکان زید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سوی اور سواء کے الفاظ کی ظرفیت درست نہیں کیونکہ ظرف مکان ہوتا ہے یا زماں اور یہ الفاظ نہ مکان ہیں نہ زمان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ مذکورہ اصل میں مکان کی صفت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مکانا سوی میں ہے پس الفاظ باعتبار اپنے موصوف کے مکان ٹھہرے لہٰذا انکی ظرفیت درست ثابت ہوئی یعنی یہ الفاظ منصوب بنابر ظرفیت ہیں کیونکہ جب جاء فی القوم سوی یا سواء زید پڑھا جائے تو گویا مکان زید پڑھا گیا علی المذھب الاصح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذہب کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ صحت باعتبار مذہب کے ہے استعمال کے نہیں وھو مذھب سیبویہ لھما عندہ لازما الظرفیۃ وعند الکوفیین یجوز خروجھما عن الظرفیۃ والتصرف فیھما رفعا ونصبا وجرا کغیر متمکنین بقول شاعر شعر ولم یبق سوی العدوا ن دناھم کما دانوا وزعم الاخفش ان سواء اذا اخرجوہ عن الظرفیۃ ابقوا نصبہ واستکاراً الرفعہ فیقولون جاء فی سواک وفی الدار سوارک وشل حذائی استکاراً لرفع فیما غلب انتفاءہ علی الظرفیۃ قولہ تعالیٰ لقد تقطع بینکم بالنصب یعنی یہ مذہب اصح اور اقوی ہے کہ یہ الفاظ مذکورہ بالا سیبویہ کے نزدیک لازم الظرفیت ہیں اسلئے یہ منصوب بنابر ظرف ہونگے اور علماء کوفہ کے نزدیک ان الفاظ مذکورہ کا ظرفیت سے اخراج اور ان میں تصرف رفعی نصبی جری مثل غیر کا جائز ہے اور کوفیین شاعر کے قول مذکور سے اور تمسک لیتے ہیں انمیں سوی کا لفظ معرب ہے اور اخفش نے زعم کیا ہے کہ سواء کے لفظ کو بھی ظرفیت سے خارج کر کے بوجہ استکار رفع منصوب پڑھتے ہیں پس جاء فی سواء ک وفی الدار سواء ک کی امثال میں حالت رفعی اور حالت جری میں بھی سواء کے لفظ کو منصوب پڑھتے ہیں اور مثل اسکے اللہ تعالیٰ کا قول مذکور ہے کہ یہاں اگرچہ بینکم کا لفظ بنابر فاعلیت مرفوع ہونا چاہیئے لیکن یہ بوجہ استکار رفع بنابر ظرفیت اغلب اور اکثر منصوب پڑھا جاتا ہے اگرچہ بعض قارہ مرفوع بھی پڑھتے ہیں مصنف مستثنیٰ کے احوال کے بیان سے فارغ ہو کر آگے چلکر کان اور اس کے اخوت کی خبر کے احوال شروع کرینگے جسمیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کان واخواتها وستعرفہا قسم الفعل ان شاء اللہ تعالیٰ یعنی کان اور اس کے اخوات کی خبر بھی منصوبات میں سے ہے اور کان کی اخوات کا بیان فعل کی قسم میں عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ جس کی تحقیق کو تو خود معلوم کر لیگا **هو المسند بعد دخولها** ای دخول کان او احدی اخواتها اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دخولہا کی ضمیر مجرور کان یا اس کے اخوات میں سے ایک اخت کیطرف راجع ہے والمراد بعد دخولہا المسند لدخولہا ان یکون اسنادہ الی اسمہا واقعا بعد دخولہا علی اسمہا وخبرہا ولا شک ان ذلک انما یصور بعد تقرر الاسم والخبر فالاسناد الواقع بین اجزاء خبر المقدم علی تقررہ یکون بعد دخولہا بل یکون قبلہ فلا یتحقق التعریف بمثل کان زید یضرب ابوہ ولا بمثل کان زید ابوہ قائم بان یقال یصدق علی یضرب وقائم فی ہذا ین المثالین المعرف ولیسا من افراد المعرف اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ کان کی خبر کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اسمیں کان زید یضرب ابوہ اور کان زید ابوہ قائم کی مثالوں کے یضرب اور قائم کے الفاظ داخل ہو گئے کیونکہ یہ بھی مسند ہے حالانکہ یہ خبر نہیں بلکہ جملے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مسند کی بعدیت سے مراد یہ ہے کہ اس کا اسناد کان اور اسکے اخوات کے اسم وخبر پر داخل ہونیکے بعد اسم کی طرف واقع ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ اسناد اسم اور خبر کے تقرر کے بعد ہی متصور ہوتا ہے پس وہ اسناد جو اسم وخبر کے تقرر پر مقدم درمیان اجزاء خبر کے واقع ہوگا وہ کان اور اس کے اخوات کے داخل ہونیکے بعد نہیں ہوگا بلکہ اس کے قبل ہوگا لہٰذا اب اس تقدیر پر خبر کی تعریف امثال مذکورہ سے منقوض نہیں ہوئی اور یہ جملے مذکورہ بتاویل مفرد ہو کر کان کی خبریں واقع ہوئی ہیں ویمکن ان یقال فی جواب ہذا النقض ان المراد بدخولہا ورودہا للعمل فیما ورد علیہ کما سبقت الاشارۃ الیہ فی خبران اخواتہا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر کے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس نقض مذکورہ کے جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کان اور اسکے اخوات کے داخل ہونے سے مراد انکا اسم اور خبر میں عمل کرنیکی بنا پر وارد ہونا ہے جیسا کہ اس کی طرف ان اور اس کے اخوات کے بیان میں اشارہ ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو مثل کان زید قائما وامرہ ای امر خبر کان واخواتہا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ امرہ کی ضمیر مجرورہ کان اور اس کے اخوات کی خبر کی طرف راجع ہے **کامر خبر المبتداء فی اقسامہ واحکامہ وشرائط علی ما سبق فی بحث المبتداء والخبر** یعنی کان کی خبر اقسام اور احکام اور شرائط میں مثل مبتداء کی خبر کے ہے جیسا کہ مبتداء اور خبر کی بحث میں مذکور ہوا ہے اور مبتدا کی خبر کے اقسام تین ہیں اول یہ کہ جسطرح مبتداء کی خبر مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ واقع ہوتا ہے اسی طرح کان کی خبر بھی مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ واقع ہوسکتا ہے دوم یہ کہ جس طرح مبتداء کی خبر واحد اور متعدد اور محذوف اور مذکور ہوتا ہے اسی طرح کان کی خبر بھی ہوگی سوم یہ کہ جس طرح مبتداء کی خبر جب جملہ واقع ہوتا ہے تو اس میں عائد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح کان کی خبر کا بھی حکم ہوگا ولکنہ یتقدم علی اسمہا حال کونہ معرفۃ ولیکن کان کی خبر درانحالیکہ معرفہ ہو اسم پر مقدم ہوگی بخلاف مبتداء کی خبر کے کہ اس کا حکم بالعکس ہے حقیقۃ او حکما کالنکرۃ المخصصۃ لاختلاف اسمہا وخبرہا فی اعراب فلا یلتبس احدہما بالاخر وذلک اذا کان الاعراب لہما او فی احدہما لفظیا نحو کان المنطلق زیدا وکان ہذا زیدا بخلاف المبتداء والخبر فان الاعراب لہما لا یصلح للقرینۃ لاتفاقہما فیہ بل لا بد من قرینۃ زائدۃ للبس وکذا لک اذا انتفی الاعراب فی اسم کان وخبرہا معا ولا قرینۃ ہناک لا یجوز تقدیم الخبر نحو کان المنتی ہذا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقۃ اور حکما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مبتداء کی خبر کی مخالفت کان کی خبر کے معرفہ ہونے میں مختص نہیں بلکہ کان کی خبر جب نکرہ مخصصہ ہو تو اس صورت میں بھی اسم پر مقدم ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرفہ عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی نکرہ مخصصہ اگرچہ معرفہ حقیقی نہیں لیکن حکمی معرفہ ہے اور یہ تقدیم صورت مذکورہ میں اس لئے ہے کہ کان کا اسم اور اسکی خبر آپس میں مختلف ہیں کیونکہ اسم کا اعراب رفع اور خبر کا نصب ہے پس اس اختلاف اعراب کی وجہ سے ایک دوسرے سے التباس نہیں ہوتا اور یہ جب کہ اعراب دونوں کا یا ایک کا لفظی ہو جیسے کان المنطلق زید میں لفظی اور کان ہذا زید میں اسم کا اعراب محلی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور خبر کا لفظی ہے بخلاف مبتداء اور خبر کے کہ ان میں اعراب قرینہ کا صالح نہیں ہوتا کیونکہ مبتداء اور خبر دونوں اعراب میں متفق ہوتے ہیں اس لئے یہاں ایسا قرینہ ضرور ہونا چاہیئے جس سے التباس رفع ہو سکے اور اسی طرح ﴿اسی طرح بھی مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے کہ قاعدہ کان التی ض ہے کان کی باوجود تقدیم اسم ہے نے دواب وہاں ہے اب لفظی ان کے تقدیری سے اس وجہ تقدیم میں ہے ﴾ جب کان کا اسم اور خبر دونوں اعراب میں منتفی ہے اور یہاں قرینہ بھی ہو تو اس صورت میں بھی کان کی خبر کی تقدیم اس پر جائز نہیں جیسے کان الفتی ہذا کی مثال میں موجود ہے **وقد یحذف عامله** ای عامل خبر کان وھو کان لاخبر کان اخواتھا لانہ لایحذف من ھذاہ الافعال الاکان وانما اختصت بھذا الحذف لکثرۃ استعمالہا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ عاملہ کی ضمیر مجرورہ صرف کان کی خبر کی طرف راجع ہے کان اور اسکی اخوات کی خبر کی طرف راجع نہیں کیونکہ حذف صرف کان ہی کا ہوتا ہے یعنی کبھی کبھی کان کی خبر کا عامل جو کان ہے محذوف بھی ہوتا ہے اور اس کے اخوات کا حذف نہیں ہوتا کیونکہ اس حذف کے لئے بوجہ کثرت استعمال کان کے صرف کان ہے مختص ہے **فی مثل الناس یجزیون باعمالھم ان خیرفخیروان افشر ویجوز فی مثلھا** ای فی مثل ھذا الصورۃ وھی ان یجیئ بعد ان اسم ثم فاء بعدھا اسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مثلہا کی ضمیر مجرورہ صورت کی طرف راجع ہے یعنی اس صورت مذکورہ اور اس کی مثل میں چار وجوہ جائز ہیں اور صورت مذکورہ یہ ہے کہ ان کے کلمہ کے بعد اسم آئے پھر اس کی بعد فاء اور اس کے بعد دوسرا اسم واقع ہو تو اس قسم کی ترکیب میں چار وجوہ جائز ہیں اربعۃ اوجہ نصب اول ورفع الثانی وھواقواھا ای ان کان عملہ خیرالجزاوہ خیر ونصبہ مما نحوان خیرالخیرا علی معنی ان کان عملہ خیرالفکان جزاؤہ خیر اور فعہما نحوان خیرفخیری ان کان فی عملہ خیرفخیر اوہ خیر وعکس الاول نحوان خیرفخیر ای ان کان فی عملہ خیر فکان جزاؤہ خیر اوقوۃ ھذا الوجوہ وضعفہا بحسب قلۃ الحذف وکثرتہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجوہ اربعہ کی تفصیل بتاتے ہیں وجہ اول اسم اول کا نصب اور اسم ثانی کا رفع اور یہ وجہ جملہ وجوہات سے زیادہ قوی ہے نصب اول اس بنا پر ہے کہ یہ کان محذوف کی خبر ہے اور یہ معلوم ہے کہ کان کی خبر منصوبات سے ہوتی ہے اور رفع ثانی اس بنا پر ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور خبر مبتداء مرفوعات سے ہوتی ہے اس صورت میں عبارت کی تقدیر ان کان عملہ خیرالجزاوہ خیر ہا ہوگی ثانی وجہ دونوں اسموں کا نصب یہ اس بنا پر کہ خیرا کا لفظ دونوں جگہوں میں کان محذوف کی عبر مانی جائے جس کی تقدیر عبارت ان کان عملہ خیرا فکان جزاؤہ خیرا ہوگی وجہ ثالث دونوں اسموں کا رفع اول کا بنا بر اسمیت کان محذوف کے اور ثانی کا رفع بنا بر خبریت مبتداء محذوف کے ہوگا اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی ان کان فی عملہ خیر جزاؤہ خیر اوجہ رابع اول کا رفع اور ثانی کا نصب اول کا رفع بنا بر اسمیت کان محذوف اور ثانی کا نصب بنا بر خبریت کان محذوف کے مانا جائے گا جس کی تقدیر یہ ہے ان کان فی عملہ خیر فکان جزاؤہ خیرا یہ اول وجہ کے عکس ہو اور ان وجوہات کی قوت اور ضعف باعتبار قلت اور کثرت حذف کے ہوگا یعنی جس وجہ میں زیادہ حذف ہوگا وہ ضعف اور جس میں کم حذف ہوگا وہ قوی مانی جائے گی **و یجب الحذف** ای حذف ای حذف عاملہ یعنی کان اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ الحذف کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ عاملہ کا لفظ محذوف ہے اور حذف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے یعنی کان کی خبر کے عامل کا حذف واجب ہے اور اس کا عامل کان ہی ہے **فی مثل اما انت منطلقا انطلقت ای لان کنت** منطلقا انطلقت فاصل ما انت لان کنت حذفت اللام قیاسا ثم حذفت کلمۃ کان اختصارا فانقلب الضمیر منفصلا وزیدت لفظۃ ما بعد ان فی موضع کان عوضا عنہا فی وادغمت النون فی المیم واتی بالضمیر علی حالہ فصار اما انت منطلقا انطلقت وھذا علی تقدیر فتح الھمزۃ واما علی تقدیر کسرھا فالتقدیر ان کنت منطلقا انطلقت فعمل بہ ما عمل بالاول من غیر فرق الا حذف اللام اذ لا لام فیہ یعنی اس ترکیب مذکور میں کان کا حذف واجب ہے کیونکہ اما انت کی اصل لان کنت ہے اس سے لام قیاس سے موافق حذف ہو پھر اس کے بعد بنا بر اختصار کان کا کلمہ بھی حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل ضمیر منفعل سے منقلب ہوئی اور کان کے عوض کا کے مقام میں ان کے بعد ما کا لفظ بڑھایا گیا اور بوجہ تقارب مخرج نون کا میم میں ادغام

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوا اور خبر کو اپنے حالت پر چھوڑ دیا پس اما انت منطلقا انطلقت ہوا اور یہ بنا بر تقدیر فتحہ ہمزہ اما ہے اور بنا بر تقدیر کسرہ ہمزہ عبارت کی تقدیر ان کنت منطلقا انطلقت ہوگی پس اس تقدیر کی بنا پر بھی وہی عمل کیا جاویگا بلا تفاوت کے جو تقدیر اول کی بنا پر کیا گیا البتہ یہاں لام کا حذف نہیں کیونکہ اس میں لام نہیں ہے بخلاف تقدیر اول کے کہ وہاں لام کے حذف کا بھی عمل ہے اور یہاں وجوب حذف عامل باعتبار وجود قرینہ اور سادمسد کے ہے قرینہ معمول کا نصب اور سادمسد ما کے کلمہ کا کان کے مقام قائم ہونا ہے واقتصر المصنف علی الاول لانہ اشہر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مثال مذکور بکسرہ ہمزہ بھی درست ہے تو مصنف کافیہ نے اسکو چھوڑ کر فتحہ ہمزہ کی تقدیر پر اختصار کیونکہ کیا اسکا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا ہے کہ مصنف کافیہ نے اول تقدیر پر اختصار اس لئے کیا ہے کہ وہ اشہر ہے بخلاف تقدیر ثانی کے کہ یہ مشہور نہیں اس لئے اس کو چھوڑ دیا ہے مصنف کان کی خبر کے احوال سے فارغ ہو کر آگے چلکر حروف مشبہ بفعل کے اسم کا بیان فرمائینگے اسم ان اواخواتھا وستعرفہا فی قسم الحروف انشاء اللہ تعالیٰ یعنی ان کا اسم بھی منصوبات سے ہے اور اسی طرح اس کے اخوات بھی اسم کو منصوب اور خبر کو مرفوع چاہتے ہیں اور ان کے اخوات کا بیان حرف کی قسم میں تفصیل کے ساتھ آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ جسکو تو بخوبی معلوم کریگا ھوالمسند الیہ بعد دخولہا ای بعد دخول ان اواحدی اخواتھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ دخولہا کی ضمیر مجرورہ ان اور اس کے اخوات کی طرف راجع ہے یعنی ان حروف مشبہ بفعل کا اسم انکے داخل ہونیکے بعد مسند الیہ ہوگا مثل ان زیدا قائم وہما عرفت معنی البعدیۃ والدخول فیما سبق اندفع انتقاض ھذا التعریف ھھنا ایضا بمثل ابوہ فی ان زیدا ابوہ قائم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے جواب پر تنبیہ کی جسکی تشریح کان کی خبر کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یعنی سابق میں بعدیت اور دخول کے معنی پہچاننے کی بنا پر اس تعریف کا انتقاض ان زیدا ابوہ قائم کی ترکیب کے ابوہ سے یہاں بھی دفع ہو کہ یہاں ابوہ کا لفظ مبتداء قائم خبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر ان کے اسم کی خبر واقع ہوئی ہے المنصوب بلا التی لنفی الجنس ای لنفی صفۃ الجنس وحکمہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لا نفی جنس سے مقصود جنس کی نفی نہیں ہوتی بلکہ جنس کی صفت اور اس کے حکم کی نفی مقصود ہوتی ہے کیونکہ لا غلام رجل کی مثال میں غلام کے جنس کی نفی مطلوب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت بتقدیر مضاف ہے اور وہ صفت کا لفظ ہے وانما لم یقل اسم لانہ لیس کلہ ولا اکثرہ من المنصوبات فلا یصح جعلہ مطلقا من المنصوبات لاحقیقۃ ولا مجازا بل المنصوب منہ اقل مما عداہ فلا بد من التعبیر عنہ بالمنصوب بھا بخلاف ما عداہ من المنصوبات فان بعضہا وان لم یکن کلہ من المنصوبات لکن اکثرہ منہا فاعطی للاکثر حکم الکل فعد الکل منہا تجوزا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ نے المنصوب بلا کہا اور اسم لا نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم لا اسلئے نہیں کہا کہ لا کا اسم کل اور اکثر منصوبات میں سے نہیں ہے پس اس کا مطلقا منصوبات میں سے ٹھیرانا نہ حقیقۃ درست ہے نہ مجازا بلکہ منصوب ماعدائے منصوب کے بہت کم آتا ہے اسلئے منصوب سے تعبیر ضروری ٹھیری بخلاف لا کے اس کے ماعدا منصوبات کے کہ انکے بعض اگرچہ کل منصوبات میں سے نہوں لیکن اکثر منصوبات میں سے ہوتے ہیں پس اکثر کو کل کا حکم دیکر کل کو منصوبات میں سے مجازا شمار کر لیا ولا یعبد ان یقال اسم لا ھو المنصوب بھا لفظا کالمضاف وشبہہ اور محلا کما ھو مبنی منہ علی الفتح واما ھو مرفوع فلیس اسما لہا لعدم عملہا فیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سوال مذکورہ بالا کے جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لا کا اسم اکثر لا سے لفظ میں منصوب ہوتا ہے جیسے جب مضاف یا شبہ مضاف واقع ہو یا نصب کے محل میں ہوتا ہے جیسے جہاں مبنی بر فتحہ ہو اور وہ جو مرفوع ہو وہ حقیقت میں لا کا اسم نہیں کیونکہ اس میں لا کا عمل ہی نہیں ہے ھوالمسند الیہ بعد دخولہا خرج بہ مثل ابوہ فی لا غلام رجل ابوہ قائم لما عرفت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے یہ اشارہ کیا ہے کہ بعد دخولہا کی قید احترازی ہے اس سے لا غلام رجل ابوہ قائم کی ترکیب کے ابوہ کا لفظ خارج ہو جیسا کی سابق میں بعدیت اور دخول کے معنٰی کی معرفت کے معلوم ہو ہے یعنی یہاں بھی وہی تفصل اور وہی اندفاع کی تشریح سمجھنی چاہیئے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وھذا اللہ رکاف فی حداسہا لکہ لما ارادحد المنصوب منہ زاد علیہ قولہ مطلقا اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لا کے اسم کی تعریف ہو المسند الیہ بعد دخولہا ہے قول کے حاصل ہوئی پس اس تقدیر پر طیبا نکرۃ کے قول کا ذکر کانا بے فائدہ اور بیکار ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے کہ لا کے اسم کی تعریف کے لئے ہو المسند ابعد دخولہا کا قول کافی ہے لیکن مصنف کی مراد یہاں منصوب کی تعریف بیان کرنی ہے اس لئے اس پر طیبا نکرۃ کا قول بڑھایا ہے ھاھنا ای یلی المسند الیہ لفظ لا اے یقع بعد ھا بلا فصلۃ اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی کا مقصد یہ ہے کہ یلیہا کی ضمیر فاعل مسند الیہ کی طرف اور ضمیر مفعول لا کے لفظ کی طرف راجع ہے یعنی لائے نفی جنس کا اسم مسند الیہ لا کے قریب ہوتا ہے یعنی اس لا کا لا کے بعد بلا فاصلہ کے واقع ہوگا نکرۃ مضافا او مشبھا ای بالمضاف فی تعلقہ بشئ ھو من تمام معناہ یعنی اسم لا مسند لا کے لفظ کو قریب ہو در آنحالیکہ وہ اسم لا نکرہ مضاف ہو یا مشابہ بالمضاف یعنی جس طرح مضاف حقیقی کا مضاف الیہ سے تعلق ہوتا ہے اور مضاف الیہ کے ذکر کرنے سے اس کے معنٰی تمام ہوتے ہیں اسی طرح مشابہ مضاف بھی مضاف الیہ سے تعلق رکھتا ہے اور شبہ مضاف الیہ کے ذکر کرنے اس کے معنٰی تمام ہوتے ہیں ھذا اواحوال مترادفۃ من الضمیر المجرور فی الیہ اوالاولی منہ اومن الضمیر المجرور فی دخولہا وما بقی من الضمیر المرفوع فی یلیہا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یلیہا نکرۃ مضافا او مشابہ کے اقوال اربعہ کی ترکیبی حالت بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اقوال اربعہ الیہ کی ضمیر سے احوال مترادفہ ہیں یا اول حال الیہ کی ضمیر یا دخولہا کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہوا ہے اور مابقی احوال اثلاثہ یلیہا کی ضمیر مرفوع سے آئے ہیں اس صورت میں یہ احوال متداخلہ مانے جائیں گے اور احوال مترادفہ وہ ہیں جن کا ذوالحال واحد ہو اور متداخلہ برعکس اس کے ہیں مثل لا غلام رجل مثال لما یلیہا نکرۃ مضافا وفی بعض النسخ لا غلام رجل ظریف فیہا وقد عرفت فی المرفوعات تحقیق قولہ فیہا یہ اس لا کے اسم کی مثال ہے جو لا کے قریب ہو در انحالیکہ وہ نکرہ مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو اور بعضے نسخوں میں لا غلام رجل ظریف فیہا ہے اور فیہا کے قول کی تحقیق مرفوعات کی بحث تفصیل کے ساتھ معلوم ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ولا عشرین درھما لک مثال لما یلیہا نکرۃ مشبھا بالمضاف یہ اس لا کے اسم کی مثال ہے جو لا کے قریب ہو در آنحالیکہ وہ نکرہ مشابہ بالمضاف ہو وقولہ لک علی الفتح المشہورۃ من تتمۃ المثالین کلیھما اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ کہ یہاں لا کے اسم مثال عشرین درھما سے حاصل ہوگی پس لک کے قول کے بڑھانے میں کیا فائدہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بعضے نسخوں میں یہ لک قول نہیں ہے لیکن کافیہ کے مشہور نسخوں میں موجود ہے پس بنا بر نسخ مشہر یہ لفظ دونوں مثالوں کے تتمہ میں سے ٹھیرا اس کے بڑھانے کا یہی فائدہ ہے فان کان ای المسند الیہ بعد دخولہا غیر واقع علی الاحوال المذکورۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کان کا اسم مسند الیہ ہے یعنی اگر مسند الیہ لا کے داخل ہونے کے بعد احوال مذکور بالا پر واقع نہ ہو بلکہ مفرد ہو تو وہ اس صورت میں علامت نصب پر مبنی ہوگا بل کان مفردا بانتفاء الشرط الاخیر فقط وکونہ مضافا ومشابہ ای یلیہا نکرۃ غیر مضاف ولا مشابہ یعنی رتب علیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مفردا کے لفظ سے مقدم کان کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ مفردا کا لفظ ترکیب میں بنا بر خبریت کان مقدر کے منصوب واقع ہوا ہے یعنی اگر لا اسم احوال مذکور پر واقع نہ ہو بلکہ صرف مفرد واقع ہو بنا بر انتفاء شرط آخر کے اور وہ شرط اسکا مضاف یا مشابہ بالمضاف ہونا ہے یعنی دار نحالیکہ وہ اسم لائے نفی کے قریب ہو وہ نہ مضاف ہوگا نہ مشابہ بالمضاف بلکہ مفرد ہوگا اور لا کے اسم کا لا کے قریب ہونا اور اس کا غیر مضاف ہونا اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ اس پر فہو مبنی الخ کا قول مرتب ہو سکے لھو مبنی علی ما ینصب بہ فانہ لو کان مفردا معربۃ او مضافا لم یکن غیر ذالک وقولہ علی ما ینصب بہ ای علی ما کان ینصب بہ المفرد قبل دخول لا علیہ وھو الفتح فی الموحد نحو لا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رجل فی الدار والکسر فی جمع المؤنث السالم بلاتنوین نحو لا مسلمات فی الدار والیاء المفتوح ماقبلها فی المثنی والمکسور ماقبلها فی جمع المذکر السالم نحو لا مسلمین ولا مسلمین لک ویعنی بالمفرد مالیس بمضاف ولا مضارع لہ یدخل فیہ المثنی والمجموع یعنی اگر وہ مفرد معرفہ یا مفعول واقع ہو تو اس صورت میں اس کا حکم اس کے علاوہ دوسرا ہوگا اور مصنف کے علی مایصب بہ کے قول کا مقصد یہ کہ جس سے مفرد لا کے داخل ہونے کے قبل منصوب ہو اس پر مبنی ہوگا اور وہ واحد مین فتحہ ہے جیسے لا رجل فی الدار کی مثال میں ہے اور جمع مؤنث سالم میں بلاتنوین کے کسرہ ہے جیسے لا مسلمات فی الدار کی ترکیب میں ہے اور تثنیہ میں پائے ماقبل مفتوح اور جمع مذکر سالم میں پائے ماقبل مکسور ہے جیسے مسلمین اور مسلمین میں واقع ہے اور یہاں مفرد سے مراد مقابل مضاف اور شبہ مضاف ہے مقابل تثنیہ اور جمع مراد نہیں یعنی وہ اسم مفرد جو نہ مضاف ہو اور نہ مشابہ بالمضاف پس اس تقدیر پر اس حکم میں تثنیہ اور جمع بھی داخل ہوئی ہے والمبانی تتضمنہ معنی من او معنی لا رجل فی الدار لا من رجل فیہما لانہ جواب لمن یقول ھل من رجل فی الدار حقیقۃ او تقدیرا محذف من تحقیقا والمبانی علی ما یصب نہ لیکون البناء علی حرکۃ او حرف استحقہا النکرۃ فی الاصل قبل البناء اس میں شارح لا کے اسم کے مبنی بر علامت نصب ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ مبنی بر علامت نصب اسلئے ہوگا کہ یہ اسم لا من حرف جر استغراقی کے معنی کو شامل ہے کیونکہ لا رجل فی الدار کے معنی لا من رجل فی الدار ہیں اس لئے کہ یہ اس شخص کا جواب ہے جو ھل من رجل فی الدار حقیقۃ او تقدیرا کا سوال کرے اور جس طرح سوال میں من حرف جر مذکور ہے اسی طرح جواب میں بھی مذکور مانا جائیگا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو پس من کا کلمہ بغرض تخفیف محذوف ہوا اور یہ معلوم ہے کہ من حرف جر مبنی ہے اسی طرح یہ اسم لا بھی مبنی ء مانا جائے گا اور مبنی بر علامت نصب اس لئے ہوگا کہ بناء حرکت یا حرف پر واقع ہو جس کو اصل میں نکارت قبل البناء چاہتی ہے یعنی حرکت بنائی حرکت اعرابی کے موافق ہو جائے ولم یبن المضاف ولا المضارع لہ لان الاضافۃ ترجح جانب الاسمیۃ فیصیر الاسم بھا الی ما یستحقہ فی الاصل ای الاعراب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے لا کا اسم مضاف یا مشابہ بالمضاف کو مبنی اس لئے نہیں مانا ہے کہ اضافت اسمیت کے جانب کو ترجیح دیتی ہے کیونکہ یہ اسم کا خاصہ ہے اس لئے اس اضافت کی وجہ سے اسم اپنے اصلی اعراب کا مستحق ہوگا مبنی نہیں ہوگا فان کان ای المسند الیہ بعد دخولہا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان کا اسم مسند الیہ ہے معرفۃ بانتفاء شرط النکارۃ او منفصلا بینہ اے بین ذلک المسند الیہ وبین لا بانتفاء شرط الاتصال علی سبیل منع الخلو سواء کان مع انتفاء شرط کونہ مضافا او مشبہا بہ اولا وھی ست صور نحو لا زید فی الدار ولا عمرو ولا غلام زید فی الدار ولا عمرو والا فی الدار رجل ولا امرۃ ولا فی الدار غلام رجل ولا امرۃ ولا فی الدار زید وعمرو ولا فی الدار غلام زید ولا عمرو یعنی اگر لائے نفی جنس کا اسم لا کے داخل ہونے کے بعد بنا بر انتفاء شرط نکارت کے معرفہ واقع ہو یا درمیان اسم لا اور لا کے ہو بنا بر انتفاء شرط اتصال کے بسبیل منع خلو فصل ہو یعنی یہ عام ہے خواہ انتفاء شرط کے ساتھ مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو خواہ نہ ہو اور اسکی چھ صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ لا کا اسم معرفہ مکرر مع تکرار لا ہو دوم لا کا اسم مضاف ہو معہ تکرار لا سوئم لا کا اسم نکرہ مکررہ معہ تکرار لا ہو چہارم لا کا اسم مضاف معہ تکرار لا ہو پنجم لا کا اسم معرفہ نکرہ معہ تکرار لا ہو ششم لا کا اسم مضاف نکرہ معہ تکرار لا ہو یہ سب صورتیں فصل کی ہیں وجب فی جمیع ھذا الصور الرفع علی الابتداء اما فی المعرفۃ فلامتناع اثر لا الناقۃ للجنس فیہا واما فی المفعول فلضعف لا عن التاثیر مع الفصل یعنی ان چھ جملہ مذکورہ صورتوں میں اس لا کے اسم کا مرفوع ہونا بنا بر ابتداء واجب ضروری ہے معرفہ میں اسلئے کہ اس میں لائے نافیہ کے عمل کا اثر ممتنع ہے اور مفصول میں اس لئے کہ لائے نفی جنس کا کلمہ بوجہ ضعف کے فصل کے ساتھ اثر نہیں کر سکتا ہے والتکریر ای وجب تکریر اسہ لکن مطلقا لا بعد اما فی المعرفۃ لیکون کالعوض عما فی التنکیر من معنی الاحاد واما فی النکرۃ لیکون مطابقا لما ھو جواب لہ من مثل السائل فی الدار رجل ام امراۃ وھذا التعلیل جار فی المعرفۃ ایضا یعنی صور مذکورہ میں لا کے اسم کا مکرر ہونا مطلقا ضروری اور واجب ہے بعینہ نہیں معرفہ کی صورت میں اسلئے کہ یہ تکریر نفی احاد کی تنکیری معنی کے عوض ٹھہرے اور نکارت کی صورت میں تکرار اسم اسلئے ضروری اور لازمی ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو جیسے کوئی سائل فی الدار رجل ام امراۃ کا سوال کرے تو اس کے جواب

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں لافی الدار رجل ولا امرۃ کہا جائے گا اور یہی جواب سوال کی مطابقت کی علت معرفہ میں بھی جاری ہو سکتی ہے غور کر کے اس مقام کو سمجھنا چاہیئے سابق میں مصنف کافیہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ لائے نفی جنس کا اسم جب معرفہ ہو تو اس کا مرفوع ہونا اور اس کی تکریر واجب اور ضروری ہے اب یہاں اس کے قاعدہ کلیہ پر ایک نقض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ شاعر کے اس قول سے منقوض ہے ع قضیۃ لا اباحسن لہا کیونکہ اس میں لا کا اسم معرفہ بالاضافت ہے اور باوجود اس کے یہ نہ مرفوع ہے نہ مکرر آگے چلکر مصنف خود ہی اس کا جواب دیں گے وھو قضیۃ ای ھذہ قضیۃ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قضیۃ کا لفظ کس بنا پر مرفوع ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ بنا بر خبریت مبتداء محذوف کے مرفوع ہے اور وہ ہذاہ کا لفظ ہے ولا اباحسن لھا ای لھذہ القضیۃ ھذا جواب دخل مقدر علی قولہ وان کان معرفۃ وجب الرفع والتکریر فان اسم لا فیہ معرفۃ لان اباحسن کنیۃ علی ولا رفع فیہ ولا تکریر بل ھو منصوب غیر مکرر فاجاب بانہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ لھا کی ضمیر مجرورہ قضیہ کی طرف راجع ہے اور یہ اسی اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اوپر مصنف نے یہ کہا تھا کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو اس کا مرفوع اور مکرر ہونا واجب اور ضروری ہے حالاں کہ اس قضیہ میں لا کا اسم معرفہ ہے کیونکہ اباحسن حضرت جناب علی شیر خدا کی کنیت ہے اور باوجود اس کے اس میں نہ رفع ہے نہ تکریر بلکہ یہ منصوب غیر مکرر ہے مصنف نے اس کا جواب دیا کہ یہ قضیہ مؤول بنکرہ ہے متاول بالنکرۃ اما بتقدیر المثل ای ولا مثل ابی حسن لھا یعنی یہ قضیہ مؤول بنکرہ ہے یا تو بتقدیر مضاف مثل کے ہے جس کی تقدیر ولا مثل ابی حسن لھا ہے فان مثالتوغلہ فی ابھام لا یعرف بالاضافۃ الی المعرفۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اباحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خدا کی کنیت ٹھہری تو اس تقدیر پر یہ معرفہ ہو پس نکرہ کیونکر بن سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ چونکہ مثل کے لفظ میں ابہام کا توغل ہے اس لئے یہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ نہیں ہوتا لہٰذا اب یہ نکرہ ہی رہا اور بتاویلہ بالفصل بین الحق والباطل لاشتہارہ بھذہ الصفۃ فکانہ قیل لا فاضل لھا ویقوی ھذا التاویل ایراد حسن بحذف اللام ان ظاھران تنوینہ للتنکیر یہ اوپر اما بتقدیر المثل کے جملہ پر عطف ہے یعنی اباحسن کے لفظ کے مؤول بنکرہ ہونے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اس قضیہ میں مضاف مثل کا لفظ مقدر مانا جائے۔ دوئم یہ کہ یہ حضرت شیر خدا کے وصف مشہور کا کنائیہ ہو جائے اور وہ وصف مشہور حضرت شیر خدا کا فیصل بین الحق والباطل ہونا ہے کیونکہ وہ اس صفت مشہور سے موصوف تھے پس اس تقدیر پر فیصل کا لفظ مقدر مانا جائے گا گویا لا فیصل لہا کہا گیا اور حسن ہے کے لفظ کا غیر معرف باللام آنا اس تاویل کو قوت دیتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اس کی تنوین تنکیر کے لئے ہے لہٰذا اب اباحسن کا معرفہ ہونا ثابت نہیں ہوا اور قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا مصنف کا درست اور صحیح ٹھیرا وفی مثل لاحول ولاقوۃ الا باللہ ای فیما کررت فیہ لا علی سبیل العطف وکان حقہ کل منہما مکررۃ بلا فصل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ترکیب مذکور سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لائے نفی جنس بہ سبیل عطف مکرر ہوا ہو اور ہر ایک لا کے بعد نکرہ بلا فصل کے واقع ہوا ہو۔ یجوز خمسۃ اوجھہ بحسب اللفظ لا بحسب التوجیہ فانھا بحسب التوجیہ تزید علیھا مصنف کافیہ کے خمسۃ اوجہ کے قول کے مقدم شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یجوز کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ خمسۃ اوجہ کا قول ترکیب میں بنا بر فاعلیت فعل مقدر یجوز کے مرفوع ہے یعنی ترکیب مذکور بالا میں صرف باعتبار لفظ کے پانچ وجوہ اعراب کے جائز ہیں نہ باعتبار توجیہہ کے کیونکہ باعتبار توجیہہ کے پانچ وجوہ سے زیادہ ہو جاتی ہیں الاول فتحھا اے لاحول ولاقوۃ الا باللہ علی ان یکون لائی کل منھما لعلی الجنس ولاقوۃ معطوفا علی لاحول عطف مفرد علی مفرد وخبر ھا محذوف اے لاحول ولاقوۃ موجود الا باللہ او عطف جملۃ علی جملۃ اے لاحول ولاقوۃ الا باللہ فحذف خبر الجملۃ الاولی استغناء عنہ بخبر الجملۃ الثانیۃ والثانی فتح الاول ونصب الثانی اے لاحول ولاقوۃ الا باللہ اما فتح الاول فلان لا الاولی لعلی الجنس واما نصب الثانی فلان لا الثانیۃ مزیدۃ لتاکید النفی والثانی معطوف علی الاول فیکون منصوبا حملا علی لفظ لشابھتہ حرکتہ حرکۃ اعراب ویجوز ان یقدر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لھما خبر واحد وان یقدر لکل منھما خبر علی حدۃ واس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجوہات خمسہ کا بیان کرتے ہیں کہ اول وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس کے دونوں اسموں کو مفتوح پڑھا جائے اس بنا پر کہ دونوں جگہ لا کا کلمہ نفی جنس کے لئے مانا جائے۔ اور قوت کے لفظ کو حول کے لفظ پر عطف کر دیا اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا اور لائے نفی جنس کی خبر محذوف موجود کا لفظ مانا جائیگا یا اس میں عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی لاحول الا باللہ ولا قوۃ الا باللہ پس جملہ اول کی خبر کو جملہ ثانی کی خبر سے استغناء کر کے محذوف کر دیا اور وجہ ثانی فتحہ اول اور نصب ثانی ہے جس کی تقدیر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے فتحہ اول اسلئے ہے کہ لائے نفی اول نفی جنس کے لئے ہے اور نصب ثانی اس لئے کہ لائے ثانی مزید نفی کی تاکید کے لئے ہے اور ثانی اول پر معطوف ہے پس یہ بنا بر حمل علی اللفظ منصوب ہوگا کیونکہ اس لا کے اسم کی حرکت حرکت اعرابی کے مشابہ ہے چونکہ اول کا محل قریب نصب ہے اسلئے ثانی کا بھی محل قریب پر عطف کر کے نصب مانا جائے گا اور جائز ہے کہ دونوں لا کے لئے خبر واحد مقدر مانی جائے جس سے عطف مفرد کا مفرد پر ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ خبر مقدر کی جائے۔ اس تقدیر پر عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا والثالث فتح الاول ورفعا ے رفع الثانی نحو لاحول ولا قوۃ الا باللہ اما فتح الاول فلان لا الاولی لنفی الجنس واما رفع الثانی فلان لا زائدۃ والثانی معطوف علی محل الاول لانہ مرفوع بالابتداء عطف مفرد علی مفرد بان یقدر لھما خبر واحد او عطف جملۃ علی جملۃ بان یقدر لکل منھما خبر علی حدۃ یعنی ثالث وجہ فتح الاول اور رفع ثانی ہے فتحہ اول اس لئے ہوگا کہ لائے اول نفی جنس کے لئے ہے اور لائے نفی جنس کا اسم جب مفرد نکرہ ہو تو وہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور رفع ثانی اسلئے ہے کہ لائے ثانی زائد ہے اور اسم ثانی اول اسم کے محل پر معطوف ہے کیونکہ اول کا محل رفع ہے بنا بر ابتداء اسی طرح یہ ثانی اسم بھی اس کے محل پر عطف کر کے بنا بر ابتداء مرفوع پڑھا جائے گا اور اگر دونوں لا کے خبر واحد مقدر ٹھیرائی جائے تو اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا اور اگر ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ خبر مقدر کر دیا جائے تو اس تقدیر پر عطف جملہ کا جملہ پر ہو جائیگا والرابع رفعھما بالابتداء نحو لاحول ولا قوۃ الا باللہ لانہ جواب قولھم بغیر اللہ حول وقوۃ فجاء بالرفع فیھما مطابقۃ للسوال ویجوز الامران ھھنا ایضا یعنی رابع دونوں اسموں کا مرفوع ہونا بنا بر ابتداء ہے کیونکہ یہ بغیر اللہ حول وقوۃ کے قول کا جواب ہے چونکہ سوال میں دونوں اسماء مرفوع ہیں اس لئے جواب میں بھی مرفوع پڑھے جائیں گے تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو اور یہاں بھی دونوں امر جائز ہیں یعنی یہاں بھی عطف مفرد کا مفرد پر یا عطف جملہ کا جملہ پر جائز ہے والخامس رفع الاول علی ان لا بمعنی لیس علی ضعف فان عمل لا بمعنی لیس قلیل وفتح الثانی نحو لاحول ولا قوۃ الا باللہ علی ان یکون للنفی الجنس وضعف وجہ ضعف رفع الاول بانہ یجوز ان یکون رفعہ لانعاء عمل لا بالتکریر لہ لکونہا بمعنی لیس لان شرط صحۃ الغائھا التکریر فقط وقد حصل ھھنا ولا دخل فیھا لتوافق الاسمین بعد حائی الاعراب فھذا اعلی التوجیہ الاول متعین لعطف جملۃ علی جملۃ ای لاحول الا باللہ ولا قوۃ الا باللہ والا یلزم ان یکون قولہ الا باللہ منصوبا ومرفوعا وعلی التوجیہ الثانی یحتمل ان یکون من قبیل عطف مفرد علی مفرد او عطف جملۃ علی جملۃ کما لا یخفی یعنی خامس وجہ رفع اول ہے اس بنا پر کہ یہ لا بمعنی لیس کے ہے اور لیس کا اسم مرفوع ہوتا ہے لیکن یہ اول کا مرفوع ہونا بنا بر معنویت لیس کے ضعیف ہے کیونکہ لا کا عمل جو بمعنی لیس کے ہو بہت قلیل ہے اور فتح ثانی اس بنا پر ہے کہ لا کا کلمہ نفی جنس کے لئے ہے اور اس صورت میں رفع اول کے ضعف کی وجہ کو ضعیف ٹھہرایا گیا ہے اس طرح کہ جائز ہے۔ کہ رفع اول بنا بر الغاء عمل لا بسبب تکریر کے ہو نہ اس بنا پر کہ لا بمعنی لیس ہو کیونکہ لا کی الغاء کی صحت کے لئے صرف تکریر ہی شرط ہے اور یہ یہاں حاصل ہے اور اس میں لا کے بعد دونوں اسموں کا توافق اعراب میں ضروری نہیں ہے۔ پس اس ترکیب میں بنا بر توجیہ اول عطف جملہ کا جملہ پر متعین مانا جائیگا ورنہ اس سے الا باللہ کے قول کا منصوب اور مرفوع ہونا لازم آئے گا کیونکہ لا مشابہ بہ لیس خبر کے نصب کا مقتضی ہے اور لائے نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے پس اگر اس ترکیب میں بنا بر توجیہ اول عطف مفرد کا مفرد پر مانا جائے تو الا باللہ کے قول میں رفع اور نصب کا اجتماع لازم آئیگا اور یہ محال ہے اسلئے اس میں عطف جملہ علی الجملہ متعین ٹھہرا اور بنا بر توجیہ ثانی اس ترکیب میں عطف مفرد علی المفرد یا عطف جملہ علی الجملہ دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

توجیہہ ثانی اول میں لائے نفی جنس کا ملغاء ہونا اور ثانی میں بھی نفی جنس کے لئے ماننا لیکن عامل ضمیر انا نہ ہے واذا دخلت الھمزۃ علی لا التی لنفی الجنس لم یغیر العمل اے عمل لا اے تاثیر حاتی مدخولہا اعرابا وبناء لان العامل لا یتغیر عملہ لدخول کلمۃ الاستفہام یعنی جب لائے نفی جنس پر ہمزہ استفہام داخل ہوگا تو وہ لا کے عمل میں کوئی تغیر اور تبدل پیدا نہیں کرسکتا یعنی اسکے مدخول میں تاثیر اعرابی اور بنائی اپنے حالت پر باقی رہے گی کیونکہ عامل کا عمل استفہام کے کلمہ کے داخل ہونے سے متغیر نہیں ہوتا ہے ومعناھا ای معنی الھمزۃ الداخلۃ علی لا التی لنفی الجنس اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ معناھا کی ضمیر مجرور اس ہمزہ کی طرف راجع ہے جو لائے نفی جنس پر داخل ہوا اما الاستفہام حقیقۃ کقول الارجل فی الدار مستفہا یعنی ہمزہ کے معنیٰ یا تو استفہام کے ہیں حقیقۃ جیسے الارجل فی الدار کی ترکیب میں ہمزہ کے معنیٰ استفہام کے ہیں واما العرض مثل الا تنزل عنی اور یا ہمزہ کے معنیٰ عرض ہے ہیں جیسے مثال مذکور فی الشرح میں موجود ہے ولم یذکر سیبویہ ان حال لا فی العرض کحالہ قبل الھمزۃ بل ذکرہ السیرافی وتبعہ الجزولی والمصنف ورودذلک الاندلسی وقال حذا خطاء لانھا اذا کانت عرضا کانت من حروف الافعال مثل ان ولو وحروف التخضیض فیجب انتصاب الاسم بعدھا نحو الا زیدا تکرمہ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد مصنف کافیہ پر ایک اعتراض وارد کرنا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف اکثر سیبویہ کے مذہب کی متابعت کرتے ہیں اور یہاں مخالفت کی کیونکہ یہاں سیبویہ نے ذکر نہیں کیا ہے کہ لائے نفی جنس کا حال عرض میں ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمزہ کے داخل ہونے سے پیشتر تھا بلکہ اس کو سیرافی نے ذکر کیا ہے اور اس کی متابعت سے جزولی اور مصنف کافیہ نے بھی ذکر کیا ہے اور اندلسی نے اس کو رد کرکے کہا ہے کہ یہ خطا اور غلطی ہے کیونکہ ہمزہ کے معنیٰ جب عرض کے ہونگے تو اس صورت میں یہ ان حروف میں سے ہوگا جو افعال پر داخل ہوتے ہیں جیسے ان اور لو اور حروف تخضیض ہیں۔ پس اس کے داخل ہونے کے بعد اس اسم کا انتصاب واجب ہوگا جس پر یہ ہمزہ معہ لا داخل ہو جیسے الا زیدا تکرمہ میں ہے اعتراض مذکورہ بالا کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ مصنف پر سیبویہ کی متابعت ہر وقت لازم نہیں ہے واما التمنی نحو الا ماء اشربہ حیث لا یرجی ماء یعنی یا ہمزہ کے معنیٰ تمنی کے ہیں جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے اور یہ مثال وہاں مستعمل ہوتی ہے جہاں پانی نہ پایا جائے واما قولہ ع الا رجلا جزاہ اللہ خیرا فھذا عند الخلیل لیست لا الداخلۃ علیہا حرف الاستفہام ولکنہ حرف موضوع للتخضیص براسہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا شاعر کے الا رجلا جزاہ اللہ خیرا کے قول سے منقوض ہے کیونکہ یہاں لا کے کلمہ کا عمل بنائی متغیر ہوکر اعرابی عمل ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ شاعر کے قول میں یہ لا کا کلمہ خلیل کے نزدیک وہ لا نہیں جس پر حرف استفہام داخل ہوا ہو بلکہ یہ حرف تخضیص کے لئے موضوع ہے فکانہ قال الا ترونی رجلا یعنی ترونی رجلا ولذلک نصب ونون اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ حروف تخضیص افعال پر داخل ہوتے ہیں اور یہ لا کا کلمہ یہاں اسم پر داخل ہوا ہے پس یہ کیوں کر حرف تخضیص براسہ بن سکتا ہے، شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری اگرچہ لفظی فعل نہیں لیکن تقدیری موجود ہے کیونکہ گویا شاعر نے واقع میں الا ترونی رجلا کہا ہے اور اسی وجہ سے اس مدخول کو منصوب اور منون کردیا ہے وھی عند یونس لا التی دخلت علیہا ھمزۃ الاستفہام بمعنی التمنی فکان القیاس الا رجل ولکنہ تونہ لضرورۃ الشعر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ لا یونس کے نزدیک وہی لائے نفی جنس ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوتا ہے جس کے معنیٰ یہاں تمنی کے ہیں پس اس تقدیر پر یہاں قیاس یہ ہے کہ الا رجل غیر منون پڑھا جائے لیکن اس کا نصب اور تنوین بوجہ ضرورت شعری کے ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ونعت اسمہا المعرب احترازعن نحو لا غلام رجل ظریفا یعنی لا کے اسم میں کی صفت اول در آنحالیکہ مفرد ہو مبنی ہوگی بخلاف اسم معرب کے نعت کے کہ وہ معرب ہوگا جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے مبنی کی قید احترازی ہے الاول بالرفع صفۃ للنعت ای لا الثانی وما بعدہ احترازعن مثل لا رجل ظریف کریم فی الدار اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ اول کے لفظ کی اعرابی حالت بتاتے ہیں کہ یہ بالرفع نعت کی صفت ہے یعنی صرف صفت اول ہی مبنی ہوگی نہ صفت ثانی اور نہ ثالث ورابع جو اسکے بعد واقع ہو اور یہ اول کا لفظ بھی قید احترازی ہے اس سے لا رجل ظریف کریم فی الدار کی مثال کی صفت ثانی سے احتراز ہوا مفردا حال من ضمیر مبنی والعامل فیہ مبنی احتراز عن مثل لا رجل حسن الوجہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردا کے لفظ کی اعرابی حالت بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بنا بر حالیت مبنی کی ضمیر مرفوع سے منصوب ہے اور اس میں عامل ناصب وہی مبنی کا لفظ ہے اور یہ مفردا کا لفظ بھی قید احترازی ہے اس کے اعتبار سے لا رجل حسن الوجہ کی مثال سے احتراز ہو کیونکہ یہاں لفظ مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے علیہ حال بعد حال او صفۃ مفردا احترازعن المفعول فانہ لا یجیء حالا من المبنی ظریف اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد علیہ کے قول کی اعرابی حالت بتانا ہے کہ یہ یا تو مفرد سے حال بعد حال ہے یا اس کی صفت ہے اور یہ بھی احتراز قید ہے اس میں مفعول سے احتراز ہو جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے لابعد القید المبنی عن الاول اس میں شارح نے ایک اعتراض کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قید اول کے ذکر کرتے ہوئے اس کا ذکر کرنا بیکار ہے کیونکہ جو علیہ کی قید سے خارج ہوتا ہے وہ قید اول سے بھی خارج ہو سکتا ہے لہٰذا مناسب تھا کہ یا تو اس قید آخر کو ترک کر کے اول پر اکتفاء کرتے یا اس کو چھوڑ کر اس پر اکتفاء کرتے اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ یہ قید آخر اول کے اس وقت مراد ہوگی جب اس کو بالرفع پڑھیں اور لفظ کی صفت ضمیر اٹھائی جائے اور اگر بالجر پڑھا جائے اور مبنی کی صفت مانی جائے تو اس صورت میں یہ اول کے معنی نہیں ہے اسی وجہ سے اس قید آخر کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی مبنی علی الفتح حملا علی المنعوت لکمال الاتحاد بینہما والاتصال وتوجہ المنی الیہ ای الی المنعت علیہ یہ ترکیب میں نعت کی خبر واقع ہوئی یعنی لائے نفی جنس کے اس مبنی کی نعت اول بھی مبنی برفتحہ ہوگی بنا بر حمل نعت علی المنعوت کیونکہ درمیان نعت اور منعوت کے کمال اتحاد اور اتصال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ نفی جب کسی قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو وہ حقیقت میں قید ہی کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس حقیقت میں نفی نعت کی طرف متوجہ ہوگی والمعنی فی قولہ ونعت المعنی اشارۃ الی ما بنی علی الفتح ثم بالاسالۃ لا بالتبعیۃ فانہ المذکور سابقا للا یرد انہ اذا کرر المعنی وبنی علی الرفع ثم جی بنعت لا یجوز ہذا ماء ماء بارد لانہ یصیر علیہ فنعت المعنی الاول مفرد علیہ فان المردانی ہذا المثال نعت للتابع لا للمتبوع کما صرحوا بہ ولو جعل تابعا للمتبوع فلیس بمبنی علیہ لوسطہ التابع بینہما اس شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اسم مبنی کا مکرر ذکر ہو تو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے لیکن اس کے بعد جو نعت مذکور ہو اس کی بناء جائز نہیں ہے جیسے مثال مذکور میں بارد کا لفظ ہے باوجود اس کے کہ اس پر بھی یہ صادق آتا ہے کہ یہ اسم مبنی کی صفت اول مفرد ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نعت المعنی کے قول میں مبنی سے مراد اور اشارہ اس مبنی کی طرف ہے جو مبنی برفتحہ بالاصالہ ہو نہ بالتبع کیونکہ یہی مبنی بالاصالہ سابق میں مذکور ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب اس تقدیر پر سوال مذکور بالا وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس مثال مذکور میں بارد کا لفظ تابع یعنی ثانی ماء کی نعت ہے متبوع کی نہیں جیسا کہ یہی ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کو متبوع کی نعت قرار دیا جائے تو وہ مما بنیہ کے حکم میں ہوگا تو سط تابع کے داخل نہیں ہو جائے گا و معرب لان الاصل فی التوابع ان یجیء کالمتبوع ما لم یقتض الاعراب دون البناء یعنی لا کے اسم کی نعت اور معرب ہوگی کیونکہ توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ صرف اعراب میں اپنے متبوعات ہوتے ہیں بنا میں نہیں رفعا حملا علی محلہ البعید یعنی اگر اس نعت کو لائے نفی جنس کے اسم کے محل بعید پر حمل کیا جائے تو اس صورت میں اس کا اعراب رفع ہوگا ونصبا حملا علی اللفظ او المحل القریب یعنی اگر اس کا حمل لائے نفی جنس کے اسم کے لفظ یا اس کے محل قریب پر کیا جائے تو اس صورت میں اس کا اعراب نصب ہوگا نحو لا رجل ظریف ولا امرأۃ ظریفۃ بالرفع وظریفا بالنصب یہ نعت معرب کی مثال ہے اس کو مفتوح اور مرفوع اور منصوب ہر طرح پڑھ سکتے ہیں والا ای والان العلم کان النعت تک یہ اوپر سے استثناء ہے یعنی اگر نعت مذکور قید مذکور پر مقید نہ ہو تو اس صورت میں اس کا حکم صرف اعراب ہی ہوگا فالاعراب اے الحکم الاعراب لا غیر رفعا حملا علی المحل البعید ونصبا حملا علی اللفظ او المحل القریب وقد مرت اشارۃ فی بیان فوائد القیود اس میں شارح رحمۃ تعالیٰ اللہ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ فالاعراب کا لفظ ترکیب میں خبر مبتداء محذوف کے ہے پس اس کا حکم صرف اعراب ہے بنائی نہیں بنا بر حمل علی محلہ البعید اس کا اعراب رفع اور بنا بر حمل لفظ یا بنا بر محل قریب نصب ہے اور نعت کی قیود مذکورہ کے فوائد کے بیان میں اس کی مثالیں مذکور ہو چکی ہیں ملاحظہ ہوں والعطف علی اسم لا المبنی اذا کان المعطوف نکرۃ بلا تکریر لا فی المعطوف فانہ اذا کان المعطوف معرفۃ وجب رفعہ نحو لا غلام لک والفرس اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ لا غلام لك و الفرس کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں فرس کا لفظ لائے نفی جنس کے اسم پر معطوف ہے اور باوجود اس کے اس میں رفع متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف سے مراد وہ جو نکرہ ہو جس میں لا مکرر نہ ہو اور یہاں معطوف معرفہ ہے اس لئے یہاں رفع متعین ہے واذا کان لا مکررا فی المعطوف فحکمہ ماعلم فی قولہ لاحول ولاقوۃ فیما سبق بان یحمل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ لاحول ولاقوۃ کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں معطوف نکرہ ہے اور حالانکہ اس میں پانچ وجوہ اعراب جائز ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف سے مراد وہ نکرہ جس میں لائے نفی مکرر نہ ہو اور یہاں اگرچہ معطوف نکرہ ہے لیکن لائے نفی مکرر ہے اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو لاحول ولاقوۃ کے قول کی تشریح میں معلوم ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو یعنی لائے نفی جنس کے اسم پر بنا بر حمل لفظ اور بنا بر حمل محل دونوں طرح عطف جائز ہے علی اللفظ ای لفظ اسم لا المبنی ، ویجعل منصوبا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کی کہ اللفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ اسم محذوف ہے یعنی اگر لائے نفی جنس کے اسم کے لفظ پر عطف کیا جائے تو اس صورت میں وہ منصوب ہوگا وبان یحمل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر کے بان کے لفظ پر عطف کر دیا ہے علی المحل ویجعل مرفوعا یعنی لائے نفی جنس کے اسم کے محل پر عطف کر دیا جائے تو اس صورت میں وہ معطوف مرفوع ہوگا جائز ولا یجوز فیہ البناء لکان الفصل بالعاطف ولم یجعل فی حکم المتصل لمنزلۃ الفعل بلا المؤکدۃ اذا المعطوف علی المبنی یراد فیہ لا کثیرا نحو لاحول ولاقوۃ یعنی لائے نفی جنس کے اسم کے لفظ اور محل دونوں پر حمل کر کے عطف جائز ہے اور اس صورت میں وہ معطوف معرب ہوگا بناء اس میں جائز نہیں ہوگی کیونکہ درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے عاطف سے فصل ممکن ہے اور اس کو متصل کے حکم میں داخل کیا نہیں کیونکہ یہاں لائے موکدہ سے فصل کا ظن ہے کیونکہ جب منفی پر عطف کیا جاتا ہے تو اس میں کثرت سے لائے نفی کا کلمہ پڑھایا جاتا ہے جیسے لاحول ولاقوۃ کی ترکیب میں موجود ہے مثل لا اب وابنا وابن فی قول الشاعر ولا اب وابنا مثل مروان وابنہ اذھو بالمجد ارتدی وتازرا وسکر التوابع لانص منہم فیہا لکن یفہمی ان یکوم حکمہا حکم توابع المنادی کذا ذکرہ الاندلسی اس میں اس لائے نفی جنس کے اسم کی مثال ہے جس کا حمل لفظ اور محل دونوں پر درست ہو جیسے یہاں مثال شوی مذکور الشرح میں ابن کے لفظ کا حمل اب کے لفظ اور محل دونوں پر درست ہے شعر کے معنی یہ ہیں کہ مثل مروان اور اس کے ابن کے نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا کیونکہ بزرگی کی چادر اور ازار صرف اس نے اڑلیا ہے باقی توابع کے متعلق نحات سے کو یہ نص اور تصریح منقول نہیں لیکن مناسب ہے کہ باقی توابع کا حکم مثل حکم توابع منادی مفرد معرفہ کے ہو ایسا یہ اندلسی نے ذکر کیا ہے اوپر مصنف نے یہ ثابت کیا تھا کہ لائے نفی جنس کا اسم جب نکرہ کے قریب ہو تو وہ اسم مبنی پر فتحہ ہوگا اب یہاں اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ لا اباله و لا غلا مي له سے منقوض ہے کیونکہ اس میں لائے نفی کا اسم نکرہ کے قریب ہے اور باوجود اس کے وہ منصوب ہے مبنی پر فتحہ نہیں ہے آگے چل کر مصنف اس کا جواب دیتے ہیں ومثل لا اباله ولا غلامی لا ای کلا ترکیب یکون فیہ بعد اسم لا التی لنفی الجنس لام الاضافۃ واجری علیہ ذلک الاسم احکام الاضافۃ من اثبات الالف فی نحو اب وحذف النون من نحو غلامین اس شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مثال مذکور سے مراد یہ مثال مخصوص نہیں بلکہ اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں لائے نفی جنس کے بعد لام اضافت ہو اور اس اسم پر اضافت کے احکام جاری کئے گئے ہیں اور وہ احکام یہاں اب کے لفظ میں الف کا اثبات اور غلامین کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لفظ میں نون کا اضافت کی وجہ سے حذف ہونا ہے جائز یعنی ان الاصل فی مثل حذ ین الترکیبین ان یقال لا اب لہ ولا غلامین لہ فیکون اسم لا فیہما مبنیا علی ما ینصب بہ الجار مع مجرورہ خبر الہا وقد جاء علی قلۃ مثل لا ابالہ ولا غلامی لہ بزیادۃ الالف فی مثل اب واسقاط النون فی مثل غلامین کما فی حال الاضافۃ تشبیہا لہ اے لا اسم لافی حذ ین الترکیبین مع انہ لیس بمضاف بالمضاف واجراء لاحکام المضاف علیہ باثبات الالف وحذف النون فیکون معربا وذلک التشبیہ انما لمشارکۃ ای مشارکۃ اسم لا ین یضاف باظہار اللام بینہ وبین ما یضاف الیہ لہ ای للمضاف فی اصل معناہ ای معنی المضاف من حیث ہو مضاف یعنی الاضافۃ وہو الاختصاص او المعنی ان مثل لا ابالہ ولا غلامی لا لہ جائز تشبیہا لہ اے لمثل حذ ین الترکیبین حیث الاضافۃ فیہ بالمضاف ای بترکیب یشتمل علی الاضافۃ لمشارکۃ ای لمشارکۃ مثل حذ ین الترکیبین لہ اے لما یشتمل علی اضافۃ فی اصل معناہ ای معنی ما یشتمل علی الاضافۃ وہو الاختصاص الا ان بین الاختصاصین تفاوتا فان الاختصاص المفہوم من الترکیب الاضافی اتم مما یفہم من غیر یعنی لا ابالہ ولا غلامی لہ کی ترکیب اور اس کے امثال جائز ہیں کیونکہ ان دونوں ترکیبوں کی اصل لا اب لہ ولا غلامین لہ ہے پس اس تقدیر پر لائے نفی جنس کا اسم ان دونوں مثالوں میں مبنی پر فتحہ ہوگا اور جار اپنے مجرور کے ساتھ لا کی خبر ٹھہرے گی اور یہ مثالیں لا ابالہ ولا غلامی لہ بزیادت الف اور باسقاط نون غلامین بھی بنابر قلت آئی ہیں جیسے اضافت کی حالت میں نون تثنیہ کا اسقاط ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوا ہے اور یہ جواز ترکیبین مذکورین اس لئے ہے کہ ان مذکورہ ترکیبوں میں لائے نفی جنس کا اسم اگرچہ واقع میں مضاف نہیں لیکن مضاف کے مشابہ ہے اور اسی وجہ سے اس پر مضاف کے حکم داری ہوتے ہیں جو کہ اثبات الف اور حذف نون تثنیہ ہیں پس اس تقدیر پر یہ لائے نفی کا اسم معرب ہوگا اور یہ تشبیہ لائے نفی جنس کے اسم کی جس وقت کہ مضاف ہو ساتھ اظہار لام کے درمیان اس کے اور درمیان اس کے جسکی طرف یہ مضاف ہو صرف مضاف کے اصلی معنی میں ہوگی لیکن یہ اس حیثیت سے کہ مضاف مضاف ہو یعنی مضاف سے مراد اضافت ہے اور وہ اصلی معنی مضاف کے اختصاص کے ہیں یا ان ترکیبوں کے معنی یہ ہی کہ یہ ترکیبیں اس لئے جائز ہیں کہ ان میں اگرچہ اضافت نہیں لیکن یہ اس ترکیب کے مشابہ ہیں جس میں اضافت حقیقی پائی جاتی ہے لہٰذا یہ ترکیبیں اضافت کے اصلی معنی اس کے مشارک ٹھہرا کر مشابہ بالمضاف مانی جائیگی اور اضافت کے معنی اختصاص کے ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ درمیان ان دونوں اختصاصوں کے تفاوت اور فرق ہے اور وہ یہ کہ وہ اختصاص جو ترکیب اضافی سے معلوم ہوگا وہ اس سے زیادہ اتم ہوگا جو اس کے غیر مفہوم ہوگا ومن ثم ای لاجل ان جواز مثل حذ الترکیبین انما ہو تشبیہ غیر المضاف بالمضاف فی معنی الاختصاص اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کلمہ من اجلیہ علت کے معنی کا فائدہ دیتا ہے یعنی مذکور ترکیبوں کا جواز باعتبار تشبیہ غیر مضاف کے ساتھ ہے یعنی اختصاص کے معنی میں یہ مذکورہ ترکیبین مضاف کے مشابہ ہیں اسلئے یہ مذکورہ تراکیب جائز ہوئیں لم یجز ترکیب اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لم یجز کا فاعل ترکیب کا لفظ ہے لا ابا فیہا ای فی الدار لعدم الاختصاص فان الاختصاص المفہوم من اضافۃ الاب الی شی انما ہو بابوتہ لہ ہذا الاختصاص غیر ثابت الاب بالنسبۃ الی الدار فلا تصح اضافۃ فی الدار فکیف شبہ ترکیب لا ابا فیہا بترکیب یضاف فیہ الاب الی الدار لمشارکتہ لہ فی اصل معناہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فیہا کی ضمیر مجرور کی طرف راجع ہے یعنی لا ابا فیہا کی ترکیب اس لئے جائز نہیں کہ یہاں اختصاص کے معنی درست نہیں کیونکہ وہ اختصاص جو اب کی اضافت سے معلوم ہوتا ہے وہ صرف بسبب ابوت کے ہوگا اور یہ اختصاص بہ نسبت دار کے اب کے لئے ثابت نہیں ہے پس اب کی اضافت دار کی طرف درست اور صحیح نہیں ہوئی لہٰذا لا ابا فیہا کی ترکیب اس ترکیب کے مشابہ اور اصل معنی میں مشارک نہیں ہوئی جس میں اب کی اضافت دار کی طرف ہوئی ہو اس لئے یہ ترکیب جائز نہیں ہے ولیس ای مثل حذ این الترکیبین اس کے بڑھانے سے شارح کا مقصد یہ ہے کہ لیس کا اسم مثل ہذا ین الخ کا لفظ ہے بمضاف حقیقۃ لفساد المعنی المراد المفاد بہا علی تقدیر الاضافۃ وہو نفی ثبوت جنس الاب او الغلامین لمرجع الضمیر المجرور بالاستقلال من غیر احتیاج الی تقدیر خبر وہذا المعنی غیر مفید علی تقدیر الاضافۃ من ہذین اما او لا فلان معنی حذ این الترکیبین علی تقدیر الاضافۃ من ہذین اما او لا فلان معنی حذ این الترکیبین علی تقدیر الاضافۃ لا اباہ وغلامیہ وہذا لا یتم الا بتقدیر خبر ای لا اباہ موجود

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ولا غلام موجودان واما غایۃ للان المراد نفی ثبوت جنس الاب او الغلام بین لہ لا نفی الوجود عن ابیہ المعلوم او غلامیہ المعلوم بین یعنی مذکورہ مثالوں میں مضاف حقیقی مضاف کے ثبوت کی نفی ہے کیونکہ ضمیر مجرور کا مرجع مستقل ہے خبر مقدر ماننے کی ضرورت اور حاجت نہیں اور یہ معنی بناء پر تقدیر اضافت کے دو وجہوں سے فاسد ہیں اول یہ بناء پر تقدیر اضافت ان مذکورہ ترکیبوں کے معنی لا اباہ و غلامیہ کے ہو چکے اور یہ معنی بغیر تقدیر جز کے تمام نہیں باتمام معنی کے لئے خبر ضرور مقدر مانی جائے گی جس کی تقدیر لا اباہ موجود اور لا غلامیہ موجودان ہوگی ثانی یہ کہ یہاں مراد جنس اب اور غلامین کے ثبوت کی نفی ہے اب معلوم یا غلامین معلومین کے نفس وجود کی نفی مقصود نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مثالوں میں مضاف حقیقی مضاف نہیں بلکہ مشابہ بالمضاف ہے خلافا للسیبویہ والخلیل وجمہور النحاۃ یعنی مذکور حکم میں سیبویہ اور خلیل اور جمہور نحات اختلاف کرتے ہیں وانما خص سیبویہ بعدم الخلاف لانہ امام النحو وانما تبعہ الخ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اس اختلاف میں خلیل اور جمہور نحات بھی شریک ہیں پس مصنف کافیہ نے اس اختلاف کے لئے سیبویہ کو کیوں خاص کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اس کا جواب دیا کہ چونکہ سیبویہ جملہ نحات کے امام ہیں اس لئے اس اختلاف کے لئے صرف سیبویہ ہی کو خاص کیا اولان المقصود بیان الخلاف لا تعیین الخالفین الخ مذہب سیبویہ والخلیل وجمہور النحاۃ ان مثل ھذا التراکیب مضاف حقیقۃ باقتضاء المعنی واقام اللام بین المضاف والمضاف الیہ تاکید لام المقدرۃ وحکم المصنف بفسادہ لما عرفت اس شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسری پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا سیبویہ کو اسلئے خاص کیا کہ یہاں مقصود خلاف کا بیان کرنا ہے مخالفین کا تعین مقصود نہیں ہے پس سیبویہ اور خلیل اور جمہور نحات کا مذہب یہ ہے کہ اس ترکیب مذکور میں مضاف باقتضاء اصلی معنی اضافت کے حقیقی مضاف ہی مشابہ بالمضاف نہیں ہے اور درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے لام مقدرہ کی تاکید کے لئے لام مذکور لایا گیا ہے اور مصنف کافیہ نے بوجہ فاسد ہونے معنی مقصود کی اس کے فاسد ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے وحذف اسم لا حذفا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ کہ محذوف کا فاعل اسم لا ہے اور حذفا کے لفظ کو بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ کثیرا کا لفظ موصوف محذوف حذفا کی صفت ہے کثیرا فی مثل لا ملیک ای ہاس ملیک یعنی لائے نفی جنس کا اسم بکثرت محذوف بھی ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہاس کا لفظ لائے نفی جنس کا اسم محذوف ہے ولا یحذف الا مع وجود الخبر الا لدلیل یکون احترازا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظ الا قید بنا بر حذف اسم لا کلام میں اجحاف لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حذف اسم لائے نفی وہاں ہے جہاں جز موجود ہو اور اگر جز موجود نہ ہو تو اس صورت میں لائے نفی جنس کے اسم کا حذف کرنا منع ہے کیونکہ اس سے کلام میں اجحاف لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے والحکم لا کزید ان حذفا اخاف اسما جاز ان یکون کزید اسما والخبر محذوفا ای لا مثلہ موجود وجاز ان یکون خبرا ای لا احد مثل زید وان حذفا فالاسم محذوف ای لا احد کزید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بنا بر حذف اسم لائے نفی کے لا کزید کے قول میں اجحاف لازم آیا کیونکہ اس میں کاف حرف ہے اسم اور خبر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ حرف کلام میں نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور نہ مسند شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قول مذکور کاف اسی بمعنی مثل کے ہے پس اس صورت میں جائز ہے کہ کزید کا لفظ لائے نفی جنس کا اسم ہو اور خبر محذوف ہو یعنی تقدیر لا مثلہ موجود ہوگی اور یہ بھی جائز ہے کہ خبر ہو اور اسم محذوف ہے جس کی تقدیر لا مثلہ موجود ہوگی اور یہ بھی جائز ہے کہ خبر ہو اور اسم محذوف ہو جس کی تقدیر لا احد مثل زید ہے اور اگر کاف کو حرفی نظر کریں تو اس صورت میں لائے نفی جنس کا اسم محذوف مانا جائے گا اور کزید کا لفظ جار مجرور خبر نظر کی جائے گی جس کی تقدیر لا احد کزید ہوگی خبر ما ولا المشبہتین بلیس وادخول علی الجملۃ الاسمیۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ما ولا کی لیس سے مشابہت بتاتے ہیں کہ ما ولا کی لیس سے مشابہت نفی اور دخول جملہ اسمیہ میں ہے یعنی جس طرح لیس فعل ناقص جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو مرفوع اور خبر کو منصوب کر دیتا ہے اسی طرح یہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ماولا کے الفاظ بھی یہی عمل کرتے ہیں بلیس ھوالمسند بعد دخولھما ای دخول ماولا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ دخولہما کی ضمیر مجرور ماولا کی طرف راجع ہے وھی ای جزیرۃ جز ماولاھما وکذا اسمیۃ اسمھما لغۃ حجازیۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہی کی ضمیر ترکیب میں مبتداء اور لغۃ حجازیۃ اس کی خبر واقع ہوئی ہے یعنی ماولا کی خبروں کی خبریت اور اسی طرح ان کے اسموں کی اسمیت بھی لغت حجازی ہے وھی الجزیۃ بالذکر لان احمالھما واسمھما وجعل اسمھما وخبرھما اسما وخبرا لھما انما ظھر باعتبار الجز لان اھل الحجاز وانما ھو فی لغۃ تمیم لانھم لا یذھبون الی احمالھما لا یجعلون احدھما اسما والاخر اسما لھما ھا مبتداء وخبر علی ما کانا علیہ قبل دخولھما علیھا ولغۃ اھل الحجاز ھی التی جاء علیھا التنزیل قال اللہ تعالیٰ ما ھذا بشرا وما ھن امھاتھم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ماولا کی اسمیت بھی لغت حجازی ہے پس مصنف کافیہ نے جزیت کو خاص کر کے کیوں ذکر کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف نے جزیت کو ذکر میں اسلئے خاص کیا ہے کہ ماولا کا احمال اور ان کی خبر کا خبر اور اسم کا اسم ٹھیرانا صرف باعتبار جز کے ظاہر ہوگا پس ماولا کی خبر کا خبر ٹھہرانا صرف اہل حجاز کی لغت میں ہے بخلاف بنی تمیم کے کہ یہ لوگ نہ ماولا کے احمال کے قائل ہیں اور نہ ماولا کی خبر کو ان کی خبر اور اسم کو ان کے اسم ٹھہراتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہ اسم اور خبر جس طرح ماولا کے داخل ہونے سے پیشتر مبتداء اور خبر تھے اسی طرح ماولا کے داخل ہونیکے بعد بھی وہی مبتداء وخبر رہینگے اور اہل حجاز کی لغت قوی اور درست ہے کیونکہ اسی کے موافق قرآن پاک نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ماھذا بشرا وما ھن امھاتھم یہاں لفظ ما نے اپنا عمل کیا ہے کہ خبر کو نصب دیا ہے اور اسم کو رفع اگر ما کا کلمہ بے عمل ہوتا تو اس صورت میں بشرا کا لفظ مرفوع اور امھاتھم کا لفظ بھی مرفوع پڑھا جاتا ہے حالانکہ جملہ قراءسبعہ بشرا کو منصوب اور امھاتھم کو مکسور بنا بر جزیت ما کے پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بنی تمیم کی لغت قوی نہیں بلکہ اہل حجاز کی لغت قوی ہے لغت اس قابل ہے جس کو قوی صحیح کہہ سکے واذا زیدان مع ما نحو ما ان زید قائم قیل انما اختصت ما بالذکر لانھا لا تزاد مع لا فی استعمالھم وھی زائدۃ عند البصریین ونافیۃ مؤکدۃ عند الکوفیین اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماولا عمل میں متفق ہیں پس مصنف کافیہ نے حکم مذکور میں ما کو خاص کیا ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم مذکور میں ما کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کا کلمہ لا کے ساتھ استعمال عرب میں نہیں پڑھا جاتا ہے بخلاف ما کے اس کے ساتھ بکثرت پڑھا جاتا ہے اور یہ الف کلمہ بصریوں کے نزدیک زائد ہے نفی کی تاکید کے لئے بڑھایا گیا ہے اور کوفیوں کے نزدیک نافیہ کا مؤکدہ ہے او انتقض النفی بالا نحو ما زیدا لا قائم او لقدم الخبر علی الاسم نحو ما قائم زید بطل العمل ای عمل ما انا کان مع واحد من ھذہ الامور للتشبیہ ھا انا ذا زید ان فلان ما عال ضعیف عمل لہ لیس لعدم اصل بہا وبین معمولھا تعمل واما اذا انتقض النفی بالا للان عملھا لمعنی النفی فاذا انتقض بطل العمل واما اذا تقدم الخبر للتغیر الترکیب مع معمولھا فی اصل یعنی جب ما کے ساتھ ان کا کلمہ پڑھا جائے یا نفی الا سے ٹوٹ جائے یا اسم پر خبر مقدم ہو جائے تو ان تینوں صورتوں میں ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے یعنی امور ثلاثہ میں سے ایک امر کے موجود گی میں ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے ان کے زیادہ ہونے کی صورت میں ما کا عمل اس لئے باطل ہوگا کہ ما کا کلمہ عامل ضعیف ہے بسبب مشابہت لیس کے عمل کرتا ہے جب اس کے اور اس کے معمول کے درمیان فصل آجاتا ہے اپنا عمل مذکور نہیں کر سکے گا اور الا سے نفی کے ٹوٹنے کی صورت میں ما بے عمل اس لئے ہوگا کہ اسکا عمل بسبب نفی کے معنی کے تھا جب نفی ٹوٹ گئی تو اسکا عمل بھی جاتا رہا اور اسم پر خبر کی تقدیم کی صورت میں اس لئے ما کا عمل ہو جاتا ہے کہ ترکیب میں تغیر آتا ہے اور یہ ما عمل میں ضعیف ہے تغیر اور تبدل ترکیب کے ساتھ عمل نہیں کر سکتا ہے اور تینوں صورتوں کی مثالیں شرح میں مذکور ہیں طاعنہ ہوں والا اعطف علیہ واو اعطف علیہ واو اعطف خبر ھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر مجرور ماولا کی خبر کی طرف راجع ہے ہو جب تکسر الجیم ای اعاطف الخبر الا یجاب اعد للنفی وھو ان لکن ما زید منطلقا ال مسافرۃ ما عمرۃ ما کما کان قاعدا اس میں شارح موجب کے لفظ کے لغوی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ لفظ مکسور الجیم اسم فاعل ہے اور اس مراد وہ عاطف ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جوابی کے بعد ایجاب کا فائدہ دیتا ہے اور وہ عاطف بل اور لاکن کے الفاظ ہیں کہ یہ نفی کے بعد ایجاب کے مفید ہوتے ہیں جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں موجود ہے فالرفع ای فالحکم المعطوف الرفع لانہ بعد النفی الذی ہو شرط کی جزا ہے یعنی جب ماولا کی خبر پر عاطف موجب سے عطف کیا جائے تو معطوف کا حکم صرف رفع ہی ہوگا کیونکہ وہ موجب یعنی بل اور لاکن کے الفاظ نفی کے نقض میں بمنزلہ لا کے ہیں یعنی جس طرح الا کے نقض سے ماولا کی خبر مرفوع ہوتی ہے اسی طرح اس کا معطوف بھی مرفوع رہیگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فالرفع کے بعد فحکم المعطوف الرفع کی عبارت بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فالرفع کی جزائیت درست نہیں کیونکہ شرط جزاء جملہ ہوتا ہے اور یہ مفرد ہے جملہ نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فالرفع کا لفظ مبتدا محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر فحکم المعطوف الرفع ہے یہ مبتداء محذوف اپنے خبر سے مل کر جملہ ہوا لہٰذا اب اس تقدیر پر اس کی جزائیت درست ثابت ہوئی المجرورات اس کی ترکیبی تحقیق اس فقیر حقیر نے مرفوعات کی تشریح کے ضمن میں خوب تشریح کے ساتھ کی ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں وہاں ملاحظہ ہو اور مجرورات بصیغہ جمع مرفوعات اور منصوبات کے موافقیت کے لئے ذکر کیا یا باعتبار تعدد مجرور کے کہ مجرور کی تین قسمیں ہیں اول مجرور باضافت معنوی دوم مجرور باضافت لفظی سوم مجرور بحرف جر اصلی وزاید اس اقسامی تعدد کا لحاظ کر کے بصیغہ جمع ذکر فرمایا ہے ھو ما اشتمل ای اسم اشتمل تخرج الحروف الا واخر التی وھی محال الاعراب فانہ لا یطلق علیہا المرفوعات والمنصوبات والمجرورات اصطلاحا لانہا اقسام الاسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مجرور کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں وہ حرف داخل ہوئے جو کہ اعراب کے محل ہوتے ہیں کیونکہ وہ بھی مجرور ہوتے ہیں حالانکہ وہ اصطلاحی مجرور نہیں کہلاتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما کے کلمہ سے مراد یہاں اسم ہے اب اس تقدیر پر وہ حروف اور اواخر جو کہ محل اعراب ہوتے ہیں مجرور کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان حروف پر اصطلاح نحات میں مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ یہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات اسم کی اقسام ہیں حروف نہیں لہٰذا مجرور کی تعریف مانع ثابت ہوئی علی علم المضاف الیہ ای علامۃ المضاف الیہ من حیث ھو مضاف الیہ یعنی الجر سواء کان بالکسرۃ او الفتحۃ او الیاء اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علامت کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حرکات اور حروف ہر علم کا اطلاق درست نہیں کیونکہ علم اسم کی اقسام میں سے ہے اور اسم کلمہ کی اقسام میں ہے اور کلمہ کے مفہوم میں وضع کا اعتبار اور حروف وحرکات میں وضع نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں علم سے مراد علامت ہے یعنی مضاف الیہ کی علامت جر ہے اور وہ عام ہے خواہ کسرہ ہو جیسے غلام زید میں ہے خواہ فتح ہو جیسے غیر منصرف کی حالت جری میں ہوتا ہے خواہ یاء ہو جیسے جمع مثنیہ میں ہے لفظا او تقدیرا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ جاء نی غلام موسیٰ کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ موسیٰ کا لفظ مضاف الیہ ہے اور باوجود اس کے مجرور نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مجرور عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے غلام زید میں خواہ تقدیری ہو جیسے مثال مذکور میں ہے لہٰذا اب قاعدہ مذکور بالا درست ثابت ہوا او انما قلنا من حیث ھو مضاف الیہ لان الجر لیس علامۃ لذات المضاف الیہ لجواز کونہ مضافا الیہ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مضاف الیہ کے ساتھ من حیث ھو مضاف الیہ کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ ہم نے یہ قید مذکور اس لئے بڑھائی ہے کہ جر مضاف الیہ کی ذات کی علامت نہیں ہوتی بلکہ مضاف الیہ ہونیکی حیثیت سے علامت ہوتی ہے والمضاف الیہ وان کان مختصا بما عرفہ بلکن المشتمل علی علامۃ اعم منہ وما ھو مختص بہ فیدخل فی تعریف الجر در شل بحسبک درھم وکفی باللہ کیمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مجرور کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے بحسبک درہم اور کفی باللہ کی امثال کا مجرور خارج ہوا کیونکہ یہ مضاف الیہ نہیں

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مضاف الیہ مصنف کا لیہ کی تعریف کی بنا پر اگر چہ خاص کر وہی ہے جو مجرور بحرف جر اصلی ہو لیکن وہ مضاف الیہ جو مضاف الیہ ہونے کی علامت پر مشتمل ہو عام ہے خواہ حقیقی مضاف الیہ ہو خواہ مشابہ مضاف الیہ پس اس تقدیر پر امثال مذکورہ فی الشرح مجرور مصنف کی تعریف میں داخل ہوا اور تعریف جامع ثابت ہوئی کیونکہ امثال مذکور کا مجرور اگر چہ حقیقی مضاف الیہ نہیں لیکن مشبہ مضاف الیہ ہے وکذالک المضاف بالاضافۃ اللفظیۃ وان لم یکن داخلا فی تعریفہ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ مضاف الیہ خارج ہوا جو مجرور باضافت لفظی ہو کیونکہ اس میں حرف جر تقدیری ہوتا ہے اور مصنف کے نزدیک مضاف الیہ وہی ہے جو مجرور بحرف جر تقدیری ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جس طرح تمسک درہم اور کتبی باللہ کا مجرور تعریف میں داخل ہے اسی طرح وہ مضاف الیہ بھی داخل ہے جو مجرور باضافت لفظی ہو اگر چہ مصنف کی تعریف کی بنا پر داخل نہیں ہے اور مضاف الیہ مجرور باضافت لفظی کی مثال ضارب زید ہے والمضاف الیہ ھو لھنا غیر ما ھو المصطلح المشھور بینھم وذھب فی ذلک الی مذھب سیبویہ حیث اطلق المضاف الیہ علی المنسوب الیہ بحرف الجر لفظا اینا یعنی مضاف الیہ سے مراد وہی ہے جو مصنف کے نزدیک ہے وہ مراد نہیں جو قوم کی اصطلاح مشہور میں ہے قوم کی اصطلاح میں مضاف الیہ خاص کر وہی ہے جس میں حرف جر مقدر ہو اور ان کے نزدیک اضافت لفظی میں حرف جر مقدر ہوتا ہے اور مصنف نے اس میں سیبویہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ مضاف الیہ کا اطلاق منسوب الیہ بحرف جر لفظی پر بھی کیا ہے کل اسم ھیئۃ او حکما یشتمل الجمل التی یضاف الیہا نحو یوم ینفع الصادقین صدقھم فانہا فی حکم المصادر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکما کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے آیت مبارکہ مذکورہ فی الشرح کا مضاف الیہ خارج ہوا کیونکہ وہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اسم عام ہے خواہ صریحی حقیقی ہو خواہ تاویلی حکمی ہو پس ینفع کا جملہ اگر چہ اسم صریحی نہیں لیکن اسم تاویلی حکمی ہے۔ کیونکہ یہ مصادر کے حکم میں ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر مضاف الیہ کی تعریف ان جملوں پر بھی صادق ہوئی جن کی طرف اضافت ہوتی ہے جیسے آیت شریفہ مذکورہ فی الشرح میں ہے نسب الیہ شئ اسما کان نحو غلام زید او فعلا مثل مررت بزید اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ شئ عام ہے خواہ اسم ہو جیسے غلام زید میں ہے خواہ فعل ہو جیسے مررت بزید کی مثال میں ہو بواسطۃ حرف الجر لفظا او تقدیرا ای ملفوظا کان ذلک الحرف کما فی مثل مررت بزید او مقدرا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لفظا او تقدیرا کے الفاظ بنا بر خبریت کان مقدر کے منسوب ہیں یعنی مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شے کی نسبت بواسطہ صرف جر لفظی یا تقدیری کے کی جائے وہ صرف جر عام ہے خواہ ملفوظ ہو جیسے مررت بزید کی مثال میں خواہ مقدر ہو جیسے غلام زید میں ہے اور لفظا اور تقدیرا کے الفاظ کے نصب کے سوال و جواب کی تشریح بارہا آچکی ہے ملاحظہ ہو حال کون ذلک المقدر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مرادا کے لفظ کا نصب بنا بر حالیت ہے جس کا ذوالحال مقدر کا لفظ ہے جو تقدیرا کا مؤول ہے مرادا من حیث العمل باقتضاء اثرہ وھو الجر مثل غلام زید وخاتم فضۃ وضرب الیوم بخلاف قسمت یوم الجمعۃ فانہ وان نسب الیہ القیام بالحرف المقدر وھو فی لکنہ غیر مرفن لواریدہ نجریہ یہاں مصنف کی تعریف پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں قسمت یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول فیہ داخل ہوا اس لئے کہ اس میں یوم ایک اسم ہے جس کی طرف شے کی نسبت ہو یہ ہے اور باوجود اس کے یہ مضاف الیہ نہیں ہے مصنف کا فیہ نے مرادا کے قول میں اس کا جواب فرمایا جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف جر مقدر سے مراد یہ ہے کہ اس کا عملی اثر باقی رہے اور وہ جر ہے جیسے غلام زید اور خاتم فضۃ اور ضرب الیوم کی امثال میں موجود اور باقی ہے اضافت کی تین قسمیں ہیں اول اضافت بتقدیر لام دوم اضافت بتقدیر من سوم اضافت بتقدیر فی اول مثال اول قسم کی ہے اور ثانی ثانی کی اور ثالث ثالث کی ملاحظہ کریں بخلاف قسم یوم الجمعۃ کے کہ اس

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں اگرچہ یوم کی طرف قیام کی نسبت حرف جر تقدیری فی کے واسطے سے ہوئی ہے لیکن یہ مراد نہیں کیونکہ اگر یہاں حرف جر تقدیری مراد ہوتا تو یوم کے لفظ کو مجرور کر دیتا فتقدیر ای تقدیر الحرف اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ التقدیر کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ حرف محذوف ہے محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے شرطہ ان یکون المضاف اسما الا لکان فعلا لابد من ان یتلفظ بالحرف نحو مررت بزید یعنی حرف جر کی تقدیر کی شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو کیونکہ اگر فعل ہوگا تو اس صورت میں حرف جر پر تلفظ کرنا ضروری اور لازمی ہوگا جیسے مررت بزید میں سے مجردا ای مسلخا اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ تجرید کی معنی یہاں مجازا انسلاخ کے ہیں یعنی زوال کے بطریق ذکر ملزوم مراد لازم حذف تنویدا وا قام مقامہ من فوق التنکیر والجمع یعنی مضاف سے پہلے اضافت کے تنوین اور جو اس کے قائمقام ہو یعنی نون تثنیہ اور نون جمع زائل کر دیا جائے گا لا جلها ای لاجل الاضافۃ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لاجلها کی ضمیر مجرورہ اضافت کی طرف راجع ہے لان التنوین او النون دلیل علی تمام ماھی فیہ فما اراد ان یمیز احد الکلمتین ضرجا بتکتسب بہ الاولی من الثانیۃ التعریف او التخصیص او التخفیف حذفوا من الاولی علامۃ تمام الکلمۃ مع ما بقی من حد التعریف نظرا الی کلام القوم حیث لیسوا قائلین بتقدیر حرف الجر فی الاضافۃ اللفظیۃ انہ غیر شامل للمضاف الیہ بالاضافۃ اللفظیۃ لکن ظاہر من کلام المصنف فی المتن والصریح فی شرحہ ان التقسیم الی الاضافۃ المعنویۃ اللفظیۃ انما ھو لاضافۃ بتقدیر حرف الجر لکنہ لم یتبین تقدیر الحرف فیما لا فی المتن ولا فی شرحہ ولم یتعرض فیہ من سائر مصنفاتہ وقد تکلف بعضھم فی اضافۃ المصدر الی مفعولہ مثل ضارب زید بتقدیر اللام للتعلیل ای ضارب لزید دون اضافتہا الی فاعلہا مثل اعجبنی حسن الوجہ بتقدیر من البیانیۃ فان ذکر البیانی قولنا جاءنی زید الحسن الوجہ بمنزلۃ التمییز فان فی اسناد الحسن الی زید ابہاما ما فاذا علم ان ای شئی منہ حسن فاذا ذکر الوجہ فکانہ قال من حیث الوجہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اضافت کے ساتھ تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع کی ممانعت کی دلیل اور وجہ بیان فرماتے ہیں کہ مضاف کو تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی کرنا اس لئے ضروری ہے کہ تنوین اور نون مذکور کلمہ کے تمام ہونے کی دلیل ہے جب نحات نے دو کلموں کا امتزاج چاہا جس کے ذریعہ سے اول کلمہ ثانی سے تعریف یا تخصیص یا تخفیف حاصل کر سکے تو اول کلمہ کے تمام ہونے کی علامت کو حذف کر ڈالا اور اس کو ثانی کلمہ سے ملا کر تمام کیا لہذا اب تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع کی جس پر کلمہ تمام ہو جاتا ہے کوئی ضرورت نہ رہی پس بہ نظر مذہب قوم کے کہ وہ اضافت لفظی میں حرف جر کی تقدیر کے قائل نہیں مصنف کا اپنی تعریف کی بناء پر متبادر ہر کہ یہ تعریف اضافت لفظی کے مضاف الیہ کو شامل نہیں ہے لیکن مصنف کا اپنے متن کلام کے ظاہر اور اس کی شرح کی تصریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اضافت کی تقسیم معنوی اور لفظی کی طرف صرف بناء بر اس اضافت کے ہے جس میں حرف جر مقدر ہو لیکن اس کو مصنف نے نہ متن میں بیان کیا ہے اور نہ شرح میں اور نہ ان کی باقی تصنیفات میں اس کے متعلق کوئی ذکر آیا ہے اور بعض نحات نے صفت کی اضافت کو مفعول کی طرف مکلف کر کے بناء بر تقویت عمل کے مقدر بلام ظہرادیا ہے جس کے تقدیر ضارب لزید ہوتی ہے اور فاعل کی طرف صفت کی اضافت میں تقدیر من بیانیہ کی قائل ہوئی ہیں جس کی مثال الحسن الوجہ ہے کیونکہ جاءنی زید الحسن الوجہ کی قول میں وجہ کا ذکر کرنا بمنزلہ تمیز کی ہے کیونکہ زید کی طرف حسن کے اسناد میں ابہام تھا اس لئے کہ اس سے یہ معلوم نہیں تھا کہ زید کی کونسی جز اچھی اور حسن ہے جب اس کے بعد وجہ کا ذکر کیا تو گویا زید حسن من حیث الوجہ کہا لہذا اب وہ ابہام مذکور رفع ہوا فان قلت ھذا فی التخصیص للایضاح ان الاضافۃ اللفظیۃ لاتفید الا التخفیف فی اللفظ یہ ایک سوال ہے فان قلت ذکر لوجہ فی قولنا جاءنی زید الحسن الوجہ بمنزلۃ لتمییز الخ کے قول پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تقدیر مذکور کی بناء پر حقیقت میں اضافت لفظی مفید تخصیص ہوئی پس مصنف کا یہ کہنا کہ اضافت لفظی صرف مفید تخفیف فی اللفظ کے ہوتی درست اور صحیح نہیں ہے فلما کان ھذا التخصیص والتعامل الاضافۃ لا یکون مما تفید الاضافۃ لیست فائدۃ الاضافۃ الا التخفیف فی اللفظ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے مذکور سوال کا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ تخصیص مذکورہ اضافت سے بیشتر واقع ہوئی ہے پس یہ اضافت سے حاصل نہیں ہوئی لہٰذا اضافت لفظی کا فائدہ صرف تخفیف فی اللفظ ٹھہری وھی ای الاضافۃ بتقدیر حرف الجر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ھی کی ضمیر مرفوع اضافت کی طرف راجع ہے یعنی اضافت بتقدیر حرف الجر کی دو قسمیں ہیں اول اضافت معنوی دوم اضافت لفظی معنویۃ ای منسوبۃ الی المعنٰی لاضافتہ معنًی فی المضاف تعریفا او تخصیصا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اضافت معنوی کی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں کہ اضافت معنوی وہ ہے جو منسوب الی المعنٰی ہو اور اس کو اضافت معنوی اس لئے کہتے کہ وہ مضاف کی تعریف یا تخصیص کے معنٰی کا فائدہ دیتی ہے یعنی اضافت معنوی سے مضاف معرفہ ہو جاتا ہے یا تخصص یہ اضافت معنوی کا فائدہ ہے ولفظیۃ ای منسوبۃ الی اللفظ فقط دون المعنٰی لعدم سرایتھا الیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیہ الرحمۃ اضافت لفظ کی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں کہ اضافت لفظی وہ ہے جو لفظ منسوب الی اللفظ ہو معنٰی کا اس میں کوئی دخل نہ ہو کیونکہ اضافت لفظی کی سرایت معنٰی کی طرف نہیں ہوتی ہے بلکہ لفظ کی طرف اس کا اثر متوجہ ہوتا ہے فالمعنویۃ علامتھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فالمعنویۃ کا قول ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور ان یکون کا قول بتاویل کون ہو کر اس کی خبر واقع ہوئی اور خبر مبتداء پر محمول ہوتی ہے۔ اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ اس سے صرف وصف کا عمل ذات پر لازم ہوتا ہے اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان یکون کا قول بتاویل کون ہو کر مبتداء محذوف علامتھا کی خبر ہے اور یہ مبتداء اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر فالمعنویۃ کی خبر واقع ہوئی ہے ان یکون المضاف فیھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا ہے کہ فیھا کی ضمیر مجرورہ اضافت کی طرف راجع ہے غیر صفۃ کاسم الفاعل والمفعول والصفۃ المشبھۃ یعنی اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ مضاف اس میں غیر صفت ہو یعنی اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ وغیر بانہ ہو مضافۃ الی معمولھا فاعلا او مفعولا قبل الاضافۃ سواء لم یکن صفۃ کغلام زید او کان صفۃ ولکن غیر مضافۃ الی معمولھا بل الی غیر کضارع مصر وکریم البلد واحترز بہ عن نحو ضارب زید وحسن الوجہ یعنی اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ اس میں مضاف صفت اپنے معمول یعنی اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف قبل اضافت نہ ہو یہ عام ہے خواہ صفت بالکل نہ ہو جیسے غلام زید میں مضاف ہو جیسے مضارع مصر اور کریم البلد کی امثال میں مصر اور بلد کے الفاظ مضارع اور کریم کے الفاظ کے معمول نہیں بلکہ ظرف ہیں اور غیر مضافۃ کی قید سے ضارب زید اور حسن الوجہ سے احتراز کیا کیونکہ یہاں ضارب اور حسن کے الفاظ صفات اپنے معمولوں کی طرف مضاف واقع ہوئے ہیں وھی ای الاضافۃ المعنویۃ بحکم الاستقراء اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کیا کہ ھی کی ضمیر اضافت معنوی کی طرف راجع ہے یعنی اضافت معنوی کے استعمال کے بحکم استقراء تین طریقے میں اول بمعنٰی لام دوم بمعنٰی من سوم بمعنٰی فی اما بمعنی اللام فیھا ای فی المضاف الیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ نے فرمایا ہے کہ اضافت معنوی مفید فائدہ فی اللفظ والمعنٰی دونوں کے ہے اور اضافت لفظی صرف مفید فائدہ فی اللفظ کے ہے اس فرق کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ اضافت معنوی میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے انفصال لفظ اور معنٰی دونوں میں ہوتا ہے پس جب اضافت کی گئی تو لفظ میں انفصال حاصل ہوا اس اتصال کی بنا پر فائدہ لفظی مرتب ہوا اور اس اتصال لفظی کے ساتھ معنوی اتصال بھی حاصل ہوا پس فائدہ معنوی بھی مرتب ہوا اور اضافت لفظی میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے لفظ میں انفصال ہے اور معنٰی میں اتصال جب اضافت کی گئی تو اتصال فی اللفظ حاصل ہوا اس لئے یہ اضافت صرف مفید فائدہ لفظی ٹھہری اور انفصال فی المعنٰی کی صورت یہ ہے کہ لفظ کے اسقاط کے مقابلہ میں عقل ملاحظہ سے بعض معانی بھی ساقط ہو جائیں گے اور اضافت لفظی میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ معنٰی اضافت کے بیشتر جس حالت پر رہتے ہیں اس حالت پر بعد اضافت بھی باقی رہتے ہیں و التخفیف

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللفظی اما فی لفظ المضاف فقط بحذف التنوین حقیقة مثل ضارب زید او حکما مثل حواج بیت اللّٰه او بحذف نوفی التثنیة والجمع مثل ضاربا زید وضاربو زید واما فی لفظ المضاف الیه فقط بحذف الضمیر والاستار فی الصفة کالقائم الغلام کان اصله القائم غلامه حذف الضمیر من غلامه واستتر فی القائم واضیف القائم الیه للتخفیف فی المضاف الیه فقط واما فی المضاف والمضاف الیه معاً نحو زید قائم الغلام اصله قائم غلامه فالتخفیف فی المضاف بحذف التنوین وفی المضاف الیه بحذف الضمیر واستاره فی الصفة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تخفیف کا عموم بتاتے ہیں کہ یہ تخفیف لفظی عام ہے خواہ صرف مضاف کے لفظ میں ہو اور یہ تنوین حقیقی کے حذف کرنے سے حاصل ہوگی جیسے ضارب زید کی مثال میں ہے یا تنوین حکمی کے حذف کرنے پر متصور ہوگی جیسے حواج بیت اللہ کی مثال میں حواج کی تنوین بوجہ غیر منصرف ہونے کے حکماً محذوف مانی جاتی ہے یا یہ تخفیف لفظی نون تثنیہ اور نون جمع کے حذف کرنے سے حاصل ہوگی جیسے ضاربا زید اور ضاربو زید میں ہے اول مثال نون تثنیہ اور ثانی مثال نون جمع کے حذف کی ہے خواہ یہ تخفیف لفظی مضاف کے لفظ میں ہو خواہ صرف مضاف الیہ کے لفظ میں ہو اور یہ ضمیر کے حذف کرنے اور صفت میں اس کے مستتر ماننے سے حاصل ہوگی جیسے القائم الغلام کی مثال میں ہے کہ یہ اصل میں القائم غلامہ تھا غلامہ کی ضمیر محذوف کی گئی اور القائم صفت میں مستتر مانی گئی اور القائم کی اضافت اس طرف کی گئی تاکہ صرف مضاف الیہ کے لفظ میں تخفیف حاصل ہو اور یا یہ تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں کے الفاظ میں ہوگی جیسے زید قائم الغلام میں ہے کہ یہ اصل میں قائم غلامہ تھا پس تخفیف مضاف کے لفظ میں تنوین کے حذف کرنے سے اور مضاف الیہ کے لفظ میں ضمیر کے حذف کرنے اور صفت میں مستتر ماننے سے حاصل ہوگئی ہے ومن ثم ای من جهة وجوب افادة الاضافة اللفظية التخفيف وانتفاء كل واحد من التعريف والتخصيص اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ کلمہ من اجلیہ مفید معنیٰ علت کے ہے یعنی اس جہت سے کہ اضافت لفظی کا مفید تخفیف فی اللفظ ہونا ضروری اور واجب ہے اور تعریف اور تخصیص دونوں کی انتفاء کا باعث ہے اس لئے مررت برجل حسن الوجہ کی ترکیب جائز ہے جاز تركيب مررت برجل حسن الوجه باضافة الصفة الى معمولها وجعلها صفة للنكرة فمن جهة انها لم تفد تعريفا جاز هذا التركيب یعنی چونکہ ترکیب مذکور میں اضافت لفظی صفت کی اپنے معمول کی طرف کی گئی ہے اور اس کو رجل نکرہ کی صفت ٹھہرائی گئی ہے اور یہ اضافت مفید تعریف اور تخصیص بھی نہیں اس لئے یہ ترکیب جائز ٹھہری وامتنع تركيب مررت بوجه حسن الوجه فان افادت تعريفاً لم يجز الاول للزوم كون المعرفة صفة للنكرة ولجاز الثانی لكون المعرفة اذصفة للمعرفته یعنی اضافت لفظی مفید تعریف نہیں کیونکہ اگر مفید تعریف مانی جائے تو اس تقدیر پر ترکیب اول جائز نہ ہوگی کیونکہ اس سے معرفہ کا نکرہ کے لئے صفت ہونا لازم ہو جائیگا اور یہ جائز نہیں ہے اور ثانی ترکیب جائز ٹھہرے گی کیونکہ یہاں معرفہ کا معرفہ کے لئے صفت ہونا لازم ہوگا اور یہ درست ہے حالانکہ امر بالعکس ہے یعنی ترکیب اول جائز اور ترکیب ثانی ممتنع ہے اس سے معلوم ہوا کہ اضافت لفظی مفید تعریف نہیں ہے والمراد ان المشاد اليه ثم وهو مجموع امور ثلاثه وجوب افادة الاضافة اللفظية التخفيف وانتفاء التعريف وانتفاء التخصيص ليستلزم جواز التركيب الاول امتناع الثانی ولايلزم من ذالک ان يكون لكل واحد من تلک الامور دخل فی ذالک الاستلزام بل يجوز ان يكون باعتبار بعضها فلايرد انه لا دخل فی ذالک الاستلزام لانتفاء التخصيص اس میں شارح

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ ثم کے مشارالیہ تین امور میں اول حصول تخفیف فی اللفظ دوم انتفاء تعریف سوم انتفاء تخصیص پس اس تقدیر پر مناسب ہے کہ ان جملہ امور ثلاثہ کا اس تفریع میں دخل ہو حالانکہ امر ایسا نہیں کیونکہ انتفاء تخصیص کا اس تفریع میں کوئی بھی دخل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ مسلم ہے کہ ثم کے مشارالیہ مجموعہ تین امر ہیں وجوب فائدہ اضافت لفظی تخفیف فی اللفظ اور انتفاء تعریف اور انتفاء تخصیص جس کی بنا پر ترکیب اول کا جواز اور ترکیب ثانی کا امتناع لازم آتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان امور ثلاثہ میں سے ہر ایک امر کا اس استلزام میں داخل ہو کیونکہ جائز ہے کہ یہ دخل استلزام باعتبار بعض امور کے ہو لہٰذا اس تقدیر پر اب انتفاء تخصیص کے عدم دخل کا اعتراض مذکور بالا وارد نہیں ہو سکتا ہے **ومن جهة انها تفيد تخفيفاً** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ اوپر ومن ثم الخ کے قول پر عطف ہے یعنی اس جہت سے کہ اضافت لفظی مفید تخفیف ہوتی ہے اس لئے الضاربا زید والضاربوزید کی ترکیب جائز ہے جاز ترکیب اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ جاز کا فاعل ترکیب کا لفظ ہے الضاربا زید والضاربوزید لحصول التخفيف بحذف النون یعنی یہ ترکیب اس لئے جائز ہے کہ اس میں تخفیف بوجہ حذف نون تثنیہ اور جمع کے حاصل ہوئی ہے اور الف لام کے داخل ہونے سے تعریف مضاف پیدا نہیں ہوئی ہے اس لئے یہاں یہ اضافت درست اور صحیح ٹھہری **وامتنع الضارب زيد لعدم التخفيف لان بتنوين الضارب انما سقط للالف واللام لا للاضافة ولا شك ان لادخل في هذا التفريع لاشفاء التعريف ولالانتفاء التخصيص بل يكفي فيه وجوب التخفيف فقط** یعنی الضارب زید کی ترکیب اسلئے ممنوع ہے کہ اس میں تخفیف لفظی حاصل نہیں ہوئی ہے کیونکہ الضارب کی تنوین صرف الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے محذوف نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تفریع میں نہ انتفاء تعریف کا کوئی دخل ہے اور نہ انتفاء تخصیص کا بلکہ اس میں صرف وجوب تخفیف ہی کافی ہے **وعلى هذا كان الانسب تقديم هذا الفرع لكنه اخره لكثرة لواحقه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ پر لازم اور واجب تھا کہ اس تفریع کو تفریع اول پر مقدم کرتے کیونکہ اس کی تقدیم دو وجہوں سے اولیٰ ہے اول یہ کہ اس کی اصلیت صریحاً مذکور ہے اور اول تفریع کی اصلیت کلام کے مفہوم سے معلوم ہوتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مذکور مفہوم پر مقدم ہوا کرتا ہے دوسرے یہ اس تفریع کی اصلیت مفرد ہے اور اول کی اصلیت مرکب ہے اور یہ معلوم ہے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ مسلم اور انسب تھا کہ اس تفریع کو تفریع اول پر مقدم کرتے لیکن مصنف کافیہ نے اس کو موخر اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس کے لواحق کثیر ہیں خلافاً **الفراء فانه يجوز تركيب الضارب زيد اما لانه توهم ان دخول لام التعريف انما هو بعد الاضافة فحصل التخفيف بحذف التنوين بسبب الاضافة ثم عرف باللام واجاب المصنف عنه في شرحه بانه غير مستقيم لان القول بتاخر اللام المتقدمة حساً على الاضافة مجرد ادعاءٍ مخالف للظاهر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر کے حکم میں فراء کی مخالفت اور اس کے قول کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ فراء الضارب زید کی ترکیب میں مصنف کافیہ کی مخالفت کرتے اور اس ترکیب مذکور کو دو دلیلوں سے جائز قرار دیتے ہیں دلیل اول یہ ہے کہ فراء کا زعم اور توہم ہے کہ الف لام تعریفی کا دخول اضافت کے بعد ہی ہوا ہے پس بسبب اضافت کے تنوین کے حذف کرنے سے تخفیف لفظ میں حاصل ہوگئی اور الف لام تعریفی کا دخول اس کے بعد میں ہوا ہے اور مصنف کافیہ نے فراء کے اس قول اور دلیل کا جواب اپنی شرح میں اس طرح دیا ہے کہ فراء کا یہ قول اور دلیل ٹھیک نہیں کیونکہ الف لام متقدمہ حساً

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے تاخیر کا قول خالی دعویٰ بلا دلیل مخاطب ظاہر کے ہے اس لئے کہ ظاہر میں الف لام کا اضافت پر تقدم معلوم ہوتا ہے و اما لما وقع فی شعر الاعشی من قوله ع الواهب مائة الهجان و عبدها فان قوله و عبدها بالجر معطوف علی المائة فصار المعنٰی باعتبار العطف الواهب عبدها فهو من باب الضارب زید فلما لا یمتنع ذالک حیث اتٰی به بعض الباناء لا یمتنع هذا انا جاب المصنف عنه بقوله یہ اوپر امالانہ تو ہم کے جملہ پر عطف ہے اور فراء کی دوسری دلیل ہے یعنی فراء الضارب زید کی ترکیب کو بنا بر توہم دخول الف لام جائز قرار دیتے ہیں یا بنا بر قول کے کیونکہ اسی قسم کی ترکیب اعشی شاعر کے قول الواہب مائة الجان و عبدہا میں واقع ہوئی ہے اس میں عبدہا کا قول باالجر المائة کے لفظ پر عطف ہے پس باعتبار اس عطف کے اس قول کے معنٰی اور تقدیر الواہب عبد ہا ٹھہری پس یہ مثل الضارب زید کے ہوا پس جس طرح یہ ترکیب منع نہیں کیونکہ اس کو بعضے بلغاء نے استعمال کیا ہے اسی طرح یہ بھی منع نہیں ہے اور مصنف کافیہ نے اس کا جواب ضعف کے قول دیا ہے جس کی تشریح آگے چل کر کی جائے گی و ضعف ع الواهب المائة الهجان وعبدها یعنی ان هذا القول ضعیف لا یقوی فی الفصاحة یستدل به لما عرفت من امتناع مثل الضارب زید لعدم الفائدة فی الاضافة اس میں فراء کی دلیل کا جواب ہے کہ یہ الواہب المائة الهجان و عبادها کا قول ضعیف ہے اور اس کی فصاحت کمزوری اس میں ایسی قوت نہیں جس کی بنا پر اس کو استدلال میں پیش کر سکے اور اس کے ضعف کی وجہ وہی ہے الضارب زید کی مثال میں معلوم ہو چکی ہے اور وہ اضافت کا عدم مفید ہونا ہے وہ یخفی ان فیه مثوب مصاررة علی المطلوب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس میں مصاورہ علی المطلوب کا شابہ پایا جاتا ہے کیونکہ الضارب زید کی ترکیب کا امتناع اس استدلال کے ضعف پر موقوف ہے اور اس استدلال کا ضعف اس دلیل کے ضعف پر موقوف ہے جو الضارب زید کی ترکیب کے امتناع پر دلیل ہے فائدۃ مصادر علی المطلوب کی چار قسمیں ہیں اول یہ کہ مدعٰی عین دلیل ہو دوم یہ کہ مدعی دلیل کا جز ہو سوم یہ کہ مدعی دلیل کی صحت پر موقوف ہو چہارم یہ کہ مدعی دلیل کے جز پر موقوف ہو اور یہ چاروں قسمیں باطل ہیں کیونکہ اس سے دور اور تسلسل لازم ہوتا ہے اور یہ باطل ہے لازم کے بطلان سے ملزوم کا بھی بطلان لازم ہوتا ہے الهم ان یقال المراد به انه ضعیف فی استدلال به اذ لالضن فیه علی الجرنانه یحتمل النصب حملا علی المحل او علی انه مفعول معه او لانه قد یحتمل فی المعطوف مالا یحتمل فی المعطوب علیه کما فی رب شاة سخلتها حیث جاز هذا التركیب ولم یجز رب سخلتها بادخال رب علی سخلتها بدون العطف و البیت بتمامه الواهب المائة الهجان و عوذاً وعبدها لیرجی خلفها اطفالها ای ممدوحه الواهب للمائة الهجان ای البیض من النوق یستوی فیه الجمع و الواحد و الهجان صفة للمائة بدل عنها او من قبیل الثلاثة الاثواب کما هو مذهب الکوفیة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر مصاورہ والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ اس شعر کے ضعف کی مراد یہ ہے کہ اس شعر سے استدلال لینا صحیح نہیں کیونکہ اس شعر میں عبدہا کے قول کے جر پر تصریح نہیں اس لئے جائز ہے کہ یہ منصوب ہو بنا بر عطف محل مائۃ یا منصوب بنا بر مفعول معہ کے ہو یا اس لئے کہ بسا اوقات معطوف میں احتمال اس کا ہوتا ہے جس کا احتمال معطوف علیہ میں نہیں ہوتا ہے جیسے رب شاۃ سخلتہا کی مثال میں ہے کہ یہ ترکیب سخلتہا کے قول پر کلمہ رب داخل کر کے بغیر واو عطف کے جائز نہیں اور واو عاطف کے ساتھ جائز ہے اور پورا شعر یہ ہے الواہب المائة الهجان و عبدہا عوذاً یزجی خلفہا

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الفالها جس کے معنٰی یہ ہیں کہ شاعر ممدوح سوسفید اونٹوں اوران کے چرانے والوں کے بخشنے والے ہیں درآنحالیکہ وہ نئے بچے والے ہیں جن کے بچے پیچھے چلائے جاتے ہیں ہجان کے معنٰی سفید کے ہیں اس میں جمع اور واحد دونوں برابر ہیں اور یہ لفظ ترکیب میں مائۃ کے لفظ کی صفت اور اسی سے بدل واقع ہوا ہے یا یہ شعر الثلاثۃ ثواب کے قبیلہ سے ہی جیسا کہ یہ کوفیہ کا مذہب ہے گویا یہ ضعف کی دوسری وجہ ہے **و عبدها ای راعیها تشبیها له بالعبد لقیامه بحق خدمتها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عبد کی اضافت ہجان کی طرف درست نہیں کیونکہ عبد کی اضافت اپنے مالک کی طرف ہوتی ہے مالک کے سوا کسی دوسری شے کی طرف نہیں ہوتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عبد کے مجازی معنٰی راعی کے مراد ہیں حقیقی عبد مراد نہیں ہے اور علاقہ مجاز یہ ہے کہ جس طرح عبد حقیقی اپنے مالک کے حق خدمت کو ادا کرتا ہے اسی طرح راعی بھی حق خدمت رعی کو انجام دیتا ہے **او عبدها حقیقة بالاضافة لادنیٰ ملابسته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا مراد عبد سے عبد حقیقی ہے لیکن ہجان کی طرف اس کی اضافت باعتبار ادنیٰ مناسبت کے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح غلام مالک کی حق خدمت ادا کرتا ہے اسی طرح راعی بھی حق خدمت رعی کو انجام دیتا ہے **عوذاً بالذال المعجمة جمع عائذ ای حدثیات النتائج حال من المائیة یزجی باللتر ای المعجمة و الحیم علی صیغة العلوم المذکر ای یستوق و فاعله ضمیر العبد و اطفالها منصوب علی المفعولیتا واعلی صیغة المجهول المؤنث و اطفالها مرفوع علی انه مفعول مالم یسم فاعله و حقیقة الامر لا تنکشف الابعد معرفة حرکة حرف المهدی من القصیدة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعر مذکور کے لغوی تحقیق کرتے ہیں کہ عوذ کا لفظ ذال معجمہ کے ساتھ عائذ کی جمع ہے جس کے معنٰی حدثیات نتائج کے ہیں اور یہ ترکیب میں مائۃ کے لفظ سے بنا بر حال منصوب ہے یزجی زائے معجمہ اور جیم کے ساتھ بصیغہ معلوم مذکر واحد ہے جس کے معنٰی یسوق یعنی چلانے کے ہیں اور یزجی کا فاعل یزجی کی ضمیر مرفوع جو عبد کی طرف راجع ہے اور اطفالہا کا لفظ بنا بر مفعولیت منصوب ہے یا یہ لفظ تزجی بصیغہ مجہول واحدہ مؤنث ہے اور اطفالہا کا لفظ بنا بر مفعول مالم یسم فاعلہ ہونے تزجی کے مرفوع ہے اور حقیقت امر جب ہی معلوم ہوگی جب اس قصیدہ کے حرف ردی کی حرکت معلوم ہو جائے گی کہ منصوب ہے یا مرفوع یا مجرور **واما لا نه قاسه علی الضارب الرجل و الضاربک فاجاب المصنف عنه بقوله** یہ فراء کی تیسری دلیل ہے جس کی تشریح یہ ہے الضارب زید کی ترکیب اس لئے جائز ہے کہ الضارب الرجل و الضاربك کی ترکیبوں پر قیاس ہے یعنی جس طرح یہ تراکیب مذکورہ جائز ہیں اسی طرح الضارب زید کی ترکیب بھی جائز ہے مصنف کافیہ نے اس دلیل کا جواب **و انما جاز الضارب الرجل یعنی کان القیاس عدم جوازه لانتقاء التخفیف لزوال التنوین باللام لکنه جاز** یعنی الضارب الرجل کی ترکیب میں قیاس یہ ہے کہ جائز نہو کیونکہ اس میں تخفیف حاصل نہیں ہوئی ہے کیونکہ اس میں تنوین الف لام کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے نہیں لیکن یہ ترکیب حسن الوجہ پر حمل کر کے جائز قرار دیگئی ہے **حملاً علی الوجه المختار فی الحسن الوجه و هو جر الوجه بالاضافة و فیه و جهان اخر ان رفعه علی الفاعلیة و نصبه علی التشبیه بالمفعول ووجهه الحمل اشترا کهما فی کون المضاف صفة و امضاف الیه جنساً معرفین باللام وهذا الاشتراک مفقود بین الضارب زید و الحسن الوجه فقیاسه علیه قیاس مع الفارق** یعنی الضارب الرجل کی ترکیب بنا بر حمل وجہ مختار

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے حسن الوجہ پر جائز ہے اور وہ بنابر اضافت وجہ کے لفظ کا مجرور ہونا ہے جو مفید تخفیف ہے اور اس میں یہ تخفیف بسبب حذف ضمیر اور استثناء فی الصفۃ کے حاصل ہوئی ہے کیونکہ الحسن الوجہ اصل میں الحسن وجہہ تھا اور اس الحسن الوجہ کی ترکیب میں علاوہ جز کے دو وجہیں اور بھی ممکن ہیں رفع بنابر فاعلیت اور نصب بنابر تشبیہ بالمفعول کیونکہ الوجہ کا لفظ بمنزلہ تمیز کے ہی جس کی تشریح بیان ہو چکی ہے اور یہاں وجہ حمل ان دونوں ترکیبوں کی اشتراک ہے مضاف کی صفت ہے اور مضاف الیہ اس کا جس معرفہ باللام ہو اسی طرح الضارب الرجل کی ترکیب میں بھی مضاف صفت اور مضاف الیہ معرفہ باللام ہے اسی وجہ سے اس کا الحسن الوجہ پر حمل کر کے جواز کا حکم دیا ہے بخلاف الضارب زید اور الحسن الوجہ کے ان میں یہ اشتراک مذکورہ مفقود ہے اس لئے یہاں الضارب زید کی ترکیب کا الحسن الوجہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے **والضاربک یعنی انما جاز الضاربک مع ان القیاس عدم جوازہ لما عرفت** یعنی الضاربک کی ترکیب میں قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو لیکن اس کا جواز بوجہ اس دلیل کے ہے جس کو تم معلوم کر چکے ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے **وکذا شبہ وھو الضاربی والضاربہ وغیر ھما فیمن قال ای فی قول من قال یعنی سیبویہ واتباعہ انہ ای الضارب فی الضاربک مضاف دون من قال انہ غیر مضاف والکاف منصوب الحمل علی المفعولیۃ والتنوین محذوف لاتصال الضمیر لاالا ضافۃ فانہ لا یحتاج جوازہ الی حمل** یعنی الضاربک کی ترکیب اور اسی طرح اس کے مشابہ جیسے الضاربی والضاربہ وغیر ہما ترکیبیں سیبویہ اور ان کے اتباع کے قول میں جائز ہیں کیونکہ یہ لوگ الضاربک کی ترکیب میں الضاربک کے لفظ کو مضاف مانتے ہیں بخلاف ان کے علاوہ نحات کے کہ وہ غیر مضاف قرار دیتے اور کاف کو بنابر مفعولیت منصوب المحل ٹھہراتے ہیں اور تنوین کو بوجہ اتصال ضمیر کاف کے محذوف مانتے ہیں نہ بوجہ اضافت پس اس تقدیر پر یہاں جواز کے لئے حمل کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے بخلاف سیبویہ اور ان کے اتباع کے کہ ان کے قول میں جواز کے لئے حمل ضروری اور لازمی ہے **حملاً ای لمحمولیۃ علی ضاربک فاتحد فاعل المفعول لہ والفعل المعلل بہ اعنی جاز** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حمل محمولیت مراد لیکر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ ترکیب میں مفعول لہ ہے اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ فاعل مفعول لہ اور فعل کا متحد ہوتا ہے اور یہاں متحد نہیں کیونکہ یہاں مفعول لہ کا فاعل متکلم اور فعل جاز کا فاعل الضاربہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محمولیۃ کے لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ یہاں حمل مصدر بمعنی محمول مفعول کے ہے اب اس تقدیر پر مفعول لہ کا فاعل اور فعل معلل بہ یعنی جاز کا فاعل دونوں متحد ہو گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حملا کا لفظ مفعول لہ اس فعل کا ہو جو جاز سے معلوم ہوتا ہے اور وہ جوز وا ہے پس اس تقدیر پر حملاً کا لفظ مصدر بمعنی اسم فاعل حامل کے ہوگا اور یہ بھی جائز ہے کہ فعل قال ہو پس اس تقدیر پر بھی مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل متحد ہوگا **وبیانہ انھم اذا وصلو اسماء الفاعلین والمفعولین مجردۃ عن اللام بمفعولا تھا وکانت مضمرات متصلات التزموا الاضافۃ ولم ینظر واالی تحقق تخفیف فقالو اضاربک وان لم یحصل التخفیف بالاضافۃ بل بنفس التصال الضمیر ثم لما لم یعتبر التخفیف فی ضاربک وجرزوہ بدونہ حملو الضاربک علیہ لانھما من واحد حیث کان کل منھما اسم فاعل مضافا الی ضمیر متصل محذوفا تنویتہ قبل الاضافۃ لااللاضافۃ ولم یحملو االضارب زید علیہ لانھما لیسا من باب واحد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الضاربک کے ضاربک پر حمل کرنے کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس حمل کا بیان یہ ہے کہ جب عرب کے لوگ اسم فاعلون اور اسم مفعولون کو درآنحالیکہ مجرد عن اللام ہوں اپنے مفعولوں سے متصل کرتے ہیں درآنحالیکہ وہ ضمائر متصلہ ہوں تو

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان میں اضافت لازم ٹھہراتے ہیں اور تخفیف کے تحقق کی طرف نظر نہیں کرتے پس ضاربک بالاضافت استعمال کرتے ہیں اگرچہ اضافت سے بیان تخفیف حاصل نہیں ہوتی بلکہ نفس اتصال ضمیر سے یہاں تخفیف حاصل ہوتی ہے چونکہ ضاربک کی ترکیب میں تخفیف کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور اس کو بغیر تخفیف کے بھی جائز ٹھہرایا اس لئے اس پر الضاربک کو حمل کر کے جائز قرار دیا کیونکہ یہ دونوں ترکیبیں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ ان دونوں ترکیبوں میں سے ہر ایک ترکیب میں اسم فاعل ضمیر متصل کی طرف مضاف ہوا ہے جس کی تنوین قبل از اضافت محذوف ہوگئی ہے اضافت کی وجہ سے محذوف نہیں ہوئی اور ضاربک کے ترکیب پر الضاربک زید کو اس لئے حمل نہیں کیا کہ یہ دونوں تراکیب ایک قسم کی ترکیبیں نہیں **والدلیل علی ان سقوط التنوین فی ضاربک لاتصال الکاف لااللاضافة انها لو سقطت بالاضافة لکان ینبغی ان یتصور ذلک اولاً علی وجه یکون الضمیر منصوباً بالمفعولیة ثم یضاف ویقال ضاربک کما یتصور ضارب زیداً ثم یضاف ویقال ضارب زیدٍ ولن یتصور ضاربک فعلم انها سقطت لاتصال الکاف لااللاضافة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ ضاربک کی ترکیب میں اضافت سے پیشتر تنوین ساقط ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضاربک کے تنوین کی سقوط کی وجہ اتصال ضمیر کاف کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تنوین بوجہ اضافت ساقط ہوتی تو اس صورت میں چاہیئے کہ ترکیب مذکورہ کا تصور اول ایسی وجہ پر کیا جائے جس میں کاف ضمیر بنابر مفعولیت منصوب ٹھہرے اس کے بعد اضافت کی جائے اور ضاربک کہا جائے جس طرح ضارب زید میں اول زید کا لفظ مضاف تصور کیا جاتا ہے اس کے بعد اضافت کی جاتی ہے اور ضارب زید بولا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہیئے حالانکہ ضارب ک متصور نہیں ہوسکتا پس اس سے معلوم ہوا کہ تنوین بوجہ اتصال ضمیر کاف کے ساقط ہوئی ہے بوجہ اضافت کے ساقط نہیں ہے **ولقائل ان یقال لم لایجوز ان یکون اصل ضاربک ضارب ایاک للفصل بالتنوین ثم اضیف حذف التنوین فصار الضمیر المنفصل متصلا فصار ضاربک وحصل التخفیف جداً ثم حمل الضاربک علیه لانهما من باب واحدٍ حیث کان کل منهما اسم فاعل مضافاً الی مضمر متصل من غیر اعتبار حذف تنوینهما قبل الاضافة لااللاضافة ولم یحملو االضارب زید علیه لانهما لیسا من باب واحدٍ** یہ ایک سوال ہے جو اوپر کی عبارت پر وارد ہوا ہے جسکی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی سائل یہ سوال کرسکتا ہے کہ کیوں جائز نہیں کہ ضاربک کی ترکیب کی اصل ضارب ایاک ہو بوجہ تنوین کی فصل کے پھر اضافت کی گئی ہو اور اضافت کی وجہ سے تنوین محذوف ہوگئی ہو اور ضمیر منفصل متصل ہوگئی ہو پس ضاربک ٹھہرا ہو اور لازمی طور پر تخفیف حاصل ہوگئی ہو پھر اس پر الضاربک کا حمل ہوگیا ہو کیونکہ اس صورت میں یہ دونوں ترکیبیں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ ان میں بھی ہر ایک اسم فاعل ضمیر متصل کی طرف مضاف ہے اور یہاں تنوین کے حذف کا کوئی اعتبار قبل اضافت نہیں ہے اور بوجہ اضافت کے حذف بھی نہیں ہے اور الضارب زید کو اس پر اس لئے حمل نہیں کیا کہ یہ دونوں ترکیبیں ایک قسم کی نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مذکور کو ظاہر کر کے جواب کو چھوڑ دیا ہے اس کا جواب اسی طرح دے سکتے ہیں کہ اضافت لفظی میں اضافت کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ تخفیف مضاف کی جانب میں ہو دوم یہ کہ تخفیف مضاف الیہ میں ٹھیرائی جائے مضاف میں تخفیف بوجہ حذف تنوین کے ہوتی ہے اور مضاف الیہ میں ضمیر کے حذف اور استثناء سے اور ضمیر منفصل کا ضمیر متصل سے بدل جانا ان دونوں قسموں میں سے نہیں ہے پس یہ عرب کی لغت کے مخالف ہے اس لئے سائل کی سوالی ترکیب قابل توجہ نہیں گویا یہ سوال اس قابل نہیں جس کا جواب دیا جاسکے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب کی طرف توجہ نہیں فرمائی **واعلم انا**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حملنا قوله وضعف الواهب المائة الهجان وعبدها وقوله الضارب الرجل الضاربك حملاعلى نظر ابنها على الاجوبة عن استدلالات القراء على جواز الضارب زيد من جانب المصنف على موافقة بعض الشارحين ولك ان تجعل كل واحدة منها اشارة الى مسئله على حدة مناسبة للحكم بامتناع الضارب زيد فمعنى قوله وضعف الواهب المائة الهجان وعبدها انه اضعف عطف المجرد عن اللام على المحل به المضاف اليه صفة مصدرة باللام لانه بتوسط العطف يصير مثل الضارب فيه كما عرفت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الواہب المائۃ الہجان وعبدہا اور الضارب الرجل اور الضاربک کے قولوں کے عمل کی وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے جو الواہب المائۃ الضارب الرجل اور الضاربك کے اقوال کا عمل اپنے نظیروں پر کر کے جائز ٹھیرایا ہے یہ بنابر جواب فراء کے استدلالات کے ہے جو فراء فی الضارب زید کی ترکیب کے جواز پر قائم کئے ہیں اور یہ جوابات مصنف کافیہ کی طرف سے بنابر موافقیت بعض شارحین کے دیئے گئے ہیں اور الضارب الرجل اور الضاربك کی ترکیبوں کی نظیرین الحسن الوجہ اور ضاربک کی ترکیبیں ہیں یہ جوابات تو بعض شراح کے موافقیت میں دیئے گئے ہیں مگر یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ تراکیب مذکورہ سے الضارب زید کے امتناع پر حکم لگانے کی بنا پر علیحدہ علیحدہ مسئلوں کی طرف اشارہ مقصود ہو جس کی تقدیر پر ضعف الواہب المائۃ الہجان وعبدہا کے قول کے معنی یہ ہونگے کہ مجرد عن اللام کا عطف معرفہ باللام کے اوپر جو مضاف الیہ اور صفت مصدر باللام ہو ضعیف ہے کیونکہ یہ بواسطہ عطف الضارب زید کی ترکیب کے مثل ہوگا جس کے امتناع کی ثبوتیں کافی تشریح ہو چکی ہے اور مجرد عن اللام سے یہاں مراد وعبدہا کا قول ہے اور معرفہ باللام سے مقصود یہاں الواہب کا لفظ ہے فانما لم يحكم عليه بالامتناع بل بالضعف لانه قد يحتمل فى المعطوف مالا يحتمل فى المعطوف عليه وحينئذ يندفع مافيه من توهم شالبة المصادرة على المطلوب على التقدير الاول وارجاع كل من الصورتين الاخرتين الى مسألة ظاهر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الواہب المائۃ الہجان کے قول کے ضعف کی دلیل بتاتے ہیں کہ اس ترکیب کے اوپر امتناع کا حکم نہیں لگایا بلکہ ضعف کا حکم لگایا کیونکہ معطوف میں احتمال ہے اس کا جس کا احتمال معطوف علیہ میں نہیں ہے اور اس وقت بنابر تقدیر مصادرہ علی المطلوب کا شائبہ اور شبہ بھی دفع ہو جسکی تشریح ہو چکی ہے اور صورتین آخرین کا ارجاع علیحدہ علیحدہ مسائل کی طرف ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں ہے ويتضمن الرد على القراء فى الاستدلال بهما اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس تقدیر ثانی پر فراء کے استدلالات کا جواب مفہوم نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس تقدیر پر ان دونوں ترکیبوں کے ضمن میں فراء کے استدلات کے جوابات بھی شامل اور مندرج ہیں غور کر کے معلوم کرنا چاہئے ولايضاف موصوف الى صفة مع بقاء المعنى المفاد بالتركيب الوصفى لجاله لان لكل من هنيا تى التركيب الوصفى والاضافى معنى اخر لايقوم احدهما مقام الأخر ولهذا المعنى بعنيه لاتضاف صفة الى الموصوف بهافلايقال مسجد الجامع بمعنى المسجد الجامع وجز دقطيفة بمعنى قطيفة جرو خلافاً للكوفية فان مسجد الجامع عندهم بمعنى المسجد الجامع وجرد قطيفة بمعنى قطيفة جرومن غير فرق یعنی موصوف کی اضافت اپنے صفت کی طرف اور صفت کی اضافت اپنے موصوف کی طرف مع وجود اور بقاء معنی متضاد ترکیب وصفی اور اضافی کے درسے نہیں ہے کیونکہ ترکیب وصفی اور ترکیب اضافی میں سے ہر ایک ترکیب علیحدہ علیحدہ معنی رکھتی ہے ایک کا معنی دوسرے معنی کے قائم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مقام نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ترکیب توصیفی کا مبنی اتحاد پر ہے درمیان صفت اور موصوف کے اور ترکیب اضافی کا مبنی مغائرت پر ہے درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے اور انکے درمیان منافات ظاہر ہے پس المسجد الجامع جس کے معنی المسجد الجامع کے اور جردقطیفہ جس کے معنی قطیفہ جرد کے ہوں نہیں کہہ سکتے ہیں بخلاف کوفیوں کے کہ یہ لوگ اس طرح استعمال کرنے کو جائز کہتے ہیں اس طرح استعمال میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں ویرد **علی القاعدة الاولیٰ وهو قوله لایضاف موصوف الی صفة** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ فرمائی ہے جو مصنف کے لایضاف موصوف الی صفة کے قاعدہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح اسطرح کرتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ مسجد الجامع اور جانب الغربی اور صلوٰۃ الاولیٰ اور لقبلۃ الحمقاء کے الفاظ سے منقوض ہے کیونکہ ان تراکیب میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف واقع ہوئی ہے باوجود اس کے کہ یہ جائز نہیں ہے آگے چل کر مصنف کافیہ اس کا جواب دینگے **ومثل مسجد الجامع وجانب الغربی وصلوٰة الاولیٰ ولقبلة الحمقآء فان فی کل واحد من هذه التراکیب اضیف موصوف الی صفة فان الجامع صفة المسجد والغربی صفة الجانب والاولیٰ صفة الصلوٰة والحمقاء صفة البقلة وقد اضیف الیها موصوفاتها** یہ اوپر والا سوال ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان تراکیب میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف واقع ہوئی ہے کیونکہ جامع مسجد کی صفت ہے اور غربی جانب کی اور اولیٰ صلوٰۃ کی اور حمقاء بقلہ کی صفت واقع ہوئی ہے اور یہاں موصوفات کی اضافت صفات کی طرف یقینی واقع ہوئی ہے لہٰذا قاعدہ اولیٰ ٹوٹ گیا **واجیب بان مثل هذاه التراکیب متاوّل** یہ اوپر والے نقص کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تراکیب مؤول ہیں اول مؤول بوقت ہے اور ثانی مؤول بمکان اور ثالث مؤول بساعت اور رابع مؤول بجہ ہے **فمسجد الجامع متاوّل لمسجد الوقت الجامع و ذالک یحتصل معنین احد هما ان یکون الوقت مقدراً فی نظم الکلام و یکون المسجد مضافاً الیه و الجامع صفة للوقت فیندفع الا یراد بوجهین فان الجامع لیس مضافا الیه ولا صفة للمضاف وثانیهما ان یکون الوقت محذوفاً الجامع قائماً مقام منطو یا علیه فیکون بمنزلة الصفات الغالبة فیضاف المسجد الیه فیندفع الا یراد بوجه واحد و هو ان الجامع لیس صفة للمضاف و علی هذا القیاس صلوٰة الاولیٰ و لقبلة الحمقاء متاوّل بصلوٰة الساعة الاولیٰ و لقبلة الجبة الحمقاء علی الاحتمالین المذکورین** پس اس تقدیر پر مسجد الجامع مسجد الوقت الجامع سے متاوّل ہے اور اس صورت میں اس کے دو معنوں کا احتمال ہے اول یہ کہ وقت کا لفظ نظم کلام میں مقدر مانا جائے اور مسجد اس کی طرف مضاف کردیا جائے اور الجامع کو وقت کی صفت ٹھیرائی جائے پس اس صورت میں نقض مذکورہ بالا دو وجہوں سے دفع ہوجائے گا کیونکہ الجامع کا لفظ نہ مضاف الیہ ہے مضاف کا اور نہ اس کی صفت اور ثانی یہ کہ وقت کا لفظ نظم کلام میں محذوف مانا جائے اور الجامع اس کے قائم مقام اور اس پر شامل ٹھہرایا جائے پس اس تقدیر پر یہ بمنزلہ صفات غالبہ کے ہوگا لہٰذا اس کی طرف مسجد کا لفظ مضاف کردیا جائے گا پس اس تقدیر پر بھی ایراد مذکور ایک ہی وجہ سے دفع ہوگا اور یہ کہ الجامع کا لفظ مضاف کی صفت نہیں ہے اور اسی پر قیاس کرکے صلوٰۃ الاولیٰ اور بقلۃ الحمقاء کے الفاظ بھی مؤول بصلوٰۃ ساعت اولے اور بقلۃ جبۃ الحمقاء بنابر احتمالین مذکورین سمجھنا چاہیئے **لا کن هذا التاویل لا یتمشی فی جانب الغربی فانه لا شک ان المقصود توصیف الجانب بالغربیة لا توصیف مکان هو جانبه** بھا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تاویل جانب الغربی میں جاری نہیں ہوسکتی کیونکہ یہاں مقصود صرف جانب کی توصیف ہے غربیت سے بمکان کی توصیف غربیت سے مقصود نہیں **الهم الا ان یقال ههناک مکانان**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جزء و کل فالمکان الذی اضیف الیه الجانب هو الجزء یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں دو مکان ہیں ایک مکان کل دوسرا مکان جز یہاں وہ مکان مراد ہے جو جز ہو جس کی طرف جانب کی اضافت کی گئی ہے و الاضافة بیانیة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مکان سے جزء مراد ہے تو اس صورت میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے مغائرت حاصل نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ اضافت اضافت بیانی ہے اور اضافت بیانی میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے مغائرت نہیں ہوتی بلکہ اتحاد ہوتا ہے و المکان الذی اعتبر الجانب بالنسبة الیه هو الکل فیستقیم المعنیٰ یہ اوپر فالمکان الذی الخ کے جملہ پر عطف ہے یعنی وہ مکان جسکی نسبت سے جانب معتبر کیا گیا ہے جو کہ غربیت ہے وہ کل ہے پس اس تقدیر کلام کے معنیٰ درست ہو گئے ویرد علی القاعدة الثانیة وهو قوله لاصفة الی موصوفها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر ویرد علی القاعدة الاولیٰ کے جملہ پر عطف ہے یعنی قاعدہ ثانی ولاصفة الی موصوفها کے اوپر اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب کے قول سے منقوض ہے کیونکہ یہ الفاظ اصل میں قطیفۃ جرد اور ثیاب اخلاق تھے صفت موصوف پر مقدم کی گئی اور اس کی اضافت اپنے موصوف کی طرف کی گئی باوجود اس کے یہ جائز نہیں ہے آگے چل کر مصنف اس کا جواب دیں گے مثل جرد قطیفة و اخلاق ثیاب فان اصلهما قطیفة جرد وثیاب اخلاق قدمت الصفة علی الموصوف واضیف الیه اصل میں یہ الفاظ قطیفۃ جرد اور ثیاب اخلاق تھے موصوف پر صفت مقدم ہو کر اس کی طرف اضافت کی گئی واجیب عنه بانه متاول بانهم حذفو القطیفة من قولهم قطیفة جرد حتی صار کانه اسم غیر صفة فلما قصدوا تخصیصه بکونه صالحا لان یکون قطیفة وغیرها بمثل خاتم فی کونه صالحا لان یکون فضة وغیرها اضافوا الی جنسه الذی یتخصص به کما اضافوا خاتماً الی فضة فلیس اضافة الیها من حیث انه صفة لها بل من حیث انه جنس مبهم اضیف الیها لتخصیص وعلی هذا القیاس اخلاق ثیاب یہ اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب کی ترکیبیں مؤول ہیں اس طرح کہ قطیفۃ جرد کے قول سے قطیفۃ کو محذوف کر دیا گویا یہ اسم غیر صفتی ہے پس جب اس کی تخصیص کا قصد کیا کیونکہ اس میں قطیفت اور غیر ہا کی صلاحیت ہے جس طرح خاتم میں فضۃ اور غیر فضۃ ہونیکی صلاحیت ہے پس جس طرح خاتم کو اپنے جنس فضۃ کی طرف بنا بر خصوصیت مضاف کر دیا اسی طرح یہاں بھی ترکیب مذکور میں بنا بر خصوصیت جنس کی طرف اضافت کر دی پس اس تقدیر پر جرد کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے نہیں کہ یہ اسکی صفت ہے کہ بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ جنس مبہم ہے قطیفۃ کی طرف اضافت کرنے کی بنا پر اس میں خصوصیت حاصل ہو گئی ہے اور اسی پر اخلاق ثیاب کی ترکیب کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے ولا یضاف اسم مماثل مشابه اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا یہاں مماثل کے معنیٰ مشابہ کے ہیں للمضاف الیه فی العموم والخصوص الی ذلک المضاف الیه سواء کانا مترادفین کلیث واسد فی الاعیان والحیث وحبس ومنع فی المعانی والاحداث او غیر مترادفین بل متساویین فی المصداق کالانسان والناطق یعنی جو اسم کہ مضاف الیہ کے عموم اور خصوص میں مشابہ ہو تو اس کی اس مضاف الیہ کی طرف اضافت درست نہیں اور یہ عام ہے خواہ وہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں مترادف فی المعنیٰ ہوں جیسے لیث اور اسد کے الفاظ مترادف فی المعنیٰ ہیں یا عیان اور حیثیت کی مثال ہے اور مترادف فی المعنیٰ والاحداث کی مثال حبس اور منع ہے یا خواہ غیر مترادف ہوں بلکہ متساوی فی المصداق

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہوں جیسے انسان اور ناطق کا بھی مصداق ہے اور مترادف کے معنی یہ ہیں کہ الفاظ مغائر معنی واحد ہو لعدم الفائدة فی ذکر المضاف الیه فانک اذا قلت رائت لیث اسد لایفید الامایفیده رایت لیثاً بدون ذکر الاسد واضافة اللیث الیه لغواً لافائدة فیه اس میں اوپر کے قاعدہ کلیہ کہ دلیل ہے کہ اسم مماثل کی اضافت اسلئے درست نہیں کہ اس میں مضاف الیہ کے ذکر کی بناء پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ جب رائت لیث اسد پڑھا جائے تو یہ بغیر ذکر اسد اور اس کی طرف لیث کی اضافت کے وہی معنی دیگا جو صرف رائت لیثاً کی ترکیب دیتی ہے پس اس صورت میں اسد کا ذکر کرنا اور اس کی طرف لیث کی اضافت کرنا لغو اور بے فائدہ ثابت ہوگا اس لئے یہ اضافت درست نہیں ہے اوپر مصنف کافیہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ احد المتساوین کی اضافت آخر کی طرف درست اور جائز نہیں اس پر یہاں ایک سوال مقدر وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کل الدراہم وعین الشئی کی ترکیبوں سے منقوض ہے کیونکہ ان میں احد المتساوین کی اضافت موجود ہے اور باوجود اس کے یہ جائز ہے آگے چلکر مصنف اس کا جواب دیں گے بخلاف اضافة العام الی الخاص فی مثل کل الدراهم وعین الشئی وانه ای المضاف فیهما اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فانہ کی ضمیر مضاف کی طرف راجع ہے یختص به ای یصیر خاصا بسبب اضافة الی المضاف الیه ولا یبقی اعلی عمومه سواء افادت الاضافة التعریف او التخصیص یعنی احد المتساوین کی اضافت جائز نہیں بخلاف اضافت عام کے خاص کی طرف کہ یہ درست ہے جیسے کل الدراہم اور عین الشئی کی مثالوں میں ہے کیونکہ ان مذکورہ ترکیبوں میں مضاف بہ سبب اضافت کے مضاف الیہ کی طرف خاص ہو جاتا ہے اور اپنے عموم پر باقی نہیں رہتا اور یہ عام ہے کہ یہ اضافت مفید تعریف کے ہو یا تخصیص کے یعنی ان تراکیب میں احد المتساوین کی اضافت نہیں بلکہ ان میں اضافت عام کی خاص کی طرف واقع ہوئی ہے اور یہ جائز ہے واعمیة العین عن الشئی اذا کان اللام فیه للعمد ظاهرة واما اذا کان للجنس ففیها اخفاء اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عین کی اعمیت مسلم نہیں کیونکہ عین مطلق موجود کو نہیں کہتے بلکہ خاص موجود فی الخارج کو کہتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ الشئی کے الف لام دو حالتوں سے خالی نہیں عہدی ہونگے یا جنسی اگر عہدی ہوں تو اس تقدیر پر عین کی اعمیت ظاہر ہے اور اگر جنس ہو تو اس صورت میں عین کی اعمیت میں خفاء اور پوشیدگی ہوگی کیونکہ شے لغت میں موجود و معدوم جواہر اور اعراض سب کو شامل ہے اسی طرح عین بھی ہے پس اعم نہیں ہوا یعنی اگر الف لام جنسی ہوں تو اس صورت میں عین کی اعمیت ظاہر ہے کیونکہ عین سے مراد وہ ہے جو قائم بذاتہ ہو خواہ موجود فی الخارج ہو خواہ موجود فی الذہن بخلاف شے کے کہ اس سے مراد صرف موجود فی الخارج ہی ہے ویرد علی قولهم لایضاف اسم مماثل للمضاف الیه فی العموم والخصوص قولهم سعید کرزفان سعید اوکرزا اسمان لمسمًّی واحد کلیث واسد مع انه اضیف احدهما الی الاخر یہ اوپر لایضاف اسم مماثل للمضاف الیه فی العموم والخصوص کے قاعدہ پر ایک نقض اور اعتراض ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ سعید کرز کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں سعید اور کرز کے الفاظ مسمّٰی واحد کے اسماء ہیں جیسے لیث اور اسد کے الفاظ ہیں اور باوجود اس کے یہاں ایک کی دوسری کی طرف اضافت واقع ہوئی ہے واجیب بانه متاول بحمل احدهما علی المدلول والاخر علی اللفظ فکانک اذا قلت جاء نی سعید کرز قلت جاء نی مدلول هذااللفظ یہ اوپر والے نقض اور اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سعید کرز کا لفظ مؤول ہے اس طرح کہ ایک مدلول پر محمول ہے اور دوسرا لفظ پر پس جب جاءنی سعید کرز پڑھیں تو گویا جاء نی مدلول ہذااللفظ پڑھ لیا یہ اضافت عام کی خاص کی طرف ہے اور یہ جائز ہے ولم یقولوا اکرز

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سعید لان قصدهم بالاضافة التوضیح واللقلب اوضح من الاسم غالباً اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ترکیب مذکور میں عکس کر کے کرز سعید کیوں نہیں کہا سعید کرز کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کرز سعید اس لئے نہیں کہا کہ اضافت سے مقصود توضیح ہوتی ہے اور قلب اسم سے اغلب اور اکثر واضح ہوتا ہے اسلئے سعید کرز کہا **واذا اضیف الاسم الصحیح وهوفی عرف النحاة ما لیس فی اخره حرف علت** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نحات کے عرفی اسم صحیح کی تعریف کرتے ہیں کہ اسم صحیح نحات کے عرف میں وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسا کہ کسی شاعر نے فرمایا ہے صحیح چیست بہ نزدیک **نحویان مالایکون آخره حرف علة اوالملحق به وهو مافی آخره واو اویاء قبلها ساکن وانما کان ملحقاً بایصحح لان حرف العلة بعد السکون لانثقل علیها الحرکة لمعارفة نفة السکون ثقل الحرکة ولان حرف العلة بعد السکون مثلها بعد السکون بعد استراحة اللسان ولاتثقل علیها الحرکة بعد السکون یعنی فی الاستبداء کذابعد السکون** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملحق بہ صحیح کی تعریف بتاتے ہیں کہ ملحق بہ صحیح وہ ہے جسکے آخر میں واؤ دیاء یا ماقبل ساکن ہو اور اسکو ملحق بہ صحیح اس لئے کہتے ہیں کہ حروف علت پر بعد سکون کے حرکت ثقیل نہیں ہوتی ہے کیونکہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کا معارض ہے اور دوسرے یہ کہ حروف علت بعد سکون کے استراحت لسان میں مثل اس حرف علت کے ہے جو بعد سکون کے واقع ہو اور یہ معلوم ہے کہ حرف علت پر بعد سکون کے حرکت ثقیل نہیں ہوتی یعنی جس طرح ابتداء میں ثقیل نہیں اسی طرح بعد سکون کے بھی ثقیل نہیں ہوگا **الی یاء المتکلم کسراٰخره للتناسب مثل ثوبی وداری فی الصحیح وظبی ودلوی فی الملحق به** یعنی جب اسم صحیح یا ملحق بہ صحیح کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس کے آخر کو بنا بر مناسبت یاء کے مکسورہ پڑھا جائیگا جیسے صحیح میں ثوبی اور داری کے الفاظ ہیں اور ملحق بہ صحیح میں ظبی اور دلوی کے کلمے ہیں **والیاء مفتوحة اوساکنة وقد اختلف فی ان ایهما الاصل والصحیح انه الفتح اذالاصل فی الکلمة التی علی حرف واحد هوالحرکة لئلا یلزم الابتداء بالساکن حقیقیة اوحکما والاصل فی مابنی علی الحرکة الفتح والسکون انما هو عارض للتخفیف** یعنی یائے متکلم کو بوجہ خفیف ہونے فتح کے مفتوح پڑھیں گے یا ساکن اور اس میں اختلاف ہے کہ اصل فتحہ ہے یا سکون اور صحیح یہی ہے کہ اصل فتحہ ہے کیونکہ اصل اس کلمہ میں جو ایک حرف کا ہو جیسے یاء متکلم ہے حرکت ہی ہے لہٰذا یہاں یائے متکلم کو مفتوح اس لئے پڑھیں گے کہ ابتداء بالساکن حقیقۃً یا حکماً لازم نہ ہو اور اصل اس کلمہ میں جو مبنی بر حرکت ہو فتح ہی ہے اور سکون صرف تخفیف کے حاصل کرنے کیلئے عارضی ہوتا ہے اور عارضی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اس لئے یہاں فتح زیادہ موزوں ہے **فان کان اٰخره** اي اٰخر الاسم المضاف الي یاء المتکلم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آخرہ کی ضمیر مجرورہ اس اسم کی طرف راجع ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو **الفا تثبت ای الالف علی اللغة الفصیحة لعدم موجب الانقلاب نحو عصای ورحای** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ تثبت کا فاعل الف ہے یعنی اگر اس اسم کے آخر میں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو الف ہو تو وہ بنا بر لغت فصیحہ ثابت رہے گا کیونکہ یہاں اس کے منقلب ہونے کا کوئی موجب اور باعث نہیں ہوگا جیسے عصای اور رحای میں باوجود اضافت کے الف ثابت ہے **وهذیل وهی قبیلة من العرب** یعنی یہ عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کا نام ہے **تقلبها ای الالف حال کونها لغیر التثنیة یاء لمشاکلة یاء المتکلم وقد غم فی الیاء مثل عصی و رحی**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ولا تقلب الفالتثنية كفلاهائے لالعباس المرفوع بغيره بسبب القلب یعنی قبیلہ بذیل کے لوگ اضافت کی حالت میں الف کو درحالیکہ وہ تثنیہ کا الف نہو بسبب مشاکلت یائے متکلم کے یاء سے بدل کر کے یاء متکلم میں ادغام کرتے ہیں جیسے عصی اور رحی میں ہے اور الف تثنیہ کو اس لئے ادغام نہیں کرتے کہ بسبب قلب کے مرفوع کا منصوب اور مجرور سے التباس نہ ہو جیسے فلاما ای اگر اس میں الف کو یاء سے بدل کر ادغام کیا جائے تو اس صورت میں حالت رفعی کا حالت نصبی اور حالت جری سے التباس واقع ہو جائے گا پس یہ معلوم ہوگا کہ یہ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور و ان كان اخر الاسم المضاف الي ياء المتكلم ياء ادغمت في ياء المتكلم لاجتماع المثلين فيما هو كالكلمة الواحدة مثل مسلمين اذااضيف الي ياء المتكلم و اسقطت النون للاضافة و ادغمت الياء في الياء فصار مسلمي اور اگر اس اسم کے آخر میں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یاء ہو تو اس کا یائے متکلم میں ادغام ہوگا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک کلمہ میں دو حروف مثلین جمع ہوں تو ان میں سے ایک کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے مسلمین کا لفظ ہے کہ جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی گئی تو بوجہ اضافت کے نون جمع ساقط کر دیا گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کیا مسلمی ہوا و ان كان اخره واو قلبت الواؤ ياء لاجتماع الواؤ و الياء و الاول ساكنة مثل مسلمون اذااضيف الى ياء المتكلم قلبت واؤه ياء وادغمت الياء في الياء وكسر ما قبلها لانها لما انقلبت ياء ساكنةً يوجب بقاء الضمة قبلها تغيرها فحركة بالحركة المناسبة لهافقيل مسلمي وان كانت قبل الياء اولو او فتحه بقي ما قبلها مفتوحاً كقولك في مسلمين مسلمي وفي مصطفو في مصطفى نحفته الفتحة اور اگر اس اسم کے مضاف کے آخر میں واو ہو تو وہ واو یا سے بدلا جائے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کلمہ میں واو یا جمع ہوں اور اول ساکن ہو تو اس صورت میں اول کو ثانی کے جنس بنا کر ادغام کرتے ہیں جیسے مسلمون کا لفظ ہے کہ جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی گئی تو واؤ کو یاء سے بدل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کیا اور بوجہ مناسبت یاء کے اس کے ماقبل یعنی ضمیر میم کو کسرہ سے بدل کیا کیونکہ جب یہ واو یاء ساکنہ سے بدلا تو اس وقت اگر ماقبل اس کے ضمیر کو باقی چھوڑتے ہیں تو اس سے اس کا تغیر واجب اور لازم آجاتا ہے اور یہ درست نہیں اسلئے بوجہ اس ضرورت کے یاء کے ماقبل یعنی میم کو حرکت مناسبہ یاء کے دی جائیگی یعنی میم کو مکسورہ کر دیا جائیگا اور مسلمی پڑھیں گے اور اگر ماقبل یاء یا واؤ کے فتحہ ہو تو اس تقدیر پر اس کا ماقبل مفتوح رہے گا جیسے مسلمیوں میں مسلمی اور مصطفیٰ بنا بر خفت فتح کے پڑھتے ہیں و فتحت الياء اى ياء المتكلم في الصور الثلث للساكنين اى للزوم التقاء الساكنين ان لم تحرك و اخته الفتح لخفة یعنی صور ثلاثہ مذکورہ بالا میں یاء متکلم کو مفتوح پڑھیں گے کیونکہ اگر اس کو حرکت فتحہ کی نہ دی جائے گی تو اس سے التقاء ساکنین کا لزوم ہو جائے گا اور یہ درست نہیں اس لئے بنا بر ضرورت اس کو مفتوح پڑھیں گے اور فتحہ چونکہ اخف الحرکات ہے اس لئے اس کو مختار کیا گیا و اما الاسماء الستة التى مر البحث عنها مضافة الى غير يا المتكلم فاخى و ابى اى الحال فى اخ و اب منها اذا اضيف الى ياء المتكلم ان يقال اخى وابى مثل يدى ودمي بلا رد المحذوف لجعله نسياً منسياً یعنی اسمائے ستہ مکبرہ جن کی بحث درحالیکہ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں بیان ہو چکی ہے ان میں سے اخ اور اب کے الفاظ کا حال یہ ہے کہ جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اس صورت میں ان کا استعمال اخی وابی مثل یدی اور دمی کے بغیر رد محذوف کے ہوگا اور محذوف کو نسیاً منسیاً مانا جائے گا یعنی اضافت کے وقت واؤ محذوف کو رد نہیں کیا جائے گا و اجاز المبرد فيهما اخي وابى برد لام الفعل فيهما و فى الواؤ وجعلها ياءً واد غام الياء فى الياء و

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تمسک فی ذالک بقول الشاعر و ابی مالک ذوالمجاز بلار . وحمل الاخ علی الاب لتقاربها لفظاً ومعنیً واجاب عنه المصنف فی شرحه بان ذالک خلاف القیاس و استعمال الفصحاء مع انه یحتمل ان یکون المقسم به ای ابی جمع اب فاصله ابین سقطت النون فی الاضافة فاجتمعت یاء ان فاد غمت الاول فی الثانیة فصار ابی وقد جاء جمعه هکذا فی قول الشاعر شعر . فلما معبین اصواتنا بکین وفدینا بالا بیناء ای لما سمون و علمن اصواتنا بکین و قلن لنا اباء نافد او کم اور مبرد نے اخی اور ابی کے الفاظ میں لام کلمہ کا رد جائز مانا ہے اور لام کلمہ یہاں واؤ ہے مبرد اس واؤ کو یاء سے بدل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کرتے ہیں اور اس حکم میں شاعر کے قول مذکور سے تمسک اور دلیل لیتے ہیں کہ اس میں ابی کا لفظ اصل میں ابو تھا واؤ کو یاء سے بدل دیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا ہے اور اخ کے لفظ کو اب کے لفظ پر حمل کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں الفاظ لفظ اور معنیٰ متقارب ہیں تقارب لفظی کو ظاہر ہے اور تقارب معنوی یہ ہے کہ جس طرح اب کا لفظ اسم جنس ہے اسی طرح آخ کا لفظ بھی اسم جنس ہے ہر اخ پر صادق آتا ہے گویا یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شاعر کا قول حکم مذکور میں صرف ابی کے متعلق ہے اخی کے متعلق اسمیں کوئی ذکر نہیں ہے شاعر نے مبرد کی طرف سے جواب دیا کہ مبرد اخ کے لفظ کو حکم مذکور میں اب کے لفظ پر حمل کرتے ہیں اور مصنف کافیہ نے اس کا..... جواب اپنی شرح میں اس طرح دیا ہے کہ یہ شعر مذکور قیاس اور فصحا کے استعمال کے خلاف مستعمل ہوا ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں علاوہ ازیں اس میں احتمال ہے کہ مقسم بہ یعنی ابی کا لفظ جمع اب کی ہو پس اس تقدیر پر اس کی اصل ابین ہوگی نون بوجہ اضافت ساقط ہوا پس دو یاء جمع ہو گئے حسب قاعدہ ادغام اول یاء کا ثانی میں ادغام کیا گیا پس ابی ہوا اور علاوہ ازیں شاعر کے قول میں اس طرح اس کی جمعیت بھی آئی ہے شاعر کے شعر میں استدلال کا مقام بالا بیناء ہے اور شعر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے ہماری آوازیں سنیں اور معلوم کیں تو رونے لگیں اور ہم سے کہا کہ ہمارے باپ دادا تم سے قربان ہوں **وتقول** ای امرة قائمة لامتناع اضافة الحم الی المذکر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ تقول کا فاعل امرۃ ہے کیونکہ حم کی اضافت مذکر کی طرف ممنوع ہے اس لئے اس قول کا قائلہ عورت ہوگی **حمی وهنی بلاردالمحذوف عندالاضافة الی یاء المتکلم** یعنی حمی اور ہنی کے الفاظ کا استعمال اضافت کے وقت یائے متکلم کی طرف بغیر رد محذوف کے ہوگا **وانما فصلهما عن اخی وابی لانه لم ینقل عن المبرد فیهما فی المشهور مایخالف مذهب الجمهور وان نقل عنه بعضهم ذالک الخلاف فی الاسماء الاربعة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ الفاظ اخی اور ابی کے الفاظ کے حکم میں داخل ہیں پس ان کو علیحدہ کیوں ذکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان الفاظ کو اخی اور ابی کے الفاظ سے علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ ان الفاظ میں جمہور کے مذہب کے خلاف مبرد سے کوئی روایت مشہور منقول نہیں ہے اگرچہ بعض نے باقی اسمائے اربعہ میں بھی مبرد سے یہ اختلاف نقل کیا ہے لیکن وہ مشہور نہیں ہے **ویقال فی فم حال اضافة الی یاء المتکلم فی بالرد والقلب والادغام فی الاکثر ای فی اکثر مواردہ استعمالا نه فمی فی بعضها ابقاء للمیم المعرض عن الواو عند قطعه عن الاضافة** یعنی فم کے لفظ کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی جائے گی تو اس حالت میں اکثر موارد استعمال میں یہ لفظ بنا بر رد اور قلب وادغام کے فی پڑھا جائے گا یعنی واؤ کو رد کر کے یاء سے بدل دینگے اور یاء کا یاء میں ادغام کریں گے اور اس کا اکثر استعمال یہی ہے اور بعض استعمال میں میم کو جو واؤ سے عوض آیا تھا قطع اضافت کے وقت باقی رکھ کر فمی پڑھتے ہیں لیکن یہ استعمال اکثر نہیں بلکہ بعض ہے **واذاقطعت هذاه الاسماء الخمسة عن**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الاضافة قيل اخ واب حم وهن وحم بالحركات الثلاث ولكن فتح الفاء افصح منهما اى من الضم والكسر يعنى جب يہ اسماء خمسہ اضافت سے منقطع مانے جائیں یعنی ان میں اضافت نہ مانی جائے تو اس صورت میں یہ الفاظ مذکور سب حرکات ثلاثہ کے ساتھ پڑھے جائیں گے لیکن فاء کا فتحہ ضمہ اور کسرہ سے زیادہ فصیح ہوگا وجاء حم مثل يدفيقال هذاحم اوحمک ورائيت حماً اوحمک ومررت بحم اوحمک ومثل خثب باالهمزة فيقال هذاحم اوحموک ورائت حماً اوحماک ومررت بحم اوحميک ومثل دلوبالواو فيقال هذا حموا وحموک ورائت حموااوحموک ومررت بحموا وحموک ومثل عصابالالف فيقال هذاحمااوحماک ورائت حماً اوحماک ومررت بحمااوحمک مطلقا اى جواز حم مثل هذاه الاسماء الاربعة مطلقا غير مقيد لحال الافراد اوالاضافة بل تجئ هذاه الوجوه فيه فى كل من حالتى الافراد والاضافة یعنی حم کا لفظ ید کے مثل استعمال میں آیا ہے پس یہ بغیر محذوف کے استعمال ہوگا اور مثل خثب اور دلو کے بھی مستعمل ہوتا ہے اور مثل عصا کے بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن اول استعمال ہمزہ اور ثانی واو اور ثالث الف کے ساتھ ہوگا اور مثالیں سب کی شرح میں مذکور ہیں ملاحظہ ہوں اور رحم کے لفظ کا جواز مثل ان اسمائے اربعہ مذکورہ کے مطلقا ہر حالت افراد اور حالت اضافت سے مقید نہیں بلکہ اس میں یہ وجوہ مذکور بالا حالت افراد اور حالت اضافت دونوں میں آسکتی ہیں وجاء هن مثل يد مطلقاً اى فى الافراد والاضافة يقال هذا هن ورائت هناًومررت بهن وهذا هنک ورائت هنک ومررت بهنک یعنی ھن کا لفظ بھی مثل ید کے مطلقا یعنی حالت افراد اور حالت اضافت میں استعمال ہوتا ہے اور مثال استعمالی شرح میں مذکور ہے وذولايضاف الى مضمر لانه وضع وصلة الى الوصف باسماء الاجناس والضمير ليس باسم جنس یعنی ذو کا لفظ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ذو کا لفظ اسمائے اجناس سے شے کی توصیف کے لئے موضوع اور ذریعہ ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں اس لئے ضمیر کی طرف یہ لفظ مضاف نہیں ہوگا وقد لضيف اليه على سبيل الشذ وذكقول الشاعر شعر انما يعرف ذوالفضل من الناس ذوده یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کا قاعدہ ذولايضاف الى مضمر انما يعرف ذوالفضل من الناس ذوده، کے شعر سے منقوض ہے کیونکہ یہاں ذو کا لفظ ضمیر کی طرف مضاف ہوا ہے باوجود اس کے یہ جائز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ اضافت بہ سبیل شذوذ ہے اور شاذ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور شعر کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں سے فضیلت والوں کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں ولو قيل لايضاف الى غير اسم الجنس لكان اشمل یہ ایک سوال مقدر ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ ذو کا لفظ جس طرح ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح اسم اشارہ اور علم موصول کی طرف بھی مضاف نہیں ہوتا ہے پس مصنف کافیہ کو لازم تھا کہ ذولایضاف الی غیر اسم الجنس لکھتے تاکہ یہ حکم اسم اشارہ اور علم اور اسم موصول کو بھی شامل ہوتا ضمیر کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے وكان خص المضمر بالذكر لانه كان لبعض تلك الاسماء حكم خاص عند اضافت الى ياء متكلم فنفى اضافة الى الضمير مطلقاً نفياً لاختصاصه بحكم خاص باعتبار اضافة اليه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اسطرح کرتے ہیں کہ یہ مسلم ہے لیکن مصنف کافیہ نے ضمیر کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت ان اسمائے خمسہ مذکورہ کے خاص خاص احکام ہیں پس مصنف نے ان احکام خاصہ کی نفی کی بنا پر ذو کی اضافت ضمیر کی طرف مطلقا نفی کی تاکید باعتبار اضافت کے کسی خاص حکم سے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خصوصیت نہو **ولایقطع ای ذوعن الاضافة لان جعله وصلته الی اسماء الاجناس لیس الاباضافته الیها** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لایقطع کا فاعل ذو کا لفظ ہے یعنی ذو کا لفظ اضافت سے منقطع نہیں ہوگا کیونکہ اس کو واضع نے اسماء اجناس کی مختصیت کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے اور یہ معنی صرف اس کی اسمائے اجناس کی طرف اضافت کرنے ہی سے حاصل ہوتے ہیں جب مصنف اسماء معربہ بالاصالہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب آگے چل کر اسمائے معربہ بالواسطہ کا بیان فرمائیں گے **التوابع وهو جمع تابع منقول عن الوصفية الى الاسمية والفاعل الاسمي يجمع على فواع كالكاهل على الكواهل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ توابع تابع کی جمع ہے اور تابع فاعل کا وزن ہے اور یہ معلوم ہے کہ فاعل کا وزن فواعل کے وزن پر جمع نہیں ہوتا پس یہاں تابع توابع کے وزن پر کیونکر جمع آیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل کے وزن کی دو قسمیں ہیں اول صفتی دوم اسمی صفت فواعل کے صیغہ کے وزن پر جمع نہیں ہوتا اور اسمی اس وزن پر جمع ہو کر آتا ہے اور تابع فاعل اسمی ہے صفتی نہیں کیونکہ یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہوا ہے پس جس طرح کاہل کواہل کے وزن پر جمع ہوتا ہے اسی طرح یہاں تابع توابع کے وزن پر جمع ہوا کرتا ہے **والمراد بها توابع المرفوعات والمنصوبات والمجرورات التي هي اقسام الاسم فلاينتقض حدها بخروج نحو أنَّ إنَّ وضرب ضرب لعدم كونهما من اخر والمحدود** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تابع کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے تابع فعلی اور حرفی خارج ہو جیسے أنَّ إنَّ اور ضرب ضرب میں ہے کیونکہ یہاں تابع معرب باعراب سابق نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں توابع سے مراد توابع مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے ہیں جو اسم کی اقسام میں سے ہیں اور امثال مذکورہ میں توابع فعل اور حرف کے ہیں پس اب تابع کی تعریف جامع ثابت ہوئی اور امثال مذکورہ کے توابع خارج ہوئے کیونکہ وہ محدود کے افراد میں سے نہیں ہیں فائدہ ہو کی ضمیر جنس تابع کی طرف راجع ہے جو توابع کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ واحد جمع کے ضمن میں پایا جاتا ہے اور توابع پانچ ہیں اول نعت دوم تاکید سوم عطف بیان چہارم بدل پنجم معطوف اور حصر کے ضبط کی وجہ یہ ہے کہ مقصود بالنسبت تین حالتوں سے خالی نہیں تابع ہوگا یا متبوع یا دونوں مقصود بالنسبت ہونگے اگر مقصود بالنسبت تابع ہو تو یہ بدل ہے اور اگر مقصود بالنسبت متبوع ہو تو اس صورت میں تابع کے لانے سے مقصود اس معنی پر دلالت ہے جو متبوع میں ثابت ہوں یا اس کا تقرر ہے یا توضیح اول نعت ہے اور ثانی تاکید اور ثالث عطف بیان اور اگر مقصود بالنسبت تابع اور متبوع دونوں ہوں تو یہ معطوف ہوا **وهو كل ثان اى كل متاخر متى لوحظ مع سابقه كان في الرتبة الثانية منه فدخل فيه التابع الثاني والثالث فصاعدا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تابع کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ثانی اور ثالث ورابع اور خامس وغیرہا توابع خارج ہوئے کیونکہ وہ بہ نسبت متبوع کے ثانی نہیں بلکہ بہ نسبت تابع کے ثانی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ثانی سے مراد ہر متاخر ہے جب اپنے متبوع کے ساتھ اس کا لحاظ کیا جائے تو رتبہ میں اس کا ثانی پڑتا ہو لہٰذا اب اس تعریف میں تابع ثانی وثالث ورابع وغیرہا سب داخل ہوئے اور تعریف جامع ثابت ہوئی **متلبس باعراب سابقه اى بجنس اعراب سابقه بحيث يكون اعرابه من جنس اعراب سابقه نافي كلا منهما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ثانی معرب باعراب سابق ہوگا تو اس صورت میں سابق بلا اعراب رہیگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مراد اعراب سابق سے جنس اعراب سابق ہے عین اعراب سابق مراد

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہے یعنی تابع سابق کے اعراب کے جنس سے معرب ہوگا اس طرح کہ اس کا اعراب سابق کے جنس کا ہو اور ایک ہی جہت کا ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باعراب سے متلبس اور من جہۃ سے مقدم ناشی کے الفاظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ متلبس اور ناشی کے الفاظ جار مجرور کے متعلقات مقدرہ ہیں من جهة واحدة شخصية مثل جاء نی زيد العالم فان العالم اذالوحظ مع زيد كان فی الرتبة الثانی منه واعرابه من جنس اعرابه وهوالرفع ای الرفع فی كل منها ناشی من جهة واحدة شخصية هی فاعليه زيد العالم لان المجی المنسوب الی زيد فی قصد المتكلم منسوب اليه مع تابعه لاالیه مطلقاً فقوله كل ثان يشتمل التوابع وجز المبتداء وجزی لان وانّ واخواتهما وثانی مفعولی ظننت واعطيت وقوله باعراب سابقه يخرج الكل الاخبر المبتداء وثانی مفعولی ظننت واعطيت وقوله من جهة واحدة يخرج هذاه الاشياء لان العامل فی المبتداء والخبر وان كان هوالابتداء يعنی التجرد وعن العوامل اللفظية للاسناد لاكن هذالمعنٰی من حيث انه يقتضی مسنداً اليه صار عاملاً فی المبتداء ومن حيث انه يقتضی مسنداً صار عاملاً فی الجز فليس ارتفاعهما من جهة واحدة وكذاظننت من حيث انه يقتضی مظوناً فيه ومظنوناً عمل فی مفعولية فليس انتصابهما من جهة واحدة یعنی تابع وہ ثانی اسم ہے جو اپنے سابق متبوع کے جنس کے اعراب پر معرب ہو اور دونوں کا اعراب ایک ہی جہت شخصی ہو جیسے جاء نی زيد العالم میں عالم کا لفظ جب زید کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو زید سے ثانی مرتبہ میں پڑتا ہے اور اس کا اعراب اور زید کا اعراب ایک جنس اور ایک ہی جہت معلوم ہوتا ہے اور یہ جہت واحدہ کا اعراب دونوں مرفوع ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ رفع دونوں میں جہت واحد شخصیت سے پیدا ہوا ہے اور وہ جہت واحدہ شخصیہ زید اور عالم کا فاعل ہونا ہے کیونکہ مجیئ جو زید کی طرف منسوب ہے وہ متکلم کے قصد اور ارادہ میں تابع یعنی عالم کیساتھ منسوب الیہ ہے مطلق نہیں پس مصنف کا قول کل ثانی جملہ توابع اور مبتداء کی خبر اور افعال ناقصہ اور حروف مشبہ بہ فعل کی خبروں اور ظننت اور اعطیت کے ثانی مفعولوں کو شامل ہے کیونکہ یہ قول بمنزلہ جنس کے ہے اور باعراب سابقہ کے قول سے سوائے خبر مبتداء اور ظننت اور اعطیت کے ثانی مفعولوں کے کل خارج ہو گئے اور مصنف کے قول ہیں جہۃ واحدۃ سے خبر مبتداء اور ظننت اور اعطیت کے ثانی مفاعیل خارج ہو گئے کیونکہ مبتداء اور خبر کا عامل اگرچہ ابتداء ہے اور وہ مبتداء اور خبر کا عوامل لفظیہ سے خالی ہوتا ہے لیکن یہ معنٰی اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کو چاہتے ہیں مبتداء کے عامل ہوئے اور اس حیثیت سے کہ اسم کے مسند ہونے کے مقتضی ہیں خبر کے عامل ٹھہرے پس مبتداء اور خبر کا مرفوع ہونا ایک حیثیت سے نہیں ہوا اور اسی طرح ظننت کا فعل اس حیثیت سے کہ یہ مظنون فیہ اور مظنون کو چاہتا ہے دونوں مفعولوں میں نصب کا عمل کرتا ہے پس بوجہ تغائر حیثیت کے اس کا عمل نصب بھی جہت واحدہ سے نہیں ہوا اور اسی طرح اعطیت کا فعل اس حیثیت سے کہ اخذ اور ماخوذ کو چاہتا ہے ہر دو مفعولوں میں نصب کا عمل کرتا ہے پس یہاں بھی انتصاب مفاعیل ایک جہت سے نہیں ہوا جہت واحدہ کی قید کے بعد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شخصیت کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تابع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں ثانی مفعول ظننت اور اعطیت کا اور خبر مبتداء کی داخل ہوئی کیونکہ یہ بھی سابق کے اعراب سے جہت واحدہ سے معرب ہیں اور وہ جہت واحدہ یہاں مفعولیت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شخصیۃ کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا کہ جہت واحدہ سے مراد جہت شخصی ہے اور ظننت اور اعطیت میں جہت واحدہ نوعیہ ہے لہٰذا اب تابع کی تعریف مانع ثابت ہوئی و اعلم ان الاعراب المعتبر فی هذا التعريف بالنسبة الا حق و السابق اعم من يكون لفظياً او تقديرا او محليا حقيقة او حكما

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فلا یرد نحو جاء نی هو لاء الرجال ویا زید العاقل ولا رجل ظریفاً اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ تابع خارج ہوا جس میں یا جس کے متبوع میں اعراب تقدیری یا محلی ہو جیسے امثال مذکور میں ہے کیونکہ یہاں تابع سابق کے اعراب سے معرب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس تعریف میں اعراب بہ نسبت لاحق اور سابق کے معتبر ہے اور یہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری خواہ محلی حقیقی یا حکمی ہو یہاں اگر چہ لفظی نہیں لیکن تقدیری اور محلی موجود ہے لہٰذا اب تابع کی تعریف جامع ثابت ہوئی ثم ان لفظیه کل ههنا لیست فی موقعها لان التعریف انما یکون للجنس او با الجنس لا للافراد او بالافراد فا المحدود با الحقیقة التابع و الحد مدخول کل و هو ثان باعراب سابقه من جهة واحدة لکنه لما ادخل کل علیه افاد صدق المحدود علی کل افراد الحد فیکونُ مانعاً و الظاهر انحصار المتحدود فیها لعدم ذکر غیرها فیکون جامعاً فیحصر حد جامع و مانع یکون جمعه منعه کا لمنصوص علیه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ توابع جمع تابع کی ہے اور جمع کا وجود افراد سے ہوتا ہے اور کل کا کلمہ افراد کے احاطہ کے لئے آتا ہے پس اس تقدیر پر افراد کی تعریف افراد سے ہوئی اور یہ باطل ہے کیونکہ یہاں کل کا کلمہ اپنے موقع پر نہیں ہے اس لئے کہ تعریف جنس کے لئے یا جنس کے ساتھ ہوتی ہے افراد کیلئے یا افراد کے ساتھ نہیں ہوتی اور یہاں افراد کیلئے ہوئی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ محدود حقیقت میں تابع ہے اور حد کل کا مدخول ہے اور وہ تابع سابق کے اعراب کے جہت واحد سے معرب ہے اور جب اس پر کل کا کلمہ داخل ہوا تو اس صورت میں محدود حد کے کل افراد پر صادق آیا پس تعریف مانع ہوئی اور ظاہر محدود کا حد کے افراد میں انحصار ہے کیونکہ سوائے افراد حد کے یہاں اور کسی شے کا ذکر نہیں ہوتا پس تعریف جامع ہوئی لہٰذا اب تابع کی تعریف جامع اور مانع ثابت ہوئی اور اس کا جامع اور مانع ہونا مثل منصوص علیہ کے ہوا یعنی گویا اس کی جامعیت اور مانعیت پر تصریح کی۔

النعت تابع جنس شامل التوابع کلها و قوله اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ تابع کا لفظ جنس تمام توابع کو شامل ہے یعنی توابع میں سے ایک تابع لغت ہے اور وہ یہ تابع ہے جو اپنی متبوع کے معنٰی پر دلالت کرے **یدل علی معنٰی فی متبوعه** ای یدل بهیئاة ترکیبیة مع متبوعه علی حصول معنٰی فی لغت متبوعه یعنی لغت اپنے متبوع کے ساتھ بنا بر ہیئات ترکیبی کے اس معنٰی کے حصول پر دلالت کرتی ہے جو متبوع میں پائے جاتے ہیں **مطلقاً** ای دلالة مطلقة غیر مقید بخصوصة مادةٍ من المواد احترازٌ عن سائر التوابع ولا یرد صلیه المبدل فی مثل قولک اعجبنی زید علمه و المعطوف فی مثل قولک اعجبنی زید علمه ولا التاکید فی مثل قولک جاء نی القوم کلهم لدلالة کلهم علی معنٰی الشمول فی القوم فان دلالة التوابع فی هذه الامثلة علی حصول معنیً فی المتبوع انما هی لمخصوص موادها فلو جردت علی هذاه المواد کما یقال اعجبنی زید غلامه او اعجبنی زید و غلامه و جاء نی زید لنفسه لا تجدلها دلالة علی معنیً فی متبوعها بخلاف الصفة فان الشبهاة الترکیبیة بین الصفة و الموصوف تدل علی حصول معنٰی فی متبوعها فی ای مادة کانت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مطلقاً کا لفظ منصوب بنا بر مفعول مطلق ہے لیکن اس کا مفعول مطلق ہونا باعتبار موصوف مقدر دلالت کے ہے یعنی نعت وہ تابع ہے جو بغیر کسی خصوصیت مادہ کے اپنے متبوع کے معنٰی پر مطلق دلالت کرے اور اس کی دلالت کسی خاص مادہ سے مقید نہ ہو تابع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا لفظ جنس تمام توابع کو شامل تھا لیکن یدل علی معنٰی فی متبوع کے قول سے باقی توابع خارج ہو گئے گویا یہ قول احترازی ہے اور مطلقاً کا لفظ اس لئے بڑھایا کہ لغت کی تعریف کی مانعیت پر امثال مذکورہ فی الشرح کے بدل اور معطوف اور تاکید کا اعتراض وارد نہ ہو کیونکہ توابع کی دلالت حصول معنٰی پر باعتبار خصوصیت مواد کے ہے پس ان کو اگر ان خاص مواد سے مجرد کئے جائیں جیسے اعجبنی زید غلامہ یا اعجبنی زید و غلامہ یا اعجبنی زید و غلامہ یاجاء نی نفسہ پڑھا جائے تو اس تقدیر پر ان کی دلالت متبوعات کے معنٰی پر نہیں پائی جائے گی بخلاف صفت کے کہ یہاں ہیات ترکیبی درمیان صفت اور موصوف کے ان معنٰی کے حصول پر دلالت کرتی ہے جو متبوعات میں پائے جاتے ہیں خواہ وہ کسی مادہ میں ہوں اور جاء نی القوم کلھم کی مثال میں کل کا لفظ قوم کے شمول کے معنٰی پر دلالت کرتا اس لئے یہ تاکید بھی لغت کی تعریف سے خارج ہوگی و فائدتہ ای فائدۃ اللغت غالباً اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فائدتہ کے ضمیر لغت کی طرف راجع ہے **تخصیص فی النکرۃ کرجل عالم اور توضیح فی المعرفۃ کزید الظریف** یعنی لغت لانے کا فائدہ غالباً موصوف نکرہ کے تخصص ہونا اور موصوف معرفہ کا واضح ہونا ہے جیسے رجل عالم اور زید الظریف کی امثال میں عالم کے لفظ لانے سے رجل کی تخصیص اور ظریف لانے سے زید کی توضیح کا فائدہ حاصل ہوا ہے **و قد یکون لمجرد الثناء من غیر قصد تخصیص و توضیح نحو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** اور کبھی یہ لغت صرف ثناء اور تعریف کے لئے مستعمل ہوتی اس میں خصوصیت اور توضیح کا کوئی قصد اور ارادہ نہیں ہوتا جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں رحمٰن اور رحیم کے الفاظ صرف اللہ کی تعریف اور ثناء کے لئے مستعمل ہوئے ہیں یہاں تخصیص اور توضیح مقصود نہیں ہے او لمجرد الذم اس کے بڑھانے سے مقصد یہ ہے کہ یہ اوپر وقد یکون لمجرد الثناء کے جملہ پر عطف ہے نحو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور کبھی لغت صرف مذمت کے لئے استعمال میں آتی ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں رجیم کا لفظ صرف شیطان کی مذمت کے لئے مستعمل ہوا ہے یہاں بھی اس سے نہ کوئی تخصیص مقصود ہے اور نہ توضیح **او المجرد التاکید مثل نفخۃ واحدۃ اذ الواحدۃ تفھم من التاء فی نفخۃ فاکدت بالواحدۃ و لما کان غالب مواد الصفۃ المشقات توھم کثیر من النحو بین ان الاشتقاق شرط فی النعت حتی تاولوا غیر المشتق الی المشتق و لما لم یکن ھذا مرضیا للمصنف ردہ بقولہ** یہ بھی اوپر کے جملہ پر معطوف ہے یعنی لغت کبھی صرف تاکید کی لئے مستعمل ہوتی ہے جیسے نفخۃ واحدۃ میں واحدۃ کا لفظ صرف نفخۃ کی تاکید کے لئے مستعمل ہوا ہے یہاں تخصیص اور توضیح مقصود نہیں کیونکہ وحدت نفخۃ کے تاء سے معلوم ہوتی ہے پس واحدۃ کا لفظ صرف اس کی تاکید کے لئے ہے اور چونکہ غالب مواد صفت کے مشتقات ہوتے ہیں اس لئے اکثر نحات نے یہ توہم کیا ہے کہ لغت میں اشتقاق شرط ہے اور اسی وجہ سے غیر مشتق کو مشتق سے مؤول کر کے لغت ٹھہراتے ہیں لیکن یہ مصنف کافیہ کے نزدیک شرط اور مرضی نہیں اس لئے اس مذہب موہوم نحات کو ولا فصل کے قول سے رد کیا **ولا فصل ای ولا فرق بین ان یکون النعت مشتقاً او غیرہ فی صحۃ وقوعہ لغتا اذ کان وضعہ ای وضع غیر المشتق لغرض المعنٰی ای لغرض الدلالۃ علی المعنٰی الواقع فی المتبوع عموماً فی جمیع الاستعمالات مثل تمیمی و ذی مال فان التمیمی یدل دائما علی ان لذاتٍ مانسبۃ الی قبیلہ تمیم و ذی مال یدل علی ان ذاتا ما صاحب مال او خصوصاً ای فی بعض الاستعمالات بان یدل فی بعض المواضع علی حصول معنٰی لذات ما و حینئذ یجوزان یقع لغتاً وفی بعضھما لایدل علی ذالک وحینئذ لایصح جعلہ لغتاً**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مثل مررت برجل ای رجل ای کامل فی رجولیة فای رجل باعتبار دلالة فی هذا التركيب على كمال الرجولية يصح ان يقع لغتا وفی مثل ای رجل عندک لايدل على هذاالمعنٰى فلايصح ان يقع لغتا ومثل مررت بهذاالرجل فان هذا يدل على ذاتٍ مبهمة والرجل على ذات معنية وخصوصية الذات المعنية بمنزلة معنیً حاصل فی الذات المبهمة فلهذاصح ان يقع الرجل صفته لهذا وفی المواضع الاخرالتی لايدل على هذا المعنٰى لايصح ان يقع صفة وذهب بعضهم الى ان الرجل يدل على اسم الاشارة وبعضهم الى انه عطف بيان ومررت بزيد هذا ای بزيد المشارالیه فهذا فی هذاالموضع يدل على معنیً حاصل فی ذات زيد فوقع صفة له وفی مواضع الأخرالتی لايدل على هذا المعنٰى لايصح ان يقع

صفۃ یعنی لغت عام ہے خواہ وہ مشتق ہو یا غیر مشتق اس کے لغت واقع ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن غیر مشتق کا لغت واقع ہونا اس وقت ہوگا جس وقت اس کی وضع معنٰی کے کسی غرض کے لئے ہو یعنی اس سے غرض دلالت ہو اس معنٰی پر جو متبوع میں ہو اور یہ عموم جملہ استعمالات میں مقصود ہو جیسے تمیمی اور ذی مال کے الفاظ ہیں کہ تمیمی کا لفظ ہمیشہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے قبیلہ تمیم کی طرف نسبت ہو اور ذی مال اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو صاحب مال ہو اور یہ معلوم ہے کہ یہ دلالت عام ہے اور اگر یہ دلالت عام نہ ہو بلکہ بعض استعمالات میں ہو اس طرح کہ بعض مواضع میں ان معنٰی کے حصول پر دلالت مقصود ہو جو کسی ذات عامہ میں پائے جاتے ہوں تو اس وقت اس غیر مشتق کا لغت واقع ہونا جائز ہے اور بعض استعمالات میں چونکہ اس عموم کے معنٰی پر دلالت مقصود نہیں ہوتی اسلئے اس وقت اس غیر مشتق کا لغت واقع ہونا صحیح اور درست نہیں ہوگا جیسے مررت برجل ای رجل ای رجل کی مثال میں ای رجل کا لفظ رجل کے کمال رجولیت پر دلالت کرتا ہے اس اعتبار کی بنا پر اس کا لغت واقع ہونا صحیح ہے اور ای رجل عندک کی مثال چونکہ یہ اس معنٰی پر دلالت نہیں کرتا اس لئے یہاں اس کا لغت واقع ہونا درست نہیں ہے اور اسی طرح مررت بهذا الرجل کی مثال میں ہذا کا لفظ ذات مبہمہ پر دلالت کرتا اور رجل کا لفظ ذات معینہ پر دلالت کرتا ہے اور ذات معینہ کی خصوصیت بمنزلہ اس معنٰی کے ہے جو ذات مبہمہ میں حاصل ہوں اس لئے رجل کا ہذا کے لفظ کے لئے لغت اور صفت واقع ہونا صحیح اور درست ہے اور بعض دوسرے مواضع میں چونکہ ان معنوں پر یہ دلالت مقصود نہیں ہوتی ہے اس لئے ایسے مواضع میں رجل کا صفت میں واقع ہونا درست نہیں ہوگا اور اسی وجہ سے بعض نحات اس طرف گئے ہیں کہ یہ رجل ہذا اسم اشارہ سے بدل ہے۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ عطف بیان ہے اور اسکی طرح مررت بزید ہذا کی مثال میں زید مشارالیہ ہے اور ہذا کا لفظ اس موضع میں اس معنٰی پر دلالت کرتا ہے جو زید کی ذات میں حاصل ہوں پس یہ اس کی صفت واقع ہوگی اور دوسرے مواضع میں ان معنیوں پر دلالت نہیں کرتا اس لئے وہاں اس کا صفت واقع ہونا درست نہیں ہوگا

وتوصف النكرة لاالمعرفة بالجملة الجذيه التی هی فی حكم النكرة لان الدلالة على معنیً فی معبوعه كما تجد فی للفرد كذالک توجد فی الجملة المجذيه و انما قيد الجملة بالجذيه لان الانشائية لاتقع صفة الابتاويل بعيد كما انا قلت جاء نی رجل اضربه ای مقول فی حقه امربه ای مستحق لان يؤمر بضربه و يلزم فيها الضمير الراجع الى تلک النكرة للربط نحو جاء نی رجل ابوه قائم و اذا لم يكن فيها الضمير الرابط تكون اجنبية بالنسبة الى الموصوف فلا يصح ان تقع صفة له مثل جاء نی رجل زيد عالم و يوصف بحال الموصوف ای بحال قائمة به نحو مررت برجل حسن اذا الحسن حال

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرجل وصفة و بحال متعلقه ای متعلق الموصوف یعنی بصفة اعتباریته تحصل له بسبب متعلقه نحو مررت برجل حسن غلامه اذکون الرجل حسن الغلام معنٰی فیه و ان کان اعتبار یاً یعنی نکرہ کی صفت صرف وہ جملہ خبریہ واقع ہوتا ہے جو نکرہ کے حکم میں ہو کیونکہ دلالت متبوع کے معنٰی پر جس طرح مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مصنف نے جملہ کو خبریت کی قید سے اس لئے مقید کر دیا ہے کہ جملہ انشائیہ بغیر تاویل بعید کے صفت نہیں واقع ہوتا جیسے جاء نی رجل اضربه میں اضربہ کے جملہ کے جب تک مقول فی حقها ضربه سے موؤل نہ کیا جائے تو یہ رجل کی صفت واقع نہیں ہو سکتی اس تقدیر پر اس ترکیب کے معنٰی یہ ہیں کہ رجل اس کا مستحق اور قابل ہے جس کے مارنے کا حکم دیا جائے اور جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہو تو اس میں بنا بر ربط اور تعلق کے اس نکرہ کی طرف ضمیر راجع ہونا ضروری اور لازمی ہے جیسے جاء نی رجل ابوه قائم میں ابوہ کی ضمیر بغرض ربط اور تعلق کے رجل نکرہ کی طرف راجع ہے اور اگر اس میں ضمیر رابط نہ ہو تو اس صورت میں یہ جملہ بہ نسبت موصوف کے اجنبیہ مانا جائے گا پس اس میں ضمیر اس کا صفت واقع ہونا رجل کے لئے درست نہیں ہوگا جیسے جاء نی رجل زید عالم کی مثال بوجہ نہ ہونے ضمیر کے زید عالم کے جملہ کا رجل کے لئے صفت واقع ہونا درست نہیں ہے اور نکرہ کی صفت اس حال سے بھی کی جا سکتی ہے جو موصوف کے ساتھ قائم ہو جیسے مررت رجل حسن کی مثال میں حسن رجل کی صفت اور اس کا حال قائم ہے اور موصوف کے متعلق کے حال بھی نکرہ موصوف ہو سکتا ہے یعنی نکرہ کی صفت وہ صفت اعتباری بھی واقع ہو سکتی ہے جو بہ سبب متعلق موصوف کے موصوف کی صفت واقع ہو جیسے مررت برجل حسن غلامہ کی مثال میں اگر چہ حسن حقیقت میں غلامہ کی صفت ہے لیکن اس اعتبار سے کہ غلام کا حسن بعینہ مالک کا حسن ہوتا ہے اس لئے یہاں یہ حسن رجل کی صفت واقع ہوئی ہے اگر چہ یہ اعتباری ہے حقیقی نہیں فالاول ای النعت بحال الموصوف تبیعه ای الموصوف فی عشرة امور یوجد منها فی کل ترکیب اربعة فی الاعراب رفعاً و نصباً و جراً و التعریف و التنکیر والافراد و التثنیة والجمع والتذکیر و التانیث پس اول قسم لغت یعنی لغت بحال موصوف اپنے متبوع کے ساتھ دس امور میں مطابق ہوگی اور ان دس امور میں سے ہر ایک ترکیب میں چار چار امور پائی جا سکتے ہیں اور وہ امور عشرہ رفع نصب و جر اور تعریف و تنکیر و افراد و تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث ہیں یعنی ان امور عشرہ میں سے ہر ایک کلمہ میں چار چار امور جمع ہو سکتے ہیں الا اذا کان صفت یستری فیها المذکر و المؤنث المفعول بمعنٰی فاعل نحو رجل صبور وأمرة صبور او فعیل بمعنٰی مفعول کرجل جریح وأمرة جریح او کان صفة مؤنثة تجری علی المذکر کعلامة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ تطابق کا رجل صبور امرة صبور اور رجل جریح و امرة جریح اور رجل علامة وأمرة علامة سے منقوض ہے کیونکہ یہاں صفت بحال موصوف موجود ہے اور باوجود اس کے یہاں لغت اپنے متبوع کے ساتھ تذکیر و تانیث میں مطابق نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ اس صفت میں ہے جس میں مذکر و مؤنث مستوی نہ ہوں اور نہ وہ صفت مؤنث مذکر پر جاری ہو اور امثال مذکورہ فی الشرح میں مذکر و مؤنث مستوی ہیں کیونکہ یہ فعول کے وزن پر ہیں اور فعول جو بمعنٰی فاعل کے ہو اس میں مذکر و مؤنث مستوی ہوتے ہیں اور اس طرح فعیل کے وزن میں بھی جو بمعنٰی مفعول کے ہو مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں امثال مذکور ہو چکی ہیں اور اسی طرح اگر صفت مؤنث مذکر پر جاری کی گئی ہو تو اس میں بھی مطابقت ضروری نہیں ہے جیسے علامۃ کا لفظ ہے کہ یہ لفظ صرف مذکر پر جاری کیا جا سکتا ہے مؤنث کی صفت واقع نہیں ہوگا و الثانی ای النعت بحال متعلق الموصوف یتبعه فی الخمسة الاول و هی الرفع و النصب و

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الجر و التعریف و التنکیر و یوجد منها فی کل ترکیب اثنان و فی البواقی من تلک الا مور العشرة و هی ایضا خمسة الافراد و التثنیة و الجمع و التذکیر و التانیث کا لفعل یشبه به یعنی ینظر الی فاعله فان کان مفرداً او مثنیً او مجموعاً افرد کما یضرد الفعل و ان کان مذکراً و مؤنثاً حقیقیاً بلا فصل طابقه و جوباً کما یطلق الفعل فاعله فی التذکیر و التانیث و ان کان فاعله مؤنثاً غیر حقیقی او حقیقیاً مفعولاً یذکر او یؤنث جوازاً تقول مررت برجل قاعد غلامه مثل یقعد غلامه و برجلین قاعد غلاهما مثل یقعد غلاهما و برجال قاعد غلامهم و مررت بامرة قائم ابوها مثل یقوم ابوها وبرجل قائمة جاریة مثل تقوم جاریة وبرجل معمور او معمورة داره مثل یعمر او تعمر داره و برجل قائم او قائمة فی الدار جاریة مثل یقوم او تقوم فی الدار جاریة اورثانی یعنی لغت بحال متعلق موصوف خمسہ اول میں موصوف کے موافق ہوگی اور وہ خمسہ اول رفع ونصب وجر وتعریف وتنکیر ہیں اوران خمسہ اشیاء میں سے ہر ترکیب میں دو دو پائے جاتے ہیں اوران امور عشرہ کے باقی میں اور وہ باقی بھی پانچ ہیں افراد و تثنیہ وجمع وتذکیر وتانیث ان اشیاء میں لغت بوجہ مشابہت لغت بحال متعلق موصوف کے مثل فعل کے ہوگی یعنی لغت کے فاعل کو دیکھیں گے اگر وہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع تو جس طرح ان صورتوں میں فعل مفرد لایا جاتا ہے اسی طرح یہاں لغت بھی مفرد لائی جائی گی اور اگر فاعل لغت مذکر ہو یا مؤنث حقیقی بلا فصل کے تو اس صورت میں درمیان لغت اور منعوت کے مطابقت ضروری اور واجب ہے یعنی جس طرح فعل کا فاعل مذکر یا مؤنث بلا فصل کے ہوتو اس صورت میں فعل اپنے فاعل کے ساتھ تذکیر اور تانیث میں مطابق ہوتا ہے اسی طرح لغت کا فاعل اگر مذکر یا مونث حقیقی بلا فصل کے ہوتو اس صورتمیں بھی لغت اپنے منعوت کے ساتھ میں مطابق ہوگی اور اگر لغت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا حقیقی ہو مگر فصل کے ساتھ ہوتو اس صورت میں مذکر لانے اور مونث لانے میں اختیار ہے مذکر کر دینا اور مونث کرنا دونوں جائز ہیں یعنی جس طرح فعل کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا حقیقی مفعول ہوتو اس صورت میں فعل کی تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہیں اسی طرح اگر لغت کا فاعل مونث غیر حقیقی یا حقیقی مفعول ہوتو اس صورت میں اس کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں اور مثالیں سب صورتوں کی شرح میں مذکور ہیں غور کر کے معلوم کرلیں فان قلت اذا نظرت حق النظر وجدت الاول وهوالوصف بحال الموصوف ایضافی الخمسة البواقی کالفصل لان فاعله کا لضمیر المستکن فیه الراجع الی موصوفه والفعل اذا اسند الی الضمیر یلحق الالف فی التثنیة والواو فی جمع المذکر العاقل والنون فی جمع المونث وینث فی الواجد المونث ولذالک قلت مررت برجل ضارب وبرجلین ضاربین وبرجال ضاربین وبامرة ضاربة وبامرتین ضاربتین وبنسوة ضاربان کما تقول فی الفعل یضرب ویضربان ویضربون وتضرب وتضربان ویضربن فلم خصصت الثانی بهذاالحکم یہ ایک سوال ہے جو فاالاول یذہب الخ کے قاعدہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب دقیق اور تعمق کی نظر سے دیکھیں تو قسم اول یعنی وصف بحال موصوف کو بھی خمسہ باقی میں مثل فعل کے پائینگے کیونکہ اس کا فاعل مثل اس ضمیر مستکن کے ہے جو فعل میں فاعل کی طرف راجع ہو اسی طرح یہاں بھی لغت کا فاعل مثل اس ضمیر مستتر کے ہوگا جو اس میں منعوت اور موصوف کی طرف راجع ہو اور فعل جب ضمیر کی طرف مسند ہوتو اس میں تثنیہ کی حالت میں الف تثنیہ اور جمع مذکر عاقل میں واو جمع اور جمع مونث میں نون جمع ملحق ہوتے ہیں اور واحد مونث میں مونث لایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے مررت برجل ضارب وبرجلین ضاربین وبرجال ضاربین وبامرة ضاربة وبامرتین ضاربتین وبنسوة ضاربات پڑھتے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں جیسے فعل مین یضرب ویضربان ویضربون وتضرب وتضربان ویضربین پڑھتے ہیں پس قسم ثانی کو اس حکم کے لئے کیونکر خاص کیاقلنا المقصود الاصلی فی هذالمقام بیان نسبته الوصفین الی الموصوف بالتبعیة وعدمهاولما کان الوصف الاول یتبعه فی الامور العشرة وکان لاتخرجه مشابهة للفعل فی الخمسة البواقی عن هذاه التبعیة لما عرفت اکتفی فیه بالحکم علیه بالتبعیة بخلاف الوصف الثانی فانه لما حکم علیه بالتبعیة الاول لم یکتف فیه باحکم بعدم التبعیة فانه غیر مضبوط بل بین ضابطته عدم بتعیة له بکونه کالفعل بالنسبة الی الظاهر بعده لتبین حاله عند عدم التبعیة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مقصود اصلی مصنف کا اس مقام میں موصوف کے وصفین کی متابعت اور عدم متابعت کی نسبت کا بیان کرنا ہے چونکہ صفت اول اپنے موصوف کے ساتھ میں امور عشرہ مذکورہ بالا میں متابع اور موافق تھی اور فعل کی مشابہت اس کو خمسہ باقی میں اس متابعت اور موافقت سے خارج نہیں کرسکتی تھی جیسا کہ مررت برجل ضارب بالخ کی امثال کے تحت میں معلوم کرلیا ہے اس لئے یہاں اس پر متابعت کا حکم لگا کر اکتفاء کیا بخلاف صفت ثانی کے کہ یہاں صرف خمسہ اول میں متابعت کا حکم لگایا ہے اس لئے اسمیں عدم متابعت کے حکم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ وفی البواقی کا لفعل کا قول اور بڑھایا کیونکہ یہ عدم متابعت کے حکم پر اکتفاء یہاں مضبوط نہیں ہے اس لئے مصنف نے عدم متابعت کا قاعدہ اس کے مثل فعل کے ہونے کا بہ نسبت ظاہر کے بیان کیا تا کہ اس کی عدم متابعت کی حالت بھی معلوم ہوسکے **ومن ثم ای ومن اجل کون الوصف الثانی فی الخمسة البواقی کالفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہاں کلمہ من اجلیہ ہے یعنی اس وجہ سے کہ صفت ثانی خمسہ باقی میں مثل فعل کے ہے اس لئے قام رجل قاعد غلامانہ کی ترکیب حسن ہے **حسن قام رجل قاعد غلمانه کما حسن یقعد غلمانه وحسن ایضاقاعده غلمانه لان الفاعل مونث غیر حقیقی کما حسن تقعد غلمانه** یعنی جس طرح یقعد غلمانہ اور قاعدہ غلمانہ کی ترکیبیں حسن ہیں اس طرح قام رجل قاعد غلمانہ کی ترکیب بھی حسن ہے کیونکہ یہاں فاعل مونث غیر حقیقی ہے اور مونث غیر حقیقی میں تذکیر فعل اور تانیث دونوں جائز ہیں جیسا کہ سابق میں تشریح کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے **وضعف قام رجل قاعدون غلمانه لانه بمنزلة یقعدون غلمانه والحاق علامتی المثنی والمجموع فی الفعل المسند الی ظاهر هما ضعیف** یعنی قائم رجل قاعدون غلمانہ کی ترکیب اس لئے ضعیف ہے کہ یہ بمنزلہ یقعدون غلمانہ کے ہے اور معلوم ہے کہ اس فعل میں جو اسم ظاہر کی طرف مسند ہو علامات تثنیہ اور جمع کا ملحق کردینا ضعیف ہے کیونکہ یہ اذا اسند الفعل الی الظاهر وحد الفعل ابداً کے قاعدہ کلیہ کے مخالف ہوجاتا ہے **ویجوز من غیر حسن لا ضعف قعود غلمانه وان کان قعوداً جمعاً ایضاً کقاعدون لانک اذاکسرت الاسم المشابه للفعل خرج لفظاً عن موازنة الفعل ومناسبة لان الفعل لایکسر فلم یکن قعود غلمانه مثل یقعدون غلمانه الذی اجتمع فیه فاعلان فی الظاهر** یہاں اوپر کے قاعدہ کلیہ پر ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ قعود غلمانہ کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ یہ اپنے فاعل کی جمعیت کے ساتھ جمع ہے پس مناسب ہے کہ یہ قاعدہ جائز نہ ہو حالانکہ جائز ہے مصنف کافیہ نے خود ہی اس کا جواب اس طرح دیا کہ یہ مثال بغیر حسن لا ضعف کے جائز ہے اگرچہ فاعل کے ساتھ قعود بھی جمع ہے مثل قاعدون کے اس کے یہ جواز اس بنا پر ہے کہ جب اسم مشابہ فعل کو جمع تکسیر کے ساتھ جمع ﴿ کردیتے ہیں تو وہ فعل کے لفظی موزون اور مناسب سے خارج ہوجاتا ہے کیونکہ فعل جمع تکسیر سے ساتھ جمع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہوتا ﴾ نہیں ہوتا پس قعود غلمانه کے مثل نہیں ہوا جس میں بظاہر دو فاعل جمع معلوم ہوتے ہیں لہٰذا یہ ترکیب جائز ثابت ہوئی الا ان تخرج الواؤ من الاسمية الى الحرفية او يجعل المظهر بدلاً من المضمر او يجعل الفعل خبراً مقدما على المبتداء اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعلوں کا جمع ہونا ممنوع ہے پس چاہیئے کہ یہ ترکیب ممتنع ہو حالانکہ مصنف نے جواز مع ضعف کا حکم دیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن اس کا جواز بنابر احتمال وجہ آخر ہے اور وہ یہ کہ ممکن ہے کہ واؤ کو اسمیت سے حرفیت کی طرف خارج کیا جائے اور اس کو حرف دال علی جمعیۃ الفاعل ٹھہرایا جائے یا فاعل ضمیر ہو اور اسم ظاہر کو اس سے بدل قرار دیا جائے یا غلمانہ اسم ظاہر ترکیب میں مبتداء مؤخر ہوا اور قعود فعل اس پر خبر مقدم مانی جائے ان وجوہات کے احتمال کی بنا پر یہ ترکیب جائز ٹھہری ہے و المضمر لا يوصف لان ضمير المتكلم و المخاطب اعرب المعارف وار ضحها فلا حاجة لهما الى التوضيح یعنی ضمیر موصوف واقع نہیں ہوگی کیونکہ متکلم اور مخاطب کی ضمیریں اعراف للعارف اور اوضح المعارف ہیں پس ان کی توضیح اور تعریف کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے و حمل عليها ضمير الغائب و على و صف الموضع الوصف المادح والذم وغيرهما طرداً للباب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس دلیل سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ضمائر وصف موضح کے محتاج نہیں مطلق اوصاف کا عدم احتیاج اس سے معلوم نہیں ہوتا پس چاہیئے کہ اوصاف مادح اور ذم وغیرہما کے محتاج ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر غائب متکلم اور مخاطب کی ضمیروں پر محمول ہے اور اسی طرح وصف مادح اور ذم وغیرہما وصف موضح پر طرداً للباب محمول ہیں لہٰذا ضمیر مطلق اوصاف کا محتاج نہیں خواہ وہ اوصاف موضح ہوں یا مادحہ اور ذم وغیرہما ہوں ولا يوصف به لانه ليس فى الضمر معنىً الوصفية وهو الدلالة على قيام معنىٰ بالذات لانه يدل على الذات لا على قيام معنىٰ بها وكانه لم يقع فى بعض النسخ قوله لا يوصف به ولهذا اعتذر الشارح رحمة الله تعالىٰ عليه الرضى وقال ولم يذكر المصنف انه يوصف بالضمير لانه تبين ذالك بقوله یعنی ضمائر کسی شے کی صفات بھی واقع نہیں ہوتی ہیں کیونکہ ضمائر میں وصفیت کے معنیٰ نہیں ہوتے اور وہ معنیٰ کے قیام پر بالذات دلالت کرتا ہے کیونکہ ضمائر ذات پر دلالت کرتی ہیں معنیٰ کے قیام پر دلالت نہیں کرتی اور گویا ولا یوصف بہ کا قول بعضے نسخوں میں واقع نہیں ہے اسی وجہ سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی نے عذر کر کے کہا ہے کہ مصنف کافیہ نے لا یوصف بالضمیر کا قول ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ اس حکم کو انہوں نے والموصوف اخص او مساوٍ کے قول میں بیان کیا ہے و اموصوف اخص او مساوٍ اى الموصوف المعرفة اشد اختصاصاً با التعريف و المعلومية من صفة يعنى اعرف منهات لانه المقصود الاصلى فيجب ان يكون اكمل من الصفة فى التعريف او مساو يا لها لان او لم يكن اكمل منها فلا اقل من ان لا يكون او دن منها و المنقول عن سيبويه و عليه جمهور النحاة ان اعرفها المضمرات ثم الا علام ثم اسماء الاشارة ثم المعرف باللام و المصولات بينهما مساواة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بنابریں قاعدہ مذکورہ بلا حیوان ناطق کی مثال میں حیوان کی توصیف ناطق سے جائز نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہاں موصوف نہ اخص ہے اور نہ مساوی بلکہ اعم ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں خصوص اور مساوات سے مراد خصوص اور مساوات تعریف اور معلومیت میں ہے ما صدق

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ میں مقصود نہیں اور مثال مذکور میں مساوات ما صدق علیہ میں ہے یعنی موصوف معرفہ میں خصوصیت تعریف اور معلومیت کی صفت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ موصوف معرفہ صفت سے اعرف ہوتا ہے کیونکہ یہی مقصود اصلی ہوتا ہے پس واجب ہے کہ موصوف صفت سے تعریف میں اکمل ہو یا اس کا مساوی ہو کیونکہ اگر موصوف صفت سے اکمل نہ ہو تو کم از کم اس سے کم بھی نہ ہو بلکہ مساوی ہو اور سیبویہ سے منقول ہے کہ اعرف المعارف مضمرات ہیں پھر اعلام پھر اسمائے اشارات پھر معرفہ باللام اور موصولات کا درجہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ درمیان معرفہ باللام اور موصولات کے مساوات ہے۔ اور یہی جمہور نحات کا بھی مذہب ہے **ومن ثم ای ومن اجل ان الموصوف اخص اومساوٍ لم یوصف ذواللام الابمثله ای ذی اللام الأعر اوالموصول فانه ایضاً مماثل الذی اللام لما عرفت بینهما فی المساوات فی التعریف نحو جاء نی الرجل الفاضل او الرجل الذی کان عندک امس أو بالمضاف الی مثله ای مثل المعرف باللام بلاواسطة نحو جاء نی الرجل صاحب الفرس اوبواسطة نحو جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس لان تعریف المضاف مساوٍ لتعریف المضاف الیه اوانقص منه علی الخلاف الواقع بین سیبویه وغیره بخلاف سائر المعارف فانها اخص من ذی اللام فلووقع اخص نعتاً لغیر اخص فهو محمول علی البدل عند صاحب هذا المذهب** یعنی اس وجہ سے کہ موصوف میں یہ شرط ہے کہ اخص ہو یا مساوی ذواللام کی صفت ذواللام ہی واقع ہوگی یعنی معرفہ باللام کی صفت معرفہ باللام ہی ہوگی یا موصول کیونکہ موصول بھی معرفہ باللام کا تعریف میں مماثل ہے جیسے جاء نی الرجل الفاضل اور الرجل الذی عندك آمس کی مثالوں میں ہے یا معرفہ باللام کی صفت وہ مضاف ہوگا جو معرفہ باللام کی طرف مضاف ہو بلاواسطہ جس کی مثال جاء نی الرجل صاحب الفرس ہے یا بواسطہ جس کی مثال جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس ہے کیونکہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے یا اس سے انقص بنابر اس اختلاف کے جو درمیان سیبویہ اور اس کے غیر کے واقع ہے بخلاف باقی معارف کے کہ وہ معرفہ باللام سے اخص ہوتے ہیں پس اگر اخص غیر اخص کے صفت واقع ہو تو وہ اس مذہب والے کے نزدیک بدل پر محمول ہوگا لفت اخص مصنف کافیہ کے نزدیک بدل پر محمول ہوگی یہاں اس قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا پر ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے یہ قاعدہ باندھا ہے کہ موصوف میں شرط یہ ہے کہ اخص ہو یا مساوی پس بنابریں مناسب ہے کہ اسم اشارہ کی توصیف اسم اشارہ سے جائز ہو کیونکہ یہاں مساوات ہے اور باوجود اس کے نحات نے باب ہذا کی توصیف معرفہ باللام سے لازم ٹھہرائی ہے آگے چل کر مصنف خود اس کا جواب دیتے ہیں **وانما التزم وصف باب هذا ای باب اسم اشارة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ باب ہذا سے مراد باب اسم اشارہ ہے **بذلی اللام مثل مررت بهذا الرجل مع ان القیاس یقتضی جواز وصفه بذی اللام والموصول والمضاف الی احدهما للابهام الواقع فی هذا الباب بحسب اصل الوضع المقتضی لبیان الجنس فاذا اریدرفع لا یتصور بمثله لابهامه ولایلیق بالمضاف المکتسب التعریف من المضاف الیه لانه کالاستعارة من المستعیر والسوال عن المحتاج الفقیر فتعین ذواللام لتعینه فی نفسه وحمل الموصول علیه لانه مع صلة مثل ذی اللام مثل مررت بهذا الذی کرم** ای یکرم یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ باب ہذا کی توصیف معرفہ باللام سے نحات نے اس لئے لازمی ٹھہرائی ہے کہ اس باب ہذا میں بحسب اصل وضع ابہام واقع ہے جس کا مقتضی جنس ہے پس اگر اس ابہام کا رفع کرنا مقصود ہو تو جیسا ابہام ہذا اسم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسم اشارہ کے ہذا اسم اشارہ آخر سے اس کا رفع کرنا متصور نہیں ہوگا کیونکہ اس ابہام کی رفع کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں اول مضاف سے ثانی اسم اشارہ سے ثالث ذی اللام سے بنابر اول استعارہ مستعیر سے اور سوال محتاج فقیر سے لازم آجائے گا کیونکہ مضاف خود مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے اور بنابر ثانی غیر کے رفع ابہام متصور نہیں کیونکہ اسم اشارہ فی نفسہ مبہم ہے پس وہ رفع ابہام غیر کیونکر کرسکے گا پس بوجہ ضرورت اور مجبوری کے صرف معرفہ باللام ہی اس رفع ابہام کے لئے متعین ٹھہرا کیونکہ یہ فی نفسہ متعین ہوتا ہے اور موصول اس پر محمول ہے کیونکہ یہ اپنے صلہ سے مل کر تعین میں مثل معرفہ باللام کے ہے جیسے مررت بهذا الذی کرم الذی یکرم..... میں ہے یعنی مررت بهذا الرجل کی ترکیب میں قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ اس کی توصیف کا جواز معرفہ باللام یا موصول یا مضاف الی احدہما سے ہو لیکن بوجہ ابہام کے اس کی توصیف کے لئے معرفہ باللام ہی متعین ہے اور موصول اس پر محمول ہے **ومن ثم ای ومن رجل ان العزام وصف باب هذا بذی اللام الرفع الابهام بیان الجنس ضعف مررت بهذاالابیض لانه لاتبین به جنس المبهم لان الابیض عام لایختص بجنس دون جنس وحسن مررت بهذا لعالم لانه تبین به ان المشار الیه انسان بل رجل** یعنی اس وجہ سے کہ باب ہذا کی توصیف کا التزم ذی اللام سے بنابر رفع ابہام بیان جنس سے ہے اس لئے مررت بهذا الابیض کی ترکیب ضعیف ہے کیونکہ اس سے جنس مبہم کا بیان نہیں ہوسکتا کیونکہ ابیض عام ہے اس کے کسی خاص جنس سے خصوصیت نہیں ہے بخلاف مررت بهذا لعالم کی ترکیب کے کہ یہ حسن ہے کیونکہ اس سے مشارالیہ کا بیان ہوتا ہے کہ وہ انسان بلکہ رجل ہے یعنی عالم کی توصیف سے یہ معلوم ہوا کہ ہذا کا مشارالیہ انسان ہے کیونکہ یہ عالم انسان سے مختص ہے پس جب یہ لفظ ہذا کی صفت واقع ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا مشارالیہ انسان ہے کیونکہ یہ انسان کے سوا کسی اور حیوان کی صفت نہیں ہے پس بوجہ بیان جنس مشارالیہ کے یہ ترکیب حسن ٹھہری۔ **العطف یعنی المعطوف بالحرف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ العطف کا لفظ ترکیب میں مبتداء اور تابع کا لفظ اس کی خبر واقع ہوئی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ خبر مبتداء پر محمول ہوتی ہے اور یہاں یہ حمل درست نہیں کیونکہ اس سے ذات کا حمل صرف وصف پر لازم آتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عطف مصدر سے مراد معطوف بالحرف مراد ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر حمل درست ثابت ہوا **تابع مقصود ای قصد نسبته الی شئی او نسبة شئی الیه بالنسبة الواقعة فی الکلام** یعنی معطوف بالحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبت ہو یعنی اس کی نسبت کسی شے کی طرف مقصود ہو یا اس کی طرف کسی شے آخر کی نسبت مطلوب ہو لیکن یہ مقصود بالنسبت اس نسبت سے ہو جو کلام میں واقع ہو **فقوله بالنسبة متعلق بالقصد المفهوم من المقصود** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نسبۃ کے قول کا تعلق بظاہر مقصود کی لفظ سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے متعلق نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں معطوف بنفسہ مقصود بالنسبت ہو جائیگا حالانکہ ایسا نہیں اس لئے کہ مقصود بالنسبت معطوف کی نسبت ہوتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بالنسبۃ کا قول قصد سے متعلق ہے جو مقصود کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے **مع متبوعه ای کما یکون هو مقصوداً تلک النسبت یکون متبوعه ایضاً مقصوداً بها نحو جاء نی زید وعمر وفعمر وتابع لانه معطوف علی زید قصد نسبة المجئی الیه مقصودة کذالک نسبة الی زید الذی هو متبوعه ایضاً مقصودة فقوله مقصود بالنسبة احتراز عن غیر البدل من التوابع لانها غیر مقصودة بل المقصود متبوعاتها وقوله مع متبوعه احتراز عن البدل لانه**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المقصود دون متبوعه یعنی جس طرح معطوف مقصود بالنسبت ہوتا ہے اسی طرح اس کا متبوع مع معطوف علیہ بھی مقصود بالنسبت ہوگا جیسے جاء نی زید وعمرو کی مثال میں عمر تابع ہے کیونکہ وہ زید پر معطوف ہے اور اس کی طرف بھی مجیئ کی نسبت کلامی مقصود ہے اور جس طرح عمرو کی طرف مجیئ کی نسبت مقصود ہے اسی طرح زید کی طرف بھی مقصود ہے جو اس کا متبوع ہے پس مقصود بالنسبة کے قول میں بدل کے علاوہ جملہ توابع سے احتراز کیا کیونکہ وہ مقصود بالنسبت نہیں ہوتے بلکہ مقصود بالنسبت متبوعات ہوتے ہیں اور مع متبوعہ کے قول میں بدل سے احتراز کیا کیونکہ یہ مقصود بالنسبت ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا قیل یخرج بقوله مع متبوعه المعطوف بلاوبل ولا کن وام واما واولان المقصود بالنسبت معها احد الامرین من التابع والمتبوع لاکلاهما یا ایک سوال ہے جو معطوف باالحرف کی تعریف پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے معطوف بہ بلاوبل ولیکن واو واما دام خارج ہوا کیونکہ یہاں ان حروف مذکورہ کے ساتھ مقصود بالنسبت احدالامرین ہوتا ہے یعنی تابع یا متبوع دونوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتے ہیں اجیب بان المراد یکون المتبوع مقصوداً بالنسبة ان لایذکر لتوطیه ذکرالتابع ویکون التابع مقصوداً بالنسبة ان لایکون کالفرع علی المتبوع من غیر استقلال به ولا شک ان المعطوف والمعطوف علیه بتلک الحروف سبعة مقصود ان بالنسبة معاً بهذا المعنٰی یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ متبوع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ تابع کے ذکر کے لئے توطیہ اور وسیلہ نہو اور تابع کے مقصود بالنسبت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع پر متفرع نہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس معنٰی کی بنا پر حروف سبعہ مذکورہ کے معطوف اور معطوف علیہ دونوں مقصود بالنسبت ہیں لہٰذا اب تعریف جامع ہوئی و لما تم الحد بما ذکره جمعاً منعاً ار دفه زیادة التوضیح بقوله اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معطوف کی تعریف عبارت سابق حاصل ہو چکی ہے پس وبتوسط کا قول بیکار اور بےضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگرچہ معطوف کی تعریف عبارت سابق سے جامعیت اور مانعیت کے اعتبار سے تمام ہوگئی لیکن اس کے بعد وبتوسط کے قول کو صرف زیادت وضاحت کے لئے بڑھا کر ذکر کیا ہے لہٰذا اس کا ذکر بیکار نہیں بلکہ باکار اور ضروری ہے یتوسط بینه ای بین ذالک التابع اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ کہ بینہ کی ضمیر مجرورہ تابع مذکور کی طرف راجع ہے و بین متبوعه احد الحروف العشرة وسیاتی تفصیلها فی قسم الحروف انشاء الله تعالیٰ یعنی درمیان تابع اور اس کے متبوع کے دس حروف عاطفہ میں سے ایک حرف کا آنا ضروری ہے اور قسم حروف میں انشاء اللہ ان حروف مذکورہ کی تفصیل اور تشریح آئے گی مثل قام زید و عمر و لم یکتف بقولة تابع یتوسط بینه و بین متبوعه احد الحروف العشرة لان الحروف قد تتوسط بین الصفات مثل جاء نی زید العالم و الشاعر والد بین فالصفة الداخل علیها حرف العطف کا الشاعر والد بیرلها جهتان احد هما کونها صفة لزید تابعة له بتبعیة المعطوف علیه واخر هما کونها معطوفاً علی الصفة المتقدمة لها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تعریف سے مقصود جامعیت اور مانعیت ہوتی ہے اور یہ العطف تابع الخ کے قول سے حاصل ہوگئی ہے پس تابع مقصود بالنسبۃ کے قول کی کیا حاجت اور ضرورت ہے اور یتوسط بینه و بین متبوعه الخ کے قول پر اکتفاء کیوں نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ تابع یتوسط بینه وبین متبوعه

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الخ کے قول پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ اگر اس پر اکتفا کرتے تو تابع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوتی کیونکہ اس میں صفات داخل ہوتے اس لئے کہ حروف عاطفہ درمیان صفات کے بھی مستعمل ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید العالم و الشاعر والدبیر کی مثال میں ہے کہ اس میں صفات شاعر اور دبیر کے الفاظ ہیں جن کے درمیان واؤ حروف عاطف داخل ہوا ہے مگر یہاں شاعر اور دبیر کے دو اعتبار ہیں ایک یہ زید کی صفت مانی جائے اور باعتبار معطوف علیہ یعنی صفت اول کے اس کا تابع ٹھہرایا جائے دوسرا اعتبار یہ کہ اس کو صفت اول پر معطوف کر کے صفت اول کا تابع مانا جائے یہاں اعتبار اول کی بنا پر تابع کہہ دیا ہے **ویصدق علی هذه الصفة من جهة الاولیٰ انها تابعة لانها صفة لزید یتوسط بینها و بین زید حروف العطف لان توسط حرف العطف بین شیئین لا یلزم ان یکون العطف الثانی علی الاول فلو لم یکن قوله مقصودا بالنسبة مع متبوعه لدخل هذه الصفة من جمتها الاولیٰ فی حد المعطوف و هی من هذه الجهة لیست معطوفة فلم یبق مانعاً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف عاطفہ درمیان صفت اور موصوف کے داخل نہیں ہوتا جب کہ درمیان صفات کے داخل ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اعتبار اول کے بنا پر تابع کی تعریف صفات کی تابعیت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ اس اعتبار کی بنا پر شاعر اور دبیر کے الفاظ زید کے صفات ہیں کیونکہ درمیان ان الفاظ اور زید کے حرف عاطف واؤ داخل ہوا ہے اور حرف عطف کے توسط درمیان شیئین سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ عطف ثانی اول ہی پر ہو پس اگر مقصودا بالنسبة مع متبوعه کا قول نہ ہو تو اعتبار اول کی بنا پر معطوف کی تعریف میں یہ صفات داخل ہو جائیں اور حالانکہ یہ اس اعتبار مذکور کی بنا پر معطوف نہیں پس تعریف مانع نہ رہی لہٰذا مقصوداً بالنسبة کے قول کا پڑھانا ضروری ہوا **وقیل جوز الزمخشری وقوع الواو بین الموصوف والصفة لتاکید اللصوق فی مواضع عدیدة من الکشاف وحکم المصنف فی شرح المفصل فی مباحث الاستثناء ان قوله تعالیٰ ولها منذرون فی قوله وما اهلکنا من قریه الا ولها منذرون صفة لقریة فلو اکتفی بقوله تابع یتوسط لدخل فیه مثل هذاه الصفة ونقل عن المصنف انه قال فی امالی الکافیة ان العاقل فی مثل جاء نی زید العالم والعاقل تابع یتوسط بینه وبین متبوعه احد الحروف العشرة ولیس بعطف علی التحقیق وانما هو باقٍ علی ماکان علیه فی الوصفیة وانما حسن دخول العاطف لنوع من الشبه بالمعطوف لما بینهما من التغائر فلو حد العطف کذالک لدخل فیه بعض الصفات مع انه لیس بمعطوف** اس میں اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف کے متعدد مقامات میں ذکر کیا ہے کہ واو کا وقوع درمیان موصوف اور صفت کے لصوق اور اتصال کے لئے جائز ہے اور مصنف کافیہ نے بھی شرح مفصل میں استثناء کے مباحث میں حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وما اہلکنا من قریۃ الخ کے قول میں لہا منذرون کا قول قریہ کی صفت ہے اگر مصنف معطوف کی تعریف میں تابع یتوسط کے قول پر اکتفاء کرتے تو اس تعریف میں اس قسم کی صفت داخل ہوتی اور مصنف کافیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کافیہ کی شرح امالی میں لکھا ہے کہ جاء نی زید العالم والعاقل کی مثال میں عاقل کا لفظ تابع ہے جو اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عشرہ میں ایک حرف کا توسط آیا ہے لیکن یہ حقیقت میں معطوف نہیں بلکہ یہ اپنی اس اصل حالت وصف پر باقی ہے جس پر پیشتر تھا اور یہاں دخول حرف عاطف صرف اس لئے حسن ہے کہ صفت کی معطوف کے ساتھ ایک نوع مشابہت ہے اور وہ تغائر ہے یعنی جس طرح معطوف معطوف علیہ سے مغائر ہوتا ہے اسی طرح صفت اپنے موصوف سے مغائر ہوتی ہے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس اگر معطوف کی تعریف اسی طرح کی جائے تو اس میں بعض صفات داخل ہو جائینگی حالانکہ یہ معطوف نہیں ہوتی ہیں وقال بعضهم فيه نظر لان الحروف المتوسط بينها عاطفة لدلالتها فيها على ما تدل عليه في غيرها من الجمع والترتيب وغيرذالک ففي جعلها غيرعاطفة في الصفات وعاطفة في غيرها ارتكاب امر بعيد من غير ضرورة داعية اليه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ حروف متوسطہ عاطفہ درمیان صفت اور موصوف کے عطف کے معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور وہ جمع اور ترتیب وغیرہ ذالک ہے پس ان کو صفت اور موصوف کے علاوہ میں عاطفہ ٹھہرانا اور صفت اور موصوف میں غیر عاطفہ ٹھہرانا بلا ضرورت داعیہ کے ایک امر بعید کا اختیار کرنا ہے اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے مغائرت بالذات ہوتی ہے اور درمیان صفت اور موصوف کے اتحاد بالذات ہوتا ہے پس کس طرح ایک میں آخر ہو سکتا ہے اس لئے صفت کے علاوہ میں عاطفہ ٹھہرانا اور صفات میں غیر عاطفہ ٹھہرانا ضروری اور لازمی ہوا **واذا عطف على الضمير المرفوع لاالمنصوب والمجرور المتصل بارزا كان اومستتر الاالمنفصل اكد بمنفصل اولاً ثم عطف عليه** وذالک لان المتصل المرفوع كالجزء مما اتصل به لفظا من حيث انه متصل لايجوز انفصاله ومعنىً من حيث انه فاعل والفاعل كاالجزء من الفعل فلو عطف عليه بلاتاكيد كان كمالو عطف على بعض حروف الكلمة فاكد اولاً بمنفصل لانه بذالک يظهران ذلک المتصل وان كان كاالجزء منفصل من حيث الحقيقة بدليل جواز افرا ده مما اتصل به بتاكيده فيحصل له نوع استقلال یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف مقصود ہو خواہ وہ ضمیر مرفوع متصل بارز ہو خواہ مستتر تو اول اس کی ضمیر منفصل سے تاکید کرتے ہیں بعدہ اس پر عطف کرتے ہیں بخلاف ضمیر منصوب اور مجرور اور منفصل کے کہ یہاں تاکید کی ضرورت نہیں ہے اور ضمیر منفصل سے تاکید اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ ضمیر مرفوع متصل فعل سے باعتبار لفظ کے بمنزلہ جز کے ہے پس اس حیثیت سے کہ وہ متصل ہے اس کا انفصال جائز نہیں اور باعتبار معنیٰ کے بھی جائز ہے کیونکہ وہ فعل کا فاعل ہے اور فاعل سے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے پس اگر اس پر بغیر تاکید منفصل کے عطف کیا جائے تو یہ ایسا ہوگا جیسا کہ کلمہ کے بعض حروف پر عطف کیا جائے اور یہ درست نہیں پس بدرجہ مجبوری اول ضمیر منفصل سے تاکید کی جائے گی اس کے بعد عطف کیا جائے گا کیونکہ اس تاکید سے یہ ظاہر ہوگا کہ یہ ضمیر منفصل اگرچہ فعل سے بمنزلہ جز کے ہے لیکن حقیقت میں یہ فعل سے منفصل ہے کیونکہ اس کا فعل سے جدا ذکر کرنا بھی جائز ہے پس اس کو ایک قسم کا استقلال حاصل ہے اس استقلال کی بنا پر اس میں یہ تاکید صورت مذکورہ ضروری ہوئی **ولا يجوز ان يكون العطف هذا التاكيد لان المعطوف في حكم المعطوف عليه فكان يلزم ان يكون هذا المعطوف ايضاً تاكيداً وهو باطل فان كان الضمير منفصلاً نحو ما ضرب الا انت وزيد لم يكن كا الجزء لفظاً و كذر ان كان متصلاً منصوباً نحو ضربتک وزيداً لم يكن كا الجزء معنىً فلا حاجت فيها الى التاكيد بمنفصل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ جب ضمیر منفصل سے تاکید کی جائے تو اس تقدیر پر یہ عطف دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا موکد پر بنا بر اول محذور مذکور لازم ہو جائے گا اور بنا بر ثانی یہ تاکید ہوگی عطف نہیں ہوگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عطف موکد پر ہے اور اس عطف کا تاکید ہونا اس لئے جائز نہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس اس سے یہ لازم آئے گا کہ یہ معطوف بھی تاکید ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے پس اگر ضمیر منفصل ہو جیسے ماضرب الا انت وزید کی مثال میں ہے تو اس صورت میں وہ ضمیر باعتبار لفظ کے فعل سے بمنزلہ جز

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر وہ ضمیر متصل منصوب ہو جیسے ضربتک وزید اکی مثال میں ہے تو اس صورت میں وہ ضمیر باعتبار معنی کے کالجز انہیں ہوگی پس بنابر اس ضرورت کے یہاں ضمیر منفصل سے تاکید کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے مثل ضربت اناوزید وزید ضرب هو وغلامه یعنی ان امثال میں ضربت کی ضمیر متصل کی تاکید انا ضمیر منفصل اور ضرب کی ہو ضمیر مرفوع کی تاکید ہو ضمیر منفصل سے کی ہے جب یہ عطف صحیح ہوا ہے الاان یقع فصل بین الضمیر المرفوع المتصل وبین ماعطف علیه فیجوز ترکه ای ترک التاکید لانه قد طال الکلام بوجود الفصل فحسن الاختصار بترک التاکید سواء کان الفصل قبل حرف العطف نحو ضربت الیوم وزید او بعده کقوله تعالیٰ ما اشرکنا ولاابآؤنا فان المعطوف هو ابآؤنا ولازائد بعد حرف العطف لتاکید النفی وانما قال یجوز ترکه فانه قد یوکد بالمنفصل مع الفصل کقوله تعالیٰ لتبکنو الیها هم والفاؤن وقد لایوکدوالامران متساویان هذاواعلم ان مذهب البصریین ان التاکید بالمنفصل هو الاولی ویجوزون العطف بلاتاکید ولافصل لاکن علی قبح والکوفیون یجوز وله بلاقبح اقول اگر درمیان ضمیر مرفوع متصل کے اور اس کے جو اس پر معطوف ہو فصل واقع ہو تو اس صورت میں تاکید کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے کیونکہ فصل کے وجود کی بنا پر کلام میں طوالت ہوتی ہے پس تاکید کو چھوڑ کر اختصار کرنا حسن اور اچھا ہے برابر ہے کہ فصل حرف عطف کے قبل ہو جیسے ضربت الیوم وزید کی مثال میں ہے یا بعد ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور فی الشرح میں ہے کہ اس میں معطوف صرف اباؤنا کا قول ہے اور لا بعد حروف عطف کے صرف نفی کی تاکید کے لئے بڑھایا ہے اور یجوز ترکہ اس لئے کہا کہ کبھی باوجود فصل کے بھی ضمیر منفصل سے تاکید کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے لتبکنو فیها هم والفاؤن کے قول میں ہے اور کبھی نہیں کی جاتی ہے اور یہ دونوں امر مستوی ہیں اس کو یاد کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ علمائے بصرہ ضمیر متصل کی تاکید کو منفصل سے اولیٰ قرار دیتے ہیں اور عطف کو بلا تاکید اور فصل کے جائز ٹھہراتے ہیں لیکن یہ جواز ان کے نزدیک بنابر قبح ہے اور علمائے کوفہ اس عطف کو بلا قبح جائز مانتے ہیں واذا عطف علی الضمیر المجرور اعید الخافض حرفاً کان اواسماء لان اتصال الضمیر المجرور بجاره اشد من اتصال الفاعل المتصل بالفعل لان الفاعل ان لم یکن ضمیراً متصلا جاز انفصاله والمجرور لاینفصل من جاره فکره العطف علیه اذیکون کالعطف علی بعض حروف الکلمة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خافض کا عموم بتا کر ضمیر مجرور کے اتصال کی علت اور وجہ بتاتے ہیں کہ جب ضمیر مجرور پر عطف مقصود ہو تو خافض کا اعادہ ضروری اور لازمی ہے خافض عام ہے خواہ حرف ہو خواہ اسم اور خافض کا اعادہ اس لئے ضروری ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال اپنے جار سے فاعل کے اتصال سے جو اپنے فعل سے متصل ہو بڑھا ہوا ہے کیونکہ فاعل اگر ضمیر متصل نہ ہو تو اس صورت میں اس کا انفصال فعل سے جائز ہے بخلاف ضمیر مجرور کے کہ وہ اپنے جار سے کسی حالت میں بھی جدا نہیں ہوتا بنابریں اس پر عطف مکروہ ہے کیونکہ یہ عطف ایسا ہوگا جیسا کہ کلمہ کے بعض حروف پر عطف ہو اور یہ باطل ہے لہٰذا خافض (اس کے جر کے ہیں) کا اعادہ ضروری ثابت ہوا ولیس مجرور ضمیر منفصل کما یجیء فی المضمرات حتی یوکد به اولا ثم یعطف علیه کما عمل فی المرفوع المتصل اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ مناسب ہے کہ اول ضمیر منفصل سے تاکید کی جائے اس کے بعد عطف کیا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر مجرورہ کے لئے کوئی ضمیر منفصل نہیں جیسے عنقریب بحث مضمرات میں اس کی تحقیق آئے گی تاکہ اس سے اول تاکید کی جائے اور پھر اس پر عطف کیا جائے جیسا کہ ضمیر مرفوع متصل میں ہوا ہے وفی استعارة

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المرفوع له مذلة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے کہ ضمیر مجرور کے لئے ضمیر مرفوع کا استعارہ کیا جائے اور اس کے بعد اس پر عطف کیا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مرفوع کے استعارہ میں مرفوع کی تذلت ہے کیونکہ اس سے استعارہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے لازم آئیگا اور یہ باطل ہے ولا یکتفی بالفصل لان الفصل لاتاثیر له الافی جواز ترک التاکید بالمنفصل للاختصار فیحث لایمکن التاکید بالمنفصل لعدمه لایتصور له اثر فکیف یکتفی به قد یبق الاعادة العامل الاول اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے مناسب ہے کہ فصل پر اکتفاء کر کے عطف کیا جائے اس کا جواب دیا کہ فصل پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ فصل بنابر اختصار تاکید کے ترک کے جواز میں موثر ہے اور ضمیر مجرور کی ضمیر منفصل نہیں جس سے اس کی تاکید کی جائے پس جب یہاں منفصل سے تاکید ممکن نہیں ہوئی تو فصل بھی ممکن نہیں ہوئی پس جب منفصل کا یہاں کوئی اثر متصور نہیں تو اس صورت میں فصل پر کیونکر اکتفاء کیا جاسکتا ہے لہٰذا بدرجہ مجبوری یہاں عامل اول کا اعادہ ضروری اور لازمی ہوا نحو مررت بک وبزید والمال بنی وبین زید یہ اس ضمیر مجرورہ کی مثالیں ہیں جس پر عطف ہوا اعادہ خافض کے ہوا ہو فالعطف هو المجرور والعامل مکرر وجره بالاول والثانی کالعدم معنی بدلیل قولهم بینی وبینک اذبین لایضاف الاالی المتعدد اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معطوف میں خافض کا اعادہ ضروری ہوا تو اس تقدیر پر عطف مرکب کا مفرد پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف صرف مجروری ہے اور اعادہ خافض بغرض تکریر عامل ہے اور تکریر عامل کی صورت میں تو اروعاملین علی محمول واحد لازم نہیں آتا کیونکہ معطوف کا جر عامل اول سے ہے اور ثانی معنیٰ کالعدم ہے بدلیل بینی وبینک کے قول کے کیونکہ بین کا لفظ صرف متعدد ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے اور یہاں متعدد کی طرف مضاف نہیں ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ثانی بین کالعدم ہے وقیل جره بالثانی کما فی الحرف الزائد کفی باللہ یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ معطوف کا جر عامل ثانی سے ہو جیسے کفی باللہ کی مثال کا یا حروف زائدہ میں سے ہے وهذا الذی ذکرنا لا عنی للزوم اعادة الجار فی حال السعة والاختیار مذهب البصریین و یجوز عند هم ترکها اضطراراً وا جاز الکوفیون ترک الاعادة فی حال السعة مستد لین بالاشعار یعنی یہ جو کچھ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یعنی جار کے اعادہ کا لزوم یہ صرف سعت کلام میں ہے اور بصریوں کا مذہب مختار ہے اور ان کے نزدیک حالت اضطرار میں بھی ترک اعادہ جار جائز ہے اور علماء کوفہ نے حالت سعت کلام میں بھی ترک اعادہ جار کو جائز قرار دیا ہے اور ان کی دلیل اس میں وہ اشعار ہیں جو اس بحث کے مطابق آئے ہیں فان قیل کیف جار تاکید المرفوع المتصل فی نحو جاء لی کلهم والابدال منه نحو اعجبنی جمالک من غیر شرط تقدم التاکید بالمنفصل و جاز ایضاً تاکید الضمیر المجرور فی نحو مررت بک نفسک و الابدال منه نحو عجبت بک جمالک من غیر اعادة الجار و لم یجز العطف فی الاول الا بعد التاکید بالمنفصل وفی الثانی الا مع اعادة الجاریه ایک سوال ہے جو اوپر کے قاعدہ کلیہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف بلا تاکید منفصل کے جائز نہیں اور ضمیر مجرورہ پر بھی بلا اعادہ خافض کے عطف درست نہیں ہے تو پھر جاءنی کلہم کی ترکیب میں کلہم سے جاءنی کی ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کیونکر جائز ہوئی اور اس سے ابدال جیسے اعجبنی جمالك کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترکیب میں ہے بغیر شرط تقدم تاکید بالمنفصل کے کیونکر جائز ٹھہرا ہے اور تاکید ضمیر مجرور کی جیسے مررت بك نفسك میں ہے کیوں جائز ہے اور اس سے ابدال بغیر اعادہ جار کے جیسے عجبت بک جمالک میں ہے کیونکر جائز مانا گیا ہے اور حالانکہ عطف اول میں صرف تاکید بالمنفصل کے بعد ہی جائز ہے اور ثانی میں صرف اعادہ جار کے ساتھ درست مانا جاتا ہے قلنا التاکید عین الموکد والبدل فی الاغلب اما کل المتبوع او بعضه او متعلقه والغلط قلیل نادرا فهما لیسا باجنبین لمتبوعهما ولا منفصلین عنه لعد تخلل فاصل بینهما وبین متبوعهما فلاحاجة فی ربطهما الی متبوعهما الی تحصیل مناسبة زائدة بخلاف العطف فان المعطوف یغایر المعطوف علیه ویتخلل بینهما العاطف فلابدفیه من تحصیل مناسبة بینهما بتاکید المتصل بالمنفصل فی المرفوع وباعادة الجار فی المجرور یخرج المتصل المرفوع عن صرافة الاتصال ویناسب المعطوف بتاکیده بالمنفصل وقوی مناسبة المجرور بانضمام الجار الیه کما فی المعطوف علیه یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تاکید عین موکد ہے اور بدل غالب اور اکثر استعمال میں کل متبوع ہوتا ہے بدل الکل میں یا بعضے متبوع ہوتا ہے بدل البعض میں یا متبوع کا متعلق ہوتا ہے بدل الاشتمال میں اور بدل الغلط قلیل اور نادر استعمال ہوتا ہے پس تاکید اور بدل دونوں اپنے متبوعوں سے نہ اجنبی ہیں اور نہ منفصل کیونکہ انکے متبوعوں کے درمیان کسی فاصل کا تخلل نہیں جس سے ان کے متبوعوں کے ساتھ ان کا ربط اور تعلق پیدا ہو اور بموجب اس ربط اور تعلق کے انکے متبوعوں کے درمیان ایک مناسبت زائدہ حاصل ہو بخلاف عطف کے یہاں چونکہ معطوف اپنے معطوف علیہ کے مغائر ہوتا ہے اور ان کے درمیان عاطف کا تخلل ہوتا ہے جس سے ان کے درمیان مناسبت زائدہ حاصل ہوتی ہے اس لئے منفصل سے متصل کی تاکید ضمیر مرفوع میں ضروری ہے اور ضمیر مجرور میں اعادہ جار لازمی ہے تاکہ ضمیر مرفوع متصل صرافۃ اتصال سے خارج ہو اور درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے تاکید بالمنفصل سے مناسبت پیدا ہو اور ضمیر مجرور کی مناسبت بوجہ انضمام جار کے قوی ثابت ہو جیسا کہ معطوف علیہ میں ہے والمعطوف فی حکم المعطوف علیه فیما یجوز له ویمتنع من الاحوال العارضة له نظرا الی ما قبله اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معطوف کا معطوف علیہ کے حکم میں ہونا مسلم نہیں کیونکہ بسا اوقات معطوف مثنی ہوتا ہے اور معطوف علیہ معرف اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے اور معطوف معرفہ ہوتا ہے اور معطوف علیہ نکرہ اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے اور معطوف مفرد ہوتا ہے اور اس کا معطوف علیہ تثنیہ اور جمع اس کا عکس بھی ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظرا الی ماقبلہ کا قول بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ معطوف علیہ کے احوال دو قسم کی ہیں اول وہ جو معطوف علیہ کو اپنے ماقبل سے عارض ہوں دوم وہ کہ معطوف علیہ کو من حیث النفس عارض ہوں پس معطوف معطوف علیہ کے حکم میں باعتبار ان احوال کے ہوگا جو اس کو ماقبل سے عارض ہوں احوال عارضه من حیث النفس میں نہیں ہوگا اور یہاں یہ احوال قسم ثانی کے مقصود ہیں دوال کے بشرط ان لایکون ما یقتضیها منتفیا فی المعطوف اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا رجل فی الحارث کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں حارث کا لفظ رجل پر معطوف ہے اور حالانکہ یہ باعتبار تجرید لام کے معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں باعتبار ان احوال کے ہوگا جو اس کو ماقبل سے عارض ہوں بشرطیکہ جو چیز کہ ان احوال کا معطوف علیہ مقتضی ہو وہ معطوف منتفی نہ ہوں اور یہاں انتفاء کا مقتضی موجود ہے اور وہ یہاں تجرید لام کے لئے حروف ندا کا داخل ہونا ہے جو معطوف میں منتفی ہے والما

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قلنا من الاحوال العارضة له نظرا الی ما قبلة احترازا عن الاحوال العارضة له من حیث نفسه کالاعراب وابناء والتعریف والتنکیر والافراد والتثنیة والجمع فان المعطوف فیهما لیس فی حکم المعطوف علیه

اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظرا الی ما قبلہ کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا جس کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے اب یہاں اس کے بڑھانے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے من الاحوال العارضة نظراً الی ماقبلہ کا قول اس لئے بڑھایا ہے کہ اس سے ان احوال سے احتراز ہو جائے جو معطوف علیہ کو من حیث النفس عارض ہوں جیسے اعراب اور بناء تعریف و تنکیر افراد اور تثنیہ اور جمع ہیں کہ ان میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہے وانما قلنا بشرط ان لایکون مایقتضیها منتفیاً فی المعطوف احتراز عن مثل یا رجل واحارث فان الحارث معطوف علی الرجل ولیس فی حکمه من حیث تجرده عن اللام فان ما یقتضی تجرده عن اللام وهو اجتماع اللام وحرف النداء وهو مفقود فی المعطوف

اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرط ان لایکون مایتضیها منتفیا فی المعطوف کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا جس کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے اب یہاں اس کے بڑھانے کی علت اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے اس قول مذکور کو اس لئے بڑھایا ہے کہ اس سے یا رجل واحارث کے قول سے احتراز ہو کیونکہ اس میں حارث کا لفظ اگرچہ رجل پر معطوف ہے لیکن یہ باعتبار تجرید لام کے اس کے حکم میں نہیں کیونکہ یہاں تجرد لام مقتضی اجتماع لام اور حرف ندا ہے اور یہ یہاں معطوف میں منتفی اور مفقود ہے واما نحو رب شاة وسخلتها فتقدیر التنکیر لقصد عدم التعین ای رب شاة وسخلته لها

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ بالا رب شاة وسخلتها کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں سخلتہا کا لفظ شاۃ پر معطوف ہے اور باوجود اس کے یہ اس کے حکم میں نہیں کیونکہ رب کا لفظ اپنے مدخول کے نکرہ ہونے کا مقتضی ہے اور یہاں سخلتہا معرفہ بالاضافت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ سخلتہا بغرض عدم تعین کے موول بہ نکرہ ہے جس کی تقدیر رب شاۃ سخلتہ لہا ہے او محمول علی نکارة الضمیر کربه رجلا علی الشذوذ ای رب شاة وسخلته شاة

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا سخلتہا اس مثال میں محمول بہ نکارت ضمیر ہے بنابر شذوذ جیسے ربہ رجلا میں ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر رب شاۃ سخلتہ شاۃ ہوگی وکذالمعطوف فی حکم المعطوف علیه فی احوال العارضة له باالنظر الی نفسه وغیره ان کان المعطوف مثل المعطوف علیه فلذا وجب بناء المعطوف فی نحو یا زید عمر ولان ضم زید بالنظر الی حرف النداء والی کونه مفرداً معرفة فی نفسه وعمرو مثل زید فی کونه مفرداً معرفة وامتنع بناؤه فی یا زید وعبدالله فان عبدالله لیس مثل زید فان زیداً مفرداً معرفة و عبدالله مضاف

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا زید وعمرو کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں عمرو کا لفظ زید پر معطوف ہے اور باوجود اس کے یہ اس کے حکم میں ہے باعتبار مبنی بر ضمہ ہونیکے اور بناء احوال ذاتیہ میں سے ہے احوال عارضہ سے نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس طرح احوال عارضہ میں معطوف اپنے معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے بہ نظر نفس معطوف علیہ اور اس کے ضمیر کے جبکہ معطوف مثل معطوف علیہ کے ہو پس یہاں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہے اس طرح کہ یہ دونوں مثال مذکورہ میں مفرد معرفہ واقع ہوئے ہیں پس اسی وجہ سے یا زید وعمرو کی مثال میں معطوف یعنی عمرو کی بنا واجب ہے کیونکہ زید کا ضمہ بہ نظر حرف ندا اور بنظر اس کے مفرد معرفہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فی نفسہ ہونیکے ہے اور عمرو مفرد و مفرد و معرفہ ہونے میں مثل زید کے ہے اور اسی وجہ سے یا زید و عبداللہ کی مثال میں معطوف کا بنی برضمہ ہونا ممتنع ہے کیونکہ یہاں معطوف یعنی عبداللہ مثل زید کے نہیں اس لئے کہ زید مفرد معرفہ ہے اور عبداللہ مضاف ہے ومن ثم ای ومن اجل ان المعطوف فی حکم المعطوف علیه فیما یجوز و یمتنع اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کلمہ من اجلہ علیہ معنیٰ علت کے ہے یعنی اس وجہ سے کہ معطوف فیما یجوز ویمتنع میں اپنے معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے آگے آنے والی ترکیب میں سوائے رفع کے اور کچھ بھی جائز نہیں ہے لم یجزلی ترکیب ما زید بقائم او قائماً ولا ذاهب عمرو الا الرفع فی ذاهب اذ لو نصب او خفض لکان معطوفاً اعلی قائم او قائماً فیکون خبراً عن زید وهو ممتنع لخلوة عن الضمیر الواقع فی المعطوف علیه العائد الی اسم ما فتعین الرفع علی ان یکون خبرٌ لمقدماً علی المبتداء وهو عمرو ویکون من قبیل عطف الجملة علی الجملة ولا مانع منه ولما کان لقائل ان یقول هذه القاعدة منتقضة بقولهم الذی یطیر فیغضب زید الزباب فان یطیر فیه ضمیر یعود الی الموصول و یغضب المعطوف علیه لیس فیه ذالک الضمیر فاجاب عنه بقوله اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع کی خصوصیت کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ مثال مذکور میں ذاہب کے لفظ کا صرف رفع ہی جائز ہے نصب اور جر جائز نہیں کیونکہ اگر اس کو منصوب یا مجرور پڑھیں تو اس تقدیر پر یہ قائم یا قائماً پر معطوف مانا جائے گا پس یہ زید کی خبر ٹھہرے گی اور یہ ممتنع ہے کیونکہ معطوف علیہ میں ضمیر ہے جو راجع ہے کلمہ ما کے اسم کی طرف اور معطوف میں یہ ضمیر راجع نہیں ہے اس لئے یہاں بنابر تقدم خبریت اس کا رفع ہے مخصوص ہی یعنی ذاہب خبر مقدم اور عمرو ترکیب میں مبتداء مؤخر ہے اور یہ گویا عطف جملہ علی الجملہ ہے اور اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے اب یہاں قاعدہ مزکورہ بالا پر الذی یطیر فیغضب زید الذباب کے قول سے ایک نقص وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں یہ ہے کہ یطیر کے جملہ میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور فیغضب کا جملہ اس پر معطوف ہے اور اس میں یہ ضمیر نہیں پس مناسب ہے کہ یہ ترکیب جائز نہو حالانکہ جائز ہے آگے چل کر مصنف کافیہ اس کا جواب دیتے ہیں وانما جاز الذی یطیر فیغضب زیدن الذباب لانها الی الفاء فی هذه الترکیب فاء السببیة ای فاءلها نسبة الی السببیة بان یکون معناه السببیة لا العطف فلا یرد نقضاً علی تلک القاعدة یہ اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ ترکیب مذکور اس لئے جائز ہے کہ اس میں فیغضب کا فاء سببی ہے یعنی وہ فاء ہے جس کی سببیت کی طرف نسبت ہو اس طرح کہ اس کے معنیٰ سببیت کے ہوں عطف کے نہوں پس اب اس تقدیر پر قاعدہ مذکورہ پر کوئی نقض وارد نہیں ہوگا او یکون معناها السببیة مع العطف لکنها تجعل الجملتین کجملة واحدة فینکتفی باللرابط فی الاولیٰ والمعنیٰ الذی اذا یطیر فیغضب زید الذباب یہ اوپر والے نقض کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے یا اس فاء کے معنیٰ سببیت کے ہیں عطف کے ساتھ لیکن یہ دو جملے بمنزلہ ایک جملہ کے ٹھہرائے جائیں گے اور صرف جملہ اول میں ربط پر اکتفاء کیا جائے گا اور دونوں تقریروں پر کلام کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ شخص جس کو طیران ذباب سے غصہ آتا ہے وہ زید ہے او یفهم منها سببیة الاولیٰ للثانیة فالمعنیٰ الذی یطیر فیغضب زید سببیة الذباب یہ نقض مذکور کا تیسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یا یہ فاء محض عطف کے لئے نہیں بلکہ اس سے اول کی سببیت بھی ثانی کے لئے کلام کے مفہوم سے معلوم ہوتی ہے جس کی تقدیر پر کلام کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ چیز جس کے طیران کے سبب سے زید کو غصہ آتا ہے وہ ذباب ہے و یمکن ان یقدر فیه ضمیر ای الذی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یطیر فیغضب زید بطر الله الذباب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے نقض کا چوتھا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ترکیب مذکور میں ضمیر موصول کی مقدر مانی جائے جس کی تقدیر الذی یطیر فیغضب زید بطیر انه الذباب ہوگی واذا عطف ای اذا وقع العطف بناء علی وجود عاملین بان عطف اسمان علی معمولیهما بعاطف واحد اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کی یہ عبارت مفید مراد نہیں کیونکہ مراد دو اسموں کا عطف ہے عاملین مختلفین کے معمول پر نفس عاملین پر عطف مقصود نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت میں مضاف مقدر ہے اور وہ معمول ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ جب دو اسموں کا اپنے معمولوں پر ایک ہی عطف سے عطف کیا جائے تو یہ علماء جمہور کے نزدیک درست نہیں ہے وقال بعض شارحی اللباب الاظهر عندی ان العطف ههنا محمول علی معناه اللغوی ای امالة الاسمین نحو العاملین بان یجعلا معمولیهما اس میں اوپر والے نقض کا دوسرا جواب ہے جو لباب کے بعض شراح نے دیا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں عطف سے مراد عطف بمعنی لغوی ہے یعنی دو اسموں کا امالہ عاملین کی طرف اس طرح کہ ان دونوں اسموں کو عاملین کے معمولین ٹھہرائے جائیں واکثر الشارحین علی ان المعنی علی معمولی عاملین وانما قال علی معمولی عاملین لاعلیٰ معمولی عامل واحد فانه جائز اتفاقاً نحو ضرب زید عمر وعمرو خالد أو لا علی اکثر من اثنین فانه لاخلاف فی امتناعه اس میں اوپر والے سوال کا جواب جس کی تشریح یہ ہے کہ اکثر شراح کا خیال ہے کہ یہاں عاملین سے مراد بحکم ذکر اثر مراد موثر کے معمولین ہیں جس کے تقدیر پر معنی کلام کے یہ ہوں گے کہ عاملین مختلفین کے معمولین پر عطف جمہور کے یہاں درست نہیں اور علی معمولی عاملین کہا اور علی معمولی عامل واحد اس لئے نہیں کہا کہ یہ باتفاق نحات جائز ہے جیسے ضرب زید عمراً وعمر وخالداً کی مثال میں ہے اور اسی طرح علی اکثر من اثنین نہیں کہا یہ اس لئے کہ یہ باتفاق نحات ممتنع ہے گویا اس عطف کے مجموعہ میں تین صورتیں ہوئیں اول جواز اتفاقی کی دوم امتناع اتفاقی کی سوم اختلافی ہے جس کو مصنف کافیہ نے ذکر کر دیا ہے مختلفین ای غیر متحدین بان لایکون الثانی عین الاول یعنی درآنحالیکہ عاملین غیر متحدہ ہوں اسطرح کہ ثانی عین اول نہو وذالک لدفع وهم من یتوهم ان مثل ضرب ضرب زید عمراً وبکراً خالداً من هذا الباب مع انه لیس منه لعدم تعدد العامل فیه اذاالفاعل هو الاولی والثانی تاکید له وذالک العطف کما وقع فی قولهم ماکل ﴿بفارسی ہر چیز سیاہ ہر چیز سفید واقع مع خلاصہ کہ شاعر کی شاعر کو طعنہ دوسرے شخص کی اس پر شاعر سے ناراض رہے لازمی صورت انسان نہیں نوری صورت میں کریگے آگ اگر چہ بس سے حقیر تا ہوں لیکن حق اور کمال سے بڑا منہ ﴾سوداء تمرةً وبیضا شحمةً وفی قول الشاعر شعراکل امر ای تحسبین امراً ونا وتوقد باالليل ناراً فهذا وان کان بحسب الظاهر جائز الکنه لم یجز عند الجمهور بحسب الحقیقة لان الحرف الواحدلایقوی ان یقوم مقام عاملین مختلفین اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مصنف کا قول مختلفین قید احترازی ہے یعنی مصنف کافیہ نے اس قید کو بڑھا کر ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے وہم کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی شخص یہ وہم کر سکتا ہے کہ بظاہر ضرب ضرب زیداً عمراً دیکر خالداً کی امثال اس باب عطف مذکور میں سے معلوم ہوتی ہیں حالانکہ یہ واقع میں اس باب سے نہیں کیونکہ یہاں عامل کا تعدد نہیں اس لئے کہ عامل صرف اول ہی ہے ثانی اس کی تاکید ہے مختلفین کی قید بڑھا کر مصنف کافیہ نے امثال مذکورہ سے احتراز فرمایا کیونکہ امثال مذکورہ میں عامل مختلف نہیں بلکہ

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

متحد فی العمل ہے اور اس عطف مذکور کی مثال عرب کے قول باکل سوداء تمرة وبیضا وشحمة اور شاعر کے شعر مذکور فی الشرح میں ہے پس یہ عطف اگر چہ بحسب ظاہر جائز معلوم ہوتا ہے لیکن بحسب حقیقت علمائے جمہور کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ ایک حرف میں یہ قوت نہیں کہ عاملین مختلفین کے قائم مقام ہو سکے لہٰذا جمہور کے نزدیک یہ عطف درست نہیں ہے **خلافا للفراء فانه یجوز هذا العطف بحسب الحقیقة کما جاز بحسب الصورة ولایؤول الامثلته الواردة علیها ولایقتصر علی صورة السماع بل یعمها وغیرها وعدم جواز ذالک العطف مع خلاف الفراء جارٍ فی جمیع المواد عند الجمهور** یعنی عطف مذکور کے متعلق فراء جمہور کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس طرح یہ عطف بحسب صورت جائز ہے اسی طرح بحسب حقیقت بھی جائز ہے اور جو امثال اس عطف کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان کو اپنے معنوں پر محمول کرتے ہیں ان میں نہ تاویل کے قائل اور نہ سماع پر مقصور مانتے ہیں بلکہ عام ٹھہراتے ہیں اور اس عطف کا عدم جواز مع اختلاف فراء کے جمہور کے نزدیک جملہ مواد استعمال میں جاری ہے کسی خاص موضع کی خصوصیت نہیں ہے **الافی نحو فی الدار زید والحجرة عمرو وان فی الدار زیداً والحجرة عمراً یعنی فی صورة تقدیم المجرور تاخیر المرفوع اوالمنصوب لمجیئه فی کلامهم واقتصر الجواز علی صورة السماع لان ماخالف القیاس تقتصر علی مورد السماع** یعنی عطف مذکور عدم جواز جمہور کے نزدیک جمیع مواد میں ہے سوائے فی الدار زید والحجرة عمر اور ان فی الدار زیداً والحجرة عمراً کی امثال کے کہ یہ باتفاق جائز ہے یعنی جہاں مجرور مقدم ہو اور مرفوع یا منصوب موخر ہو وہاں یہ عطف مذکور علی الاتفاق جائز ہوگا کیونکہ اس قسم کا عطف کلام عرب میں مستعمل ہوتا ہے اور اس کا جواز کا اقتصار صورت سماع پر اس لئے کیا ہے کہ جو قیاس کے مخالف ہو اس کا مواد سماع ہی پر اختصار کرتے ہیں **خلافا سیبویه فانه لایجوز هذا العطف بحسب الحقیقة فی هذا الصورة ایضاً بل یحملها علی حذف المضاف وابقاء المضاف الیه علی اعرابه نحو تریدون عرض الحیوة الدنیا والله یرید الأخرة بجز الأخرة کما جاء نی فی بعض القراة ای عرض الأخرة** یعنی امثال مذکورہ بالا کے عطف کے متعلق سیبویہ اختلاف کرتے ہیں کہ جس طرح یہ عطف بحسب صورت جائز نہیں اسی طرح یہاں مذکورہ صورت میں بحسب حقیقت بھی درست نہیں ہے اور امثال مذکورہ کو حذف مضاف پر محمول کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب پر معرب مانتے ہیں یعنی امثال مذکور میں تاویل کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور فی الشرح میں آخرۃ کا لفظ مضاف مقدر کا مضاف الیہ ہے یعنی عرض جیسا کہ بعض قاریوں نے اس لفظ کو بنا بر مضاف مقدر کے مجرور پڑھا ہے اسی طرح امثال مذکورہ کو بھی بتقدیر مضاف مؤول ٹھہراتے ہیں آیۃ شریفہ کے معنٰی یہ ہیں کہ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے آخرت کا سامان چاہتا ہے **التاکید تابع یقرر امر المتبوع ای حاله وشانه عند السامع یعنی یجعل حاله ثابتاً مقرراً عنده فی النسبة ای فی کونه منسوباً الیه فیثبت عنده ویتحقق ان المنسوب اوالمنسوب الیه فی هذاه النسبة هو المتبوع لاغیر وذالک مالدفع ضرز الغفلة عن السامع اولد فع ظنه بالمتکلم الغلط وذالک الدفع یکون بتکریر اللفظ نحو ضرب زید زید اوضرب ضرب زید اولدفع ظن السابع به تجوزا اما فی المنسوب نحو قولک زید قتیل قتیل دفعاً لتوهم السامع ان یرد بالقتل الضرب الشدید فیجب حینئذ تکریر اللفظ حتی لیقبنی شک فی ارادة المعنٰی الحقیقی اولی المنسوب الیه فانه ربما النسب الفعل الی الشئی والمراد لنسبة الی بعض متعلقاة کمافی قطع الامیر**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللص ای قطع غلامه فیجب حینئذ تکریر المنسوب الیه لفظاً نحو ضرب زیدا زید ای ضرب هو لامن یقوم مقامه او تکریره معنیٰ نحو ضرب زید نفسه او عینه یعنی تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے امر کو ثابت کرے یعنی اپنے متبوع کے حال اور شان کو سامع کے سامنے نسبت میں ثابت اور مقرر کرے اس طرح کہ وہ منسوب ہے یا منسوب الیہ پس اس کا منسوب یا منسوب الیہ ہونا سامع کے سامنے ثابت ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ صرف متبوع ہی ہے اس کے غیر کوئی دوسری شے نہیں ہے اور مقصود اس تاکید سے سامع کے ذہن سے غفلت کا ضرور دفع کرنا ہوگا یا متکلم کے متعلق جو اس کے غلطی کا ظن اور خیال ہے اس کو رفع کرنا مقصود ہوگا اور یہ دفع مذکور تکریر لفظ سے حاصل ہوگا جیسے ضرب زید زید یا ضرب ضرب زید کی امثال میں ہے اول مثال اسم کی تاکید کی ہے اور دوم فعلی کی تاکید کی ہے اور یا تاکید سے مقصود سامع کے ذہن سے مجازیت کے ظن کا دفع کرنا ہوگا اور ظن مجازیت عام ہے خواہ منسوب میں ہے جیسے زید قتیل قتیل کے قول میں قتیل کے لفظ کو اس لئے مکرر لفظ ذکر کیا ہے کہ شاید سامع قتیل سے مجازاً ضرب شدید کا وہم کرتے پس اس وہم کے رفع کرنے کی بنا پر واجب اور ضروری ہے کہ اس کو لفظ مکرر ذکر کرے تاکہ معنی حقیقی کے مراد لینے میں سامع کو کسی قسم کا شک باقی نہ رہے خواہ یہ ظن مجازیت منسوب الیہ میں ہو کیونکہ بسا اوقات فعل کسی شے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور مراد نسبت سے اس کے بعضے متعلقات ہوتے ہیں جیسے قطع الامیر اللص کی مثال میں قطع امیر کی طرف منسوب ہے لیکن مقصود بہ نسبت قطع یہاں امیر کا غلام ہے امیر نہیں پس اس ظن مجازیت کے دفع کرنیکی بنا پر منسوب الیہ کا مکرر ذکر کرنا ضروری اور لازمی ہوا اور یہ تکریر عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے ضرب زید زید میں مقصود بہ نسبت ضرب زید ہی ہے کوئی دوسرا شخص جو ضرب میں اس کا قائمقام ہو مقصود نہیں ہے خواہ یہ تکریر معنوی ہو جیسے ضرب زید نفسه او عینه کی مثال میں نفسہ اور عینہ کے الفاظ سے تاکید معنوی ہوئی ہے **او فی الشمول** ای التاکید ما یقررا مرا المتبوع فی النسبة با التفصیل الذی ذکر ناه اوفی شمول المتبوع افراده رفعا لظن السامع تجوزاً لا فی نفس المنسوب الیه بل فی شموله لافراده فانه کثیراً مانسب الفعل الی جمیع افراد المنسوب الیه مع انه یرید النسبة الی بعضها فیدفع هذا الوهم بینک کل واجمع و اخواته وکلا هما وثلاثتهم و اربعتهم و نحو ها فهذا هو الغرض من جمیع الفاظا التاکید واذا عرفت هذا فنقول اخرج المصنف الصفة و العطف و البدل عن حد التاکید بقوله یقرر امر المتبوع اما البدل والعطف فظاهر خروجهما به واما الصفة فلان وضعهما للدلالة علی معنیً فی متبوعها و افادتها توضیح متبوعها فی بعض المواضع نسبت بالوضع و اما عطف البیان و هو التوصیح متبوعه فهو یقرر امر متبوعه ویحققه لا کو علا فی النسبة و الشمول هذا حاصل ما ذکره المصنف فی شرحه یہ جملہ او پر فی النسبة کے جملہ پر عطف ہے یعنی تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے امر کو نسبت میں ثابت کرے اور نسبت کی تفصیل ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے ملاحظہ ہو یا متبوع کے شمول اس کے افراد کے لئے ثابت کرے جس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذہن سے ظن مجازیت دفع ہو اور یہ ظن نفس منسوب الیہ میں نہیں ہوتا ہے بلکہ متبوع کے افراد کے مشمول اس میں بھی ہوتا ہے کیونکہ بسا اوقات بظاہر فعل کی نسبت منسوب الیہ کے جمیع افراد کی طرف ہوتی ہے اور حالانکہ حقیقت میں بعضے افراد کی طرف نسبت فعل مقصود ہوتی ہے پس اس وہم کو کل اور اجمع اور ان کے اخوات کلاسما و ثلاثتهم اور اربعتهم وغیرہا الفاظ تاکید ذکر کر کے دفع کر دیتے ہیں پس تاکید کے جمیع الفاظ سے یہی غرض اور مقصد ہوتا ہے اور جب اس کو معلوم کر لیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ مصنف کافیہ کا تابع کا قول بمنزلہ جنس کے ہے یہ کل توابع کو شامل ہے اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یقرر امر المتبوع الخ کا قول احترازی ہے اس میں صفت اور عطف اور بدل سے احتراز کیا معنٰی ان توابع کو تاکید کی تعریف سے خارج کر دیا بدل ، نہ کا خروج تو ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں کیونکہ یہ اپنے متبوع کے معنٰی پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے اور بعضے مرفوضع میں یہ اپنے متبوع کی وضاحت کا بھی فائدہ دیتی ہے لیکن یہ بالوضع نہیں ہے اور عطف بیان اگر چہ اپنی متبوع کی وضاحت کا فائدہ دیتا ہے پس اس تقدیر پر یہ بھی اپنے متبوع کے امر کو ثابت و مقرر کرتا ہے لیکن یہ تحقق اور ثبوت نسبت اور شمول میں مقصود نہیں لہٰذا یہ بھی تاکید کی تعریف سے خارج ہوا اور یہ اس کا حاصل ہے جس کو مصنف کافیہ نے خود اپنی شرح میں ذکر کیا ہے وھو ای التاکید اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہو کی ضمیر مرفوع تاکید کی طرف راجع ہے یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں اول لفظی دوم معنوی لفظی ای منسوب الی اللفظ لحصوله من تکریر اللفظ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لفظی کے کلمہ یاء نسبتی ہے یعنی تاکید لفظی وہ ہے جو منسوب الی اللفظ ہو یعنی تکریر لفظ سے حاصل ہو و معنوی ای منسوب الی المعنٰی لحصوله من ملاحظة المعنٰی اس کے بڑھانے سے بھی مقصد یہ ہے کہ یاء نسبتی ہے یعنی تاکید معنوی وہ ہے جو منسوب الی المعنٰی ہو یعنی معنٰی کے ملاحظہ کرنے سے حاصل ہو **فاللفظی منه بتکریر اللفظ الاول** ای بتکریر اللفظ الاول ای مکررا للفظ الاول و معاوه حقیقةً نحو جاء زید زید و حکماً نحو ضربت انت و ضربت انا فان ذالک فی حکم تکریر اللفظ فان کان مخالفاً للاول لفظاً اذا لضرورة داعیة الی المخالفة لانه لا یجوز تکریره متصلاً پس تاکید لفظی لفظ اول کا مکرر اور معاد کر دینا ہے خواہ حقیقۃ ہو جیسے جاء نی زید زید میں ہے خواہ حکماً ہو جیسے ضربت انت وضربت انا میں ہے کہ یہاں اگر چہ تکریر لفظی حقیقی نہیں لیکن تکریر لفظی حکمی ہے اگر چہ یہ لفظ میں اول کے مخالف ہے مگر یہ مخالفت بوجہ ضرورت واقع ہوئی کیونکہ اس مخالفت کا داعی یہ ضرورت ہے کہ یہاں یہ انت اور انا کے الفاظ ضمائر منفصل ہیں ان کا ضمائر متصل ٹھہرا کر مکرر کر دینا جائز اور ممنوع ہے بنابریں ضرورت یہ اپنے متبوع اول سے مخالف آئے ہیں **ویجری ای التکریر مطلقا لا التکریر الذی هو التاکید الاصطلاحی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ی کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی کی طرف راجع ہے اصطلاحی تاکید کی طرف راجع نہیں ہے اور تاکید اصطلاحی افعال وحروف اور مرکبات میں جاری نہیں ہوتی ہے پس یجری فی الالفاظ کلہا کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یجری کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی لغوی کی طرف راجع ہے اور تاکید لغوی تکریر مطلق ہے تکریر تاکید اصطلاحی مقصود نہیں ہے لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس بنا پر خروج مبحث سے لازم آتا ہے کیونکہ بحث تاکید لفظی اصطلاحی میں ہے تاکید لغوی کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے پس بہتر یہ ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ یجری کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی اصطلاحی کی طرف راجع ہے اور الفاظ کلہا سے مراد اسماء ہیں **فی الا لفاظ کلها اسماء او افعالا او حروفا او جملا مرکبات تقیدیة او غیر ذالک** یعنی تاکید کل الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ الفاظ اسماء ہوں خواہ حرف خواہ افعال خواہ جملے مرکبات تقیدی ہوں خواہ غیر تقیدی سب میں تاکید کا استعمال ممکن ہے **ولا یبعد ارجاع الضمیر الی التاکید اللفظی الاصطلاعی و تخصیص الالفاظ بالاسماء و یکون المقصود من هذا التعمیم وعدم اختصاصه بالفاظ محصورة کا التاکید المعنوی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرے جواب صواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعید نہیں کہ یجری کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی اصطلاحی کی طرف راجع ہو اور الفاظ کی اسماء سے تخصیص کی جائے اور اس تعمیم سے مقصود یہ ہو کہ یہ تاکید لفظی مثل تاکید معنوی کے الفاظ محصورہ سے مختص نہیں ہے بلکہ الفاظ کلہا میں جاری ہوگی اور اسماء سے مراد واجمع اور اکتع اور

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ان کے اخوات کی علاوہ اسماء مراد ہونگے کیونکہ ان الفاظ میں تاکید لفظی اصطلاحی جاری نہیں ہوتی ہے والتاکید للفوی مختصر بالفاظ محصورة ای معدودة معدودة وهی نفسه و عینه وکلا هما وکل واجمع واکتع وابتع وابصع باالصاد المهملة وقیل بالضاد المعجمة قیل لا معنٰی لهذاه الکلمات الثلث فی حال الافراد مثل حَسَنٍ وبَسَنٍ و قیل اکتع مشتق من کتع ویصبعه المهملة من بصع العرق ای سال وبا المعجمة من بضع ای روی واتبع من التبع وهو طول العنق مع شدة مفرذه ویمکن استنباط مناسابات خفیة بین هذه المعنٰی ومعناه التاکیدی با التامل الصادق اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکتع اور ابتع اور ابصع کی لغوی اور اشتقاقی تحقیق کرتے ہیں کہ تاکید معنوی چند محصورہ یعنی معدود اور محدودہ الفاظ سے مختص ہے اور وہ نفس وعین وکلا ہما واجمع واکتع وابصع کے الفاظ ہیں اور ابصع کا لفظ صاد بے نقط سے ہے اور ضاد بانقط سے بھی منقول ہے کہا ہوتا ہے کہ اکتع وابتع وابصع کے الفاظ ثلاثہ حالت افراد میں مثل حَسَنٍ بسنٍ کے مہمل بلا معنٰی الفاظ ہیں اور کسی نے کہا ہے کہ اکتع کا لفظ قول کتع سے مشتق ہے جس کے معنٰی تام کے ہیں اور ابصع بے نقط بُصع العرق سے مشتق ہے جس کے معنٰی جاری ہونے کے ہیں اور معجمہ کے ساتھ بضع سے ہے جس کے معنٰی سیراب شدن کے ہیں اور ابتع اتبع سے مشتق ہے جس کے معنٰی طول گردن مع سختی معزز کے ہیں اور معزز کے معنٰی بیخ گردن کے ہیں اور درمیان ان معانی لغوی مذکورہ اور تاکیدی معانی کے تامل صادق سے مناسابات خفیہ کا استنباط ممکن ہے غور کر کے معلوم کر لینا چاہیئے فالا ولان ای النفس العین یعمان ای یقعان علی الواحد والمثنی والمجموع والمذکر والمؤنث باختلاف صیغتها افراد وتثنیةً وجها واختلاف ضمائر هما العائد الی المتبوع المدکد تقول نفسه فی المذکر الواحد نفسها فی المؤنث الواحدة انفسهما بایراد وصیغت الجمع فی التثنیة المذکر والمؤنث ونقل عن البعض العرب نفسا هما و عینا هما انفسهم فی الجمع المذکر العاقل انفسهن فی جمع مؤنث وغیر العاقل من المذکر یعنی نفس اور عین کے الفاظ عام ہیں یعنی واحد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث سب میں مستعمل ہوتی ہیں لیکن افرادی اور تثنیہ اور جمع کی حالت میں صیغے اور ضمائر کا اختلاف ضرور ہوگا یعنی وہ ضمائر جو متبوع مؤکد کی طرف راجع ہوں وہ مختلف ہونگے پس واحد مذکر میں نفسہ اور واحدہ مؤنث میں نفسہا اور تثنیہ مذکر اور مؤنث میں انفسہما صیغہ جمع لا کر مستعمل کرینگے اور بعضے عرب سے نفسا ہما اور عینا ہما بصیغہ تثنیہ بھی منقول ہے اور جمع مذکر عاقل انفسہم اور جمع مؤنث اور جمع غیر عاقل مذکر میں انفسہن استعمال کرتے ہیں و الثانی لما ثانی النفس و العین اولین تغلیبا کا القمرین سمی الثالث ثانیتًا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کلا ہما کا لفظ ثالث ہے پس مصنف کافیہ نے اس کو ثانی کس اعتبار سے ٹھہرایا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ نفس اور عین کے الفاظ کو باقاعدہ تغلیب مثل قمرین کے مؤل ٹھہرایا ہے اس لئے اس ثالث کو ثانی مانا ہے اگر چہ واقع میں یہ ثالث ہی ثانی نہیں المثنٰی کلاهما للمذکر وکلتا هما للمؤنث و الباقی بعد الثلثة المذکورة لغیر المثنٰی مفرداً کان او جمعاً باختلاف الضمیر العائد الی المتبوع الموکد فی کله نحو قرأت الکتاب کله وکلها نحو قرأت الصحیفة کلها وکلهم نحو اشتریت العبید کلهم وکلهن بحو طلقت النساء کلهن وباختلاف الصیغ فی الکلمات البواقی وهی اجمع واکتع وابتع وابصع بالمهملة او المعجمة تقول اجمع فی للمذکر لواحد وجمعا فی المؤنث الوحدة او الجمع بتاویل الجاعة واجمعون فی جمع المذکر وجمع فی جمع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

المؤنث وكذا اكتع كتعاء اكتعون وكتع ابتع بتاء ابتعون بتع وابصع بصعاء ابصعون بصع یعنی کلا ہما مذکر تثنیہ کے لئے اوکلتا ہما تثنیہ مؤنث کے لئے استعمال کرتے ہیں اور باقی الفاظ ثلاثہ مذکورہ کو خواہ مفرد ہوں خواہ جمع اختلاف ضمائر عائدہ الی المتبوع المذکر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور کلہ پڑھتے ہیں جیسے قرأت الکتاب کلہ کی مثال میں ہے اور کلہا استعمال کراتے ہیں جیسے قرأت الصحیفة کلہا میں ہے اور جمع مذکر میں کلہم پڑھتے ہیں جیسے اشتریت البعید کلہم میں ہے اور کلہن پڑھتے ہیں جیسے طلقت النساء کلہن میں ہے اور اس طرح کلمات باقیہ میں بھی اختلاف صیغہ کے ساتھ استعمال کرینگے اور وہ کلمات باقیہ اجمع اور اکتع اور ابتع اور ابصع کے الفاظ ہیں اور ابصع کا لفظ مہملہ اور معجمہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مذکر واحد میں اجمع اور مونث واحدہ میں یا جمع بتاویل جماعت میں جمعاء پڑھیں گے اور جمع مذکر میں اجمعون اور جمع مونث میں جمع استعمال کریں گے اور اس طرح اکتع اکتعاء اکتعون اور اکتع اور ابتع بتاء ابتعون بتع اور ابصع اور بصعاء ابصعون بصع کا استعمال بھی سمجھنا چاہئے ولا یوکد بکل واجمع الاذواجزاء مفرداکان او جمعا اذالکیة والاجتماع لایتحققان الافیه اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح کل اور اجمع سے ذواجزاء کی تاکید ہوتی ہے اسی طرح ان سے افراد کی بھی تاکید ہوتی ہے پس مناسب تھا کہ ذواجزاء افراد کہتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ذوالاجزاء سے مراد متعدد ہے اور متعدد عام ہے خواہ اجزاء ہوں خواہ افراد کیونکہ کلیت اور اجتماع کے معنی سوائے اس کے اور کہیں تحقق نہیں ہوتے ہیں ولاحاجة الی ذکر الافراد لان الکلی مالم تلاحظه افراده یجتمعة ولم یقرا جزاءً لایصح تاکیده بکل واجمع ویجب ان تکون تلک الاجزاء بحیث اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ذوالاجزاء کا ذوالافراد پر بھی اطلاق ہوتا ہے پس اس تقدیر پر افراد پر افراد کے ذکر کی حاجت اور ضرورت نہیں کیونکہ کلی کے افراد جب تک مجتمع اور ذواجزاء ملاحظہ نہ کرینگے جب تک اس کی تاکید کل اور اجمع سے صحیح اور درست نہ ہوگی اور یہ بھی ضروری اور لازمی ہے کہ وہ اجزاء اس قسم کے ہوں کہ جن کا افتراق حسا اور حکما درست ہو یصح افتراق حساً کاجزء القوم او حکماً لاجزاء العبد لیکون فی التاکید بکل واجمع فائدة یعنی جن اجزاء کا افتراق حس میں درست ہو وہ جیسے اجزاء قوم کے ہیں کہ ان میں افتراق حسی ہے اور وہ اجزاء جن کا افتراق حکمی درست ہو وہ جیسے اجزاء غلام کے ہیں کہ انمیں نصف وربع وثلث وغیرہ اجزاء حکمی ہیں اور یہ افتراق حسی یا حکمی اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ کل اور اجمع سے تاکید میں فائدہ مرتب ہو سکے مثل اکرمت القوم کلهم واشتریت العبد کله فان العبد قد تجزه فی الاشتراء فیصح تاکیده بکل لیفید الشمول بخلاف جاء زید کله لعدم صحة افتراق اجزائه لاحسا ولا حکما فی حکم المجی اس میں ان اجزاء کی مثال ہے جن کا افتراق حس میں یا حکم میں درست ہو عبد میں اجزاء حکمی کا افتراق درست ہے کیونکہ عبد کا تجزیہ اور تقسیم اشتراء میں درست ہے پس کل سے اس کی تاکید درست ہوگی تاکہ شمول کا فائدہ دیکے جیسے اشتریت العبد کله میں شمول کا فائدہ دیا ہے بخلاف جاء زید کلہ کے کہ یہ ترکیب درست نہیں کیونکہ انمیں زید کے اجزاء کا افتراق حکم مجیٔ میں نہ حسا درست ہے اور نہ حکما اس لئے یہ ترکیب نادرست ٹھہری وذااکد الضمیر المرفوع المتصل بارزاً کان او مستکنا بالنفس والعین ای اذااریدتاکیده بهما اکد اذالک الضمیر اولاً بمنفصل ثم بالنفس والعین مثل ضربت انت نفسک فنفسک تاکید لتار الضمیر بعد تاکیده بمنفصل هو انت اذلولا ذالک لاتبس التاکید بالفاعل اذاوقع تاکید اللمتسکن نحو زید اکرمنی هو نفسه فلو الم یوکد الضمیر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

للمستكن فی اکرمنی بقوله هو ویقال زید اکرمنی نفسه لا تبس نفسه الذی هو التاکید الفاعل یعنی جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے الفاظ سے کرنا چاہتے ہیں خواہ وہ ضمیر مرفوع متصل بارز ہو خواہ مستتر تو اول اس ضمیر مرفوع کی منفصل سے تاکید کرتے ہیں اس کے بعد نفس اور عین کے الفاظ سے اس کی تاکید کر دیتے ہیں جیسے ضربت انت نفسک کی مثال میں نفسک کا لفظ تائے ضمیر مخاطب کی تاکید ہے اور اس کی تاکید اول ضمیر منفصل انت سے کی بعدہ نفسک سے تاکید ٹھہرائی ہے کیونکہ اگر ایسا نکریں تو اس صورت میں تاکید کا التباس اس فاعل سے واقع ہو جائے گا جو ضمیر مستکن کی تاکید واقع ہو جیسے زید اکرمنی ہو نفسہ میں ہے پس یہاں اگر اکرمنی کی ضمیر مستکن کی تاکید ہو کے قول سے نہ کریں اور زید اکرمنی نفسہ کہیں تو اس تقدیر پر اس نفس کا اس فاعل سے التباس ہو جائے گا جس کی تاکید نفس کے لفظ سے کی جاتی ہے ولما وقع الالتباس فی هذاه الصورة اجری بقیة الباب علیها وانما قید الضمیر بالمرفوع لجواز تاکید الضمیر المنصوب والمجرور باالنفس والعین بلا تاکید هما باالمنفصل نحو ضربتک نفسک ومررت بک نفسک لعدم اللبس وقیده به لجواز تاکید المرفوع المنفصل باالنفس والعین بلاتاکیده وبالمنفصل نحو انت نفسک قائم لعدم البس بالفاعل وانما قید بالنفس والعین لجواز تاکید المرفوع المتصل بکل واجمعین بلا تاکید نحو القوم جاء نی کلهم اجمعون لعدم التباس التاکید بالفاعل لان کل و اجمعین یلیان العومل قلیلا بخلاف بالنفس والعین فانهما یلبسا نها کثیراً اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ دلیل مذکور صرف ضمیر مرفوع مستکن کی تاکید پر دلالت کرتی ہے کیونکہ التباس صرف اسی صورت میں ہے ضمیر مرفوع بارز کی تاکید پر دلالت نہیں کرتی حالانکہ نفس اور عین کے الفاظ سے بھی ضمیر مرفوع کی تاکید ہوتی ہے خواہ وہ مستکن ہو خواہ بارز شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جب اس صورت مذکورہ میں بوجہ التباس واقع ہونے کے ضمیر مرفوع مستکن کی تاکید ضروری ٹھہرائی تو باقی باب اس پر جاری کر دیا یعنی جب صورت مذکورہ میں التباس کی وجہ سے ضمیر مرفوع مستکن کی تاکید ضروری ہوئی تو ضمیر مرفوع بارز کی تاکید اس پر قیاس کر کے جاری کر دیا ہے اور ضمیر کو مرفوع کی قید سے اس لئے مقید کیا کہ ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید نفس وعین سے بلا تاکید بالمنفصل جائز ہے جیسے ضربتک نفسک ومررت بک نفسک میں ہے کیونکہ یہاں التباس نہیں ہے اور متصل کی قید سے اس لئے مقید کر دیا ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید نفس وعین سے بلا تاکید بالمنفصل درست ہے جیسے انت نفسک قائم میں ہے کیونکہ یہاں فاعل سے التباس نہیں ہوتا اور نفس وعین کے الفاظ سے اس لئے مقید کر دیا ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کل اور اجمعون کے الفاظ سے بلا تاکید بھی ہوتی ہے جیسے القوم جاء نی کلهم اجمعون میں کیونکہ یہاں بھی فاعل سے التباس تاکید نہیں ہے کیونکہ کل اور اجمعون کے الفاظ عوامل کے تھوڑے سے قریب ہوتے ہیں پس یہ فاعل واقع نہیں ہو سکے گا لہٰذا بوجہ نہ پائے جانے التباس کے یہاں تاکید کی ضرورت اور حاجت نہیں ہے بخلاف نفس اور عین کے الفاظ کے کہ یہ عوامل کے بہت قریب ہوتی ہیں پس اس ان کا فاعل واقع ہونا بھی درست ہوگا اس لئے بوجہ متحقق ہونے التباس کے یہاں تاکید کی اشد ضرورت ہے واکتع واخواه یعنی ابتع وابصع ابتاع بفتح الهمزة علی ما هو المشهور لاجمع یعنی تستعل هذه الکلمات الثلث تبعیة لا باصالته لکونه اول منها علی المقصود وهو الجمیعة فلا یتقدم یعنی اکتع واخواه علیه ای علی اجمع لواجتمعت معه وذکرها ای ذکر اکتع مع اخویه دو نه ای دون ذکر اجمع ضعیف لعدم ظهور دلا لتها علی معنٰی الجمعیة واللزوم ذکر ما من شانه التبعیة بدون الاصل یعنی چونکہ اکتع

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اس کے اخوات یعنی اجمع واصبع اجمع کے تابع ہیں یعنی ان کلمات ثلاثہ کا استعمال بہ تمعیت اجمع کے ہے یہ علیحدہ بالاصل مستعمل نہیں ہوتے کیونکہ اجمع کا لفظ معنٰی مقصودی جمعیت پر اکتع اور اس کے اخوات سے مقدم ہے اس لئے اکتع اور اسکے اخوات اگر اجمع کیساتھ ہوں تو اس صورت میں اجمع پر مقدم نہیں ہوں گے اور اسی وجہ سے اکتع مع اخوات کا ذکر بغیر ذکر اجمع کے ضعیف ہے کیونکہ ان الفاظ مذکورہ کی دلالت جمعیت کے معنٰی پر بدون اجمع کے ظاہر نہیں ہے اور اگر یہ بدون ذکر اجمع کے مذکور ہوں تو اس سے تابع کا ذکر بغیر اصل کے لازم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے لہٰذا ان کا ذکر بہ تمعیت اجمع ضروری اور لازمی ٹھہرا اور اتباع کا لفظ بنا بر روایت مشہورہ کے مفتوح الہمزہ ہے مکسور نہیں **البدل تابع مقصود بما نسب الی المتبوع** ای تقصد النسبة الیه بنسبت ما نسب الی المتبوع دونه ای دون المتبوع ای لا تکون النسبة الی المتبوع مقصودة ابتداءً بنسبة فالنسب الیه بل تکون المنسبة الیه توطیةً وتمهیداً النسبة الی التابع سواء کان ما نسب الیه مسنداً او غیره مثل جاء نی زید اخوک وضربت زید اخاک واحتراز بقوله مقصود بما نسب الی المتبوع من النعت والتاکید وعطف البیان لانها لیست مقصوداً بما نسب الیه بل المتبوع مقصود به وبقوله دونه احترز عن العطف بحرف فان المتبوع فیه مقصود بما نسب الیه مع التابع یعنی بدل وہ تابع ہے جو مقصود بالنسبۃ ہو یعنی جس چیز کی متبوع کی طرف نسبت ہوگی اس کی نسبت اسی تابع بدل کی طرف مقصود ہوگی متبوع کی طرف مقصود نہیں ہوگی متبوع کی طرف مقصود نہیں ہوگی یعنی متبوع کی طرف نسبت ابتداء مقصود نہیں ہوگی بلکہ متبوع کی طرف نسبت صرف تابع کی نسبت کے لئے توطیہ اور تمہید ہوگی اور بالنسب الی المتبوع عام ہے خواہ مسند ہو خواہ غیر مسند جیسے جاء نی زید اخوك اور ضربت زید اخاك کی مثال میں ہے اور مقصود بما نسب الی المتبوع کے قول میں لغت وتاکید وعطف بیان سے احتراز کیا کیونکہ یہ اشیاء مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان کے متبوعات مقصود بالنسبت ہوا کرتے ہیں اور دونہ کے قول میں عطف بحرف سے احتراز کیا کیونکہ اس میں متبوع اور تابع دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں **ولا یصدق الحد علی المعطوف ببل لان متبوعه مقصود ابتداء ثم بداء له فاعرض عنه وقصد المعطوف فکلاهما مقصود ان بهذا المعنٰی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں معطوف ببل داخل ہوا کیونکہ یہ بھی مقصود بالنسبت ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ تعریف مذکور معطوف ببل پر صادق نہیں کیونکہ اس میں مقصود بالنسبت اول اور ابتداء متبوع ہوتا ہے پھر ثانیاً تابع کیونکہ متکلم متبوع کی نسبت میں غلطی کرتا ہے جب اس کو اپنی غلطی کا احساس اور ظہور ہوتا ہے تو متبوع کی نسبت سے اعراض کر کے تابع یعنی معطوف کو مقصود بالنسبت ٹھہراتا ہے پس بنا بر اس معنٰی دونوں مقصود بالنسبت ہوئے لہٰذا اب اس تقدیر پر تعریف مانع ثابت ہوئی **فان قیل هذا لحد لا یناول البدل الذی لعبد الامثل ماقام احد الازید فان زیدا بدل من احد و لیست نسبة والنسبت الیه من عدم القیام مقصودةٍ باالنسبة الی زید بل النسبة المقصودةٍ بنسبة ما نسب الی زید بنسبة القیام الی زید** یہ ایک اعتراض ہے جو بدل کی تعریف پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ تعریف اس بدل کو شامل نہیں ہے جو الا کے بعد واقع ہو جیسے ماقام احد الازید میں زید احد سے بدل ہے اور باوجود اس کے یہاں مقصود بہ نسبت عدم قیام کے احد ہی ہے زید کی طرف اس عدم قیام کی نسبت مقصود نہیں بلکہ زید کی طرف یہاں نسبت قیام کی مقصود ہے لہٰذا یہ تعریف جامع ثابت نہیں ہوئی **قلنا مانسب الی المتبوع ههنا هو الهیتمام فانه نسب**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اليه نفسيًا و نسبته القيام بعينه الى التابع مقصودة لكن اثباتا فيصدق على زيد انه تابع مقصود بنسبة مانسب الى المتبوع فان النسبة الما خوذة فى البدل اعم من ان يكون بطريق الاثبات او النفي یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مانسبت الی المتبوع یہاں قیام ہے اور یہاں اسکی نفی یعنی عدم قیام کی نسبت متبوع کی طرف ہوئی ہے اور اس قیام کی نسبت بعینہ تابع کی طرف مقصود ہے لیکن اثباتا پس زید پر انہ تابع مقصود بالنسبت القیام بنسبۃ مانسب الی المتبوع کی تعریف صادق ہوئی کیونکہ وہ نسبت جو بدل کی تعریف میں ماخوذ ہے وہ عام ہے خواہ بطریق اثبات کے ہو خواہ بطریق نفی لہٰذا اب بدل کی تعریف جامع ثابت ہوئی ویمكن ان يقصد بنسبة الى شئى نفسيًا نسبة الى شئى اخر اثباتا ويكون الاول توطيةً للثانى اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں اجتماع تضاد ثابت ہوا اور یہ باطل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اجتماع ایک ہے حکم میں ممنوع ہے اور یہاں ایک حکم نہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کسی شے کی طرف کسی شے کی نسبت بطریق نفی مقصود ہو اور اسی شے آخر کی طرف بطریق اثبات مقصود ہو اور اول ثانی کے لئے بطور تمہید اور توطیہ کے ہو یہاں بھی قاعدہ جاری ہوا ہے قیام کی نفی کا مقام اور ہے اور قیام کے ثبوت کا محل اور ہی لہٰذا اجتماع تضاد ثابت نہیں ہوا وهو اى البدل انواع اربعة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہو کی ضمیر مرفوع بدل کی طرف راجع ہے یعنی بدل کی چار قسمیں ہیں بدل الكل اى يدل هو كل البدل منه اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ بدل الکل کی اضافت بیانی اور الف ولام مضاف الیہ کے عوض میں لائی ہیں یعنی اول قسم بدل کی بدل الکل ہے جس کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہوتا ہے وبدل البعض اى بدل هو بعض المبدل منه فالاضافة فيهما مثلها فى خاتم فضة اس کے بڑھانے کی تشریح اور وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یعنی دوسری قسم بدل کی بدل البعض ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا بعض ہوتا ہے پس اضافت بدل الکل اور بدل البعض دونوں میں مثل اس اضافت کے ہے جو خاتم فضۃ میں ہے یعنی اضافت بمعنی من ہے وبدل الاشتمال اى بدل مسبب غالبًا عن اشتمال احد المبدلين على الاخر ما اشتمال البدل على المبدل منه نحو سُلِبَ زيد ثوبه او بالعكس نحو يسالونك عن الشهر الحرام قتال فيه یعنی تیسری قسم بدل کی بدل اشتمال ہے یہ بدل غالبًا احد المبدلین کے اشتمال کا سبب ہوتا ہے بہرحال مبدل منہ پر بدل کے اشتمال کی مثال سلب زید ثوبہ ہے اور اس کے عکس یعنی بدل پر مبدل منہ کا اشتمال کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول یسئلونك الخ میں ہے کہ اس میں قتال کا لفظ شہر سے بدل ہے پس یہاں مبدل منہ کے اشتمال ہے کیونکہ قتال شہر میں واقع ہوا ہے وبدل الغلط اى بدل مسبب عن الغلط فالاضافة فى الاخرين من قبيل اضافت المسبب الى السبب لادنى ملابسة یعنی چوتھی قسم بدل کی بدل الغلط ہے اور یہ بدل غلطی کا سبب ہوا کرتا ہے پس اضافت آخرین یعنی بدل الاشتمال اور بدل الغلط میں اضافت مسبب الی السبب ہے کیونکہ اشتمال اور غلطی اس کے اسباب ہیں اور یہی ادنی مناسبت ہے جس کی وجہ سے یہ اضافت جائز ہوئی ہے فالاول اى بدل الكل مدلوله مدلول الاول يعنى متحد ان ذاة الا ان يتحد مفهوما هما ليكونا مترادفين نحو جاء نى زيد اخوك فزيد واخوك وان اختلفا مفهومًا فهما متحد ان ذاتا پس اول قسم یعنی بدل الکل وہ ہے جس کا مدلول بعینہ مدلول اول کا ہو یعنی بدل الکل میں بدل اور مبدل منہ دونوں متحد بالذات ہوتے ہیں اور متغائر بالمفہوم کیونکہ اگر متحد بالمفہوم بھی مانیں تو اس صورت میں مترادفین ٹھہریں گے اور بدل الکل کی مثال جاء نى زيد اخوك ہے یہاں زید اور اخوک کے الفاظ اگرچہ باعتبار مفہوم

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے مختلف ہیں لیکن باعتبار ذات یعنی صداق کے متحد ہیں کیونکہ جو زید کا مصداق ہے وہی بعینہ اخوک کا بھی مصداق ہے قال الشارح رحمة الله تعالیٰ علیه الرضی و انا الی الآن لم یظهر لی فرق جبلی بین بدل الکل من الکل وبین عطف البیان بل لا ادریٰ عطف البیان الابدل الکل وما قالوا من ان الفرق بینهما ان البدل هو المقصود بالنسبة دون متبوعه بخلاف عطف البیان فانه بیان والبیان فرع المبین فیکون المقصود هو الاول فالجواب لانسلم ان المقصود فی بدل الکل هو الثانی فقط ولا فی سائر الا ابدال الغلط یهان بدل الکل کی تعریف کی مانعیت پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی نے ایک سوال قائم کیا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملا جامی اس طرح کرتے ہیں کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی نے کہا ہے کہ اس وقت تک مجھ کو درمیان بدل الکل اور عطف بیان کے کوئی فرق ظاہری معلوم نہیں ہوا بلکہ میرے نزدیک عطف بیان بدل الکل ہی ہے اور وہ جو بعضے نے انکے فرق کے متعلق کہا ہے کہ بدل الکل اور عطف بیان کے درمیان فرق یہ ہے کہ بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے بخلاف عطف بیان کے کہ یہ بیان متبوع ہوتا ہے اور بیان مبین کی فرع ہوتی ہے پس یہاں مقصود بالنسبت اول ہے تو اس ما قالوا کا جواب یہ ہے کہ بدل الکل میں صرف ثانی کا مقصود بالنسبت ہونا مسلم نہیں اور نہ سوائے بدل الغلط کے باقی ابدال میں ثانی کا مقصود بالنسبت ہوتا مسلم ہے وقال بعض المحققین فی جوابه الظاهر انهم لم یریدوا انه لیس مقصودًا اصلیًا والحاصل ان مثل قولک جائنی اخوک زید ان قصدت فیه الاسناد الی الثانی وجئت بالاول قوطیة له مبالغة فی الاسناد فالثانی بدل وحینئذ یکون التوضیح الحاصل به مقصودًا تبعًا و المقصود اصالةً هو الاسناد الیه بعد التوطیه فالفرق ظاهر اوپر والے سوال کا جواب بعضے محققین نے دیا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ درمیان بدل الکل اور عطف بیان کے فرق حاصل ہے کیونکہ اگر مقصود بالنسبت اوّل ہو اور ثانی اس کی وضاحت کیلئے لایا ہو تو یہ عطف بیان ہے اور اگر مقصود بالنسبت ثانی ہو اور اول صرف اس کی توطیہ اور تمہید کے لئے ذکر کیا ہو تو یہ بدل الکل ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ متبوع کا مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ نہیں کہ بالکل مقصود بالنسبت نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مقصود بالنسبت اصلی نہیں حاصل فرق یہ ہے کہ مثلاً جائنی اخوك زید کے قول میں اگر مقصود بالنسبت اول ہو اور ثانی اس کے توضیح اور تتمیم کے لئے ذکر کیا ہو تو اس صورت میں ثانی عطف بیان ہوگا اور اگر مقصود بالنسبت ثانی ہو اول صرف اس کی توطیہ کے لئے بنابر مبالغہ کے لایا ہو تو اس تقدیر پر ثانی بدل الکل ٹھہرے گا اور اس وقت ثانی سے جو توضیح حاصل ہوئی ہے وہ مقصود بالتبع ہوگی اور مقصود بالاصل صرف وہی اسناد ہوگا جو توطیہ اور تمہید کے بعد واقع ہوگا پس اس تقدیر پر فرق درمیان بدل الکل اور عطف بیان کے ظاہر ہے محتاج زیادہ تشریح نہیں ہے **والثانی** ای بدل البعض جزؤه ای جزء المبدل منه نحو ضرب زیدًا راسه یعنی بدل کی دوسری قسم یعنی بدل البعض اس کو کہتے ہیں جو مبدل منہ کا جز ہو جیسے ضربت زید اراسہ میں راس زید کا بدل البعض جز ہے **والثالث** ای بدل الاشتمال بینه وبین الاول ای المبدل منه ملا بسته یعنی بدل کی ثالث قسم یعنی بدل الاشتمال اس کو کہتے ہیں جس کے مبدل منہ کے درمیان کوئی مناسبت اور تعلق ہو بحیث توجب النسبة الی المتبوع النسبة الی الملابس اجما لا نحو اعجبنی زید علمه حیث یعلم ابتداءً انه ان یکون زید معجبًا باعتبار صفاته لا باعتبار ذاته وتتضمن نسبة الاعجاب الی زید لنسبة الی صفة من صفاته اجما لا و کذا فی سلب زید ثوبه بخلاف ضربت زیدًا حماده ضربت زیدًا غلامه لان النسبة الضرب الی زید تامة ولا یلزم فی صحتها اعتبار غیر زید فیکون

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

من باب بدل الغلط اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف بدل دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں بدل الغلط داخل ہوا جیسے ضربت زیدا غلامه اور ضربت زیدًا حماره میں ہے کیونکہ یہاں ملابست مالکیت اور مملوکیت درمیان بدل اور مبدل منہ کے موجود ہے اور باوجود اس کے یہ بدل اشتمال نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ملابست سے مراد ملابست ہے جس کے متبوع کی نسبت سے نسبت ملابس یعنی تابع کی اجمالاً اور جملاً واجب آتی ہو جیسے اعجبنی زید علم میں اول یہ معلوم ہوا کہ زید باعتبار صفات کے معجب ہے باعتبار ذات کے نہیں اور زید کی طرف اعجاب کی نسبت زید کی صفات کی نسبت کو بھی اجمالاً اور جملاً شامل ہے اور اسی طرح سلب زید ثوبہ کو بھی قیاس کرنا چاہیئے بخلاف ضربت زیدًا غلامہ اور ضربت زیدًا حمارہ کے یہاں زید کی طرف ضرب کی نسبت نامہ ہے اور اس کی صحت سے غیر زید کا اعتبار لازم نہیں آتا پس یہ بدل الغلط کے باب سے ٹھہرا **الغیر هما ای تکون تلک الملا بسة بغیر کون البدل کل المبدل منه او جزء ه فیدخل فیه ما اذا کان المبدل منه جزءً ا من البدل ویکون ابداله منه بناءً علی هذاه الملابسة نحو نظرت الی القمر فلکه** کہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف بدل اشتمال اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ بدل الاشتمال خارج ہوا جو نظرت الی القمر فلکه میں ہے کیونکہ یہاں درمیان بدل اور مبدل منہ کے ملابست کلی و جزی ہے مالکیت اور مملوکیت کے نہیں اس لئے کہ قمر فلک کا جز ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بغیر اسما کے قول کے معنی یہ ہیں کہ وہ ملابست بغیر بدل کے کل مبدل منہ یا اسکے جز ہونے کے ہو یعنی بدل کل مبدل منہ نہ ہو اور یہاں ایسا نہیں بلکہ بدل کلی ہے اور مبدل منہ اسکا جزی پس اس تقدیر پر اس تعریف میں وہ بدل بھی داخل ہوا جس میں مبدل منہ بدل کا جز ہوا اور اس کا ابدال اس سے بنا بر اس ملابست کے ہو جیسے نظرت الی القمر فلکه میں ہے لہٰذا اب بدل کی تعریف جامع ثابت ہوئی **والمناقشة بان القمر لیس جزًا من فلکه بل هو مرکوز فیه مناقشة فی المثال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قمر کا فلک سے جز ہونا مسلم نہیں بلکہ وہ فلک میں مرکوز ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قمر کے فلک سے جز ہونے کا اعتراض مناقشہ فی المثال ہے اور مناقشہ فی المثال ممنوع ہے کیونکہ مثال ممثل کی وضاحت کے لئے ذکر کرتے ہیں پس اس میں صرف فرضی مثال کافی ہے **ویمکن ان یورد لمثاله مثل رئیت درجة الاسد برجه فانه لامجال لهذاه المناقشة فیه فان البرج عبارة عن مجموع الدرجات** یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ بدل اشتمال کے لئے رئیت درجۃ الاسد برجہ کی مثال وارد کی جائے کیونکہ اس میں مناقشہ مذکور کا کوئی محل اور دخل نہیں کیونکہ برج مجموعہ درجات سے عبارت ہے پس یہاں مبدل منہ بدل کا جز نہیں ہے **والما لم یجعل هذا البدل قسمًا خامسًا ولم یسم ببدل الکل عن البعض لقلته وندرته بل قیل بعدم وقوعه فی کلام العرب وان هذاه الامثلته موضوعة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ پس مصنف کافیہ نے اس قسم کو قسم خامس کیوں نہیں ٹھہرایا اور اس کو بدل الکل عن البعض سے کیوں مسمی نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ یہ بدل بہت ہی قلیل اور نادر ہے بلکہ بعضے نے کہا ہے کہ یہ کلام عرب میں واقع ہی نہیں ہے کیونکہ یہ امثال موضوعی ہیں اس لئے اس کو قسم خامس ٹھہرا کر بدل الکل عن البعض سے مسمی نہیں کیا **او الرابع ای بدل الغلط ان تقصد ای ان یکون بان تفصدانت الیه ای الی البدل من غیر اعتبار ملابسة بینهما بعد ان غلطت بغیره ای بغیر البدل وهو البدل منه ویکونان ای البدل والمبدل منه معرفتین نحو ضرب زید**

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اخوک ولکونین نحو جائنی رجل غلام لک ومختلفین نحو بالناصیة ناصیة کاذبة وجاء رجل غلام زید یعنی قسم رابع بدل غلط ہے اور وہ یہ کہ متکلم کا مقصود بدل ہو بعد غلطی کی مبدل منہ کے ذکر کرنے کے یعنی مبدل منہ کی نسبت میں اس سے غلطی ہوئی ہو اس غلطی کے تدارک کے لئے مبدل منہ کو چھوڑ کر بدل کو مقصود بالنسبت ٹھہرائی اور یہ بدل اور مبدل منہ دونوں معرفے ہوں جیسے ضرب زید اخوک میں ہے خواہ نکرے ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لک میں موجود ہے خواہ مختلفین ہوں جیسے بالناصیة ناصیة کاذبة اور جاء غلام زید کی امثال میں ہے واذا کان البدل نکرة مبدلة من معرفة فالبعت ای نعت البدل النکرة واجب لئلا یکون المقصود الفصل من غیر المقصود من کل وجہ فاتوا فیہ بصفة تکون کا الجابر لما فیہ من نقص النکارة یعنی جب کلام میں بدل نکرہ معرفہ مبدل منہ ہی آئے اس صورت میں بدل نکرہ کی نعت ضروری اور لازمی ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے ذمن کل الوجہ ناقص نہ ہو پس اس میں بدل نکرہ کی صفت ذکر کرتے ہیں کہ نکارت کے نقصان کا جبیرہ ہو مثل بالناصیة ناصیة کاذبة ویکونان ظاهرین نحو جاء نی زید اخوک مضمرین نحو الزیدون لقیتهم ایاهم مختلفین نحو اخوک ضربته زیدًا او اخوک ضربت زیدًا ایاه یہ مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ موصوفہ کی مثال ہے اور بدل اور مبدل منہ دونوں اسمائے ظاہرہ بھی ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید اخوک میں ہے اور مضمر بھی ہوتے ہیں جیسے الزیدون لقیتهم ایاہم میں موجود ہے اور مختلفین بھی ہوتے ہیں جیسے اخوک ضربته زیدًا یا اخوک ضربت زیدًا ایاه میں ہے کہ ان امثال میں ایک ضمیر ہے تو دوسرا اسم ظاہر ہے ولا یبدل ظاهر من مضمر بدل الکل لامن الغائب نحو ضربته زیدًا لان المضمر المتکلم والمخاطب اقوی واخص دلالة من الظاهر فلو ابدل الظاهر منهما بدل الکل یلزم ان یکون المقصود اقص من غیر المقصود مع کون مدلولیهما واحدًا بخلاف بدل البعض والاشتمال والغلط فان المانع فیها مفقود اذلیس مدلول الثانی فیها مدلول الاول فیقال اشتریتک نصفک واشتریتنی نصفی و اعجبنی علمک واعجبتک علمی وضربتک الحمار وضربتنی الحمار یعنی کوئی اسم ظاہر بطریق بدل الکل ضمیر سے بدل نہیں آئیگا البتہ ضمیر غائب سے آسکتا ہے جیسے ضربته زیدًا میں زیدا ضربته کی ضمیر غائب سے بدل آیا ہے ضمیر متکلم اور مخاطب سے اس لئے بدل نہیں آسکتا کی ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب دونوں اسم ظاہر سے دلالت میں زیادہ قوی اور اخص ہیں پس اگر ان دونوں ضمیروں سے اسم ظاہر بطریق بدل الکل بدل آئے تو اس صورت میں مقصود کا غیر مقصود سے اقص ہونا لازم آئیگا۔ باوجود اس کے کہ بدل اور مبدل منہ کے مدلول اور مفہوم واحد ہوتے ہیں بخلاف بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط کے کہ یہاں مانع بدل مفقود ہے کیونکہ یہاں ثانی کا مدلول اول نہیں ہے پس اشتریتک نصفک واشتریتنی نصفی اور اعجبنی علمک واعجبتک علمی وضربتک الحمار وضربتنی الحمار پڑھ سکتے ہیں اول مثال بدل البعض کی ہے اور ثانی بدل الاشتمال کی اور ثالث بدل الغلط کی مثال ہے خوب سمجھنا چاہیئے عطف البیان تابع شامل لجمیع التوابع اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ تابع کا لفظ جنس تمام توابع کو شامل ہے غیر صفة احترز به عن الصفة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا غیر صفۃ کا قول احترازی ہے اس میں صفت سے احتراز کیا بوضح متبوعه احترز به عن البدل والعطف بالحرف والتاکید اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یوضح متبوعہ کا قول احترازی ہے اس میں بدل اور عطف بالحرف اور تاکید سے احتراز کیا کیونکہ یہ اشارہ مذکور اپنی متبوعات کی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وضاحت کے مفید نہیں یعنی عطف بیان وہ تابع ہے جو اپنی متبوع کی وضاحت کرے بخلاف بدل اور عطف بالحرف اور تاکید کے کہ یہ مفید وضاحت نہیں ہیں ولایلزم من ذالک ان یکون عطف البیان او ضح من متبوعه بل ینبغی ان یحصل من اجتماعها ایضاح لم یحصل من احدهما علی الانفراد فیصح .....فان یکون الاول او ضح من الثانی اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بعض نحات نے عطف بیان کا اپنی متبوع سے اوضح ہونا ضروری اور لازمی شرط ٹھہرائی ہے کیونکہ یہ اسم مشترک کے بعد آتا ہے یہ اس کے اوضح ہونے کی دلیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس سے عطف بیان کا اوضح ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ تابع اور متبوع دونوں کے اجتماع سے وضاحت حاصل ہو جو ان میں سے ایک کے انفرادی صورت میں حاصل نہ ہو سکے پس یہ درست اور صحیح ہوگا کہ اول ثانی سے اوضح ہو مثل اقسم باللّٰه ابو حفص عمر فابو حفص کنیة امیر المؤمنین عمر بن الخطاب وعمر عطف بیان له وقصة انه اتی اعرابی الی عمر بن الخطاب رضی اللّٰه تعالٰی عنه فقال ان اهلی بعید وانی علی ناقته وبراء عجفاء نقباء واستحمله فظنه کاذبًا فلم یحمله فانطلق الاعرابی فحمل بعیره ثم استقبل البطحاء وجعل یقول وهو یمشی خلف بعیره شعرا قسم باللّٰه ابو حفص عمر مامسهما من نقب ولا وبر"،،"اغفرله اللهم ان کان فجر "،،" وعمر مقبل من اعلی الوادی فجعل اذاقال اغفرله اللهم ان کان فجر "،،" قال اللهم صدق صدق حتی التقیا فاخذه بیده فقال ضع عن راحلتک فوضع فاذاهی نقباء عجفاء تحمله علی بعیره وذوده وکساه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعر کے واقعہ کی تحقیق کرتے ہیں کہ شعر مذکور میں ابو حفص کا لفظ جناب حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے اور عمر اس کا عطف بیان ہے اور اس کا قصہ مختصر یہ ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت فیعدد رجب میں ایک اعرابی حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا گھر دور ہے اور میری سواری پشت ریش ولاغر و سودہ ہوئی ہے سواری کے قابل نہیں ہے اس سے اس کا مقصد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سواری طلب کرنا تھا پس حضرت خلیفۃ المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس میں کاذب خیال کیا اس لئے اس کو سواری دینے سے انکار فرمایا لہٰذا وہ اعرابی ناامید ہو کر چلا اور اپنے اونٹ کو اپنے آگے چلا دیا پھر ایک جنگل میں پہنچکر اپنے اونٹ کے پیچھے پیادہ چلتے چلتے اس شعر مذکور فی الشرح کو پڑھتا رہا جس کے معنٰی یہ ہیں کہ ابو حفص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ میری سواری نہ پشت ریش ہے اور نہ لاغر سودہ شدہ اے باری تعالیٰ اگر حضرت خلیفہ نے جھوٹ کہا ہے تو ان کو بخشدے اور اس کا مواخذہ نہ فرمائے وہ اعرابی یہ پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ حضرت خلیفۃ المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل کے اوپر سے تشریف لائے پس اس نے آپ کو دیکھکر اس شعر مذکور کا پڑھنا پھر شروع کیا حضرت خلیفۃ المومنین نے اس کو سن کر فرمایا کہ اے باری تعالیٰ یہ اعرابی صادق ہے یا کاذب اس اثناء میں دونوں کی ملاقات ہوئی پس حضرت خلیفۃ المومنین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تو اپنی سواری پر سے اتر آ پس وہ اتر آئے جب اس کی سواری کو دیکھا تو واقعی پشت ریش لاغر نکلی پس حضرت خلیفۃ المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور زاد راہ اور خلعت عطا فرمائی وفصله ای فرقه من البدل لفظا ای من حیث الاحکام اللفظیة واقع فی مثل انا ابن التارک البکری بشر "،،" فان قوله بشر ان جعل عطف بیان للبکری جاز وان جعل بدلًا منه لم یجز لان البدل فی حکم تکریر العامل فیکون التقدیر انا ابن التارک بشر وهو غیر جائز کما ذکرنا فیما سبق فی الضارب زید یعنی فرق درمیان عطف بیان اور اول کے باعتبار لفظی احکام کے

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اوپر شعر مذکور میں واقع ہے کیونکہ اسمیں بشر کا لفظ اگر بکری کا عطف ٹھہرایا جائے تو یہ جائز ہے اور اگر اس سے بدل ٹھہرایا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ بدل عامل کی تکریر کے حکم میں ہوتا ہے پس اس صورت میں عبارت کی تقدیر انا ابن التارک بشر ہوگی کہ یہ قطعی ناجائز ہے جیسا کہ سابق الضارب زید کی تشریح میں بمعہ دلائل کے ہم نے ذکر کیا ہے وہاں ملاحظہ ہو واما خبره علیه الطیر ترقیه وقوعا "،،" وعلیه الطیر ثانی مفعول التارک ان جعلناه بمعنی یصح والا فهو حال وقوله ترقیه حال من الطیران کان فاعلًا لعلیه ان کان مبتداء فهو من الضمیر المستکن فی علیه ووقوعًا جمع واقع حال من فاعل ترقیه ای واقعةً حوله متزقةً هاق رو جه لان الانسان ما دام به رمق فان الطیر لا تقربه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعر مذکور کے مصرعہ ثانی ظاہر کر کے شعر کی ترکیبی حالت کی تحقیق کرتے ہیں کہ آخری مصرعہ شعر مذکور کا علیہ الطیر ترقیہ وقوعا ہے اور علیہ الطیر کا لفظ ترکیب میں التارک کے مفعول ثانی ہے اگر التارک کو بمعنی صیر کے ٹھہرایا جائے اور مفعول اول بکری ہے اور اگر بمعنی صیر کے نہ ٹھہرائیں تو اس صورت میں یہ حال مانا جائے گا اور ترقبہ کا قول الطیر سے حال ہوگا اگر اس کو علیہ یعنی شبہ فعل کا فاعل ٹھہرائیں اور اگر الطیر کو مبتداء موخر اور علیہ کو اس کی خبر مقدم مانیں تو اس صورت میں وہ علیہ کی ضمیر مستکن سے حال ٹھہریگا اور وقوعا واقع کی جمع ہے اور ترکیب میں ترقبہ کے فاعل سے حال ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے اس کے گرداگرد طیور امیدوار ہو کر اس کی روح کے خروج کے انتظار میں رہتے ہیں کیونکہ جب تک انسان میں آخری حصہ روح کا باقی رہتا ہے اس وقت طیور اس کے پاس نہیں جاتے ہیں واما الفرق المعنوی بینهما فقد تبین فیما سبق والمراد بمثل انا ابن التارک الیکربشر کل ما کان عطف بیان للمعرف باللام الذی اضیف الیه الصفة المعرفة باللام نحو الضارب الرجل زید یعنی درمیان عطف بیان اور بدل کی جو معنوی فرق ہے اس کی تشریح ماسبق میں یعنی بدل الکل کی بحث میں بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو اور انا ابن التارك البكرى بشر کی مثل سے مراد ہر وہ مثل ہے جس میں عطف بیان معرفہ باللام ہو جس کی طرف صفت معرفہ باللام کی اضافت واقع ہوئی ہو جیسے الضارب الرجل زید میں ہے ویمکن ان یراد به ما هو اعم من هذ الباب ای کل ما خالف الحکم ای کان عطف بیان حکم اذا کان بدلا فیتناول صورة النداء ایضًا فانک تقول یا غلام زیدٌ وزیدًا بالتنوین مرفوعًا حملا علی اللفظ و منصوبًا حملًا علی المحل اذا جعلته عطف بیان و یا غلام زید بالضم اذا جعلته بدلا و المعنی الاول اظهر و الثانی افید اور ممکن ہے کہ اس ترکیب مذکور کو اعم مانیں اس طرح کہ اس کو عطف بیان میں شامل ٹھہرائیں اور غیر عطف بیان کو بھی شامل مانیں اس طرح کہ جب عطف بیان واقع ہو تو اس وقت اس کا حکم بدل واقع ہونے کی صورت کی مخالف ہوگا پس اس تقدیر پر یہ نداء کی صورت کو بھی شامل ہوا کیونکہ جب یا غلام زید کی مثال میں زید کے لفظ کو لفظ غلام پر حمل کریں تو مرفوع منون پڑھینگے اور اگر اس کے محل پر حمل کریں تو اس صورت میں منصوب منون پڑھینگے یہ جب کہ زید کے لفظ کو عطف بیان ٹھہرائیں اور غلام کے لفظ سے بدل مانیں تو اس صورت میں مبنی بر ضمہ پڑھیں گے اور اول معنی اظہر اور ثانی معنی افید ہیں کیونکہ ثانی معنی کی بنا بر صورت ندا کو بھی شمول ہوتا ہے چونکہ ثانی معنی کی بنا بر عموم کا فائدہ مرتب ہوتا ہے اور جس میں عموم ہوتا ہے اس میں فائدہ اکثر ہوتا ہے اس لئے ثانی معنی افید ثابت ہوئے۔ فقط

تمت

فقیر حقیر سلامت فقیر عرف محمد عبداللطیف خان چشتی نظامی صابری قادری نقشبندی

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مختصر سوانح حضرت علامہ مفتی عبداللطیف مردانی قادری علیہ الرحمۃ

حامدا لولیہ و مصلیا و مسلما علی حبیبہ و علی الہ وصحبہ اجمعین

بے نشانوں کا نشاں ملتا نہیں — مٹ گئے نام ہو ہی جائے گا

(محدث بریلوی قدس سرہ)

اس جہانِ رنگ و بو میں کچھ ہستیاں ایسی گزری ہیں جن کے کارہائے نمایاں اور افکار تازہ کی بدولت عوام وخواص انہیں خراج تحسین پیش کرنا اپنے لئے باعث تفخر سمجھتے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اس مختصر عرصہ زیست میں صدیوں پر محیط سرمایہ حاصل کرلیا۔ جن کے انمٹ نقوش قوم کے لئے مشعل راہ کا کام کرتے رہے اور قوم ان کی مرہون منت رہی۔ عشق کو نئی زندگی عطا کردی۔ جنون محبت کو دوام عطا کردیا۔ جہان قلب وروح کو محبت کی وہ سرمدی مستی اور لافانی سرور وشادمانی بخشی جسے فنا کرنا تو کجا اس کی حدت کا کم ہونا بھی ابد تک ممکن نہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

انہیں ہستیوں میں سے ایک مفسر قرآن، عاشق محبوب الرحمان حضرت علامہ ومولانا مفتی عبداللطیف مردانی قدس سرہ العزیز بھی ہیں۔ ان کی ذات عوام اسلامیہ کے آراستہ اور اصول دعوت وتبلیغ سے پیراستہ تھی۔ ان کی عالمانہ زندگی عوام وخواص کے لئے مقناطیسی کشش رکھتی تھی۔ مخلوق خدا فیوض وبرکات کے حصول کے لئے اس مرد قلندر کے گرد رہتی اور یہ مرد حق اپنی نگاہ فیض رساں سے سب کو مستفیض فرماتے۔

رہ گئی لب تک آکے جب راز کی بات راز میں — حال وہ اپنا کہہ گئے اک نگاہ ناز میں

(حضرت کامل شرطاری علیہ الرحمہ)

نام:۔ آپ کا اسم گرامی عبداللطیف ہے والد کا نام نور سید خان ہے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت موضع ملا گجر ریاست دیر میں کرموخیل قبیلہ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت:۔ زمانہ طفولیت میں ہی آپ موضع ملا گجر ریاست دیر سے میرٹھ بھارت (انڈیا) منتقل ہوگئے میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میں قاری ولی محمد سے قرات وتجوید پڑھی اور حافظ کفایت اللہ، مولانا عبدالسلام قندھاری، مولانا احمد علی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ حفظ قرآن حکیم کا شوق دل میں پیدا ہوا تو خود ہی مختصر مدت میں حفظ قرآن مجید کرلیا۔ اس سے آپ کی غیر معمولی ذہانت وفطانت کا پتہ چلتا ہے۔

تدریس:۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ میں بحیثیت مدرّس مقرر ہوئے اور عرصہ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں سفر حج کے دوران جدہ میں مفتی اعظم آگرہ حضرت مولانا نثار احمد کانپوری کا اچانک انتقال ہوگیا۔ علماء کی نگاہیں آپ کی جانب مرکوز ہوئیں اور آپ کو مفتی اعظم آگرہ مقرر کیا گیا۔ ایک عرصہ تک آپ اس منصب وعہدہ پر زیب نشین رہ کر شرعی معاملات میں عوام الناس خصوصاً اہل آگرہ کی رہنمائی کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے قرآن مجید کے پہلے سپارہ کی فارسی منظوم تفسیر "کاشف المعانی" کے نام سے ضبط قلم فرمائی۔ اور شرح جامی (نحو کی مشہور ومعروف کتاب) کی اردو شرح "لطائف المعانی" کے نام سے صفحہ قرطاس پر مرقوم فرمائی۔

بیعت و خلافت:۔ قیام آگرہ کے زمانے میں ایک غیبی اشارہ پر آپ گولڑا شریف شمس الشریعۃ، بدر الطریقۃ، برہان المعرفۃ، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، حضرت پیر

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی۔ آپ بھی مرشد کریم سے والہانہ محبت کرتے اعراس کے علاوہ سال میں کئی دفعہ مرشد پاک کی بارگاہ میں بصد عشق و نیاز حاضر ہوتے آپ فرماتے ہیں۔ تیسری ملاقات میں مرشد کریم نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ایں طاقت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(سعدی شیرازی علیہ الرحمہ)

آپ نحو وصرف کے ماہر، فقیہ، محدث، مفسر، شیخ طریقت ہونے کے ساتھ شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ فدا تخلص استعمال فرماتے۔ عربی، فارسی، اردو میں طبع آزمائی کرتے۔ چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو آپ نے حضرت پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں تحریر فرمائے ہیں۔

کاشف اسرار وحدت خواجہ مہر علی مظہر شان ولایت قرۃ عین نبی
اے عالم علم الیقین اے کامل عین الیقین اے ہادی دین متین نور جمال احمدی
للہ کرم فرمایئے جلوہ نما ہو جایئے تسکین دل فرمایئے ہو دور ساری بیکلی
طوفان بہر غم میں ہے کشتی ناتواں پہنچو مدد کو ناخدا ازراہ غربا پروری
یہ بھی تجھے اس در کا گدا کہتے ہیں جس کو سب فدا حاصل ہو قرب بارگاہ اس میں ہے اس کی بہتری

آبائی وطن واپسی:۔ ۱۹۴۶ء میں آگرہ سے اپنے آبائی وطن ریاست دیر تشریف لائے۔ اور نواب شاہجہاں کی خواہش پر ریاست دیر کے قاضی القضاء مقرر ہوئے۔ دیر میں ۳ سال قیام کے بعد آپ نے ہوتی مردان میں قبرستان ڈانگ بابا کے قریب "مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم" کی بنیاد رکھی۔ اخیر تک مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم کے ذریعے دین اسلام کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل رہے۔

حلیہ مبارکہ:۔ آپ کشیدہ قامت، سفید نورانی چہرہ، گھنی سفید داڑھی، عبادت وریاضت کے آثار چہرہ سے ہویدا، خوش خلق اور ملنسار تھے۔

تصنیفات:۔ (۱) تفسیر کاشف البیان مکمل اردو (۲) تفسیر کاشف المعانی پارہ اول فارسی منظوم (۳) جمال القرآن اردو علم قرات میں (۴) فتاوی شہابیہ فارسی (۵) لطائف المعانی شرح شرح جامی اردو (۶) الشرح المجاز شرح دیوان حافظ شیراز اردو (۷) درمکنون شرح فلک المشحون، پشتو (۸) تحریم حلق وشرب دخان اردو ترجمہ (۹) تحفۃ الواعظین اردو (۱۰) تحفۃ الذاکرین اردو (۱۱) جواب اہلحدیث بالحدیث عربی (۱۲) مجموعہ وظائف عربی

حالات حاضرہ کے منافقین کی ادبی بددیانتی کا اس سے بڑا ثبوت اور مذہب مہذب اہلسنت والجماعت کی حقانیت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ حضرت کی تصنیف لطائف المعانی کا مرحلہ اشاعت اپنے مکتبہ سے کروا کر اور مصنف کے نام کو عام مصنف کی طرح بغیر مکتبہ فکر ظاہر کئے اس بات کو ثابت کر دیا کہ علمی میدان میں ان کی تہی دامنی کس درجہ کو پہونچی ہوئی ہے۔ الحمدللہ۔

ماخوذ: تجلیات مہر انور
از: علامہ شاہ حسین گردیزی

خادم سادات کرام
محمد بلال رضا معروف قادری

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بسم الله الرحمن الرحيم

شرح نزهة النظر

للشيخ وجيه الدين العلوي الگجراتي (٩١١ــــ٩٩٨هـ)

مـــــع

نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر

و شـــــرحـــــها

نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (٧٧٣ــــ٨٥٢هـ)

حقق شرح الشرح و قدم له و علق عليه

الشيخ نفيس أحمد المصباحي

أستاذ الجامعة الأشرفية، مبارك فور

توجيه: نخبة الفكر موضوعة في أعلى الصفحة ممتازة مشكولة ⊙ ثم هي مندرجة في الشرح و شرح الشرح، مع التمييز ⊙ بأن وضعنا النخبة بين الهلالين بخط جلي مشكولة ⊙ و وضعنا النزهة خارج الهلالين بخط جلي ⊙ و وضعنا شرح النزهة بخط دقيق.

for more books click on th e link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari